سلمیٰ یونس

سمجھ میں انہیں آ رہا کہ جن لوگوں نے ایک مدت تک ہمارے وجود کو تسلیم نہیں کیا۔ آج اچانک نہیں ہمارے ہونے کا احساس کیسے ہو گیا؟ زوبیہ نے خط پڑھ کر میز پر رکھتے ہوئے سوچا۔ وہ بہت الجھی ہوئی تھی۔

"خط میں لکھا تو ہے کہ تمہاری دادی جان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ مدحت نے زوبیہ کی الجھن دور کرنے کی کوشش کی' ہو سکتا ہے کہ اسی وجہ سے بابا صاحب نے اپنی ضد چھوڑ دی ہو۔ بہرحال وجہ چاہے جو بھی ہو خوشی کی بات یہ ہے کہ انہوں نے ہمیں معاف کر دیا ہے اور اب ایک چھت تلے ہمیں پورے خاندان کے ساتھ رہنے کا موقع عطا کیا ہے۔ اب تم لوگوں کو بھی وہ شناخت' وہ پیار ملے گا جو تم لوگوں کا حق ہے۔" مدحت لمحہ بھر میں ڈھیروں خواب اپنی آنکھوں میں سجا بیٹھی تھیں۔ ان کی امیدوں کا جیسے کوئی شمار ہی نہ تھا۔

"مما آپ کو نہیں لگتا کہ آپ نے ان لوگوں سے کچھ ضرورت سے زیادہ امیدیں وابستہ کر لی ہیں۔" زوبیہ نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"وہ کوئی غیر نہیں ہمارے اپنے ہیں اور امید کا رشتہ ہی تو اپنا ہونے کا احساس دلاتا ہے۔" انہوں نے دلیل دی۔ گویا وہ اپنے خوابوں' اپنی امیدوں کی حفاظت کرنا چاہتی تھیں۔

"وہ تو ٹھیک ہے مما مگر آپ خود ہی سوچئے کہ رشتے تو ازل سے قائم تھے لیکن کبھی ان لوگوں کے دل میں نہ تڑپ پیدا ہوئی' نہ ہی کوئی ایسا احساس جاگا اور آج اتنے برسوں بعد اچانک ایسا کیا ہوا کہ انہیں ٹوٹے ہوئے رشتوں میں نہ صرف کشش محسوس ہونے لگی بلکہ ان رشتوں کے لئے گھر اور دل میں گنجائش بھی پیدا ہو گئی۔" اس کی سوئی اب تک وہیں اٹکی ہوئی تھی۔

"انہوں نے فقط زبان سے ہمارے ساتھ رشتہ ختم کیا تھا' لیکن خونی رشتے اتنے کمزور نہیں ہوتے کہ محض کسی کے کہہ دینے سے ٹوٹ جائیں۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ ہمیں اتنے سالوں بعد کبھی نہ بلاتے۔" مدحت اس خوشی کو کسی طور کھونا نہیں چاہتی تھی۔

"دیکھ لیں مما کہیں کچھ گڑبڑ نہ ہو۔ اس زمانے میں بھروسہ کسی کا بھی نہیں کرنا چاہئے۔

دشمن ہمیشہ اپنوں کے ہی بھیس میں ملتے ہیں۔'' زوبیہ بہت شاکی تھی۔
''زوبیہ آپی اتنا شک اچھا نہیں ہوتا' وہ بھی اپنوں پر۔'' زویا نے پہلی مرتبہ گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔
''ایم بی اے کیا کر رہی ہے پوری دنیا کو بیوقوف سمجھنے لگی ہے۔'' مدحت خفا سی بولیں تو زوبیہ کو خاموش ہونا پڑا' مگر دل مطمئن ہرگز نہیں تھا۔

❋ ❋ ❋

شام کو جہانزیب گھر آئے تو چائے پر مدحت نے یہ موضوع چھیڑ دیا۔
''اب اتنے برسوں بعد انہیں میری یاد کیوں ستانے لگی' کل تک تو انہوں نے مجھے اپنی اولاد تک تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔'' جہانزیب سخت خفا تھے۔
''آپ کی والدہ کی طبیعت ناساز ہے۔ ایسے میں اگر انہوں نے آپ کو یاد کیا ہے تو اس میں کوئی انوکھی بات نہیں۔ اولاد انسان مانگتا ہی اسی خاطر ہے کہ وہ بڑھاپے میں ان کا سہارا بن سکے۔ ویسے بھی جو ہوا وہ آپ کے اور بابا صاحب کے درمیان کی بات ہے۔ اس میں بی جی کی تو کوئی غلطی نہیں۔ وہ تو ہمیشہ سے آپ کے حق میں رہی ہیں۔ ان کی ممتا کو سزا کیوں دینا چاہتے ہیں۔ دیکھئے اگر انہیں بھولے رشتے یاد آ ہی گئے ہیں تو آپ کو بھی اپنے دل میں وسعت پیدا کرنی چاہئے۔'' مدحت آہستگی سے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولیں۔
''تم نجانے کس مٹی کی بنی ہو' بھول گئیں کہ بابا صاحب اور تایا جان نے کس طرح تمہاری بے عزتی کی تھی۔'' جہانزیب جیسے انہیں یاد دلا رہے تھے۔
''آپ شاید بھول رہے ہیں کہ ہمارے رشتے کی وجہ سے دو بھائیوں کا اٹوٹ رشتہ آہستہ آہستہ ہمیشہ کیلئے ٹوٹ گیا۔ سفینہ کی زندگی برباد ہوگئی۔ خاندان بٹ گیا' باپ بیٹے کی لڑائی میں سزا ماں کو ملی۔'' مدحت نے پل میں انہیں آئینہ دکھا دیا۔
جہانزیب خاموش رہے۔
''ایسا کیوں ہوتا ہے جہانزیب کہ جب جسم پر چوٹ لگتی ہے تو ہم سامنے والے سے رونے کا حق نہیں چھینتے' کیونکہ ہمیں اس کے درد کا احساس ہوتا ہے لیکن جب روح چھلنی ہو جائے' دل ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا ہو تو ہم سامنے والے کے اختیارات محدود کر دیتے ہیں۔ اس کی بھیگی آنکھوں سے ہر آنسو کا حساب مانگنے لگتے ہیں۔ ستم ڈھا کر بھی چاہتے ہیں۔ سامنے والا شکوہ نہ کرے۔'' وہ دکھی ہو رہی تھیں۔
''میں تمہاری بات سمجھتا ہوں مگر......''

جہانزیب نے کہنا کہا۔
''سمجھنا ہی تو نہیں چاہتے۔'' وہ ان کی بات قطع کر کے بولیں۔ ''دیکھئے جو ہم نے کیا وہ ہماری نگاہ میں ٹھیک تھا' مگر ان لوگوں کے ساتھ جو ہماری وجہ سے ہوا وہ ٹھیک نہیں تھا۔ اب جو بیت چکا ہے ہم اسے بدلنے پر تو قادر نہیں لیکن اتنی کوشش تو کر سکتے ہیں تاکہ آگے ہماری وجہ سے ان کے ساتھ کچھ برا نہ ہو۔ شاید قدرت نے ہمیں یہ ایک موقع اسی لئے عطا کیا ہے کہ ہم اپنی گزشتہ غلطیوں کا ازالہ کر سکیں۔'' مدحت ان کے اندر بھی ایک روشن صبح کی امید جگانا چاہتی تھیں اور وہ شاید اس میں کامیاب بھی ہوئی تھیں کیونکہ جہانزیب کے چہرے کا تناؤ کچھ کم ہوگیا تھا' جس کا مطلب تھا وہ مدحت کی بات سمجھ رہے ہیں۔ انہوں نے اپنی بات جاری رکھی۔ شاید وہ اس موقع سے پورا فائدہ اٹھانا چاہتی تھیں۔ اس لئے مزید بولیں۔
''دیکھئے یہ موقع ہمیں نصیب سے ملا ہے' میرا نہیں خیال کہ ہمیں اسے گنوانا چاہئے۔ جہانزیب زندگی اور موت کا کوئی بھروسہ نہیں ہے تو کیا یہ اچھا نہیں کہ ہمارے بعد وہ اپنے خاندان کی حفاظت میں رہیں گی۔ کیا آپ نہیں چاہتے کہ انہیں ان کی اصل شناخت مل جائے۔'' وہ سوالیہ نگاہوں سے انہیں دیکھ رہی تھیں۔
''یاد رکھنا کہ اس بار انہوں نے اپنا سابقہ رویہ برقرار رکھا تو میں برداشت نہیں کر پاؤں گا۔'' انہوں نے مطلع کیا۔ جواباً مدحت نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

❋ ❋ ❋

''اعوان پیلس'' میں قدم رکھتے ہی زوبیہ اور زویا کو احساس ہوا کہ وہ کسی معمولی نہیں بلکہ غیر معمولی خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان کا استقبال بہت ہی شاندار طریقے سے ہوا تھا۔ سب نے انہیں بڑی چاہت سے خوش آمدید کہا تھا۔ جس کی ان سب کو بہت خوشی ہو رہی تھی۔ لیکن مدحت کچھ سہمی سہمی تھیں۔ ایک بار پہلے بھی وہ اس محل میں آ چکی تھیں لیکن تب یہاں سے انہیں فقط ذلت کے سوا کچھ نہیں ملا تھا اور آج بظاہر سب کچھ ٹھیک تھا مگر پھر بھی نجانے کیوں دل بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔
''بی جی اور بابا صاحب کہاں ہیں؟'' جہانزیب نے اپنی بہن سے پوچھا۔
''بھیا بابا صاحب تو گیسٹ روم میں ہیں اور بی جی اپنے کمرے میں آپ لوگوں کا انتظار کر رہی ہیں...... چلئے آپ لوگ ان سے وہیں مل لیجئے۔'' زینت نے انہیں تفصیل فراہم کی۔
''ٹھیک ہے۔'' جہانزیب آگے بڑھے تو زوبیہ اور زویا نے بھی ان کی تقلید کی۔
مدحت کے قدم چاہتے ہوئے بھی نہیں اٹھ پائے۔ ایک عجیب سی جھجک تھی۔

”آپ بھی چلئے نا بھابی رک کیوں گئیں۔“ زینت نے اتنی چاہت اور مان سے پکارا تو مدحت کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔

”تم نے مجھے کیا پکارا؟“ وہ عجب بے چینی کی سی کیفیت میں تھی۔

”بھابی!“ انہوں نے آگے بڑھ کر مدحت کا ہاتھ تھام لیا۔

”جانتی ہو ان رشتوں کیلئے میں بہت ترسی ہوں میرے پاس سب کچھ تھا مگر پھر بھی زندگی میں ایک کمی تھی۔ وہ کمی آج پوری ہوگئی۔ سچ کہوں تو آج مجھے پہلی مرتبہ اپنے مکمل ہونے کا احساس ہوا ہے۔ اس لئے شاید لوگ کہتے ہیں جس سہاگن کو سسرال کی چوکھٹ نصیب نہ ہو اس کا دامن حقیقی خوشیوں سے خالی رہتا ہے۔“ ان کی آنکھوں میں نمی آ ٹھہری۔

”اب بس اس خوشی کے موقع پر آنسو مت بہائیں ورنہ میں بھی رو دوں گی۔“ زینت اپنی آنکھوں کو دوپٹے سے رگڑتے ہوئے بولیں تو مدحت مسکرا دیں۔ ”اچھا اب جلدی سے بی جی کے کمرے میں چلئے وہ بھی اپنی بہو سے ملنے کو بے قرار ہیں۔“ وہ ان کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھتے ہوئے بولیں۔

بی جی انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئیں۔ صدیوں کا سا انتظار اب جا کر ختم ہوا تھا۔ بیٹے کو دیکھا تو آنکھیں بھر آئی۔

”اتنے عرصے ماں سے دور رہ لیا۔ ذرا ماں کی یاد نہ آئی۔“ وہ شکوہ کرنے لگیں۔

”یاد تو انہیں کیا جاتا ہے جنہیں بھولا جائے اور آپ کا جہانزیب بھلا آپ کو بھول سکتا ہے۔“ وہ ان کے سفید ہاتھوں کو آنکھوں سے لگاتے ہوئے بولے۔

دل جیسے بھر آنے کو تھا۔ بی جی‘ زوبیہ اور زویا کو دیکھ کر تو جیسے کھل اٹھیں۔ آخر کو وہ ان کے سب سے چھوٹے اور لاڈلے بیٹے کی اولاد تھیں۔

”بی جی! آپ لوگ باتیں کیجئے میں ذرا بابا صاحب سے مل کر آتا ہوں۔“ جہانزیب اتنا کہہ کر کمرے سے باہر نکل گئے۔

سب کے دل سہم سے گئے۔ مدحت نے بی جی اور زینت کے چہروں کی رنگت پھیکی پڑتے دیکھی تو انہیں اندازہ ہوگیا کہ مکمل طور پر سب کچھ ٹھیک نہیں تھا۔ یا اللہ اب سب تیرے حوالے ہے۔ مدحت نے دل ہی دل میں دعا مانگی۔

❊❊❊

وہ گیسٹ روم میں داخل ہوئے تو بشارت ملک اعوان دیوار گیر پینٹنگ کی جانب متوجہ تھے جس کی وجہ سے جہانزیب کی جانب ان کی پشت تھی۔

”آداب بابا صاحب!“ وہ ہمت کر کے بولے لیکن حسب توقع جواب ندارد۔

”آپ کی طبیعت کیسی ہے بابا صاحب؟“ انہوں نے پھر سے ہمت کی۔

”تو گویا تمہیں ہماری فکر کرنے کی فرصت مل گئی۔“ وہ بولے تو لگا گویا بجلی کڑکی ہو۔

ان کی شخصیت کا رعب و دبدبہ آج بھی قائم تھا۔

”میں آپ سے ہوں بابا صاحب اس لئے آپ کی فکر کرنے یا آپ کے بارے میں سوچنے کیلئے فراغت ضروری نہیں۔ جن لوگوں سے رشتہ ہوتا ہے انسان کبھی ان کے ہونے کے احساس کو فراموش نہیں کر سکتا۔“ وہ پوری صداقت سے بولے۔

”کن رشتوں کی بات کر رہے ہو جنہیں تم نے اپنی ضد سے ریزہ ریزہ کر ڈالا۔ وہ رشتے جنہیں تم نے ایک نئے رشتے کی بھینٹ چڑھا دیا۔“ وہ سخت خفا تھے۔

”معاف کیجئے گا بابا صاحب آپ نے اس سلسلے میں پہل کی تھی۔ آپ نے بھی روایتوں کے نام پر زندگیوں کو بھینٹ چڑھانا چاہا تھا۔ پھر میرے عمل پر اتنا افسوس کیوں؟“ جہانزیب چاہتے ہوئے بھی اپنی زبان نہیں روک پائے۔

”تم آج بھی اتنے ہی گستاخ ہو جتنے کل تھے۔“ بابا صاحب برہم ہوگئے۔

”میں آج بھی اپنے فیصلوں پہ پچھتانے کا عادی نہیں ہوں اور یہی میرا ورثہ ہے۔“ وہ دھیمے مگر مضبوط لہجے میں بولے۔

”اس خوش فہمی میں مت رہنا کہ ہم نے تمہیں معاف کر دیا ہے کیونکہ تمہاری ہٹ دھرمی کی سزا ہم آج تک بھگت رہے ہیں۔ ایک ہی گھر میں ہم دو بھائی اجنبیوں کی طرح رہتے ہیں۔ تم نے رشتوں کو تقسیم کیا ہے اس گناہ کو ہم مرتے دم تک معاف نہیں کریں گے۔ اگر تم آج یہاں ہو تو صرف اس عورت کی وجہ سے جس نے اپنی پوری زندگی میں ہم سے صرف اپنا بیٹا مانگا اور ہم اسے انکار نہیں کر سکتے تھے۔ تم لوگ اس گھر میں صرف مہمان ہو اس سے زیادہ کچھ نہیں۔“ بابا صاحب اتنا کہہ کر بڑی شان سے قدم اٹھاتے گیسٹ روم سے باہر نکل گئے۔

”میں نے تمہیں سمجھایا تھا مگر تم نہیں مانیں۔“ وہ کمرے میں واپس آ کر مدحت سے شکوہ کرنے لگے۔ اس بار پھر مدحت کے پاس انہیں قائل کرنے کی بہت سی دلیلیں تھیں۔

❊❊❊

ہمیشہ سے تو میں یہی سنتا آیا ہوں کہ بابا صاحب نے اپنے بھائی کی خاطر اپنے بیٹے سے رشتہ ختم کر لیا‘ لیکن اب معلوم ہوا کہ انہوں نے ہمیں صرف بیوقوف بنایا ہے۔“ شاہ دل بہت بھڑک رہا تھا۔

"ان سب باتوں سے تمہارا کوئی لینا دینا نہیں ہے۔ تم خاموشی سے کھانا کھاؤ۔" بصارت ملک اعوان نے اسے ٹوکا۔

"جن لوگوں نے ہمیں اتنے دکھ دیئے آپ ان کے بارے میں ذرا سی بات برداشت نہیں کر سکتے۔ بھول گئے جو انہوں نے پھپھو کے ساتھ کیا۔ ان کی ساری خوشیاں چھین لیں اور آپ جس بھائی پر اتنا مان کرتے تھے اس نے کس طرح آپ کا مان توڑا۔ کیا آپ اتنی آسانی سے سب کچھ بھول گئے۔" وہ جذباتی ہو رہا تھا۔

سفینہ کھانا چھوڑ کر سیڑھیوں کی جانب بڑھ گئیں۔

"کتنی مرتبہ کہا ہے کہ پرانی باتوں کا ذکر بار بار مت کیا کرو۔ سفینہ کو تکلیف ہوتی ہے لیکن شاید ہمیں تکلیف دے کر تمہیں مسرت حاصل ہوتی ہے۔" وہ خفا ہو گئے۔

میں ان لوگوں کو اس گھر میں برداشت نہیں کر سکتا۔" وہ دوٹوک انداز میں بولا۔

"یہ گھر صرف میرا نہیں بلکہ بابا صاحب کا حق مجھ سے کئی گنا زیادہ ہے۔ وہ اس محل میں کسے جگہ دیتے ہیں اور کسے نہیں یہ ان کا ذاتی معاملہ ہے۔" وہ دھیمے مزاج کے بااصول آدمی تھے۔

"یوں تو تم سب سے رشتہ نہ رکھنے کے باوجود بی جان کو جان سے عزیز رکھتے ہو اور آج وہ خوشی جو انہیں ان لوگوں کی وجہ سے مل رہی ہے تم سے برداشت نہیں ہو رہی' کیوں؟"

"بی جی نے مجھے اپنی اولاد سے بڑھ کر چاہا ہے۔ میری پرورش کی ہے۔ اس لئے ان سے میرا رشتہ اٹوٹ ہے مگر ان لوگوں کو برداشت کرنا بہت مشکل ہے۔" شاہ دل کے تن بدن میں جیسے آگ لگی ہوئی تھی۔

"کوشش کرو انسان چاہے تو ناممکن کو ممکن کر سکتا ہے۔ میرے بچے! بی جی کیلئے کچھ کرنے کا موقع تمہیں بار بار نہیں ملے گا۔" بصارت ملک پیار سے بولے تو شاہ دل سوچ میں پڑ گیا۔

❋❋❋

"اعوان پیلس" میں دو بھائی آباد تھے۔ بشارت ملک اعوان اور بصارت ملک اعوان۔

بصارت اپنی جیون ساتھی کو سفینہ کی پیدائش پر ہی کھو چکے تھے اس لئے اسے بی جی نے پالا تھا۔ وہ انہیں اپنی اولاد کی طرح ہی پیاری تھیں۔ بشارت ملک اعوان اور بی جی کی خود چھ اولادیں تھیں۔ زینت' عرفات' رضیہ' ثمن' ایاز اور جہانزیب جبکہ بصارت ملک اعوان کی دو اولادیں تھیں۔ اعتصام اور سفینہ...... سفینہ کی نسبت جہانزیب سے طے تھی اس نفسا نفسی کے دور میں بھی

اس گھر میں رہنے والوں کے دلوں میں محبت اور خلوص کے سوا کچھ نہ تھا۔ ہر فرد اپنے بجائے پہلے سامنے والے کے بارے میں سوچنا ضروری سمجھتا تھا لیکن رشتوں میں دراڑ تب آئی جب جہانزیب نے بنا بتائے اپنی کلاس فیلو مدحت سے شادی کر لی۔ یہ شادی مدحت کے بھائی کمال احمد کی سرپرستی میں ہوئی تھی۔ "اعوان پیلس" میں اس شادی کو کسی نے بھی قبول نہیں کیا بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ان سے رشتہ ختم کر دیا اور اب اگر جہانزیب کو اس گھر میں واپس آنے کی اجازت ملی تھی تو وہ فقط بی جی کی وجہ سے' ورنہ بشارت ملک اعوان کا فیصلہ آج بھی وہی تھا۔

"اعوان پیلس" میں بہت کچھ بدل چکا تھا۔ سب بہن بھائیوں کی شادیاں ہو چکی تھیں۔ سب اپنی اپنی زندگیوں میں مصروف ہو چکے تھے۔ زینت شادی کے ایک سال بعد ہی بیوہ ہو چکی تھیں۔ کوئی اولاد نہ تھی اس لئے سسرال والوں نے ذمہ داری اٹھانے سے انکار کر دیا۔ عرفات اور عصمت کے تین بچے تھے۔ ایک بیٹا اور دو بیٹیاں' سجاول' حسینہ اور سکینہ۔ تینوں کی شادیاں ہو چکی تھیں اور وہ اپنی اپنی گرہستیوں میں خوش تھے۔ دوسرا نمبر رضیہ کا تھا جو شادی کے بعد کینیڈا میں اپنے شوہر اور تین بیٹوں سعد' فراز اور شیراز کے ساتھ سیٹل تھیں۔ ثمن کی دو بیٹیاں تھیں۔ آنسہ اور نیلماں جبکہ ایاز کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ نیناں اور ترانہ' آفاق اور رزاق۔

رات کا کھانا نہایت خاموشی سے کھایا گیا تھا۔ اس سے زوبیہ اور زویا کو بخوبی اندازہ ہو گیا تھا کہ اس گھر میں بشارت ملک اعوان کی اجازت کے بغیر ایک تنکا تک نہیں ہل سکتا۔

❋❋❋

"رضیہ تم نے ہمیشہ پاکستان میں رہنے کا فیصلہ کیا ہے۔ تم سوچ بھی نہیں سکتیں کہ اس فیصلے نے ہم سب کو کتنی خوشی دی ہے۔" بی جی نے انہیں سراہا۔

"بی جی انسان کہیں بھی چلا جائے اس کی سانسیں اس کی مٹی سے جڑی ہوتی ہیں۔ وہ اپنے اصل کو کبھی نہیں بھولتا۔ حقیقتاً انسان کا وجود اپنے ملک' اپنے لوگوں اور اپنے رشتوں سے ہوتا ہے۔ انسان چاہے تو دنیا میں سب کچھ حاصل کر سکتا ہے لیکن خالص رشتے اور خالص محبتیں نہیں' یہ تو قسمت سے ملتی ہیں۔"

"شکر ہے ہماری تربیت رائیگاں نہیں گئی۔ ورنہ کچھ لوگ تو اس گھر میں ایسے بھی ہیں جن کے لیے سب کچھ بے معنی ہے۔ سوائے اپنی ذات کے۔ انہوں نے اپنی خوشی کے لئے پرانے رشتوں سے الگ ہونے میں ذرا بھی دیر نہیں لگائی۔" بابا صاحب نے لیونگ روم میں اپنے مقابل بیٹھے جہانزیب پر چوٹ کی' مگر وہ خاموش رہے لیکن زوبیہ سے برداشت نہیں ہوا۔ وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"معاف کیجئے بابا صاحب! رشتوں سے الگ ہونے میں اور الگ کر دیئے جانے میں فرق ہوتا ہے۔ بابا کو آپ نے الگ کیا تھا۔ وہ الگ نہیں ہوئے اس لئے ان پر خودغرضی کا الزام لگانا غلط ہے۔" وہ بولی تو پورے ماحول میں سناٹا چھا گیا۔

بابا صاحب کے سامنے بولنے سے قبل دس مرتبہ سوچنا ضروری تھا۔ یہی اس گھر کے مکینوں کی تربیت کا حصہ تھا۔ مگر اس نے شاید بولنے سے پہلے ایک بار بھی نہیں سوچا تھا۔ یہ سب کا خیال تھا۔

"لڑکی خاموش رہو لگتا ہے تمہارے والدین نے تمہیں تمیز نہیں سکھائی۔" بابا صاحب بھی اپنی نشست سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"تمیز ضرور سکھائی ہے بابا صاحب! لیکن اس کے ساتھ ہی صحیح کو صحیح اور غلط کو غلط کہنا بھی سکھایا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ آپ وہی دیکھتے ہیں جو آپ دیکھنا چاہتے ہیں۔ وہی سنتے ہیں جو آپ سننا چاہتے ہیں۔ دوسروں کے صحیح اور غلط کا فیصلہ آپ اپنے اصولوں کے تحت کرنا یہ کہاں کا انصاف ہے؟"

"بس زوبیہ خاموش ہو جاؤ۔" جہانزیب نے بات بڑھتے دیکھتی تو بیٹی کو ٹوکنا ضروری سمجھا۔ شاہ دل نے قدرے حقارت سے دونوں باپ بیٹی کو دیکھا۔

"پہلے بیٹی کو شہ دیتے ہو پھر ہمارے سامنے اسے روکنے کا دکھاوا کرتے ہو۔" بابا صاحب شدید غصے میں آ گئے۔

"مما پلیز! کم از کم آپ تو مجھے سمجھیں۔" وہ ملتجی ہوئی۔

مدحت نے اٹھ کر سختی سے زوبیہ کا بازو پکڑا اور تقریباً گھسیٹتی ہوئی باہر لے آئیں۔

"تمہارا دماغ تو خراب نہیں' پاگل ہوگئی ہو کیا؟ یہ بڑوں سے اور وہ بھی بابا صاحب سے بات کرنے کا کون سا طریقہ ہے؟ اچھا رسوا کر رہی ہو ہماری تربیت کو۔" وہ بہت غصے میں تھیں۔

مدحت بالکل خاموش رہیں تو وہ مزید بولی۔ "سچ کہیے مما! کیا آپ کو بھی لگتا ہے کہ میں نے کچھ ایسا کہا ہے جو مجھے نہیں کہنا چاہئے تھا؟" وہ سوالیہ نگاہوں سے انہیں دیکھ رہی تھی۔

"میں صرف اتنا کہنا چاہتی ہوں کہ جو خوشیاں تمہارے پاپا کو اک مدت بعد ملی ہیں انہیں اتنی بے دردی سے مت بکھیرو۔ تم اپنے پاپا کا غرور ہو اور میں نہیں چاہتی تمہاری وجہ سے ہمارا سر کسی کے آگے جھک جائے۔ مجھے یقین ہے کہ تم ہماری عزت رکھو گی۔" مدحت اتنا کہہ کر اندر کی جانب بڑھ گئیں۔ بہت سا دکھ اس کی آنکھوں سے بہنے لگا۔

❋❋❋

"سنا ہے وہ لڑکیاں کافی خوبصورت ہیں۔" سفینہ نا چاہتے ہوئے بھی پوچھ بیٹھیں۔

ساتھ ساتھ بدتمیز اور بددماغ بھی ہیں۔ نجانے کس بات کا اتنا غرور ہے۔ جانتی ہیں پھپھو آج ان کی بڑی صاحبزادی صاحبہ نے بابا صاحب سے بدتمیزی کی۔" شاہ دل کے لئے بھی جیسے یہ کوئی انہونی تھی۔

"یہ کیا کہہ رہے ہو شاہ دل؟" دوپٹے پر کڑھائی کرتے ان کے ہاتھ کے ساتھ آنکھیں بھی ساکت ہوگئیں۔ "مگر جہانزیب کی موجودگی میں ان کی ہمت کیسے ہوئی کہ وہ بابا صاحب سے؟" وہ سخت حیران تھیں۔

"ظاہر ہے یہ تو ہونا تھا آخر ایک باہر کی عورت نے ان کی پرورش کی ہے۔ وہ کیا جانے کہ اس پیلس میں بابا صاحب کا مقام کیا ہے؟" شاہ دل حقارت سے بولا۔

"نہیں شاہ دل کسی کو یوں ذمہ دار نہیں ٹھہراتے۔ انسان کچھ فعل عادتاً کرتا ہے اور کچھ عمل اس سے فطرتاً سرزد ہو جاتے ہیں۔ اس میں پرورش کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔" سفینہ نے بھتیجے کو ٹوکا۔

"نجانے پھپھو آپ کس مٹی کی بنی ہیں جن لوگوں نے آپ کے ساتھ اتنا برا کیا آپ انہی کی حمایت کر رہی ہیں۔" شاہ دل کو ان کی دلیل ناگوار گزری۔

"شاہ دل قسمت پر انسان کا جب کوئی زور نہیں تو پھر انسان کو قصوروار کیوں ٹھہرائیں۔ جو گزر گیا' اسے بھول جاؤ۔" انہوں نے صلاح دی۔

"میرا دل آپ جتنا بڑا نہیں ہے۔ میں منتظر ہوں مناسب وقت کا اور دیکھنا قدرت مجھے ایک موقع ضرور دے گی اور تب میں آپ کے ہر آنسو کا حساب لوں گا۔" وہ کسی خیال کے تحت بولا۔ سفینہ خاموش ہوگئیں۔

❋❋❋

"چھوڑیں نا آپی جو ہوا اسے بھول بھی جائیے۔ کب تک آپ اس ایک بات کا غم مناتی رہیں گی۔" زویا سمجھاتے سمجھاتے ہلکان ہو رہی تھی۔ مگر زوبیہ کے آنسو رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔

"کبھی کبھی انسان زندگی میں پیش آنے والے بڑے بڑے حادثوں کو قسمت کا لکھا سمجھ کر فراموش کر دیتا ہے اور کبھی کبھی معمولی سی کوئی بات زندگی پر حاوی ہونے لگتی ہے۔ مجھے دکھ اس بات کا نہیں کہ بابا صاحب نے مجھ سے اس طرح بات کی۔ مجھے افسوس اس بات کا ہے کہ مما نے مجھے اور میری نیت کو نہیں سمجھا۔ پتہ ہے زویا ہم جسے دل سے قریب محسوس کرتے ہیں۔ بھلے وہ

کوئی بھی' کیسا بھی رشتہ ہو جب اسی سے دکھ ملنے لگیں تو اپنی ذات ہی بے معنی لگنے لگتی ہے۔'' وہ واقعی مدحت کی بات سے بہت ہرٹ ہوئی تھی۔

''غم ہو یا خوشی دل میں اتنی وسعت رکھنی چاہئے تاکہ وہ دل میں سما سکیں۔ ورنہ تو رشتوں کا احساس دعویٰ بن جاتا ہے۔'' وہ بیڈ پر بیٹھ کر اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے نرمی سے بولی۔

''ویسے زویا تمہیں احساس بھی نہیں کہ تم نے اس وقت ایک ایسی بات کہی ہے کہ جو اگر احساس بن جائے تو وہ ہر رشتے کو سنبھال سکتا ہے۔ ویلڈن۔'' شیراز نے اندر داخل ہوتے ہوئے تعریفی انداز میں کہا۔

''وہ سب چھوڑیئے نا پلیز اس وقت کچھ ایسا کیجئے کہ میری آپی کے ہونٹوں پر مسکان آ جائے۔'' وہ ملتجی تھی۔

''وہ تو آ نہیں سکتی۔'' وہ قطعی لہجے میں بولا۔

''کیوں......؟'' زویا نے حیرت سے اسے دیکھا۔

''بھئی آخر یہ بابا صاحب کی پوتی ہے۔'' وہ بولا تو زویا مسکرانے لگی اور زوبیہ نے گھورنے پر اکتفا کیا۔

❋❋❋

''میں سوچ رہی تھی کہ اگر زویا یہیں داخلہ لے لے تو کتنا اچھا ہو؟'' بی جی نے جھجکتے ہوئے کہا۔

''آپ نے تو صرف ان لوگوں سے ملنے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ ان کے یہاں ہمیشہ بسنے کا وعدہ ہم نے کیا تھا' نہ ہی ایسی کوئی چاہت آپ نے ظاہر کی تھی۔'' بابا صاحب کا لہجہ قدرے سختی لیے تھا۔

''لیکن ذرا سوچئے کہ اس طرح یہاں رہنے سے اس کا کتنا حرج ہوگا۔'' بی جی نے دھیمے لہجے میں کہا۔

''اس بات کے ہم ذمہ دار نہیں ہیں۔'' وہ اسی انداز میں بولے۔

''ٹھیک ہے تو میں اسے کہہ دوں گی کہ وہ یہاں سے چلی جائے کیوں کہ میں نہیں چاہتی کہ صرف میری ایک خواہش کی وجہ سے میرے بچوں کا مستقبل تاریک ہو جائے۔'' وہ اس بار بھی دھیمے مگر مضبوط لہجے میں بولیں۔

بابا صاحب نے چونک کر انہیں دیکھا مگر بولے کچھ نہیں۔

❋❋❋

''فرجاد کا فون آیا تھا' تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں؟'' زوبیہ ٹی وی سکرین کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ غصے سے اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

''اپنے لب و لہجے کو کنٹرول میں رکھو۔ میں تمہارا نوکر نہیں ہوں کہ تم مجھ سے اس طرح بات کرو۔'' شاہ دل صوفے پر مزید پھیل کر بیٹھتے ہوئے بولا۔

''تم اپنے آپ کو سمجھتے کیا ہو؟'' وہ بری طرح تپ گئی۔

''یہ اب کیا مجھے تم جیسے لوگوں کو بتانا پڑے گا۔'' شاہ دل نے اسے حقارت سے دیکھا۔

''تم اپنی حد میں رہو۔'' زوبیہ کی برداشت جواب دینے لگی۔

''تو اب تم مجھے میری حد بتاؤ گی۔ وہ لوگ جنہیں بی جی کے صدقے اس گھر میں تھوڑی سی جگہ مل گئی۔'' ایک اور طنز کا تیر چلا۔

''اگر تم بھول رہے ہو تو میں یاد دلا دوں کہ اس گھر پر جتنا حق تمہارا ہے' اتنا میرا بھی ہے کیوں کہ میری رگوں میں دوڑتا خون بھی اسی خاندان کا ہے۔'' وہ جتانے والے انداز میں بولی۔

''ہمارے خون میں ملاوٹ نہیں ہے جب کہ تمہیں ایک باہر کی عورت نے جنم دیا ہے جس کا نجانے خاندان کیا ہے؟'' وہ حقارت سے بولا۔

''مجھے تمہاری باتیں سن کر بالکل افسوس نہیں ہوا کیوں کہ انسان اتنی ہی بات کرتا ہے جتنی اس کی اوقات ہوتی ہے۔ اچھا ہی ہوا کہ میرے پاپا نے تمہاری پھپھو سے شادی نہیں کی۔ وہ بھی یقیناً تم جیسی ہی ہوں گی۔'' وہ بنا لحاظ کیے بولی۔

''یو شٹ اپ۔'' شاہ دل دھاڑا۔

''کیوں سچائی برداشت نہیں ہوئی نا۔'' وہ طنز سے بولی۔

''آپی پلیز آپ کو کیا ہو گیا ہے؟'' زویا جو کب سے دروازے میں کھڑی دونوں کی باتیں سن رہی تھی' جب حالات بگڑتے دیکھے تو اندر چلی آئی۔

''ہونہہ بڑی آئیں سچائی کی علمبردار۔'' شاہ دل حقارت سے بولا۔ ''سچائی تو یہ ہے کہ تمہاری ماں نے میری پھپھو کی ساری خوشیاں چھین لیں مگر فکر مت کرو کوئی کسی پر ستم ڈھا کر زیادہ وقت تک پرسکون نہیں رہ سکتا۔ اور یہ سب تم اپنی آنکھوں سے دیکھو گی۔'' وہ دھمکانے والے انداز میں بولا۔

اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتی' زویا نے اس کے شانے پر اپنے ہاتھ سے دباؤ

ڈالا اور وہ خاموش ہوگئی۔

شاہ دل صوفے پر ریموٹ پٹخ کر جا چکا تھا۔

✵✵✵

اس گھر میں کوئی بھی بات کتنی راز داری سے کی جاتی بابا صاحب تک پہنچ جاتی تھی۔ کیسے؟ یہ آج تک کوئی نہیں جان پایا تھا۔ اس لیے زوبیہ اور شاہ دل کا معاملہ ان تک پہنچ گیا تھا۔ سو اب دونوں بابا صاحب کی عدالت میں حاضر تھے۔ اس کے ساتھ خاندان کے تمام افراد بھی لیونگ روم میں موجود تھے۔

''تم اس وقت وہاں موجود تھیں؟'' وہ اپنی گرجدار آواز میں زویا سے مخاطب ہوئے تو زویا سہم گئی۔ دل میں وہ حیران بھی تھی کہ بابا صاحب کو اس بات کا کیسے پتہ چلا؟

''لڑکی ہم تم سے کچھ پوچھ رہے ہیں؟'' وہ ایک بار پھر بولے تو زویا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''تو ٹھیک ہے، ہمیں بتاؤ غلطی پر کون ہے مگر اپنے جذبات کو پس پشت ڈال کر۔'' وہ وارننگ دینے کے انداز میں بولے تو اس نے ایک نگاہ دائیں جانب کھڑے شاہ دل پر ڈالی اور پھر بائیں جانب کھڑی اپنی چہیتی بہن زوبیہ پر ڈالی۔ اگر وہ شاہ دل کے بارے میں کچھ کہتی تو دوریاں مزید بڑھ جاتیں اور اگر زوبیہ کا نام لیتی تو بہن کے روٹھ جانے کا ڈر تھا جو اسے اپنی جان سے زیادہ پیاری تھی۔ عجیب الجھن تھی۔

''ہم تمہارے جواب کے منتظر ہیں۔'' بابا صاحب نے اسے الجھن میں گرفتار دیکھا تو پھر بولے۔

''بابا صاحب دراصل غلطی دونوں کی نہیں' جب دلوں کے درمیان فاصلے بڑھ جاتے ہیں تو رشتوں کا احترام ضروری نہیں رہتا۔ جہاں نفرت اور انتقام روایت بن جائے تو وہاں رشتوں کا احساس نہیں پنپتا۔'' وہ سنجیدگی سے بولی۔ مقصد بڑوں کو ان کی کوتاہیوں اور بے جا ضد کا احساس دلانا تھا۔ وہ بولی تو سب کو حیران کر گئی۔ وہ اس سے اپنی بہن کی طرفداری کی توقع کر رہے تھے لیکن جس طرح اس نے کسی کی حمایت کے بنا سب کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا اس بات سے دل ہی دل میں بابا صاحب بہت متاثر ہوئے تھے۔

✵✵✵

''وہ لڑکی اتنی سمجھدار ہوسکتی ہے ہم نے کبھی نہیں سوچا تھا۔ اگر سچ کہیں تو ہمیں یہ بات بہت پسند آئی کہ اس نے کسی ایک فرد کے بارے میں سوچنے کے بجائے خاندان کے بارے میں

سوچا۔'' بابا صاحب خوش تھے۔

''اس کو تو یہ کرنا ہی تھا' آخر اس کا تعلق بھی اعوان سے ہے۔'' بی جی نے تکیے کے ساتھ پشت ٹکاتے ہوئے فخر سے کہا۔

بابا صاحب اس سے خوش ہوئے۔ دوسری طرف زوبیہ بہن سے سخت خفا تھی۔

''زویا تم نے ایسا کیوں کیا؟ تم وہاں موجود تھیں۔ پھر تم نے بابا صاحب کو صاف الفاظ میں کیوں نہیں بتایا کہ اس گھٹیا انسان نے ہماری مما کے بارے میں کیسی کیسی باتیں کیں؟''

''آپی! اگر میں وہ سب بابا صاحب کو بتا دیتی تو خواہ مخواہ بات بڑھ جاتی اور بابا صاحب کو بھی دکھ پہنچتا۔''

''تو اب یہ لوگ تمہیں مما سے زیادہ عزیز ہوگئے۔''

''ماں سے زیادہ عزیز ترین ہستی تو اس کائنات میں کوئی اور ہو ہی نہیں سکتی۔ میں مما سے بہت محبت کرتی ہوں۔ اس لئے بات کو نہیں بڑھانا چاہتی تھی۔ اگر میں شاہ بھائی کے بارے میں کچھ کہتی تو پھر مجھے وہ بھی بتانا پڑتا جو آپ نے سفینہ آنٹی کے بارے میں کہا تھا اور ایسا کرنے کے بعد ہماری بابا صاحب کی نظروں میں کیا عزت رہ جاتی؟ آپی! ہمارے والدین کی تربیت پر حرف آتا اور سب سے زیادہ الزام ہماری مما کے سر آتا' کیوں کہ وہ اس خاندان کی نہیں ہیں۔ کیا یہ سب آپ کو اچھا لگتا؟'' اس نے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔ زوبیہ یکدم خاموش ہوگئی۔

''آپ جانتی ہیں نا کہ مما اپنے سسرال آنے کے لیے کتنی بے چین تھیں۔ ہم نے ہمیشہ ان کی ذات میں اک ادھورا پن محسوس کیا ہے لیکن آج وہ کہیں نہیں ہمارے لیے تو سب سے بڑھ کر یہی ہونا چاہیے نا۔'' وہ سمجھانے والے انداز میں بولی۔

✵✵✵

سب نے پکنک کا پروگرام بنایا تھا اور بڑی بات یہ تھی کہ بابا صاحب نے خوش دلی سے اجازت دے دی تھی اس لئے بھرپور طریقے سے تیاری ہو رہی تھی۔

''وہاں صبح سے شام تک رہنا ہے' ہمیشہ کے لئے قیام نہیں کرنا جو اتنا سامان جمع کر رہی ہو۔'' شیراز اسے بیگ میں کھانے کا ڈھیر سارا سامان رکھتے ہوئے دیکھ کر بولا۔

''توبہ ہے آپ میرے ہی پیچھے پڑے رہتے ہیں۔'' نیلماں زچ ہوتے ہوئے بولی۔

''ظاہر ہے تم سی بیوقوفیاں اور کوئی کرتا بھی تو نہیں کہ ٹوکنے کی نوبت آئے۔'' شیراز مسکراتے ہوئے بولا۔

''ٹھیک ہے اگر میں اتنی بیوقوف ہوں تو مجھ سے بات مت کیا کیجئے۔'' وہ برا مان گئی۔

"یعنی خطا آپ کی اور سزا ہمارے لئے۔" وہ اسی انداز میں بولا۔ سب مسکرانے لگے۔

"پتہ نہیں آپ کب سدھریں گے؟" اس نے خفگی سے کہا۔

"تم سدھارنے کا ٹھیکہ لینے کی حامی بھرو تو میں ابھی اور اسی وقت سدھرنے کا وعدہ کر سکتا ہوں۔" آفاق نے جلدی سے کہا۔

"توبہ ہے اس گھر میں تو ایک سے بڑھ کر ایک ہے۔" وہ کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے بولی۔ سب ہنسنے لگے۔

"لیکن تمہارے لئے سب سے بڑھ کر شیراز آفندی ہی ہونا چاہیے۔" آفاق نے عام سے لہجے میں بہت خاص بات کہی۔ وہ حیا سے سرخ ہوگئی۔ سب انہیں چھیڑنے لگے۔

سب ہی گاڑیوں میں بیٹھ چکے تھے۔ بس آنسہ' زوبیہ اور زویا باقی تھیں۔ فراز نے جلدی کا شور مچا رکھا تھا اس لئے شیراز نے آنسہ اور زوبیہ کے لیے دوسری گاڑی میں جگہ بنائی جب کہ زویا کو شاہ دل کی گاڑی میں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"میری گاڑی میں جگہ نہیں۔" شاہ دل نے کہا۔ سب اس طرف متوجہ ہوگئے تھے۔

"جگہ ہے اس لیے میں نے زویا کو تمہارے ساتھ بیٹھنے کا مشورہ دیا ہے۔ ورنہ میرا خیال ہے میں احمق تو ہرگز نہیں ہوں۔" شیراز کو اس کا رویہ قدرے ناگوار گزرا۔ زوبیہ بھی گاڑی سے نیچے اتر آئی۔

"یہ ٹھیک ہے کہ جگہ ہے لیکن یہ دیکھنا بھی تو ضروری ہے نا کہ ساتھ بیٹھنے والا اس لائق ہے یا نہیں؟" شاہ دل قدرے غرور سے بولا۔

"پتہ نہیں لوگ بات کرنے سے پہلے اپنے گریبان میں کیوں نہیں جھانکتے۔" زوبیہ کے لیے اس گھڑی خاموش رہنا بہت مشکل تھا۔

"چھوٹے لوگ ہمیشہ چھوٹی بات ہی کرتے ہیں۔" وہ جیسے زوبیہ کے بولنے کا ہی منتظر تھا۔ عجیب نفرت تھی اس لڑکی سے۔ دونوں کی ضد تھی ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی۔ کوئی جھکنے کو تیار نہ تھا۔

"انسان اپنے قد اور دولت سے بڑا نہیں ہوتا بلکہ اپنی سوچ سے ہوتا ہے اور تم جیسا پستیوں میں گرا ہوا انسان کیا جانے بلند اور پاکیزہ سوچ ہوتی کیا ہے؟" زوبیہ لگی لپٹی رکھنے کی عادی نہ تھی۔

ادھر یہ بات شاہ دل کو تازیانے کی طرح لگی تھی۔ وہ گاڑی سے اتر کر زوبیہ کے سامنے

آڈٹا۔

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی مجھ سے اس طرح بات کرنے کی اور تم خود کو کیا سمجھتی ہو؟ مجھے گھٹیا کہہ رہی ہو اگر آئینہ دکھا دیا نا تو لرز جاؤ گی۔" وہ طنزیہ انداز میں بولا۔

"اگر کہنے کو کچھ ہے تو صاف صاف کہو پہیلیاں بوجھنے کا مجھے شوق نہیں ہے۔" وہ حقارت سے بولی۔

"اتنے عرصے بعد تم لوگ اس لیے رشتہ جتانے آئے ہو تاکہ تم لوگوں کو اس محل میں سے' اس جائیداد میں سے حصہ مل سکے اور قسمت سے تم لوگوں کو یہ موقع مل بھی گیا' جس کے لیے تم نجانے کب سے منتظر تھے۔ تم لوگوں کو یہاں رشتوں کی کشش نہیں بلکہ لالچ کھینچ لایا مگر یاد رکھنا جس دن تم لوگوں کی نیت سب کے سامنے واضح ہوگی تم لوگ سوچ بھی نہیں سکتے کہ یہ مہربان رشتے جرم ثابت ہونے پر تم لوگوں کو وہ سزا دیں گے کہ تم لوگ تاقیامت یاد رکھو گے۔ خواب حسرتیں کیسے بنتے ہیں یہ تماشا تم لوگ جلد دیکھو گے۔"

"خدارا شاہ دل کچھ تو لحاظ کرو۔ تمہیں احساس بھی ہے کہ تم کیا کہہ رہے ہو؟" سعد نے اسے ٹوکا۔

"کیا مہمانوں سے بات کرنے کا یہی طریقہ ہوتا ہے۔ اپنوں کو سرعام یوں رسوا کرنے کی وجہ کیا میں جان سکتا ہوں؟" شیراز خود پر قابو رکھتے ہوئے بولا۔

"دشمنوں سے اسی انداز میں بات کی جاتی ہے۔" اسے جیسے کسی بات کا احساس نہ تھا۔

زوبیہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر زویا نے اسے خاموش کرا دیا۔ "رہنے دیں آپی رشتے اور احساس سمجھائے نہیں جاتے ہیں اور نیتوں کو صرف خدا ہی جان سکتا ہے۔ انسان نادان ہے' صرف الزام لگا سکتا ہے اور اس سے اس بحث کا کوئی فائدہ نہیں۔ یوں بھی جب کسی کی نگاہ میں آپ کا وجود بے معنی ہو جائے تو پھر سب کچھ بے معنی ہو جاتا ہے۔" کوشش کے باوجود زویا کی آنکھوں میں نمی اتر آئی۔ اس لیے وہ مزید کچھ کہے بنا اندر کی جانب بڑھ گئی۔

زوبیہ نے بھی اس کی تقلید کی سب نے جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا جبکہ شاہ دل جا چکا تھا۔

❋❋❋

بستر پر لیٹے لیٹے کافی دیر ہو چکی تھی مگر کوشش کے باوجود اسے نیند نہیں آ رہی تھی جبکہ زوبیہ گہری نیند سو رہی تھی۔ اس نے وال کلاک کی جانب دیکھا رات کے دو بج رہے تھے۔ اس وقت سب سو رہے تھے کیونکہ یہاں کے لوگ جلدی سونے کے عادی تھے۔ وہ اٹھ کر باہر چلی

آئی۔ ارادہ لان میں جا کر چہل قدمی کرنے کا تھا' لیکن اس نے زینے کے قریب پاؤں تھامے بیٹھی سفینہ کو دیکھا تو ادھر ہی چلی آئی۔ وہ کراہ رہی تھی۔

"کیا ہوا آنٹی آپ ٹھیک تو ہیں نا؟" وہ جھک کر ان سے پوچھ رہی تھی مگر سفینہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ شاید وہ بہت تکلیف میں تھیں۔ یہ خیال زویا کا تھا' لیکن حقیقت اس کے برعکس تھی وہ اس شخص کی اولاد سے کلام تک کرنا پسند نہیں کرتی تھیں' جس کی وجہ سے ان کی زندگی ایک سزا بن کر رہ گئی تھی۔

"آنٹی پلیز! آئیے میں آپ کو آپ کے کمرے تک پہنچا دوں۔ اس نے انسانیت کے ناطے ایک پرخلوص پیشکش کی۔ کوئی اور وقت ہوتا تو وہ اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو نظر انداز کر جاتیں مگر انہوں نے اس وقت ایسا نہیں کیا۔ شاید اس لیے کہ انہیں مدد کی ضرورت تھی۔

انہوں نے زویا کا بڑھا ہوا ہاتھ تھام لیا۔ وہ انہیں سہارا دے کر کمرے تک آئی اور بڑی آہستگی سے انہیں ان کے بیڈ پر لٹا دیا۔ پھر خود ہی دوا ڈھونڈ کر ان کے پاؤں پر لگانے لگی اور وہ چاہتے ہوئے بھی اسے نہیں روک پائیں۔

"تم اب جاؤ میں ٹھیک ہوں۔" وہ کافی دیر بعد بولیں۔

"چلی جاتی ہوں کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ آپ کیلئے میرے وجود کو برداشت کرنا آسان نہیں ہے۔" اس کے سادہ لفظوں نے سفینہ کو بری طرح چونکا دیا۔ انہوں نے بے ارادہ زویا کو بغور دیکھا۔

"چلی جاتی ہوں کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ آپ کیلئے میرے وجود کو برداشت کرنا اتنا آسان نہیں لیکن جانے سے قبل میں کچھ کہنا چاہتی ہوں پھر نجانے قسمت یہ موقع دے یا نہ دے۔"

سفینہ پوری طرح اس کی جانب متوجہ تھیں۔ اس نے پھر بولنا شروع کیا۔ "محبت کیا ہوتی ہے یہ تو میں نہیں جانتی کیونکہ میں اس کے لمس' اس کی شدت سے ناآشنا ہوں' لیکن شاید یہ جذبہ بہت خاص' بہت طاقتور ہوگا۔ شاید اسی لیے جس کے من کو چھو جائے اس کی ہستی کو ہی بدل ڈالتا ہے۔ پھر کوئی مجنوں کہلاتا ہے اور کوئی شاعر۔ یہ منصب اتنے معمولی نہیں جتنا لوگ انہیں سمجھتے ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ جس سے محبت ہو اس سے وابستہ ہر رشتہ سے ایک گہرا احساس جڑا ہوتا ہے۔ محبت وہ واحد جذبہ ہے جو انسان کو بے بس کرنے کی قدرت رکھتا ہے کیونکہ محبت فاتح عالم ہے۔ انسان کی زندگی میں ایک ایسا مقام آتا ہے جہاں وہ اپنے تمام تر اختیارات اپنے ہاتھ سے سامنے والے کے نام کر دیتا ہے۔ صرف دل کی مانتا ہے اور اسی کی متعین کردہ راہوں پر سفر کرتا

ہے۔ جانتی ہیں آنٹی میری مما ہمیشہ کہتی ہیں کہ "دل کسی کے اختیار میں نہیں ہوتا جبکہ ہم ہمیشہ دل کے اختیار میں ہوتے ہیں۔ شاید اسی وجہ سے آج پاپا کی زندگی میں مما ہیں اور سب کی خواہش کے باوجود آپ کی زندگی میں کوئی نہیں ہے۔"

سفینہ نے قدرے حیرت سے اس چھوٹی سی معصوم لڑکی کو دیکھا۔ زویا کا تسلسل نہیں ٹوٹا تھا اور وہ بولے ہی جا رہی تھی۔ "میں جانتی ہوں کہ آپ پاپا سے اتنی محبت کرتی ہیں کہ آپ کے دل اور زندگی میں کسی کیلئے جگہ باقی نہیں ہے۔ پھر آپ نے بے انتہا نفرت کو دل میں جگہ کیسے دے دی؟" زویا بہت سنجیدہ تھی۔

"تم اس وقت پلیز یہاں سے چلی جاؤ" وہ رخ پھیر کر بولیں۔ دل کی عجیب کیفیت تھی۔

زویا اٹھ کھڑی ہوئی۔ "میں چلی جاتی ہوں آنٹی مگر میں اپنے سوال کا جواب لینے دوبارہ ضرور آؤں گی۔" وہ اتنا کہہ کر ان کے کمرے سے باہر نکل گئی۔ سفینہ اسے جاتے ہوئے دیکھتی رہیں۔

❋❋❋

زندگی کیسے رنگ دکھا رہی تھی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ اس چھوٹی سی لڑکی نے کتنا کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ انہیں اس مقام تک لے آئی تھی جہاں وہ خود اپنا محاسبہ کرنے لگی تھیں۔ وہ ٹیرس پر تنہا تھیں۔ آہٹ پر چونک کر پلٹیں تو جہانزیب کو دیکھ کر حیران رہ گئیں۔ پل بھر میں بہت سی یادیں تازہ ہوگئیں' کچھ اچھی اور کچھ تکلیف دہ۔

"تم یہاں ہو؟" وہ نجانے کہاں سے بات شروع کرنا چاہتے تھے مگر زبان پر یہی دو حرف آ سکے۔

"غور سے دیکھئے آج بھی اسی مقام پر کھڑی ہوں' جہاں آپ چھوڑ کر گئے تھے۔" سفینہ کی آنکھوں میں آج بھی نمی تھی۔

"تب تو تم میری ہر کیفیت سمجھ سکتی ہو کیونکہ ہم دونوں اس مقام پر کھڑے ہیں جہاں ہماری مجبوری ایک ہی ہے۔" وہ بولے تو سفینہ نے سوالیہ نگاہوں سے انہیں دیکھا۔ جہانزیب مسکرا دیئے پھر ہولے سے بولے۔ "ہماری سب سے بڑی مجبوری ہمارا دل ہے جس کی راہ پر چل کر ہم دیواروں میں نہیں چنے گئے' لیکن اس کے باوجود زندگی ایک ایسا امتحان بن کر رہ گئی جس میں پاؤں ہی نہیں روح بھی زخمی ہوگئی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے پاس محبت تھی' لیکن اس کے ساتھ رشتوں کا ادھورا باب بھی تھا جس نے زندگی کے رہتے مجھے موت کا سا احساس دیا۔ تمہارے پاس

رشتے تھے لیکن بے کلی اور انتظار تمہیں سوغات کی صورت میں عطا ہوئے' خیر اپنی اپنی قسمت۔'' انہوں نے گہری سانس ہونٹوں سے خارج کی۔

''یہ سب آپ مجھ سے کیوں کہہ رہے ہیں؟'' وہ الجھ گئیں۔

''محبت ہمارے دلوں میں یوں بسیرا کرتی ہے کہ ایک ہی شہر کا جہاں ایک حصہ آباد ہوتا ہے وہاں کچھ حصہ ویران بھی رہ جاتا ہے۔ محبت ہم سے رشتہ جوڑتی ہے ہم اس قابل نہیں اور نہ ہی بااختیار کہ اپنی مرضی سے اس سے رشتہ جوڑ سکیں۔ یہی ہماری بے بسی ہے اور ہماری بے بسی کا دوسرا نام دل ہے۔'' وہ صداقت سے بولے۔

''اب اتنے برسوں بعد یہ سب کہنے کا کیا مقصد ہے؟'' وہ الجھ گئیں۔

''جو لوگ زندگی بے مقصد گزارنے کے عادی ہوں انہیں ہر بات میں مقصد تلاش کرنا زیب نہیں دیتا۔'' انہوں نے دھیمے لہجے میں کہا۔

''آپ کو بھی دوسروں کے دکھوں کا مذاق اڑانا زیب نہیں دیتا۔'' انہیں جہانزیب کے لفظوں نے دکھ دیا تھا۔

''سفینہ میں نے جو فیصلہ کیا تھا' میں آج بھی اس پر نہیں پچھتا۔ہا مگر ہاں میں نے تمہیں دکھ دیا' اس بات پر میں نادم ہوں۔ میرے لئے یہ کہنا ضروری تھا سو میں نے کہہ دیا۔ باوجود اس کے کہ میری ندامت یا میرا کوئی حرف تسلی تمہارے دکھوں کا مداوا نہیں کر سکتا۔'' وہ اتنا کہہ کر سیڑھیاں اترتے ہوئے نیچے چلے گئے۔

سفینہ کا دل بہت بے سکون تھا۔ زویا کے بعد جہانزیب نے انہیں مزید بے سکون کیا تھا۔ وہ عجب الجھن میں تھیں۔

✵✵✵

صبح صبح چہل قدمی کی عادت بابا صاحب کو ہمیشہ سے تھی۔ چہل قدمی کے بعد انہیں رمضو بابا کے ہاتھ کی بنی ایک اچھی سی چائے اور اخبار کی ضرورت ہوتی۔ سو اس وقت بھی بابا صاحب لان میں شدت سے رمضو بابا کے منتظر تھے لیکن ان کے بجائے جب زویا نے ان کے سامنے چائے کی ٹرے رکھی تو بابا صاحب کی تیوری پر بل پڑ گئے۔ مگر زویا آج بہت حوصلوں کو مجتمع کر کے آئی تھی۔

''تم چائے لے کر کیوں آئی ہو؟'' بابا صاحب نے گرجدار آواز میں پوچھا۔ صاف ظاہر تھا کہ بابا صاحب کو اس طرح آنا ناگوار گزر رہا ہے۔ وہ ایک پل کیلئے سہم سی گئی' ہمتیں جیسے دم توڑنے لگیں۔

''ہم تم سے پوچھ رہے ہیں تم چائے لے کر کیوں آئی ہو اور رمضو کہاں ہے؟'' اس بار ان کی آواز پہلے سے زیادہ تیز تھی۔ زویا کا تو دل ہی کانپ گیا۔ اس نے بے اختیار سینے پر ہاتھ رکھا لیکن اگر آج وہ کمزور پڑ گئی تو زندگی بھر ان سے اپنا حق نہیں مانگ سکے گی۔ یہ احساس ہوتے ہی اس میں اپنے آپ ہی ہمت آ گئی۔

''رمضو بابا ہی چائے لے کر آ رہے تھے' لیکن میں نے ضد کی کہ میں آپ کے لئے چائے لے کر جاؤں گی۔ ان کی غلطی نہیں پلیز انہیں کچھ مت کہیے گا۔'' وہ ہمت کر کے جلدی جلدی بول رہی تھی۔ شاید خوف تھا کہ حوصلے پست نہ پڑ جائیں۔

''کیوں......؟'' وہ اسی انداز میں بولے۔

''تا کہ میں یہ احساس کر سکوں کہ میرا آپ سے اس خاندان سے ایک گہرا رشتہ ہے تا کہ وہ دیوار جو آپ نے اپنے اور ہمارے درمیان کھڑی کر رکھی ہے اس میں کم از کم ایک نقب تو لگا سکوں۔ بابا صاحب! بی جان کہتی ہیں آپ کے در پر کوئی سائل آ جائے تو آپ اسے کبھی خالی ہاتھ نہیں لوٹاتے تو پھر کیا میرے پاپا کو فقط ایک معافی نہیں مل سکتی۔'' وہ اپنے تمام تر حوصلے مجتمع کر کے بولی۔

''دیکھو لڑکی!''

''میں آپ کی پوتی ہوں زویا جہانزیب اعوان۔'' وہ ان کی بات قطع کر کے بولی۔

✵✵✵

بابا صاحب نے حیرت سے دیکھا، مگر وہ خاموش نہیں ہوئی۔ ''جس طرح آپ سب کو پکارتے ہیں۔ اسی طرح اسی احساس کے ساتھ پکارے جانا ہمارا بھی حق ہے۔ جو ہوا ہم سے پہلے ہوا، پھر اس میں ہمارا قصور کیا، جس کی سزا آپ یوں ہمیں اجنبی کر کے دے رہے ہیں۔ کوئی اپنوں سے یوں بھی روٹھتا ہے کیا؟ یا پھر اس بے رخی کی وجہ کہیں یہ تو نہیں کہ اس محل میں بسنے والے باقی لوگوں کی طرح آپ کو بھی لگتا ہے کہ ہم یہاں آپ کی جائیداد کے لیے آئے ہیں۔'' ایک پل کیلئے اس کی نگاہوں میں شاہ دل کا سراپا لہرا گیا۔ آنکھوں کے گوشے نم ہو گئے۔

''ایسا کیوں اور کس نے کہا؟'' بابا صاحب نے اس کی نم آنکھیں دیکھ کر غیر ارادی طور پر ہی پوچھ لیا۔

''کس نے کہا یہ معنی نہیں رکھتا لیکن دکھ اس بات کا ہے کہ دلوں کی نفرتیں اس قدر بڑھ چکی ہیں کہ سوچ تک زہر آلود ہو گئی ہے۔ اگر آپ کی سوچ بھی اس سوچ کا حصہ بن چکی ہے تو پھر ہمارا یہاں سے چلا جانا ہی مناسب ہے۔'' وہ دلبرداشتہ سی بولی اور تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے اندر کی جانب بڑھ گئی۔

بابا صاحب خود اپنا ہی محاسبہ کرنے لگے۔

❋❋❋

اس گھر میں بسنے والوں کے دل ضرور بٹے ہوئے تھے، لیکن بی جی نے کچن نہیں بٹنے دیا تھا۔ آج بھی سب کا کھانا یہیں بنتا تھا۔ البتہ کھایا الگ الگ اوقات میں جاتا۔ دونوں بھائیوں کے درمیان بہت کچھ بیت چکا تھا۔ بصارت ملک اعوان ان سے سخت خفا بھی تھے، مگر آج تک انہوں نے بڑے بھائی اور بھابی کی شان میں کسی قسم کی گستاخی کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ ان کے لئے وہ دونوں آج بھی قابل احترام تھے۔ ان کے بچے بھی انہیں اسی طرح عزیز تھے۔ دوسری طرف بابا صاحب کا بھی یہی حال تھا۔ دونوں ایک دوسرے کے لیے تڑپ رہے تھے مگر ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے۔ کیا کرتے حالات سے مجبور تھے۔

دنیا والے اس گھر کے لوگوں کے اتفاق کی مثالیں دیا کرتے، لیکن حقیقت کچھ اور تھی، جو زمانے کی نگاہوں سے اوجھل تھی۔

''کیا بات ہے دو دن سے دیکھ رہی ہوں گم صم سی رہتی ہو، کسی نے کچھ کہا۔'' بی جی نے اس کا چہرہ بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

''نہیں بی جی ایسی کوئی بات نہیں، بس وہ مجھے اپنی کالج کی سہیلیوں کی بہت یاد آ رہی ہے اور میرا پڑھائی کا حرج بھی ہو رہا ہے۔ سوچ رہی تھی کہ کچھ دنوں کیلئے واپس چلی جاؤں۔'' وہ نگاہیں چرا کر بولی۔

جواباً بی جی نے اسے یوں دیکھا گویا اس کی بات کا یقین نہ ہو۔ ''ابھی تمہیں آئے ہوئے دن ہی کتنے ہوئے ہیں۔ اتنے دن میں کیا ہو جاتا ہے۔'' وہ پیار سے بولیں۔

''آپ دنوں کی بات کرتی ہیں یہاں تو لمحوں میں گنہگار اور پارسا ہونے کا سرٹیفکیٹ مل جاتا ہے اور سزا کا فیصلہ بھی ہو جاتا ہے۔ زندگی بھی لمحوں میں ملتی ہے اور زندگی بھر کی پونجی لمحوں میں لٹ بھی سکتی ہے، اور چاہے وہ دولت ہو یا خلوص۔'' اس کا دل جیسے رو رہا تھا۔ ''اور پھر چند دنوں میں ہی مجھے اس محل اور اس میں بسنے والوں سے اتنا کچھ ملا ہے جتنا میں نے سوچا بھی نہیں تھا۔ اب تو کسی خواہش کی گنجائش تک باقی نہیں رہی۔'' اس کی آنکھیں نم ہونے لگیں تو ''وہ ابھی آئی'' کہہ کر کچن کی طرف دوڑی۔ جہاں سفینہ شاہ دل کی فرمائش پر اس کیلئے بادام کا حلوہ بنا رہی تھیں۔

زویا خاموشی سے کچن میں آئی اور دوسرے چولہے پر چائے کا پانی رکھ دیا۔ اپنے لیے وہ کام خود ہی کرتی تھی، کیونکہ اسے حکم چلانے یا دوسروں پر انحصار کرنے کی عادت نہ تھی۔ ''بی بی یہ آپ کیا کر رہی ہیں۔ اگر چائے پینی تھی تو مجھ سے کہا ہوتا۔'' رانی باہر سے سامان لائی تھی، اسے کام کرتے دیکھ کر گھبرا گئی۔ بی جی نے سختی سے کہہ رکھا تھا کہ اسے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ ہو۔

''نہیں رانی رہنے دو میں خود ہی کر لوں گی۔ بہت سے لوگ ہماری وجہ سے اذیت میں مبتلا ہیں۔ ان کی اذیت تو کم کر نہیں سکتی، نہ ہی مجھ میں کسی الزام سے فرار پانے کی ہمت ہے، لیکن ہاں تمہیں میں تھوڑی سی تکلیف سے بچا سکتی ہوں۔ کم از کم تب تک جب تک یہاں ہوں۔'' اتنا کہہ کر وہ ابلتے پانی کی جانب متوجہ ہو گئی۔ سفینہ نے پہلی مرتبہ اسے اتنا آزردہ دیکھا تھا۔ انہیں عجیب سا لگا۔ وہ پوچھنا چاہتی تھی مگر ماضی نے ان کے قدم جکڑ لیے۔

❋❋❋

''زویا تم پرسوں کون سے کپڑے پہنو گی؟'' سبھی ہال میں موجود تھے، تبھی آنسہ نے

سر جھکائے زویا سے پوچھا۔

"ہوں۔" وہ یوں چونکی گویا یہاں موجود ہی نہ ہو۔

"میڈم آپ جہاں کہیں بھی ہیں واپس آ جائیں۔ یقین کیجئے آپ کو کچھ نہیں کہا جائے گا۔ ریلی۔" ترانہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یوں بھی کہنے سننے کو باقی بچا ہی کیا ہے۔" عجیب کرب تھا لہجے میں، سب متوجہ ہو گئے۔

"تم ٹھیک ہونا۔" نیلماں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"تم کچھ کہہ رہی تھیں۔" اس نے نیلماں کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے ترانہ کی جانب توجہ مبذول رکھی۔

"ہاں میں کہہ رہی تھی کہ پرسوں تم کونسا سوٹ پہنو گی؟" اس نے ماحول پر چھائی ہوئی اداسی ختم کرنے کے لیے اپنا سابقہ موضوع برقرار رکھا۔

"پرسوں کیا ہے؟" اس نے سوالیہ نگاہوں سے ترانہ کو دیکھا۔

"واہ آپ کی بھی یاداشت کے کیا کہنے ہیں، بھول گئیں کہ رضیہ پھپھو نے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے یہاں سیٹل ہونے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اس لیے انہوں نے ایک شاندار سا بنگلہ خریدا ہے اور نئے گھر میں پرسوں ہم سب کی دعوت ہے۔" اس نے تفصیل بیان کی۔

"اوہ اچھا۔" اسے جیسے یاد آ گیا ہو۔

"ہو سکتا ہے میں نہ آ سکوں۔" اس نے دھیمے سے لہجے میں کہا۔

"کیوں......؟" سب نے سوال کیا۔

شاہ دل کی نگاہیں بھی اس کی جانب سوالیہ انداز میں اٹھیں۔

"میں کل یہاں سے جا رہی ہوں، واپس اپنے شہر جا رہی ہوں۔" وہ بہت سنجیدہ تھی۔ اس لیے کوئی سوچ نہیں سکتا تھا کہ وہ مذاق کر رہی ہے۔

"اس طرح اچانک......؟" سب کی حیرت کو ظاہر نیناں نے کیا۔ زوبیہ اس گھڑی سب سے زیادہ حیران تھی۔ آج تک زویا نے اپنی زندگی میں ایک تو کوئی فیصلہ جلد بازی میں کیا نہیں تھا، پھر وہ بھی اسے بتائے بنا۔ مگر وہ خاموش رہی۔

"کوئی خاص وجہ؟" رزاق نے جلدی سے پوچھا۔

"میری پڑھائی اور بس۔" وہ جلدی سے بولی اور اس نے غیر دانستہ طور پر شاہ دل کی جانب نہیں دیکھا تھا۔

"ہاں مگر کچھ دن ٹھہر کر بھی جا سکتی ہو۔ ایک یا دو دن سے کیا فرق پڑ جائے گا۔" آفاق نے سنجیدگی سے کہا۔

"اب یہاں ایک پل بھی ٹھہرنا میرے لیے محال ہے۔" وہ بے ارادہ ہی بول گئی۔

سب حیران نظروں اسے دیکھنے لگے تو اسے احساس ہوا کہ اسے یوں اس طرح نہیں کہنا چاہئے تھا۔ تب وہ سنبھل کر بولی۔ "میں نے شروع سال سے بہت محنت کی ہے، اس لیے ایگزامز کے قریب میں کسی قسم کا رسک نہیں لے سکتی اور جب جانا ہی ہے تو آج یا کل پر کیا۔" وہ اسی طرح سنجیدگی سے بولی۔

"یہی بات ہے نا کچھ اور تو نہیں؟" آنسہ نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

"اگر آپ لوگوں کو یقین کرنا ہے تو کیجئے، مجھ میں اپنی ہر سچائی کو ثابت کرنے کی عادت ہے نہ ہی ہمت۔" وہ اتنا کہہ کر اٹھ گئی اور تیزی سے ہال سے باہر نکل گئی۔ سب ہکا بکا ہو کر اس کے انداز، اس کے لہجے کے بارے میں سوچ رہے تھے۔ کتنی دیر تک ہال پر سناٹا سا چھایا ہوا تھا۔ پھر اس سناٹے میں آنسہ کی آواز گونجی۔ "لگتا ہے زویا پریشان ہے۔"

"مگر کس وجہ سے۔" نیلماں نے الجھ کر کہا۔

"کس کی وجہ سے یہ جاننا ضروری ہے۔" آفاق نے شاہ دل کی جانب دیکھ کر کہا۔

شاہ دل یہ سن کر جیسے کھول اٹھا۔ "تمہیں جیسے اس کی بڑی فکر ہے۔" وہ جل کر بولا۔

"انسان ہوں پتھر نہیں۔" آفاق نے قدرے سختی سے کہا۔

"میرے دل میں ایرے غیرے لوگوں کی لئے کوئی جگہ نہیں ہے اور نہ ہی ہر کسی سے ہمدردی کرنے کا شوق رکھتا ہوں۔" وہ غصے سے کہہ کر اٹھ گیا۔

"پتہ نہیں یہ کیا چاہتا ہے؟" رزاق نے سر تھام لیا۔

❋ ❋ ❋

"یہ مہمان واپس جا رہے ہیں کیا؟" سفینہ نے رات کو شاہ دل سے کہا۔

"اس گھر کی قسمت اتنی اچھی نہیں۔" وہ منہ بنا کر بولا۔

وہ خاموش ہو گئیں تو خود ہی بولا۔ "ویسے سنا ہے کہ آپ کی لاڈلی زویا واپس جا رہی ہے۔" اس نے یونہی انہیں اطلاع فراہم کی۔

"کیوں......؟" وہ قدرے بے قراری سے پوچھنے لگیں۔

"شاید کوئی پڑھائی کا مسئلہ ہے۔" کی بورڈ پر انگلیاں چلاتے ہوئے اس نے لاپروائی کا مظاہر کیا۔

”لیکن پتہ نہیں کیوں مجھے لگتا ہے جیسے کسی بات نے اس کے دل کو ٹھیس پہنچائی ہے۔“ انہوں نے کھوئے ہوئے انداز میں کہا تو وہ پلٹ کر انہیں دیکھنے لگا۔ ”آپ کو ان کی تکلیفوں کی فکر ہے جو آپ کی زندگی کو دکھوں کے دائرے میں مقید کر کے چین سے جی رہے ہیں۔“ وہ خفگی سے بولا۔

”جنہوں نے مجھے دکھ دیا میں ان کے لیے نہیں زویا کے لیے پریشان ہوں۔“ وہ سنجیدگی سے بولیں۔

”ایک ہی بات ہے، نسل بدلنے سے سانپ کی فطرت نہیں بدل جاتی ہے۔“ وہ حقارت سے بولا۔

”شاہ دل تمیز سے بات کرو کم از کم اس بات کا ہی لحاظ کرلو کہ وہ اس خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔“ انہوں نے سمجھایا۔

”میں اس بات کو نہیں مانتا۔“ وہ پتھریلے لہجے میں بولا۔

”تمہارے ماننے یا نہ ماننے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔“ وہ اسی لہجے میں بولیں۔

”پھپھو آج آپ کو کیا ہو گیا ہے۔ کل تو آپ کو ان لوگوں سے بڑی نفرت تھی۔ آج ان کے لیے اتنی ہمدردی۔ ان کے بارے میں آپ کی سوچ اس قدر بدل گئی کہ سب کچھ بے معنی ہو گیا۔“

”آج مجھے یہ احساس شدت سے ہو رہا ہے کہ میں جو اپنے ساتھ ناانصافی ہونے پر ایک مدت سے آنسو بہا رہی ہوں آج خود کئی لوگوں سے ناانصافی کر رہی ہوں، حالانکہ میرے دکھوں کا ذمہ دار صرف جہانزیب اعوان ہے، مگر میں سزا دے رہی ہوں مدحت، زوبیہ اور زویا کو، حالانکہ وہ سب معصوم ہیں اور میری خودغرضی کی انتہا دیکھو، میں نے اپنے پاپا جان سے ان کی خوشی، ان کا بھائی چھین لیا، اگر جہانزیب پر خودغرضی اور رشتوں کو بانٹنے کا الزام ہے تو میں بھی اس میں برابر کی شریک ہوں۔“ وہ جیسے آج سب کچھ کہہ دینا چاہتی تھیں۔ شاہ دل نے انہیں قدرے حیرت سے دیکھا۔

”تم حیران ہو رہے ہو نا کہ یہ انقلاب کیسے آیا؟“ وہ اس کی حالت دیکھ کر مسکرائیں۔

شاہ دل کی آنکھوں میں اب بھی حیرت باقی تھی۔

”میں نے کہا تھا نا کہ زویا ایک غیر معمولی لڑکی ہے۔“ وہ اتنا کہہ کر چلی گئیں اور اس نے غصے سے مٹھیاں بھینچ لیں۔ غصہ اتنا شدید آ رہا تھا کہ لگتا تھا کہ دماغ پھٹ جائے گا۔

❋ ❋ ❋

”آپ نے مجھے بلایا تھا بابا صاحب!“ وہ ان کے سامنے نگاہیں جھکا کر کھڑی تھی۔ وہ اپنے تمام تر رعب و دبدبے کے ساتھ اپنی مخصوص نشست پر براجمان تھے۔ ”ہاں دراصل ہم نے سنا ہے کہ تم یہاں سے جا رہی ہو یہ صحیح ہے یا غلط اسی کی تصدیق کے لیے ہم نے تمہیں یہاں بلایا ہے۔“

”میرا خیال نہیں ہے کہ میری ذات اور میرا فیصلہ اس قدر اہمیت کا حامل ہے کہ آپ جیسی ہستی کو مجھ سے وضاحت طلب کرنے کی ضرورت محسوس ہو۔“

وہ نہ چاہتے ہوئے بھی تلخ ہو گئی۔

”اس خاندان کا کوئی بھی فرد ہماری اجازت کے بغیر کسی فیصلے پر عملدرآمد کرنے کے لیے مختار نہیں۔“ وہ اپنی مخصوص آواز میں بولے۔

”میں اس خاندان کی فرد ہی نہیں ہوں۔ آپ سمیت مجھے اس خاندان کے کئی لوگ باور کرا چکے ہیں۔“ اس کے اندر کا درد اس کے لبوں تک آ گیا۔

بابا صاحب ایک لمحے کیلئے نادم ہو گئے پھر سنبھل کر تحکمانہ انداز میں بولے۔ ”تم یہاں سے کہیں نہیں جا رہی ہو یہ ہمارا فیصلہ ہے۔“

”حکم انہیں دیا جاتا ہے، جن پر حق ہو اور فیصلے ان کے لیے کیے جاتے ہیں جن سے کوئی رشتہ ہو، اس لیے اس حکم اس فیصلے کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔“ وہ بے حد سنجیدہ تھی۔ ”میں آپ سے معافی چاہتی ہوں، لیکن میں آپ کی بات نہیں مان سکتی۔“ وہ یہ کہہ کر آگے بڑھنے لگی۔ تبھی ان کی آواز نے اس کے قدم جکڑ لیے وہ پلٹ کر انہیں دیکھنے لگی وہ قدرے آگے بڑھ آئے۔ ”دیکھو ہم تمہارے باپ کے باپ ہیں اور ہمارا یقین یہ ہے کہ ہمیں اپنے سامنے جھکا کر یا ہمارے وقار کو ٹھیس پہنچا کر تمہیں ہرگز مسرت نہیں ہو گی۔“ وہ اس قدر یقین سے بولے کہ اس کے پاس کہنے کو کچھ نہ رہا۔

”وہ ایک دم سے ان کے قدموں میں بیٹھ گئی۔“ بابا صاحب میری عزت نفس آپ کے وقار سے بڑی نہیں، میرے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ آپ کو یہ یاد ہے کہ آپ میرے پاپا کے پاپا ہیں۔“ وہ خوشی سے بولی۔

”یہ سچ ہے کہ ہم تمہارے پاپا کو معاف نہیں کر سکتے اور یہ بھی سچ ہے کہ اولاد کی اولاد کو نظر انداز کرنا اتنا آسان نہیں۔“ وہ پوری صداقت سے بولے۔ ”ہم امید کرتے ہیں کہ تم اپنے پاپا کی طرح ہمارا مان نہیں توڑو گی۔ اب تم جا سکتی ہو۔“ انہوں نے پہلی بار ذرا نرمی سے کہا۔

وہ بہت سی خوشی لیے اپنے کمرے میں آئی جہاں زوبیہ اس کا انتظار کر رہی تھی، اس

کے ذہن و دل میں بہت سے سوالات پل رہے تھے جن کا جواب اسے زویا سے ہی مل سکتا تھا۔
اس لیے اسے کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر اس نے جلدی سے دروازہ بند کر دیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر بیڈ کی جانب بڑھ گئی۔ زویا اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ ''یہ کیا معاملہ ہے اس طرح اچانک جانے کا فیصلہ کر لیا اور مجھے بتانا تک ضروری نہیں سمجھا۔ آج سے پہلے تو مجھے بتائے بنا تم نے کوئی ایسا فیصلہ نہیں کیا۔ پھر آج ایسا کیا ہو گیا کہ تم نے اپنی سگی بہن کو پرایا کر دیا؟'' وہ بہت خفگی سے گویا تھی۔ اس خفگی میں اس کا دکھ بھی شامل تھا۔

''میں نہیں جا رہی۔'' اس نے نرمی سے زوبیہ کا ہاتھ تھام کر کہا تو وہ جواباً ہونقوں کی طرح زویا کو دیکھنے لگی۔ ''ہاں اور جانتی ہو میں نے اپنا سابقہ فیصلہ کیوں بدلا۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ جواباً اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ''کیونکہ بابا صاحب ایسا چاہتے ہیں اور یہ بات انہوں نے مجھ سے خود کہی ہے۔'' خوشی سے اس کی آواز کانپ رہی تھی۔

کتنے لمحے زوبیہ بھی بے یقین سی رہی۔ ''مطلب انہوں نے مما، پاپا کو معاف کر دیا۔'' وہ بھی خوش ہو گئی۔

''یہ شاید فی الوقت ان کے لیے اتنا آسان نہیں ہے، لیکن میں مایوس نہیں ہوں۔ انشاء اللہ بہت جلد یہ مشکل حل ہو جائے گی۔ اللہ کوئی وسیلہ ضرور بنائے گا۔ وہ نرمی سے بولی اور زوبیہ نے بھی سر جھکا لیا۔

❋❋❋

''اندازہ نہیں تھا مجھے کہ تم جو بظاہر اتنی معصوم دکھائی دیتی ہو درحقیقت اتنی بڑی جادوگرنی ہو۔ پہلے سفینہ پھپھو اور اب بابا صاحب کو اپنا ہونے کا یقین دلایا۔ اچھا جادو چلایا ہے لیکن جادو کچھ وقت کے لیے اثر کرتا ہے۔'' صبح سے ہر کسی کے منہ سے اس کی تعریف سن کر شاہ دل خاموش نہیں رہ سکا۔

وہ خاموشی سے بابا صاحب اور بی جی کیلئے جوس تیار کر رہی تھی۔

''ایک بات یاد رکھنا جھوٹا خلوص، ہمدردی جیتنے کے لیے کافی ہوتا ہے لیکن رشتوں کو جیتنے کے لیے نہیں۔ یہاں تمہاری دال نہیں گلنے والی۔'' وہ اس بار بھی چپ رہی۔

''تم بہری ہو کیا؟'' وہ کھول اٹھا۔ وہ اب بھی خاموش رہی۔

''تم یہاں ہو۔ وہاں تمہارا بی جی پوچھ رہی ہیں۔'' رزاق نے اندر سے جھانکتے ہوئے کہا۔

''ہاں بس میں وہیں جا رہی تھی۔'' وہ جوس گلاسوں میں ڈالتے ہوئے بولی۔ اتنے میں

آفاق پوچھنے لگا۔ ''تم نے سوپ تیار کر لیا۔'' اسے یاد آیا تو پوچھنے لگا، جواباً اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ''تم یہاں کھڑے ہو کر سوپ بنانے کی ریسپی بتا رہے تھے۔'' اس نے شاہ دل کو وہاں ایستادہ دیکھا تو پوچھنے لگا شاہ دل نے چونک کر اسے دیکھا تو وہ زور زور سے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کچن سے باہر نکل آیا۔

''کیا بات ہے آج بہت خوبصورت لگ رہی ہو۔'' سعد نے اسے دلچسپی سے دیکھا، وہ حیرت سے انہیں دیکھنے لگی، شاید ان سے اس تعریف کی توقع نہیں تھی۔

''سعد بھائی بری بات ہے۔ یہ آپ کے لیے رانگ نمبر ہے۔ رائٹ نمبر تو عباد کے لیے ہے کیوں زویا؟'' شیراز نجانے کہاں سے آدھمکا تھا۔

''بہن سمجھ کر کہہ رہا ہوں۔'' وہ جلدی سے بولے تو سب ہنسنے لگے۔

''فکر مت کیجئے سعد بھائی آپ کچھ بھی کہہ لیں، آپ پر کوئی شک نہیں کر سکتا۔'' رزاق نے تسلی دی۔

''کیوں۔'' نیلماں نے دلچسپی سے پوچھا۔

''ان کی شکل جو بھائیوں جیسی ہے۔'' رزاق نے معصومیت سے کہا، سب ایک بار پھر ہنس پڑے۔ سعد بیچارے شرمندہ ہو گئے۔

❋❋❋

وہ گہری نیند سو رہی تھی۔ جب موبائل کی بیپ سے اس کی آنکھ کھل گئی۔

''ہیلو کون......؟'' زویا نے موبائل کان سے لگا کر نیند میں ڈوبی ہوئی آواز میں کہا۔

''وہ جس میں تمہاری جان بستی ہے۔'' دوسری جانب ایک شناسا سی آواز تھی۔

''عباد آپ......'' وہ اٹھ بیٹھی۔ اس کی آواز اچانک سن کر اسے خوشگوار حیرت ہوئی۔

''ہاں میری جان! یہ تمہارا عباد ہی ہے کیسی ہو؟''

''آپ کو اس سے کیا میں جیسی بھی ہوں۔'' وہ خفا سی بولی۔

''ناراض ہو زوئی۔'' وہ زویا کو اسی نام سے پکارتا تھا۔

''اتنے دن ہو گئے مجھے یہاں آئے ہوئے پلٹ کر میری خبر تک نہیں لی اور پھر کہتے ہیں مجھے ناراض بھی نہیں ہونا چاہئے۔ کبھی کبھی تو مجھے لگتا ہے کہ آپ مجھے بھول گئے۔'' وہ شکوہ کرنے لگی۔

''ہاں ان دنوں تو میں جیسے تمہیں بھول ہی گیا ہوں۔'' اس نے اعتراف کیا۔

''زویا کا دل جیسے ڈوبنے لگا، پر خاموش رہی۔

''لیکن پوری طرح نہیں، میں نے جب جب تمہیں یاد کیا، جب جب سانس لی۔'' وہ پوری سچائی سے بولا۔

''آپ بھی نا عباد!'' وہ شرما سی گئی پھر جلدی سے بولی۔ ''اچھا عباد کل آپ لوگ آئیں گے نا رضیہ پھپھو کے ہاں۔''

''ہاں امی نے ذکر تو کیا تھا۔ امی ابو آئیں گے مگر میرا آنا مشکل ہے اور دراصل بینک میں کام آج کل کچھ زیادہ ہے، پل کی فرصت نہیں، تم یقین نہیں کرو گی، آدھا گھنٹہ پہلے میں گھر آیا ہوں۔''

زویا نے بے اختیار وال کلاک کی جانب دیکھا، اس وقت بارہ بج رہے تھے۔

''اتنا کام کرتے ہیں آپ؟'' اس نے گہرے احساس کے تحت کہا۔

''کرنا پڑتا ہے، آخر انسان کو اپنی ذمہ داریاں تو پوری کرنا ہوتی ہیں۔'' اسے ذرا سا بھی ملال نہ تھا۔

''عباد! جب میں آپ کے گھر آ جاؤں گی تو آپ کو اور زیادہ محنت کرنی پڑے گی نا...... آپ کی ذمہ داریاں بڑھ جائیں گی۔'' اسے دکھ ہونے لگا۔

''ذمہ داریاں انہیں ہی ملتی ہیں جن کا کوئی اپنا ہوتا ہے اور اپنے قسمت سے ملتے ہیں، ذمہ داریوں کا مطلب بوجھ اٹھا کر زندگی کا سفر طے کرنا نہیں ہوتا بلکہ صحیح راستے کا تعین کر کے اس پر اپنے لوگوں کے ساتھ چلنا ہوتا ہے، وہاں تک جہاں تک زندگی ہے، زوئی ذمہ داریاں درحقیقت اپنوں کی خوشیوں کی تلاش کا سفر ہے۔'' وہ پیار سے سمجھانے لگا، تب وہ مطمئن ہو گئی، فون بند ہو جانے کے بعد وہ عباد کے بارے میں ہی سوچتی رہی۔

❋ ❋ ❋

آج رضیہ کے گھر سب کی دعوت تھی، سبھی آئے تھے، سوائے بی جی اور بابا صاحب کے...... وہ لوگ پرانے وقتوں کے تھے، اس لئے روایات بھری زندگی انہیں بڑی عزیز تھی۔ وہ بیٹی کے گھر کھانا پینا معیوب سمجھتے تھے۔ سو انہوں نے یہاں آنے سے گریز کیا، رضیہ نے اس بات کا شکوہ نہیں کیا۔

''پھپھو جانی! آپ کا گھر بہت خوبصورت ہے، خدا آپ کو نصیب کرے۔'' زوبیہ نے خوشدلی سے کہا۔

رضیہ ایک دم کھل اٹھیں۔ ''تم جیسی پیاری لڑکی سے مجھے ایسی ہی خوبصورت بات کی توقع تھی۔'' وہ پیار سے بولیں۔

وہ مسکرانے لگی۔ مدحت، بیٹی کی تعریف سن کر خوش ہو گئیں۔

''ویسے بھابی سچ مچ آپ کی دونوں بیٹیاں بہت پیاری ہیں۔'' وہ سب کو سٹنگ روم میں چھوڑ کر انہیں ساتھ لئے کچن میں چلی آئیں۔

''بس رضیہ! خدا کا احسان ہے کہ اس نے مجھے ایسی اولاد دی۔''

''بھابی! ایک بات کہوں آپ برا تو نہیں مانیں گی؟'' وہ ذرا جھجکیں۔

''اب بولو نا...... اب مجھ سے یوں ہچکچاؤ گی۔'' مدحت نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

''بھابی میں سوچ رہی ہوں کہ اللہ نے آپ کو دو ہیرے دیئے ہیں، اگر آپ ایک میری جھولی میں ڈال دیں تو۔'' وہ بڑے مان سے بولیں۔

''سچ کہوں تو تمہارے بیٹے اتنے اچھے ہیں کہ میں تمہاری کہے بنا ہی ہاں کر چکی ہوں مگر زوبیہ اور زویا کا رشتہ بچپن سے ہی فرجاد اور عباد سے طے ہے، کمال بھائی نے ان کے پیدا ہوتے ہی مجھ سے کہہ دیا تھا کہ دونوں ان کے گھر کی بہوئیں بنیں اور پھر بڑے ہونے کے بعد خود یہ دونوں بھی اس رشتے کو دل سے قبول کر چکے ہیں، اگر برا لگا ہو تو......''

''ارے نہیں بھابی! بچوں کی خوشی کیلئے ہی تو والدین جیتے ہیں۔ اگر اولاد خوش ہو تو ملال کیسا۔ بس خدا ان کا نصیب اچھا کرے۔'' انہیں دکھ تو ہوا مگر رضیہ کا دل ہر معاملے میں بہت بڑا تھا۔ مدحت متاثر ہوئیں۔

''چلئے بھابی! لان میں چل کر بیٹھتے ہیں۔'' وہ ساتھ ساتھ چلتے ہوئے بولیں۔ ''اس لان کی خاطر آفندی صاحب نے کئی گھر ریجیکٹ کر دیئے تھے، وہ کہتے تھے جب تک لان خوبصورت نہ ہو، باقی گھر کا کیا کریں۔'' وہ دونوں لان میں آ بیٹھیں۔

''غلط بھی تو نہیں کہتے، صبح صبح اٹھ کر بندے کو تازہ ہوا کا احساس نہ ہو تو کیا فائدہ۔'' مدحت نے تائید کی۔

رضیہ مسکرا دیں۔ پھر ایک دم چونک کر بولیں۔

''ویسے آج میں نے کمال بھائی صاحب کو انوائیٹ کیا تھا، ابھی تک آئے نہیں؟'' وہ ذرا سا پریشان ہو گئیں۔

''آتے ہی ہوں گے، آج کل ٹریفک کی وجہ سے دیر سویر ہو ہی جاتی ہے۔'' مدحت نے انہیں تسلی دی مگر وہ مطمئن نہیں ہوئیں، اپنی نوکرانی صولت کو آواز دی۔

وہ بوتل کے جن کی طرح حاضر ہو گئی۔

''جی بیگم صاحبہ!''

"جاؤ، شیراز کو کہو کہ کمال احمد کے گھر فون کر کے معلوم کرے کہ وہ لوگ کب تک آئیں گے۔" رضیہ نے ہدایت کی تو وہ بجلی کی سی تیزی سے سٹنگ روم میں پہنچ گئی اور رضیہ کا پیغام دے دیا۔

شیراز نے اپنا موبائل نکال کر نمبر ڈائل کیا تو یک دم چونک کر زویا کی جانب دیکھا۔

"ویسے تمہارے ماموں کے گھر میں لڑکیاں کتنی ہیں۔" وہ سنجیدہ تھا۔

"کیوں......؟" زویا نے حیرت سے اسے دیکھا۔ "وہ میں کہہ رہا تھا کہ کال ضائع نہیں ہونی چاہیے۔" وہ شرارت سے مسکراتے ہوئے بولا تو نیناں نے "توبہ" کہہ کر کانوں میں ہاتھ لگایا۔

"آپ فکر مت کیجئے، آپ والے، میرا مطلب ہے سعد بھائی بہت شریف واقع ہوئے ہیں۔" وہ دونوں ایک دم بوکھلا گئے۔ نیناں نے ترانہ کو گھورا اسے یقین تھا کہ جب رات کو وہ دونوں سیاسی امور پر بحث کر رہے تھے تو تب وہی وہاں موجود تھی، اس لئے اس نے یہ بات پھیلائی ہے اور اس کا اندازہ سب کی معنی خیز مسکان سے ہو رہا تھا۔

"ویسے ہمارے سعد بھائی بہت شریف ہیں، پتہ ہے جب ہم باہر رہتے تھے تو ایک سروے ہوا تھا کہ کون گوریوں کو سب سے کم چھیڑتا ہے، تو ہمارے سعد بھائی فرسٹ آئے تھے۔" شیراز نے بڑے فخریہ انداز میں جھوٹ بولا۔

"مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم اتنے خطرناک انسان ہو، تم میرا گھر بسنے سے پہلے اجاڑ دو گے۔" وہ بے ساختہ ہی کہہ گئے۔

"اف! خدایا مجھ جیسے معصوم انسان پر ایسا گھناؤنا الزام ......نہیں، اب اس الزام کے ساتھ میں نہیں جی سکتا، میں ابھی اور اسی وقت خودکشی کرلوں گا۔" وہ چمچ بھر کہ منہ تک لے گیا تو زوبیہ نے اس کے ہاتھ سے چمچ لے لیا اور بولی۔ "بائی داوے یہ شکر ہے۔"

"میں تم لوگوں کو سوچنے کا ایک موقع دینا چاہتا تھا تا کہ تم لوگوں کو احساس ہو سکے کہ تم لوگ کتنی قیمتی چیز کھونے جا رہے ہو۔" وہ سر کھجاتے ہوئے بولا۔

سب مسکرانے لگے۔

"یہ آدمی کبھی نہیں سدھر سکتا۔" شاہ دل پہلی بار مسکرایا تھا۔

"اب یہ سب بعد میں...... پہلے یہ تو معلوم کرلو کہ ماموں جان آ بھی رہے ہیں کہ نہیں۔"

سب کی طرح شاہ دل نے بھی زویا کی بے چینی کو محسوس کیا تھا۔

"کمال ماموں کی فکر ہے یا اپنے عباد صاحب کی؟" شیراز نے آنکھیں گھمائیں۔

سب نے ایک لمبی سی "او" کی وہ خاموش رہی مگر ایک ہلکا سا تبسم اس کے ہونٹوں کا احاطہ کیے ہوئے تھا۔

"اب بولو نا......!" شیراز نے اسے اکسایا۔

"میں کچھ کہوں یا نہ کہوں، عباد تو ہر حال میں میرے ہیں۔" اس کے انداز میں وہ یقین نمایاں تھا جو اسے عباد کی ذات سے ملا تھا۔

"واہ یہ ہوئی نا بہادروں والی بات...... سعد بھائی! زویا سے کچھ سیکھیے۔" اس نے دوبارہ سعد کو گھسیٹ لیا۔ سب ہنسنے لگے۔

تبھی کمال ماموں کے آنے کا شور اٹھا، وہ تو سٹنگ روم میں نہیں آئے مگر عباد ضرور چلا آیا۔ زویا تو جیسے کھل اٹھی، سب نے اسے خوش آمدید کہا، کرن سے مل کر سب کو ہی خوشی ہوئی تھی، فرجاد اور عباد کی وہ ایک ہی بہن تھی۔

"ویسے زویا! ایک کام کرو، عباد کو اس بنگلے کا ٹیرس دکھا کر لاؤ، مجھے یقین ہے کہ اسے وہاں بہت سکون ملے گا۔" شیراز نے دونوں کو معنی خیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ویسے آئیڈیا برا نہیں۔" عباد نے موقع سے فائدہ اٹھایا۔ زویا کو اس کے ساتھ جانا پڑا۔

"سعد بھائی چاہیں تو آپ بھی نیناں کو گھر کا کوئی حصہ دکھا کر لے آئیے۔" شیراز شرارت سے بولا تو وہ ایک بار پھر گھبرا گئے۔

"شرم نہیں آتی بھائی ایسی باتیں کرتے ہوئے۔" وہ خجل سے ہو کر شیراز کو ڈانٹنے لگے۔

"لو بھلا نیکی کا تو زمانہ ہی نہیں۔" وہ منہ پھلا کر بولا۔ سب اس کے انداز پر مسکرانے لگے۔

"اب چلیں ہم نے ٹیرس تو دیکھ لیا نا؟" زویا نے تیز ہوا سے بکھرتی لٹوں کو کانوں کے پیچھے اڑستے ہوئے کہا۔

"ہاں مگر ابھی تمہیں جی بھر کے دیکھنا باقی ہے۔" عباد آنکھوں میں ڈھیر سارا پیار لئے اس کے معصوم چہرے کو تک رہا تھا۔

"ویسے باتیں بنانا تو کوئی آپ سے سیکھے۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"نہیں اگر کوئی چاہے تو میں اسے محبت کرنا بھی سکھا سکتا ہوں بلکہ میں سوچ رہا ہوں

کہ اس مضمون کا ٹیوشن دینا شروع کر دوں اور میری سب سے پہلی اسٹوڈنٹ ہو گی تم!" وہ مسکراتے ہوئے بولا تو وہ بھی مسکرا دی۔

❋❋❋

"میں سوچ رہی تھی بی جی! کہ سعد کے ساتھ ساتھ فراز کا نکاح بھی کر دوں۔" رضیہ نے ماں سے رائے لینا ضروری خیال کیا۔

"ہاں ارادہ تو نیک ہے مگر تمہاری نظر میں لڑکیاں وغیرہ ہیں؟" بی جی گاؤ تکیئے سے پشت ٹکاتے ہوئے بولیں۔

"باہر دیکھنے کی کیا ضرورت ہے، جب گھر میں ایک سے ایک خوبصورت اور پڑھی لکھی موجود ہے، ویسے میرا خیال تو زوبیہ اور زویا کی طرف تھا، اس سلسلے میں، میں نے بھابی سے بات بھی کی تھی مگر انہوں نے بتایا کہ وہ پہلے سے کمال بھائی کو ان کے دونوں بیٹوں کیلئے ہاں کہہ چکی ہیں۔" وہ ذرا تاسف سے بولیں۔

"تو پھر......؟" بی جی، رضیہ کا ارادہ جاننے کو بے قرار تھیں۔

"بی جی! سعد اور نیناں کی جوڑی کیسی رہے گی؟" وہ ذرا جھجک کر بولیں۔

"رضیہ! تم نے میرے دل کی بات کہہ دی۔"

وہ ایک دم خوش ہو گئیں۔ "جانتی ہو نیناں مجھے اپنے پوتے، پوتیوں میں سب سے زیادہ پیاری ہے، اس کا رکھ رکھاؤ اور سلیقہ ہی کچھ ایسا ہے، بات کرتی ہے تو مانو منہ سے شہد ٹپک رہا ہو، سچ کہوں تو میرے دل میں بھی یہ خواہش موجود تھی مگر میں نے سوچا کہ ایک تو لڑکے ہیں پھر باہر کے ماحول میں پرورش پائی ہے، پتہ نہیں انہیں کیسی لڑکیاں پسند ہوں یا یہ بھی بہت بدل گیا ہے اور میں بچوں کے ساتھ زبردستی کرنے کی قائل نہیں ہوں۔" وہ نرمی سے بولیں۔

"بی جی! زمانہ ضرور بدلا ہے لیکن میں نے انہیں وہی تربیت دی ہے جو مجھے آپ اور بابا صاحب سے ملی ہے پھر آفندی کا تعلق بھی تو ایسے خاندان سے ہے کہ جو ہر معاملے میں ہمارے برابر ہیں، میں نے اور آفندی نے انہیں رشتوں کا احترام اور تعلقات کو خلوص نیت سے نبھانے کا سلیقہ سکھایا ہے۔" وہ فخر سے بولیں۔

"اس میں کیا شک ہے تو بس پھر ایک بار اپنے شوہر سے مشورہ کر کے نیناں اور آنسہ کیلئے رشتے کی بات ڈال دو تا کہ اس گھر میں پھر سے خوشیاں جگہ پا سکیں اور رشتوں کے خالص ہونے کا احساس اور گہرا ہو سکے۔ شاید اس میں سے ایک خوشی یہ بھی ہو کہ تمہارے بابا صاحب نے میرے جہانزیب کو معاف کر دیا۔" ان کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

رضیہ کو اپنی ماں کو اس طرح دیکھ کر بہت دکھ ہوا مگر وہ کچھ کر بھی تو نہیں سکتی تھیں۔ "بی جی اللہ سے اچھی امید رکھیئے، وہ بڑا کارساز ہے۔" تسلی دینا ہی بس ان کے اختیار میں تھا، اس سے زیادہ وہ کر بھی کیا سکتی تھیں۔ سو بی جی نے خاموشی سے سر جھکایا۔

❋❋❋

رضیہ نے جب اپنے بھائی کے سامنے دامن پھیلایا تو انہوں نے اپنی لاڈلی بہن کو مایوس نہیں کیا اور ان نئے رشتوں سے اعوان پیلس میں ایک بار پھر خوشیوں کی ابتداء ہو گئی۔ رضیہ کو بہت جلدی تھی اس لئے ایک ہفتے بعد ہی نیناں اور سعد کی شادی اور فراز اور آنسہ کا نکاح رکھ دیا، اب شاہ پیلس میں بڑی خوشگوار بھاگ دوڑ مچی ہوئی تھی۔

"دیکھو مہمانوں کی لسٹ دھیان سے بنانا کوئی مہمان رہنا نہیں چاہئے۔" بی جی نے سختی سے ہدایت کی۔" وہ اتنی جلدی شادی کے فیصلے پر ہلکان ہو رہی تھیں۔

"ہاں خاص طور سے جن فیملیز میں لڑکیاں ہوں، انہیں دو دو بار کارڈ بھیجنا۔" آفاق، شاہ دل کے قریب ہو کر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"بے فکر رہو، میں سب کو چھ، چھ مرتبہ کارڈ بھیجوں گا اور وضاحت تم بابا صاحب کو دینا۔" شاہ دل نے معصومیت سے کہا۔ زویا بے اختیار ہی مسکرا دی۔ اس۔ شاہ دل سے ایسے مذاق کی توقع نہیں تھی۔ شاہ دل کی نگاہ بھی ایک پل کیلئے اس پر ٹھہر سی گئی تھی۔ مگر اسے خود پر قابو پانے میں کمال حاصل تھا۔

"بری بات ہے، دوسروں کی امانت پر نظر نہیں رکھتے۔" آفاق نے اس کے کان میں سرگوشی کی تو وہ ایک دم چونک گیا۔ "بکواس......!" اتنا کہہ کر وہ مہمانوں کی فہرست کی جانب متوجہ ہو گیا۔

تبھی رضیہ بھی آ گئیں، وہ شادی اور نکاح کا جوڑا خریدنے سے قبل سب کی رائے لینا چاہتی تھیں، ساتھ شیراز بھی موجود تھا۔

"میرا خیال ہے پھپھو! ریڈ کلر بڑا کامن ہے، کچھ الگ سا کلر ہونا چاہئے۔" نیلماں نے سب سے پہلے اپنی رائے دی۔

"فکر مت کرو، تمہیں ریڈ نہیں پہننا پڑے گا، پھر کیوں اپنی ننھی سی جان کا ہلکان کر رہی ہو۔" شیراز نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ جھینپ گئی۔

"ویسے کہہ تو ٹھیک رہی ہے۔" ترانہ نے اس کی تائید کی۔

"تم کچھ نہیں کہو گی زویا؟" پھپھو نے پیار سے اسے پکارا۔ شاہ دل کی تو جان ہی

جل گئی۔

''پھپھو! میرا خیال ہے آپ کو سب کی رائے لینے کے بجائے نیناں اور آنسہ سے پوچھنا چاہیے۔'' وہ دھیمے لہجے میں بولی۔ سب کو اس کی بات بہت پسند آئی۔

''مگر پھر بھی میں تمہاری رائے ضرور جاننا چاہوں گی۔'' رضیہ نے اصرار کیا۔

''پھپھو! میں زیادہ تو نہیں جانتی مگر مما کہتی ہیں رخ جوڑا اور چوڑیاں سہاگن ہونے کا احساس دلاتی ہیں اور میرا یقین مما کے ہر حرف پر اٹوٹ ہے۔''

''میرا خیال ہے زویا بالکل ٹھیک کہہ رہی ہے۔'' عصمت نے سراہا۔

''لیکن اس معاملے میں فیصلہ کرنے کا حق نیناں کا ہے۔'' وہ پھر بولی۔ سب اس بار بھی متفق ہوئے۔

''یہ سعد کی شیروانی کیلئے کسی نے درزی کو ناپ دیا کہ نہیں؟'' بی جی کو ایک دم خیال آیا تو پوچھنے لگیں۔

''فکر نہ کریں بی جی! میں سجاول یا سخاوت میں سے کسی سے کہہ دوں گی، یہ کام وہ کر دیں گے۔'' انہوں نے تسلی دی مگر بی جی مکمل طور پر مطمئن نہ ہوئیں۔

''رہنے دیں بڑی ممانی! ان لوگوں نے پہلے ہی بہت ذمہ داریاں اپنے سر لے رکھی ہیں، خواہ مخواہ ان لوگوں پر بوجھ مت ڈالیں،، اتنا تو میں بھی کر سکتا ہوں۔'' شاہ دل نے خود کو پیش کیا تو دونوں ممانیاں اسے دعائیں دینے لگیں اور بی جی کو لگا جیسے اب دلوں کے درمیان حائل دیوار گرنے کا وقت قریب آ گیا ہے۔

''ذاکرہ! تم نے اپنے میکے والوں کو کارڈز ضرور بھجوانے ہیں، خیر سے اس گھر کی پہلی شادی ہے۔'' انہوں نے ذاکرہ (نیناں کی والدہ) سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

''اور بڑی دلہن! تم نے حسینہ کے سسرال فون کر دیا؟'' اب وہ عصمت سے مخاطب تھیں۔

''ہاں بی جی! بس ابھی کرنے ہی والی تھی۔''

اس کے ساتھ ہی انہوں نے آفاق کو نمبر ملانے کیلئے کہا تو وہ سعادت مندی سے قریب چلا آیا۔

''یہ لیں امو جان! نمبر مل گیا بیل جا رہی ہے۔ بات کر لیجئے۔'' اس نے فون کا ریسیور انہیں تھماتے ہوئے کہا۔

باقی سب بھی اردگرد آ کر جمع ہو گئے، آس تھی کہ شاید انہیں بھی بات کرنے کا موقع مل

جائے۔ عصمت نے بڑی عجلت میں ریسیور کان سے لگایا۔ دوسری طرف حسینہ تھیں۔

''ہاں وعلیکم السلام! جیتی رہو، خوش رہو۔'' انہوں نے دعا سے ابتداء کی۔

''ہاں سب خیریت ہے بلکہ یوں کہو کہ خوشی کی خبر ہے، نیناں اور آنسہ کا رشتہ طے ہو گیا ہے۔'' انہوں نے جلدی سے خوشخبری سنائی۔ ''ہیں تو کیا میں اس عمر میں مذاق کروں گی؟'' دوسری طرف شاید حسینہ بے یقین سی تھیں، اس لئے عصمت ذرا خفگی سے بولیں۔

''اللہ رکھے جب گھر میں اتنے اچھے لڑکے موجود ہیں تو باہر کیوں دیکھیں، سعد سے نیناں اور فراز سے آنسہ کا رشتہ ہوا ہے اور ایک اور خبر یہ ہے کہ تمہارے ماموں جہانزیب بھی اپنی فیملی کے ساتھ آئے ہوئے ہیں۔'' انہوں نے لگے ہاتھ دونوں خبریں سنا ڈالیں۔ سب کی نگاہیں عصمت پر جمی تھیں کیونکہ ان کے چہرے سے اندازہ لگانا بہت آسان تھا کہ اس وقت کیا گفتگو ہو رہی ہے۔

''بس اب باقی تفصیل یہیں آ کر پوچھنا، ابھی تو بس جیسی ہو، ویسے ہی آ جاؤ، وقت بہت کم ہے، بس آنے والی بات کرو، جو خریدنا ہے، یہاں سے خرید لینا اور دیکھو ذرا سنبھل کر آنا، تین بچوں کا ساتھ ہے، کہو تو کوئی لینے آ جائے......؟ اچھا ٹھیک ہے، اللہ حافظ۔'' انہوں نے اتنا کہہ کر ریسیور رکھ دیا۔

''آپ نے بات ہی نہیں کروائی کتنا وقت ہو گیا آپی کی آواز سنے ہوئے۔'' ترانہ نے شکوہ کیا۔

''بھئی وہ ادھر ہی آ رہی ہے جی بھر کی باتیں کر لینا۔'' عصمت نے تسلی دی۔ ''خیریت سے تو ہے نا۔'' بی بی جی نے پوچھا۔ ذاکرہ بھی متوجہ ہوئیں۔

''اللہ کا شکر ہے دو دو خوشخبریاں سن کر باؤلی ہو رہی تھی۔'' وہ تفصیل بتانے لگی۔

❋❋❋

''تاریخ تو بڑی جلدی طے کر دی لیکن ٹیلر اتنی جلدی کپڑے کیسے سی کر دے گا۔'' نیلماں سوچ سوچ کر ہلکان ہو رہی تھی۔

''دیکھ لو نا، جو سل سکتے ہیں، سلنے دو ورنہ ریڈی میڈ لے لو، اب وہ بے چارہ بھی اتنے سارے کپڑے ایک دم کیسے سی سکتا ہے۔ پہلے ہی آنسہ کا نکاح کا جوڑا اس کے پاس موجود ہے۔ پھر ہمارے پانچ پانچ جوڑے۔'' زوبیہ نے کہا۔

یہ پانچ جوڑے کیوں؟'' زویا حیران سی بولی۔

''ظاہر ہے انہوں نے تو دوسرے دن ناشتہ لے جانے کیلئے بھی نیا جوڑا بنایا ہے۔''

نیناں نے نگاہ کا اشارہ کر کے اطلاع فراہم کی۔

"ویسے اتنی بور دلہن میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ محترمہ کل مایوں بیٹھنے والی ہیں اور کوئی ایکسائٹمنٹ نہیں ہے۔" زویا نے کتاب اس کے ہاتھ سے لے کر ایک طرف رکھتے ہوئے کہا۔

"بھئی امی جان نے منع کر رکھا ہے کہ میں کوئی کام نہ کروں تو ایسے میں، میں کتابیں پڑھنے کے سوا اور کیا کروں؟" اس نے معصومیت سے کہا۔

"ارے آنسہ سے کچھ سیکھو دیکھا نہیں کہ کیسے بھاگ بھاگ کر بازار کے چکر لگاتی ہے۔ نکاح پر یہ حال ہے تو شادی میں تو بازار خرید ڈالے گی۔" زوبیہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ سب ہنسنے لگیں۔

"تو اس میں کیا ہے۔ کیا اتنے اہم موقع پر انسان کو خوش نہیں ہونا چاہئے۔ ویسے بھی میں کوئی گھنی تھوڑی ہوں، جو دل میں وہی زبان پر، مجھے چھپانا نہیں آتا، نہ خوشی، نہ غم۔" وہ صداقت سے بولی۔

"حسینہ آپا اپنی دو عدد موٹی تازی نندوں اور تین عدد شرارتی بچوں سمیت تشریف لائیں۔" رانی نے پہلی فرصت میں اطلاع دی۔

سب خوشی سے اچھل پڑیں۔

حسینہ ادھر ہی چلی آئیں، سب ان سے لپٹ گئیں۔ "یہ جہانزیب ماموں کی بیٹیاں ہیں۔" نیناں نے ان سے الگ ہو کر زوبیہ اور زویا کا تعارف کرایا۔ حسینہ نے انہیں گلے لگا لیا اور کہا۔ "خاندان مکمل ہو گیا ہے۔" خوشی سے ان کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

"ہمیں بھی تو ہمارا وجود اب جا کر ملا ہے آپا۔" زویا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ سکینہ آپا نہیں آئیں میں نے سوچا تھا آپ دونوں ساتھ ساتھ آئیں گی۔" ترانہ نے پوچھا۔

"ہاں آج شام تک وہ بھی پہنچ جائے گی۔ دراصل اس کے شوہر کام کے سلسلے میں کچھ دنوں کے لئے باہر جا رہے ہیں، اس لئے وہ کہہ رہے تھے کہ اسے چھوڑتے ہوئے جائیں گے۔" حسینہ نے تفصیل بیان کی۔ "میں تو ماموں جان کا فون سنتے ہی بھاگم بھاگ آئی ہوں۔" مجال ہے جو ایک چیز بھی خریدی ہو۔ بس پیسے رکھ لائی ہوں، بچوں نے الگ جان ہلکان کر رکھی ہے۔ میرا خیال ہے صبح سب سے پہلے ہی شاپنگ والا کام ختم کروں گی بلکہ آتے ہی رضیہ پھپھو نے یہ آرڈر دے دیا ہے کہ شادی کا جوڑا بھی میں خریدنے چلوں۔" وہ ہمیشہ بڑے تسلسل سے بولتی تھیں۔

اتنے میں رانی انہیں بلانے آ گئیں۔

"اور رانی تم کیسی ہو؟" وہ ان کی بہت پرانی ملازمہ کی بیٹی تھی اس لئے سب اسے گھر کا فرد ہی سمجھتے تھے۔ اس لئے حسینہ نے اس کا حال احوال دریافت کرنا ضروری سمجھا۔

"بی بی جی میں تو بہت خوش ہوں۔" اس نے محبت سے کہا تو وہ مسکرا دیں اور پھر ساتھ چلتے ہوئے سٹنگ روم میں آئیں، جہاں تمام خواتین موجود تھیں۔ وہ سب سے ملنے کے بعد صوفے پر بیٹھ گئیں۔ مدحت سے مل کر انہیں بہت خوشی ہوئی تھی۔

"ماموجان شادی آپ لوگوں نے کچھ زیادہ جلدی نہیں رکھ دی۔" حسینہ نے اعتراض کیا۔ "ہاں وہ سعد ایم بی اے کرنے باہر جا رہا ہے۔ تو اس سے پہلے ہی رضیہ چاہتی ہے کہ گھر میں بہو آ جائے تا کہ گھر سونا نہ لگے۔"

"تو سعد کو اپنی تعلیم مکمل کر کے نوکری کرنے دیتے۔ پھر یہ سلسلہ شروع کرتے۔"

"اسے نوکری کی ضرورت نہیں۔ باپ کا بزنس اچھا خاصا پھیلا ہوا ہے مگر بس وہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا چاہتا ہے۔ یہ آج کل لڑکے بھی نجانے کیا کیا سوچتے ہیں، کوئی باپ کے پیسے پر عیش کرتا ہے اور کوئی سعد میاں کی طرح اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا چاہتا ہے۔ ویسے سچ یہ ہے کہ رضیہ ان کے پیروں میں زنجیر ڈالنا چاہتی ہیں۔ کیا کرے ماں ہیں نا۔ ڈر ہے کہ وہاں کسی انگریزن کے دام میں نہ آ جائیں اور ان کے ارمان دل ہی دل میں رہ جائیں۔"

"ہاں یہ بات تو ہے۔" حسینہ ان کی بات سے متفق ہوئیں۔

"اب تم ایک کام کرو تھوڑا آرام کر کے سیدھی رضیہ کے طرف چلی جاؤ، ایک تو اسے نیناں کیلئے جوڑا خریدنا ہے۔ پھر شادی بیاہ کے گھر میں سو کام نکل آتے ہیں۔ وہ بے چاری اکیلی ہے۔ تم اس کے ساتھ رہو گی تو سہارا ہو گا۔"

"ٹھیک ہے ماموجان میں ایک آدھ گھنٹے میں چلی جاؤں گی۔ ابھی ذرا بابا صاحب سے مل لوں۔" انہوں نے سعادت مندی سے کہا تو عصمت خوش ہو گئیں۔

❋ ❋ ❋

سعد کا مزاج بہت مختلف تھا۔ وہ ان لوگوں میں سے نہیں تھے جو باپ دادا کی چھوڑی ہوئی جائیداد پر عیش و آرام کرنا اپنا حق سمجھتے ہیں اور پھر مطمئن بھی ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنی شناخت خود بنانا چاہتا تھا۔ سب کچھ اپنے بل بوتے پر حاصل کرنا چاہتا تھا۔ فراز میڈیکل کی تیاری کر رہا تھا جبکہ شیراز کو بزنس میں دلچسپی تھی اور اس کا ارادہ مستقبل میں اپنے والد آفندی صاحب کا ہاتھ بٹانے کا تھا۔ رضیہ کا وہ سب سے چھوٹا اور لاڈلا بیٹا تھا اسی لئے وہ کسی صورت اسے خود سے الگ کرنے پر رضامند نہ تھیں۔ رضیہ نے کہا تھا کہ شیراز اور فراز باقی کی تعلیم بھی یہیں مکمل کریں گے، سعد کی

بات ذرا الگ تھی۔ اس کی ضد کے آگے انہیں ہتھیار ڈالنے پڑے۔

آفاق اور رزاق بھی ابھی زیر تعلیم تھے جبکہ شاہ دل اپنے خاندانی بزنس میں مصروف تھا۔ سجاول اور سخاوت یہ ذمہ داری پہلے ہی سنبھال چکے تھے۔ سخاوت ایاز مرحوم کے دوست کی اولاد تھے۔ مگر سب بڑے ہونے کے ناتے ان کی بہت عزت کرتے تھے۔ بہت کم بولنا اور بہت سی کتابیں پڑھنے کا انہیں شوق بھی تھا اور شاید ان کی فطرت کا حصہ بھی تھا۔

❋❋❋

"آج کے بعد میں تم لوگوں کے ساتھ کہیں شاپنگ کے لیے نہیں جاؤں گا۔" رزاق نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

"کیوں بھئی ان بے چاری لڑکیوں نے کیا قصور کر دیا۔" آفاق نے ہمدردی جتائی۔

"ان لڑکیوں نے مجھے الو بنایا ہے۔ پتہ ہے کہتی ہیں ہمارے ساتھ چلو کہ ہم بازار اکیلے نہیں جاسکتیں اور وہاں جا کر میرا خرچہ کراتی رہی ہیں...... اور وہ بھی اس وعدے کے ساتھ کہ جلد لوٹا دیں گے مگر وہ وقت آج تک نہیں آیا۔" وہ حسرت سے بولا۔

آفاق جلدی لڑکیوں کی جانب متوجہ ہوا۔ "ویسے تم لوگ بنی بنائی چیزوں کو بنانے کی کوشش کرتی ہو بڑے افسوس کی بات ہے۔"

"سچ کہتے ہیں لوگ دشمن ہمیشہ اپنوں کے بھیس میں ہوتے ہیں۔" وہ تاسف سے بولا۔

تبھی حسینہ آپا، رضیہ کے ساتھ اندر چلی آئیں۔ وہ صبح شادی کا جوڑا لینے کیلئے نکلی ہوئی تھیں۔ اب جا کر لوٹی تھیں۔ انہیں دیکھتے ہی سب لپکے مگر رضیہ پھپھو نے سب کو ڈانٹا اور بی جی کے کمرے میں بڑھ گئیں۔ سب با جماعت ان کے پیچھے چل پڑے۔ حسینہ آپا نے جوڑا بی جی کے بستر پر پھیلا دیا تاکہ وہ اچھی طرح دیکھ سکیں اور باقی لوگ بھی اس کے بارے میں رائے دے سکیں۔

"واہ کیا زبردست کلر ہے۔" ترانہ نے بے ساختہ تعریف کی، باقی سب بھی تعریف کرنے میں پیچھے نہ رہے۔

"ارے اتنی گرمی پڑ رہی ہے، ٹھنڈا پانی ہی لے آؤ رانی، زیتون، بانو، روحی!" انہوں نے باری باری تمام ملازموں کو آوازیں دیں۔ تبھی زویا، رانی کے ہمراہ ایک بڑی سی ٹرے لئے چلی آئی۔ "یہ لیجئے تائی جان سب کیلئے ٹھنڈا جوس حاضر ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے اورنج جوس کا گلاس پہلے انہیں تھمایا، پھر ایک ایک کر کے سب کو دینے لگی اور اپنا گلاس لے کر بیٹھ گئی۔

تبھی شاہ دل اندر چلا آیا اور صوفے پر بیٹھتے ہی اس نے رانی کو آواز دے کر ایک گلاس ٹھنڈا پانی مانگا۔ زویا نے رانی کو اشارے سے جوس لانے کو کہا۔ وہ جلدی سے بی جی کے کمرے سے باہر نکل گئی۔ شاہ دل نے خاص طور سے اس بات کو نوٹ کیا تھا۔

سخاوت آگئے تو شادی کے ضروری امور پر گفتگو ہونے لگی۔ تبھی زویا اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کہاں جا رہی ہو؟" عصمت نے پوچھا۔

"تائی جان آج آنسہ کا نکاح کا جوڑا لانا ہے اور نیناں کا مایوں کا جوڑا بھی انہی کے پاس ہے۔" وہ ذمہ داری کے احساس کے ساتھ بولی۔

"ہاں چلی جاؤ مگر کسی کو ساتھ لے جاؤ۔" بی جی نے ہدایت کی۔

"بی جی! سب ابھی تو باہر سے تھکے ہوئے آئے ہیں خواہ مخواہ کیا ضرورت ہے کسی کو تکلیف دینے کی۔ میں خود ہی چلی جاؤں گی۔" اس نے ہمدردی سے کہا۔

"میں جانتی ہوں کہ تم بہت بہادر ہو۔ مجھے تم پر بھروسہ ہے لیکن اپنی بوڑھی دادی کے اطمینان کی خاطر ہی میری بات مان لو۔ شاہ دل! جاؤ اسے ساتھ لے جاؤ۔" بی جی نے ایک دم حکم صادر کیا۔

❋❋❋

وہ دونوں ہی چونک اٹھے مگر انکار کی ہمت دونوں میں نہ تھی، اس لئے دونوں ساتھ ساتھ باہر لاؤنج تک آئے تھے، تب زویا رک گئی۔ شاہ دل نے سوالیہ نگاہوں سے زویا کو دیکھا۔

"آپ واپس جاسکتے ہیں میرے لیے اپنا قیمتی وقت ضائع مت کیجئے، یوں بھی مجھے شاندار گاڑیوں میں گھومنے کی عادت نہیں ہے اس لئے کوئی بات میرے لیے پرابلم نہیں بنتی۔" اس نے دھیمے لہجے میں کہا۔ وہ خاموش رہا تو وہ پھر سے بولی۔ "اور سچ بات یہ ہے کہ میری اتنی اوقات نہیں ہے کہ ایسی قیمتی گاڑیوں میں سفر کروں، پھر ڈر بھی لگتا ہے کہ نجانے اگلے قدم پر کونسا الزام منتظر ہو۔"

"دیکھو میں جانتا ہوں کہ میں نے کئی بار تمہیں بلاوجہ ہرٹ کیا ہے' لیکن اس دن جو ہوا وہ میری نہیں تمہاری بہن کی وجہ سے ہوا ہے۔ مجھے احساس ہے کہ اس دن میں نے ضرورت سے زیادہ ہی کچھ کہہ دیا' مگر تمہاری بہن نے میرے لیے ایسے حالات پیدا کردے کہ جن میں، میں یہی کچھ کہہ سکتا تھا کیونکہ میں جب غصے میں ہوتا ہوں تو میری سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں سلب ہو جاتی ہیں۔

اس نے صاف گوئی سے اعتراف کیا۔

"میں نے تو آپ کو کسی معاملے میں موردِ الزام نہیں ٹھہرایا۔ پھر اس وضاحت کا کیا سبب؟ درحقیقت دیکھا جائے تو غلطی میری اپنی ہے۔ میری مڈل کلاس سوچ ہے۔ جہاں رشتوں سے انسان کی ساخت ہوتی ہے جہاں تعلقات اثاثہ اور خلوص سرمایہ ہوا کرتے ہیں۔ وہی سوچ لے کر میں اس محل میں آئی اور یہاں آکر پہلی بار مجھے معلوم ہوا کہ محبت اور خلوص کو ثابت بھی کرنا پڑتا ہے۔" اس کی آنکھوں میں دکھ آن ٹھہرا، شاہ دل نادم ہوا تھا کہنے کو جیسے کچھ تھا ہی نہیں۔

"آخری بار آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں، آپ یقین کریں یا نہ کریں۔ رشتے جوڑنا اور انہیں توڑنا بہت آسان ہوتا ہے، لیکن کچھ رشتے ایسے ہوتے ہیں جنہیں توڑنے کی کوشش میں

انسان خود اپنی ذات کو ہی کئی حصوں میں بانٹ لیتا ہے اور اسے احساس تک نہیں ہوتا۔" وہ اتنا کہہ کر آگے چلی گئی اور سوچنے کے لیے اس کے پاس بہت کچھ چھوڑ گئی۔

❁❁❁

آج مایوں تھا اس لیے گھر میں اک ہنگامہ برپا تھا۔ ہر بندہ اپنی تیاری کے لیے پریشان ہو رہا تھا۔ گھر کے ملازمین بھی جلدی جلدی کام سمیٹ رہے تھے تاکہ فرصت سے تیار ہو سکیں۔ زویا کچن میں آئی تو رانی کو لٹکے منہ کے ساتھ کام کرتے ہوئے دیکھا۔ "کیا بات ہے؟" وہ اس کی ہم عمر تھی اس لئے زویا اسے دوستوں کی طرح ٹریٹ کرتی تھی۔

"وہ جی سب نا مہندی لگا رہی ہیں مجھے بھی مہندی لگانے کا بڑا شوق ہے۔ میرا تو کام ہی ختم نہیں ہو رہا۔" وہ منہ بسورتے ہوئے بولی۔

"اب کیا کام باقی ہے؟" زویا نے کچن میں نگاہیں دوڑاتے ہوئے دیکھا۔

"زویا بی بی! ہزاروں کام باقی ہیں، برتنوں کا ڈھیر دھونا ہے، سب کیلئے شربت بنانا ہے۔ کچھ لوگوں نے چائے کی فرمائش بھی کر رکھی ہے۔ بی جی کیلئے سوپ تیار کرنا ہے اوپر سے مہمانوں کا آنا جانا۔ بی بی مجھے تو لگتا ہے کہ میں آج مہندی نہیں لگا سکوں گی۔" وہ بڑی حسرت سے بولی۔

"ٹھیک ہے ابھی میں یہ سب کرلوں گی۔ تم جاؤ اور جلدی سے مہندی لگا لو تاکہ وقت پر دھو سکو۔ شام ڈھلتے ڈھلتے مہمان بھی آنے لگیں گے۔" زویا نے نرمی سے کہا تو وہ ایک دم خوش ہو گئی اور سیٹنگ روم کی جانب جا دوڑی، جہاں سب مہندی لگا رہی تھیں۔

زویا نے کام کرنا شروع کر دیا جب شاہ دل کسی کام کیلئے رانی کو پکار رہا تھا تو اسے برتن دھوتے دیکھ کر ایک پل کے لئے وہ بری طرح سے چونک گیا مگر اگلے ہی پل اسے غصہ آنے لگا۔ "تم یہاں کیا کر رہی ہو۔ تمام ملازمائیں کہاں مر گئی ہیں۔ تمہیں کسی نے یہ نہیں بتایا کہ یہاں کی لڑکیاں کام سیکھتی ضرور ہیں مگر ملازماؤں کی طرح کام نہیں کرتیں۔" اس کی بات سن کر زویا نے اسے یوں پلٹ کر دیکھا گویا کہہ رہی ہو۔ "کیا واقعی میں اس خاندان کی لڑکی ہوں۔"

ایک پل کیلئے شاہ دل نے نگاہوں کا زاویہ بدل لیا۔ مگر اگلے لمحے سنبھل کر بولا۔ "رانی کہاں گئی ہے؟"

"اسے میں نے مہندی لگوانے بھیجا ہے۔" زویا نے مختصر جواب دیا۔

"وہ یہاں کام کرنے آئی ہے یا مہندی رچوانے۔" اسے غصہ آگیا۔

"خواہشوں کا تعلق طبقات سے نہیں ہوتا، یوں بھی میں نے اسے زبردستی بھیجا ہے، وہ

خود نہیں گئی۔" زویا اتنا کہہ کر دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔

وہ مزید کچھ کہے بنا سٹنگ روم میں چلا آیا اور رانی کو باہر آنے کا کہہ کر چلا گیا۔ اس کے غصے کو سب نے نوٹ کیا تھا۔ رانی دوڑی دوڑی باہر گئی وہ لان میں موجود تھا۔

"جی صاحب!" وہ ڈری ڈری سی بولی۔

"کچن میں اتنا کام ہے پڑا اور یہاں تم اپنے شوق پورے کر رہی ہو، کیا اس بات کی تنخواہ لیتی ہو؟" وہ اسے گھورتے ہوئے غصیلے لہجے میں بولا۔

اس کی تو جان جیسے ہوا ہونے لگی۔ "جی وہ زویا بی بی نے مجھے اپنی خوشی سے بھیجا تھا۔" وہ ڈرتے ڈرتے ہوئے بولی۔

"زویا بی بی کی تو بات ہی مت کرو۔ ان سے کوئی جان بھی مانگے گا تو وہ ہنستے ہنستے دے دیں گی۔ بنا کسی فرض، بنا کسی شرط کے۔" وہ بے ساختہ ہی کہہ گیا۔ رانی کے پلے کچھ نہیں پڑا۔ "اب یہاں کھڑی میرا منہ کیا دیکھ رہی ہو جاؤ جا کر اپنا کام کرو۔ ان کے اچھے ہونے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ تم لوگ اس کا ناجائز فائدہ اٹھاؤ۔" وہ وارننگ کے انداز میں بولا۔

رانی منہ بسورتی ہوئی کچن میں چلی آئی۔

"کیا ہوا تم مہندی لگائے بغیر ہی واپس آ گئیں۔" زویا نے اس کے سادہ سے ہاتھ دیکھے تو پوچھنے لگی۔

"بی بی میں پچھتا رہی ہوں کہ میں گئی کیوں۔ اب تو زندگی بھر مہندی نہیں لگانی۔" وہ بڑی دلبرداشتہ تھی۔

"اب تم مجھے صحیح طرح بتاؤ گی یا مجھے کسی اور سے پوچھنا پڑے گا۔" وہ زچ ہو گئی۔

"اگر پوچھ سکیں تو شاہ دل سے پوچھ لیں۔" وہ اتنا کہہ کر برتن دھونے لگیں۔

زویا نے ہاتھ دھوئے اور باہر چلی آئی اور شاہ دل لان میں لائٹنگ کا انتظام کروا رہا تھا۔ یہ تمام ذمہ داری اسے سونپی گئی تھی۔ وہ مختلف لوگوں کو مختلف ہدایات دے رہا تھا۔ وہ قدرے فاصلے پر رک گئی اور اس کے فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگی۔

شاہ دل کی نگاہ پڑی تو از خود اس کے پاس چلا آیا۔

"کچھ کہنے آئی ہو؟" وہ اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

"کیا رانی ہماری خوشیوں میں صرف اس لئے شریک نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ اس گھر کی نوکرانی ہے، آپ یہ تو خدارا یاد رکھا کیجئے کہ وہ ایک انسان بھی ہے۔ آخر کار آپ کو دوسروں کی خوشیاں چھین کر کونسی تسکین ملتی ہے۔ کیوں آپ لوگوں کو تکلیف دے کر خوش ہوتے ہیں۔" اسے نا

چاہتے ہوئے بھی غصہ آ گیا تھا۔

"اگر کسی ایک انسان کیلئے میرا پرواہ کرنا، میرا سوچنا دوسروں کیلئے تکلیف کا باعث بنتا ہے تو اس میں، میں کچھ نہیں کر سکتا۔" وہ اتنا کہہ کر دوباہ اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ اور وہ شاہ دل کے ان سادہ الفاظ میں الجھ کر رہ گئی۔

❋ ❋ ❋

"جلدی کرو مہندی آج ہی لے کر جانی ہے کل نہیں۔" لڑکے خواتین کی نہ مکمل ہونے والی تیاری سے بیزار ہو رہے تھے۔ "ایک تو تم لوگ بھی نا بھئی پچھلے دو گھنٹوں سے کہہ رہے ہیں کہ بس پانچ منٹ رک جاؤ مگر مجال ہے جو ذرا انتظار کر لو۔" نیلماں خفا سی بولی۔

"میرا خیال ہے میں تو عمر بھر انتظار کر سکتا ہوں۔" شیراز معنی خیز انداز میں بولا۔ اس نے سب کی موجودگی کے باعث بات ادھوری چھوڑی۔ وہ دونوں جانب کی تقریبات کو انجوائے کرنا چاہتا تھا اس لیے کبھی یہاں تو کبھی وہاں ہوتا۔ رضیہ اس کی لاپروائیوں پر اسے بہت ٹوکتی تھیں مگر آفندی ہمیشہ کہتے۔

"رضیہ بیگم آپ کو پتہ نہیں چلے گا اور ایک دن اچانک ہمارا یہ لاپرواہ بیٹا بہت ذمہ دار ہو جائے گا۔" اور یہ کہتے ہوئے ان کے لہجے میں بڑا یقین ہوتا، رضیہ خاموش ہو جاتیں۔

ابھی بھی تمام تر ذمہ داریاں فراز نبھا رہا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ شاہ دل نے رضیہ کے گھر کا بھی بہت سا کام سنبھال رکھا تھا۔

"میرا خیال ہے تم دونوں کو یہیں چھوڑ جاتے ہیں، سکون سے بوڑھے ہوتے رہنا۔" رزاق پر اس کی بساط سے زیادہ ذمہ داریاں تھیں اس لیے وہ بیزار بیٹھا تھا۔

"توبہ ہے کیا انگارے چبانے شروع شروع کر دیئے ہیں۔" شیراز کو اس کی دخل اندازی پسند نہ آئی۔ اس کا انداز ایسا تھا کہ نیلماں کو بے اختیار ہنسی آئی۔

"یہ تم میرے اوپر ہنس رہی ہو۔" رزاق نے اسے بھی نرغے میں لے لیا، وہ بری طرح سٹپٹا گئی اور جلدی سے نفی میں سر ہلایا۔

"یعنی اس وقت میں تمہیں احمق معلوم ہو رہا ہوں۔" شیراز نے شاکی نگاہوں سے نیلماں کو دیکھا۔ اس نے پہلے سے زیادہ زور سے نفی میں سر ہلایا۔

"رہنے دو یار ہو سکتا ہے وہ صرف اپنی ہنسی چیک کر رہی ہو۔" آفاق نے بروقت اس کی جان بچائی تو وہ متشکر نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"جلدی کرو دیر ہو رہی ہے۔" حسینہ آپا بھی آ گئیں۔ "یہ تم لوگوں کی تیاری ابھی تک

ختم نہیں ہوئی۔'' انہوں نے لڑکیوں کی خبر لی۔

''دیکھئے نا آپا ترانے نے پتہ نہیں میرے سوٹ کی میچنگ کی لپ اسٹک کہاں رکھ دی ہے۔'' نیلماں نے منہ بسورتے ہوئے کہا۔

''اب جو ملتی ہے وہ لگالو بابا صاحب نے کہا ہے کہ جلدی چلو وہ ہمیں وہیں ملیں گے۔ سب چیزیں پہلے نکال کر رکھنی چاہیئے تھیں حد ہے لاپرواہی کی اور تم یہاں لڑکیوں کے پاس جمے کھڑے ہو۔ باہر انتظام کون دیکھے گا۔ جاؤ مہمانوں کو ڈھنگ سے گاڑیوں میں بٹھاؤ جاؤ جلدی۔''
جب باری لڑکوں کی بھی آگئی تو انہوں نے وہاں کھسکنے میں عافیت جانی۔

مہندی رضیہ کے گھر پہنچی تو رونق دس گنا بڑھ گئی۔ اس قدر جگمگاہٹ تھی کہ لگتا تھا کہ ستاروں کی بارات زمین پر اتر آئی ہے۔ لڑکے لڑکیوں کے درمیان ہونے والا مقابلہ دیکھنے کے لائق تھا۔ رضیہ نے پھولوں کا تھال لانے کو کہا تو وہ ان کے کمرے میں چلی گئی۔ تھال سامنے میز پر ہی پڑا تھا، وہ تھال اٹھانے لگی۔ تبھی نگاہ کھلی کھڑکی پر پڑی جہاں سے آسمان اور اس کے ماتھے پر چمکتا چاند صاف دکھائی دے رہا تھا۔ اسے ہمیشہ چاند کو تکنا بہت اچھا لگتا تھا۔ اس گھڑی بھی وہ بے اختیار ہو کر کھڑکی میں کھڑے ہو کر چاند کو محویت سے دیکھنے لگی۔ یوں لگتا تھا جیسے پل کی پل میں اس کی روح اس چاند کی روشنی میں جذب ہو جائے گی۔

''تو اسے اپنی تمناؤں کا مرکز نہ بنا چاند تو ہرجائی ہوتا ہے ہر گھر میں اتر جاتا ہے۔''
کسی کے لفظوں کی خوشبو نے زویا کے من کو چھوا تو شناسائی کے احساس کے ساتھ وہ پلٹی سامنے حسب توقع عباد کھڑا تھا۔

''آپ شاعری کا شوق بھی رکھتے ہیں۔ اس کا اندازہ مجھے نہیں تھا۔''

وہ پلٹی تو اسے دیکھتے ہی بڑا پیارا تبسم اس کے ہونٹوں پر آن ٹھہرا۔

''بہت سی باتیں اپنے بارے میں، میں بھی اب جاننے لگا ہوں، اب تو خود سے ملاقات بھی تمہاری بدولت ممکن ہوتی ہے۔'' وہ صداقت سے بولا۔ اس کے لفظوں میں محبت کا رنگ تھا اور لہجے میں جذبوں کی گہرائی۔ وہ کچھ نہیں کہہ سکی بس نگاہیں جھکالیں اور عباد کا دل بے اختیار ہو گیا۔ دل چاہا۔ اس اپنے دل کے اس گوشے میں چھپالے جہاں اسے کوئی نہ دیکھ پائے۔ وقت یونہی ٹھہر جائے کبھی نہ چلنے کیلئے۔ مگر انسان کی ہر خواہش پوری کہاں ہوتی ہے۔

شاہ دل اچانک زویا کو پکارتا ہوا آیا تو دونوں چونکے۔'' سوری میں آپ لوگوں کو ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتا تھا، لیکن پھپھو نے زویا کو کچھ کام کہا تھا۔'' اس نے جلدی سے وضاحت کی، تب زویا نے پیشانی پر ہاتھ مارا۔'' آپ نے تو مجھے اپنے رنگ میں رنگ لیا ہے۔ مجھے اب آپ

کے سوا کچھ یاد نہیں رہتا۔'' اس نے آہستگی سے کہا اور تھال اٹھا کر باہر نکل گئی۔ عباد نے بھی اس کی تقلید کی اور شاہ دل سوچ رہا تھا کہ نجانے کب سے وہ اس بند کمرے میں تنہا تھے۔

❋❋❋

شادی کا دن آگیا۔ سب بڑے خوش تھے۔ نکاح کے چھوہاروں پر لڑکے ٹوٹے پڑ رہے تھے۔ ٹرے زویا کے ہاتھ میں تھی۔ اس لئے وہ پریشان ہو گئی۔'' توبہ ہے سب بلاوجہ ہی چھوہاروں کے معاملے میں بے صبر ہوئے جا رہے ہیں۔'' وہ زچ ہو کر بولی۔

''بلاوجہ نہیں محترمہ، بڑی خاص وجہ ہے۔'' عباد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اچھا تو پھر ہمیں بھی بتا دیجئے کیا خاص وجہ ہے ایسا نہ ہو کہ انجانے میں کوئی اور نادر موقع گنوا بیٹھیں۔'' وہ طنز سے بولی۔

''ضرور، ضرور، یہ بات دراصل ہے کہ سیانے کہتے ہیں کہ جو لوگ نکاح کے چھوہارے کھاتے ہیں ان کی شادی جلدی ہو جاتی ہے۔'' عباد نے آہستگی سے کہا۔

وہ نروس ہونے لگی۔'' حد ہے اتنی جلدی ہے آپ کو۔'' اس نے ٹوکا۔

''بات کچھ اور ہے۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولا، جواباً وہ سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

''سانسیں تو نجانے کب سے لے رہا ہوں اور جینے کی تمنا شدت سے ہونے لگی ہے۔'' وہ زویا کو چاہت سے تکتے ہوئے بولا تو اس نے نگاہیں جھکالیں۔

❋❋❋

''نیناں دلہن بن کر بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ ماشاء اللہ روپ بھی ٹوٹ کر آیا تھا۔'' عصمت ممانی نے تعریف کی۔

''اصل میں مایوں کے دنوں میں اس نے پردہ کیا تھا نا، اس لئے روپ تو آنا ہی تھا۔''
ذاکرہ بھابی بولیں، تبھی رانی سب کیلئے چائے بنا کر لے آئی۔

''ویسے سب ہی کہہ رہے تھے کہ جوڑی خوب ہے۔'' ترانہ نے کپ اٹھاتے ہوئے کہا۔

''ویسے جوڑا بھی غضب کا لگ رہا تھا۔ حسینہ آپا آپ کی پسند کی تو داد دینی چاہئے۔''
زوبیہ نے اپنی رائے کا اظہار کیا۔

''فکر مت کرو تمہاری شادی کا جوڑا بھی ہم حسینہ آپا سے ہی منگوائیں گے۔'' ترانہ نے شرارت سے کہا تو سب ہنسنے لگے۔

''نہیں بھئی، چھ سات سال تک تو میرا شادی کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔'' اس نے بالوں

کو ہینڈ میں جکڑتے ہوئے کہا۔

"ارے بھئی میرے بھائی کو بوڑھا کرنے کا ارادہ ہے کیا؟" عباد کشن کو گود میں رکھتے ہوئے جلدی سے بولا۔ سب اس کے بے ساختگی پر مسکرائے۔ زوبیہ ایک دم جھینپ سی گئی۔ "بیٹا ویسے یہ فرجاد کے واپس لوٹنے کا کیا پروگرام ہے۔" ذاکرہ ممانی نے ایک دم پوچھ لیا۔

"دراصل آنٹی وہ دبئی میں جاب کرتے ہیں انہیں چھٹی ذرا مشکل سے ملتی ہے۔ اس دفعہ امی کافی پروگرام بنا کر بیٹھی ہیں۔" وہ مؤدبانہ انداز میں بولا۔

"ویسے اگر تمہارے والدین بھی اس شادی میں شریک ہوتے ہی تو ہمیں بڑی خوشی ہوتی۔"

"وہ دراصل آنٹی، امی کو جوڑوں کے درد کی شکایت رہتی ہے اور ابو کو ان کے بنا کسی تقریب میں جانا پسند نہیں۔ اس لیے انہوں نے مجھے اور کرن کو تاکید کی تھی۔ ہم شادی میں ضرور شریک ہوں۔" وہ سلیقے سے بولا۔

"ہاں یہ تو ہے۔" ذاکرہ سر ہلانے لگیں۔

"امی صبح ناشتہ کون کون لے کر جائے گا۔؟" سکینہ نے اپنے سوئے ہوئے بچے کو گود سے اتار کر قالین پر لٹاتے ہوئے کہا۔

"تم اور حسینہ تو جاؤ گی، ساتھ میں خاندان کی دو تین عورتیں بھی چلی جائیں گی۔ ورنہ بعد میں شکوہ رہے گا کہ ہمیں نہیں پوچھا اور مدحت تم خاص طور سے جانا۔" انہوں نے بڑے مان سے کہا تھا، اس لیے مدحت نے انکار نہیں کیا۔

"میں جاؤں گی۔" ترانہ نے جلدی سے کہا۔

"اب کیا پورا محلہ جائے گا۔" ذاکرہ نے اسے ڈپٹ دیا۔

"ہاں ہم محلے والے تو ہیں نا۔" اس نے منہ پھلا لیا۔

"جانے دیں نا بھابی بچی ہے۔ اس کی خواہش رد مت کیجئے۔" مدحت نے اس کی حمایت کی تو وہ ایک دم خوش ہوگئی۔

❋ ❋ ❋

زویا کو بابا صاحب نے یہاں داخلہ لینے کی اجازت دیدی تھی مگر اسے فائنل امتحان کے لیے واپس اسلام آباد جانا تھا۔ باقی سب بھی ساتھ جانے کے لیے تیار ہوگئے۔

"یہ تم لوگ کسی خوشی میں جا رہے ہو؟" زویا نے حیرت سے سب کی تیاریاں دیکھ کر پوچھا۔

"بھئی اب ہمیں تمہاری اور زوبیہ کی عادت ہوگئی ہے۔ اس لیے جہاں تم لوگ وہاں سب۔" آفاق نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ بھی مسکرانے لگی۔

"ویسے تمہیں پتہ ہے بھیا اور بھابی نے بھی اسلام آباد ہی اپنا ہنی مون منانے کا فیصلہ کیا ہے۔" شیراز نے بڑی اطلاع دی، سب خوش ہوگئے۔

پھر ایک ہفتہ کیسے ہنستے کھیلتے گزر گیا پتہ ہی نہیں چلا اور جب وہ ڈھیروں خوشیاں سمیٹنے والے واپس آئے تو ایک قیامت خیز خبر زوبیہ کی منتظر تھی۔ فرجاد نے باہر شادی کر لی تھی۔ زوبیہ نے سنا تو اسے تو جیسے سکتہ ہوگیا۔

زویا بھی سناٹے میں آ گئی تھی۔ باقی سب کو بھی جیسے سانپ سونگھ گیا تھا جبکہ شاہ دل کو سچ مچ خوشی ہوئی تھی۔

دوپہر سے لے کر رات تک کسی نے کچھ نہیں کھایا تھا۔ سب بزرگ کمال ماموں کے گھر گئے تھے، تاکہ حقائق پوری طرح سے معلوم کرسکیں۔

"جب بچے جوان ہوتے ہیں تو ان کی اپنی پسند کے فیصلے ہوتے ہیں۔ وہ اپنی آنکھوں سے دنیا دیکھنا چاہتے ہیں۔ نہ کہ والدین کی نظروں سے۔ یہ میرے مجازی خدا سامنے بیٹھے ہیں۔ پوچھ لیجئے میں نے پہلے ہی ان سے کہہ دیا تھا کہ مجھے نہیں لگتا کہ فرجاد اس رشتے سے خوش ہے مگر انہیں صرف اپنی بہن کا خیال رہا۔ اپنی خوشیوں کو پورا اور پرانے رشتوں کو مضبوط کرنے کیلئے ان دونوں بہن بھائی نے جو فیصلے کیے اس کی سزا میری ممتا کو ملی ہے۔ انہوں نے تو فرجاد سے رشتہ توڑ لیا ہے مگر میں اپنے بچے سے کیسے دور رہوں۔" صادقہ نے بولنا شروع کیا تو وہ خاموش نہ ہوئیں وہ جیسے بھری بیٹھی ہوئی تھیں۔ انہوں نے باسانی تمام الزام خاوند اور نند پر ڈال دیا تھا۔

"اگر ایسی بات تھی تو معاف کیجئے گا بھابی غلطی آپ کی تھی، آپ نے ہمیں حقیقت سے غافل رکھا۔" مدحت کو بہت غصہ آ رہا تھا، پہلی بار وہ بھابی سے اس انداز میں مخاطب ہوئی تھیں۔

"کیونکہ تمہارے بھائی صاحب نے میری زبان پر تالے ڈال دیے تھے، وہ کسی صورت اس چھوٹے سے خاندان کو بکھرنے نہیں دینا چاہتے تھے اور اپنی اس خواہش کی تکمیل کیلئے انہوں نے فرجاد کی خوشیاں بکھیر دیں۔" وہ بہت زیادہ دکھی ہو رہی تھی۔

"دیکھئے بہن جو ہونا تھا وہ ہوگیا اسے تو ہم بدل نہیں سکتے مگر جو ہونے والا ہے اس کے بارے میں سوچنا ہماری ذمہ داری ہے۔ فرجاد اور زوبیہ کی صرف منگنی ہوئی تھی مگر عباد اور زویا کا بچپن سے نکاح ہے، میں اس بارے میں آپ کا فیصلہ جاننا چاہتا ہوں۔" ایاز نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

''ایک کی نحوست نے آنے سے قبل یہ رنگ دکھایا ہے کہ میں اپنے بچے کو دیکھنے کیلئے ترس گئی ہوں۔ میری ماںتا انگاروں پر لوٹ رہی ہے۔ میری آنکھوں کے سارے خواب نوچ لیے اب میں دوسری بہن کی نحوست کا سایہ تک اپنے عباد پر نہیں پڑنے دوں گی، میری طرف سے رشتے کو ختم سمجھیں۔'' وہ قدرے سفاکی سے بولیں۔

ڈرائنگ روم میں موجود تمام لوگ سناٹے میں آ گئے۔

''صادقہ بیگم آپ جانتی ہیں۔ آپ کیا فرما رہی ہیں۔'' کمال احمد کو جیسے یقین نہیں آ رہا تھا، شاید اسی لیے تصدیق کی خاطر گویا ہوئے تھے۔

''کمال صاحب! ایک فیصلہ آپ نے ایسا کیا کہ جس کے نتیجے میں، میں نے اپنے بیٹے کو کھو دیا اور دوسرا فیصلہ میں اپنے مکمل ہوش وحواس میں کر رہی ہوں کیونکہ میں ماں ہوں، بار بار اپنی ماںتا پر چوٹ برداشت نہیں کر سکتی۔'' ان کی آواز قدرے بلند تھی۔

''دیکھئے بہن آپ ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچئے۔ دو خاندانوں کی عزت کا سوال ہے۔ عباد اور زویا کی زندگی کا سوال ہے۔ آپ کا یہ فیصلہ بہت کچھ برباد کر دے گا۔ زویا معصوم اور عباد بے گناہ ہے اس لئے انہیں اس طرح سزا مت دیجیے، اگر پریشان زویا ہوگی تو بے چین عباد بھی ہوگا۔'' ایاز انہیں ہر صورت سمجھانا چاہتا تھا۔

''مجھے کچھ مت سمجھائیے میرا فیصلہ اٹل ہے۔'' وہ اتنا کہہ کر ڈرائنگ روم سے باہر نکل گئیں۔

''کمال بھائی آپ کے مجھ پر بہت سے احسانات ہیں اور میں آپ کی بہت عزت کرتا ہوں، لیکن میں اپنی بیٹیوں کی زندگی سے کھیلنے کی اجازت کسی کو نہیں دوں گا۔ جہانزیب پہلی مرتبہ بولے اور اس قدر پتھریلا لہجہ تھا کہ کمال احمد لرز کر رہ گئے۔

❋ ❋ ❋

''حد ہوگئی ہے ان لوگوں نے آخر سمجھ کیا رکھا ہے۔ دونوں کی زندگیوں کو تماشا بنا کر رکھ دیا ہے۔ کیا شریف لوگوں کا یہی شیوہ ہوتا ہے۔'' سجاول کو بہت غصہ آ رہا تھا۔ بابا صاحب بالکل خاموش تھے۔

''پاپا آپ لوگ بھی اتنی بڑی بات سن کر خاموشی سے چلے آئے۔'' آفاق کو بھی غصہ آ رہا تھا۔

''تو تمہارے خیال میں ہمیں کیا کرنا چاہیے تھا'' ایاز قدرے سخت لہجے میں بیٹے سے مخاطب ہوئے۔

''ان دونوں بھائیوں کو ایسی سزا دیتے کہ دنیا کے لیے عبرت بن جاتے۔'' وہ کسی طرح اپنے غصے کو کنٹرول نہیں کر پا رہا تھا۔

''بیٹا ذرا صبر سے کام لو۔'' آفندی نے اٹھ کر نرمی سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

''اب بھی کسی صبر کی گنجائش باقی ہے۔'' سعد نے حیرت سے باپ کو دیکھا۔

''یہ معاملہ تم لوگوں کا نہیں ہے۔ اس میں تم لوگوں کی دخل اندازی مناسب نہیں۔ یوں بھی بڑوں کی موجودگی میں چھوٹوں کی زبان درازی ہمیں پسند نہیں ہے۔'' بابا صاحب نے قدرے سخت لہجے میں کہا۔

''اب تم لوگ جا سکتے ہو۔'' انہوں نے تحکمانہ انداز میں کہا۔ لہجہ اس قدر سخت تھا کہ کوئی بھی کچھ نہ کہہ سکا۔

سعد وہاں سے سیدھا گھر لوٹا تھا، سب لاؤنج میں موجود تھے۔ نیناں اپنی نگرانی میں کھانا بنا رہی تھی۔ سعد وہیں پر ٹک گیا، غصے کی شدت سے دماغ پھٹ رہا تھا۔ شیراز اور فراز میچ دیکھ رہے تھے۔ رضیہ بھی وہیں موجود تھیں۔ سعد کی غیر معمولی خاموشی کو سب نے محسوس کیا تھا۔ تب فراز کے اشارے پر شیراز نے ٹی وی بند کر دیا تھا۔ سب اس کے قریب آ گئے۔ ''کیا بات ہے بیٹا تم اس قدر پریشان کیوں ہو اور تمہارے ابو کہاں رہ گئے۔'' وہ بے حد پریشان تھیں۔

''قیامت ٹوٹ پڑی ہے شاہ پیلس پر۔'' اس کے لفظوں نے پل بھر کیلئے سب کو ہراساں کر دیا۔ سب نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا مگر زبان میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ سوال لبوں تک لا سکتے۔

''فرجاد نے کہیں اور شادی کر لی ہے اور عباد کی امی نے فیصلہ کیا ہے کہ اب وہ زویا کو طلاق دے دے گا۔'' سعد نے گویا دھماکہ کیا۔

''سعد بیٹا تم یہ کیا کہہ رہے ہو؟'' رضیہ کا تو دل بیٹھنے لگا۔ ان کے بھائی پر اتنی بڑی قیامت گزر گئی اور وہ بے خبر رہیں۔ خود پر افسوس ہونے لگا۔

''فرجاد کو تو میں جانتا نہیں لیکن عباد اس بات کو مان سکتا ہے، میرا دل نہیں مانتا۔'' فراز کو یقین نہیں آیا۔

''اگر عباد کے ذہن میں کوئی ایسی بات ہے تو اسے فوراً نکال دینی چاہیے، کیونکہ زوبیہ کی تو محض منگنی ہوئی تھی مگر عباد، زویا کا شوہر ہے اور شوہر کے سر کی چادر ہوتا ہے۔ اس طرح طلاق دینے کا مطلب بھرے بازار میں اس کے سر سے چادر کھینچنے کے مترادف ہے۔'' شیراز کو بہت دکھ ہو رہا تھا۔ نیناں ٹھنڈے پانی کی بوتل اور گلاس لے آئی۔ پہلے رضیہ اور پھر سعد کی طرف دیکھا۔

"میرا خیال ہے ہمیں بھی وہاں چلنا چاہیے۔ ان لوگوں کو ہماری ضرورت ہوگی۔" فراز نے رائے دی۔

"ہاں امی یہ ٹھیک رہے گا۔" شیراز نے بھائی کی تائید کی۔

"نیناں بیٹا! اندر سے میری شال لے آؤ اور شیراز تم جلدی سے گاڑی نکالو۔" وہ حواس باختہ ہونے لگیں۔

"پھپھو پلیز خود کو سنبھالیں۔" ان کا فق چہرہ دیکھ کر نیناں اپنا دکھ بھلا کر انہیں تسلیاں دینے لگیں۔

تمام راستے وہ روتی رہی تھیں اور بار بار کہہ رہی تھیں کہ میرے بھائی کی زندگی میں پہلے تھوڑی مشکلیں تھیں کہ قدرت نے مزید دکھ اس کی جھولی میں ڈال دیئے۔ ان کی آنکھوں سے ایک تسلسل سے آنسو بہہ رہے تھے۔

وہاں پہنچے تو زوبیہ کا رو رو کر برا حال تھا۔ زویا گم سم تھی۔ اور مدحت کو دیکھو تو یوں لگتا تھا کہ ان کے وجود کے ٹکڑے بھی کر ڈالو تو بھی ان کے لہو کا ایک قطرہ تک نہیں نکلے گا۔

جہانزیب بالکل چپ تھے، رضیہ کبھی ایک کو تسلی دیتیں کبھی دوسرے کو۔ کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کیا کریں۔ نیناں سے تو یہ برداشت ہی نہیں ہو رہا تھا۔ وہ باہر چلی آئی، سعد سامنے آیا تو اسے دیکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"ارے کیا ہوا؟" وہ پیار سے بولا۔

"سعد مجھ سے یہ برداشت نہیں ہو رہا۔ اپنوں کو یوں مسلسل اذیت میں دیکھنا میری استطاعت سے باہر ہے۔" وہ اس گھڑی میں بہت کمزور پڑ رہی تھی۔

"دیکھو نیناں بہادر وہ نہیں ہوتا جو ذرا سی ٹھیس لگنے پر بکھر جائے بلکہ وہ ہوتا ہے جو دوسروں کو بھی اپنے حوصلوں سے سمیٹ لے۔" اس نے نیناں کی ہمت بڑھائی مگر اس کے آنسوؤں میں اور روانی آ گئی۔

"مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے سعد! میں کہاں سے لاؤں وہ الفاظ جو ان لوگوں کے لئے حرف تسلی بن سکیں۔ اچھے لوگوں کے ساتھ آخر اتنا برا کیوں ہوتا ہے۔؟" وہ چاہ کر بھی خود کو نہیں سنبھال پا رہی تھی اور اس پل سعد کو لگ رہا تھا کہ وہ اسے تسلی نہیں دے سکتا مگر پھر بھی اس نے آگے بڑھ کر اس بکھری لڑکی کو سمیٹنے کی کوشش کی۔

❋ ❋ ❋

"زویا کل تمہارے ایڈمیشن کی لاسٹ ڈیٹ ہے۔ تمہیں فارم جمع کروانے جانا

چاہئے۔" ترانہ نے اس کی ہمت بڑھائی جواباً وہ خاموش رہی۔

"یوں چپ چاپ اندھیرے کمرے میں بیٹھنے سے تمہیں کیا لگتا ہے کہ تمہاری تمام پرابلمز سولو ہو جائیں گی؟" ترانہ کا دل دکھ رہا تھا اور اندر کا سارا غبار غصے کی صورت میں باہر نکل رہا تھا۔

وہ اس بار بھی خاموش رہی۔

"ٹھہرو میں لائٹس آن کروں۔" وہ اٹھنے لگی تبھی زویا نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے دوبارہ بیڈ پر اپنے ساتھ بٹھا لیا۔ اس نے سوالیہ نگاہوں سے زویا کو دیکھا۔ "تمہیں اس کمرے میں پھیلا اندھیرا تو صاف دکھائی دے رہا ہے اور تم اس سے گھبرا بھی رہی ہو جبکہ اس سے زیادہ گہری تاریکی میری ذات میں بکھری ہوئی ہے۔" وہ بولی تو لگا جیسے کئی شیشے ایک ساتھ چٹخے ہوں، ترانہ کا دل دکھ رہا تھا۔

"اس تاریکی کو خود سے الگ کر دو ورنہ کہیں ایسا نہ ہو تم اپنی ذات کو اپنے ہاتھوں سے کھو دو۔" ترانہ نے نرمی سے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔

"گم ہونے کیلئے تاریکیوں کی ضرورت نہیں ہوتی، کچھ چیزیں روشنی میں بھی کھو جاتی ہیں۔ کبھی کبھی تو اپنا آپ بھی......" اس کی آنکھوں میں نمی تھی۔

"کل تم ضرور جانا میں بھی چلوں گی اور اب میں مزید کوئی بات نہیں سنوں گی۔" اس نے قطعی لہجے میں کہا۔ زویا نے کوئی جواب نہیں دیا۔

❋ ❋ ❋

"میں اسے کبھی طلاق نہیں دوں گا۔" عباد ماں کے سامنے کھڑا اٹل لہجے میں بولا۔

"اچھا تو آج ماں سے زیادہ لڑکی کی اہمیت ہو گئی جو ابھی تمہاری زندگی میں آئی بھی نہیں۔" صادقہ بیٹے کے انکار پر بھڑک اٹھی۔

"امی وہ کوئی عام لڑکی نہیں ہے۔ میری منکوحہ ہے اور اس سے میرا نکاح آپ کی اور ابو کی مرضی سے ہوا تھا۔"

"اور اب میری مرضی ہے کہ تم اسے طلاق دے دو۔" وہ تحکمانہ انداز میں بولیں۔

عباد تڑپ اٹھا۔ "امی آپ نے مجھے کھلونا سمجھ رکھا ہے یا مجھے دنیا کے سامنے تماشا بنانے کا ارادہ ہے۔ خدارا ابو آپ ہی کچھ کہیے۔" عباد سر جھکائے بیٹھے کمال احمد سے مخاطب ہوا۔

"میں انہیں جتنا سمجھا سکتا تھا سمجھا چکا، لیکن تم سے میں ایک بات ضرور کہنا چاہتا ہوں کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ زویا کی حفاظت، اس کی عزت کی پاسداری تمہاری ذمہ داری ہے۔"

تم میرے بیٹے ہو۔ مجھے یقین ہے کہ تم اپنی ذمہ داری ایمانداری سے نبھاؤ گے۔'' وہ سنجیدگی سے بولے۔

''اور فرجاد آپ کا بیٹا نہیں۔ اس کے ساتھ جو ہوا آپ کو اس کا ذرا احساس نہیں؟''
صادقہ دکھی ہونے لگیں۔

''اس کی وجہ سے مجھے اپنی اکلوتی بہن کو کھونا پڑا۔ میرا سر پورے خاندان کے سامنے جھک گیا۔ وہ میرا بیٹا ہرگز نہیں ہو سکتا اور جہاں تک احساس کا سوال ہے تو ہمدردی کا مستحق آپ کا بیٹا نہیں، زوبیہ ہے، کیونکہ وہ جو کچھ باہر کرتا رہا ہے، اس سے ہم انجان تھے لیکن پاکستان میں ایک لڑکی اس کا انتظار کر رہی ہے۔ اس کے ساتھ عمر بتانے کے سپنے سجائے اس کی منتظر ہے۔ اس بات سے وہ ہمیشہ واقف تھا۔ اس لئے وہ قصور ہے اور آپ کیسی ماں ہیں جو اپنے بیٹے کو صحیح اور غلط کی پہچان کرانے کے بجائے اس کے فیصلے کو سراہ رہی ہیں۔ آپ خود ایک عورت ہیں، پھر دوسری عورت کے اجڑنے پر اس قدر مطمئن کیسے ہو سکتی ہیں۔ اور اتنا ہی نہیں آپ نے سنگدلی کی حد کر دی۔ یعنی بجائے اپنے بیٹے کی غلطی سدھارنے کے آپ اپنے دوسرے بیٹے کو غلطی کرنے کا حکم دے رہی ہیں۔ کیا ماں ایسی ہی ہوا کرتی ہے۔'' کمال احمد سخت غصے میں تھے۔

''فرجاد پر زوبیہ کو مسلط کیا گیا تھا۔'' وہ بولیں۔

''مان لیتا ہوں مگر یہ بھی سچ ہے کہ عباد کیلئے ہم نے جو فیصلہ کیا، وہ اب اس کی سب سے بڑی خوشی بن چکا ہے۔ اسے اس کی خوشیوں سے کیوں محروم کرنا چاہتی ہو۔'' انہوں نے دکھ سے کہا۔

''ایک بہن نے تو گھر میں قدم رکھنے سے پہلے ہی مجھ سے میرا بیٹا چھین لیا ہے۔ اب میں نہیں چاہتی کہ دوسری بہن اپنی نحوست کا سایہ میرے دوسرے بیٹے پر ڈالے۔ کمال آپ کی ضد کا نتیجہ سامنے آ چکا ہے۔ اب میں نہیں چاہتی کہ پھر سے آپ کا کوئی فیصلہ میرے گھر کو برباد کر دے۔'' وہ کسی صورت میں بھی ماننے کو تیار نہیں تھیں۔

''صادقہ بیگم! خواہ مخواہ کے وہموں کو اپنے دل میں جگہ مت دو کہ رشتوں کیلئے جگہ کم پڑ جائے۔ کیوں ایک فضول سی بات کو انا کا مسئلہ بنا رہی ہو۔'' کمال احمد زچ ہو گئے۔

''میں نے جو فیصلہ کیا ہے میں اس نہیں بدل سکتی۔''

''تم بھی سن لو اگر زویا اس گھر میں نہیں آئے گی تو میں عباد اور کرن کو لے کر یہ گھر چھوڑ دوں گا۔'' وہ اس قدر قطعی لہجے میں بولے کہ صادقہ لرز اٹھیں اور عباد نے حیرت سے باپ کو دیکھا تھا۔

❋ ❋ ❋

زویا اور ترانہ فارم جمع کرانے کے بعد جونہی کالج کے سامنے گیٹ سے باہر آئیں۔ سامنے گاڑی سے ٹیک لگائے عباد کو اپنا منتظر پایا۔ زویا گزر جانا چاہتی تھی لیکن عباد راہ میں حائل ہو گیا۔

''مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔'' وہ دھیمے لہجے میں بولا۔

''مجھے دیر ہو رہی ہے۔ میں اس وقت کوئی بات نہیں کر سکتی۔'' زویا نگاہیں چرا کر بولی۔

''بات کر لو زویا شاید اس طرح تمہاری مشکل کا کوئی حل نکل آئے۔'' میں تمہارا گاڑی میں انتظار کر رہی ہوں۔'' ترانہ نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر نرمی سے کہا اور گاڑی کی جانب بڑھ گئی۔ جہاں ڈرائیور منتظر تھا۔ اسے دیکھتے ہی ڈرائیور نے دروازہ کھولا اور ترانہ اندر بیٹھ گئی۔

''کہیے کیا کہنا چاہتے ہیں آپ؟'' زویا سنجیدگی سے بولی۔

''میری گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔'' عباد نے اسے آفر دینے کے ساتھ اس کیلئے دروازہ بھی کھول دیا۔

''نہیں میں ٹھیک ہوں۔'' وہ ایک دم پیچھے ہٹتے ہوئی بولی۔

''اتنی اجنبیت برت رہی ہو وہ بھی مجھ سے؟'' اسے جیسے یقین نہیں آ رہا تھا۔

''ایسی کوئی بات نہیں۔'' اس کے رویے میں ذرا بھی فرق نہیں آیا تھا۔

''دیکھو آتے جاتے لوگ کتنی عجیب سی نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں۔ پلیز اندر بیٹھ جاؤ۔'' وہ نرم لہجے میں بولا، مگر وہ خاموش رہی۔

''زویا کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ فرجاد بھائی نے جو زوبیہ کے ساتھ کیا، اس کی وجہ سے میری ذات تمہارے لیے ناقابل اعتبار ہو گئی ہے۔؟'' عباد نے بغور اسے دیکھا تو اس نے نگاہیں جھکا لیں، عباد کو جیسے دھچکا لگا تھا۔ ''میں تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں۔؟'' اس کی آواز نہ چاہتے ہوئے بھی اونچی ہو گئی،

''پتہ نہیں۔'' وہ اتنا کہہ سکی۔

''اس بات کا میں کیا مطلب سمجھوں؟'' وہ اب بھی سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''مجھے اب خود سے بھی ڈر لگنے لگا ہے۔ میرے لیے اپنی ذات قابل بھروسہ نہیں رہی، کسی اور کا ذکر کیا کروں۔'' وہ کھوئی کھوئی سی بولی۔

''یعنی اب تم نے مجھے خود سے یوں الگ کر دیا ہے۔ کہ ہمیں کے بجائے میں اور تم

کہہ کر بات کر رہی ہو۔'' اسے دکھ ہوا تھا۔ زویا خاموش ہو رہی۔

''تم یہ بات کیوں نہیں سمجھتیں کہ زوبیہ اور فرجاد بھائی کے رشتے کی بنیاد صرف بڑوں کا اپنا فیصلہ تھا۔ مگر زویا ہمارے درمیان اس فیصلے کے علاوہ بھی بہت کچھ ہے۔ ہمارا رشتہ اور ہماری محبت۔'' وہ نرمی سے سمجھانے لگا۔

''اگر محبت نہیں تھی، وہ ہر گھڑی فون پر، خط کے ذریعے اس جذبے کا اظہار کیوں کرتے رہے؟ کیوں اس کے دل، اس کے جذبوں سے کھیلتے رہے؟'' وہ پھٹ پڑی۔ ''جہاں تک ہمارے رشتے کا سوال ہے تو عباد کمال احمد! رشتے موتیوں کی مالا کی طرح ہوتے ہیں، مالا کا ایک موتی ٹوٹ جائے تو پوری مالا بکھر کر رہ جاتی ہے اور رہا سوال محبت کا تو آج تو مجھے شدت سے احساس ہو رہا ہے کہ دیئے کو بجھانے کیلئے خود سرد ہوا کا ایک جھونکا کافی ہوتا ہے جسے اپنی غرض کیلئے کوئی بھی صورت دی جا سکتی ہے۔ ایک محبت بھرا دل شاید اس دنیا کی سب سے سستی شے ہوتی ہے جسے اگر بیچنے نکلو تو اس کی کوئی قیمت تو کیا دے گا، مفت میں بھی اسے اپنے پاس رکھنا پسند نہیں کرے گا۔ کتنی احمق تھی میں، آج تک یہی سمجھتی رہی کہ میری منزل محبت ہے لیکن آج معلوم ہوا کہ محبت کی کوئی منزل نہیں ہوتی بلکہ وہ بذات خود ایک راستہ ہوتی ہے۔ قدموں میں روندے جانے والا ایک راستہ۔'' وہ دکھ سے چور تھی جس کی عکاس اس کی بھیگی ہوئی سرخ آنکھیں تھیں۔

''زویا تمہیں کیا لگتا ہے کہ اگر میں بروقت فرجاد بھائی کے فیصلے سے آگاہ ہو جاتا تو میں انہیں یہ قدم اٹھانے سے نہ روکتا۔ زوبیہ کی آنے والی خوشیوں کی حفاظت نہ کرتا۔'' وہ سوالیہ نگاہوں سے اس کے چہرے کو تک رہا تھا۔

''میں نے آپ کو الزام نہیں دیا۔'' وہ پتھریلے لہجے میں بولی۔

''مگر سزا تو دے رہی ہو، خدارا زویا میری روح کو یوں سنگسار مت کرو۔'' وہ ملتجی تھا۔

وہ بنا کچھ کہے گاڑی کی جانب بڑھ گئی۔ جہاں ترانہ اس کی منتظر تھی۔ وہ خاموشی سے برابر بیٹھی اور دروازہ بند کر لیا۔ ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔ چند لمحے ترانہ نے زویا کے بولنے کا انتظار کیا مگر وہ ہونٹوں پر قفل ڈالے کھڑکی سے باہر دوڑتے ہوئے مناظر کو دیکھ رہی تھی۔

''اس مشکل کا کوئی حل نکلا؟'' آخر رہا نہ گیا تو اس نے پوچھ لیا۔

مگر وہ یوں خاموش تھی گویا اس نے کچھ سنا ہی نہ ہو۔ ترانہ نے فی الحال خاموش رہنا ہی بہتر سمجھا۔

❋❋❋

''کیا بات ہے اتنا وقت ہو گیا ہے اور تم اب تک جاگ رہے ہو؟'' طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟'' نیناں نے شیراز کو اتنی رات تک لاؤنج میں صوفے پر آڑھا ترچھا بیٹھے دیکھا تو سوچنے لگی۔

وہ چونک کر سیدھا ہو گیا، ارے بھابی آپ کب آئیں۔ مجھے تو پتہ ہی نہیں چلا۔'' اس نے ٹی وی کی آواز بھی کم کر دی۔

''تب جب تم گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے۔'' وہ قدرے فاصلے پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ وہ خاموش ہو گیا۔

''کیا بات ہے شیراز بتاؤ نا؟'' اس کی خاموشی نیناں کو کھل رہی تھی۔

''بھابی آپ خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہیں۔''

''اگر بتانا نہیں چاہتے تو منع کر دو۔ میں بالکل برا نہیں مانوں گی۔'' وہ سنجیدگی سے بولی۔

''بھابی یہ بات نہیں دراصل آج عباد نے مجھے بلایا تھا۔ وہ چاہتا ہے کہ میں زویا سے اس کے لیے بات کروں۔'' اس نے دھیمے لہجے میں کہا۔

''اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔ وہ تمہیں اور آفاق کو بالکل بھائیوں کی طرح چاہتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ اکثر کہتی ہے کہ ''اگر اللہ بھائی دیتا تو اس کی اولین خواہش یہی ہے کہ وہ آفاق اور تم جیسے ہوتے۔ میرا خیال ہے وہ تم دونوں کی بات بہتر طور پر سمجھ سکتی ہے۔ آئی تھنک ایک کوشش تو تمہیں کرنی چاہئے۔'' وہ ہمیشہ اپنی شخصیت کی طرح بہت پروقار گفتگو کرتی تھی۔ یہی بات شیراز کو بہت بھاتی تھی، اس لیے وہ اس کیلئے قابل بھروسہ تھی کہ وہ ہر اہم بات اس سے شیئر کرتا تھا۔ سوائے نیلماں کے کیونکہ وہ قبل از وقت اس کا ذکر نہیں کرنا چاہتا تھا۔

''بھابی! بات زویا کو سمجھانے والی نہیں ہے وہ بیچاری تو خود اس وقت بے بس ہے۔ دراصل اس وقت جو حالات ہو گئے ہیں ان میں مجھے کوئی بات بنتی دکھائی نہیں دیتی۔ ایک طرف عباد کی امی نے ضد پکڑی ہوئی ہے تو دوسری جانب جہانزیب ماموں اور مدحت ممانی سخت غصے میں ہیں اور بابا صاحب تو ان لوگوں کی صورت نہیں دیکھنا چاہتے۔ آپ بتائیے اب ایسے میں، میں کیا کروں۔'' وہ سخت پریشان تھا۔

''لیکن یہ بھی تو حقیقت ہے کہ جہانزیب چچا اور مدحت چچی حق پر ہیں۔'' نیناں نے کشن کو گود میں لیتے ہوئے کہا۔

''مگر بھابی! عباد کی بھی تو کوئی غلطی نہیں ہے۔'' شیراز نے ہمدردی سے کہا۔

"لیکن جو حالات ہیں، اس کی ابتداء تو عباد کے گھر سے ہوئی ہے نا، صادقہ ممانی کا رویہ سب کیلئے بے حد تکلیف دہ ہے۔ اب اس معاملہ نے بہت سنگین صورت اختیار کر لی ہے۔ صادقہ ممانی اپنی غلطی ماننے کو تیار نہیں جبکہ چاچو یہ فیصلہ کر چکے ہیں کہ اب وہ کمال احمد کے گھر سے کوئی رشتہ باقی نہیں رکھیں گے۔" نیناں نے بتایا۔

"تو آپ ہی بتایئے بھابیۃ اب اس مسئلے کا حل کیا ہوسکتا ہے؟" وہ پریشان ہو گیا۔

"فی الحال تو ہم اچھی امید ہی رکھ سکتے ہیں۔" اس نے تسلی آمیز لہجے میں کہا۔

تو وہ خاموش ہو گیا مگر چہرے پر پریشانی عیاں تھی۔

❋❋❋

"جو بھی ہوا کچھ اچھا نہیں ہوا ہے۔ اس وجہ سے سب بے حد پریشان ہیں۔" سفینہ بصارت ملک اعوان سے مخاطب تھیں۔

"جو لوگ دوسروں کے ساتھ اچھا نہیں کرتے ان کے ساتھ اچھا ہوتا بھی نہیں۔" شاہ دل کو جیسے کسی بات کا افسوس نہیں تھا۔

"دیکھو شاہ دل میں جانتا ہوں کہ بہت کچھ ایسا ہے جو تم نہیں بھول سکتے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم انسانیت کو بھول جاؤ۔"

بصارت ملک اعوان شدید غصے کی کیفیت میں تھے۔ شاہ دل پہلی بار سہم گیا کیونکہ آج تک انہوں نے کبھی اس سے اونچی آواز میں سخت لہجے میں بات نہیں کی۔ اس لیے وہ خاموشی سے اٹھ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔

"رہنے دیں بچہ ہے۔ آپ اتنا غصہ مت کیجیے۔" سفینہ نے دھیمے لہجے میں کہا۔

"نہیں سفینہ اب یہ بڑا ہو چکا ہے اسے اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہونا چاہئے، اسے یہ اندازہ ہونا چاہئے کہ کس وقت کس انسان سے کونسی گفتگو مناسب ہے۔" بصارت اعوان قدرے غصے سے گویا ہوئے۔

"یہ سب باتیں سعد میں بھی ہوسکتی ہیں لیکن اس وقت یہ ضروری ہے کہ آپ بابا صاحب کا حوصلہ بڑھائیں۔" وہ آہستگی سے کہتے ہوئے بصارت ملک اعوان کو حیران کر گئیں۔

"تم جانتی ہو تم کیا کہہ رہی ہو؟" وہ بے یقینی کی سی کیفیت میں تھے۔

"میں جو کہہ رہی ہوں اپنے تمام تر ہوش وحواس میں کہہ رہی ہوں، میں نہیں چاہتی کہ یہ نفرت ہماری وراثت بن جائے۔ اس لیے یہ سب کہہ رہی ہوں۔" وہ صداقت سے بولیں۔

"جو جہانزیب نے تمہارے ساتھ کیا اسے بھول پاؤ گی کیا؟" وہ اب تک بے یقینی

کے حصار میں تھے۔

"شاید نہیں کیونکہ یہ میرے بس کی بات نہیں ہے مگر میرے بس میں اتنا ضرور ہے کہ میں دو بھائیوں کے درمیان کھڑی دیوار کو ضرور گرا سکتی ہوں۔" وہ ایک عزم سے بولیں تو انہیں اپنی بیٹی پر فخر ہونے لگا۔

❋❋❋

"میں نے آپ کی تمام پیکنگ کر دی ہے۔ اگر کوئی چیز رہ گئی ہو تو بتا دیجئے۔" وہ بیگ کی زپ بند کرتے ہوئے بولی۔ چہرے پر اداسی سی چھائی ہوتی تھی۔ سعد اس کے قریب بیٹھا ہوا تھا۔

"تم تو ابھی سے اداس ہو گئیں، ابھی تو تمہارا سعد تمہاری نگاہوں سے اوجھل بھی نہیں ہوا۔" وہ پیار سے اسے دیکھتے ہوئے بولا نیناں خاموش رہی۔

"تم پہلے سے جانتی تھیں نا کہ مجھے جانا ہے پھر بھی اتنا پریشان ہو رہی ہو؟" اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیسے سمجھائے۔

"پریشان نہ ہونا میرے اختیار میں نہیں۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔

"اور اگر میرے اختیار میں ہوتو میں کبھی تم سے ایک پل کیلئے بھی دور نہیں جانا چاہوں گا مگر مصلحتاً جانا پڑ رہا ہے۔" وہ نرم سے لہجے میں بولا۔

وہ خاموش رہی تو وہ پھر سے گویا ہوا۔ "پلیز نیناں روؤ مت، میں ان آنکھو میں آنسو نہیں دیکھ سکتا۔" وہ اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے بولا۔

"سعد مصلحتیں دکھوں کا مداوا نہیں ہوتیں۔" اس کی سرمئی آنکھوں میں کئی سمندروں کا پانی آٹھہرا تھا۔

سعد نے اسے شانوں سے تھام لیا۔ "دیکھو ابھی میرے جانے میں وقت ہے۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تم آنسو بہانے میں وقت ضائع کرنے کی بجائے ان لمحوں کو خوبصورت بنانے میں میرا ساتھ دو جو ابھی ہماری دسترس میں ہیں۔ میں ان لمحوں کو تمہارے لیے امر کر دینا چاہتا ہوں، اس قدر کہ اگر یہ یاد بن کر تمہیں چھوئیں تو تم مسکرا اٹھو۔" اس کا لہجہ بہت دھیما تھا۔

نیناں کی نگاہیں ایک پل کیلئے اس سے ملیں اور پھر اس کی شدتوں سے گھبرا کر جھکتی چلی گئیں۔ کئی دھنک رنگ اس کی ذات میں دھیرے دھیرے اترنے لگے جو ان لمحوں کی سوغات تھے۔

❋❋❋

"کیا بات ہے بھابی بہت اداس لگ رہی ہیں؟" وہ کچن میں آیا تو نیناں کو ملازمہ کے ساتھ مصروف دیکھ کر پوچھنے لگا کیونکہ آج اس کے ہونٹوں پر روزانہ کی طرح وہ ہلکی سی مسکان نہیں تھی جسے ہونٹوں پر سجائے وہ سب کو صبح وش کرتی تھی۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔" وہ جلدی سے بولی اور کپوں میں چائے انڈیلنے لگی تو ملازمہ نے بڑی پھرتی سے ٹرے میں ناشتہ لگانا شروع کر دیا اور باری باری تمام لوازمات سلیقے سے سجانے لگی۔

"بھابی آپ بھائی کے جانے سے افسردہ ہیں نا۔" شیراز نے سنجیدگی سے کہا۔

وہ خاموش ہوگئی۔

"بھابی اگر اسی طرح اداس رہیں تو بھائی یہاں سے پریشان ہو کر جائیں گے اور میرا خیال ہے ایسا آپ ہرگز نہیں چاہیں گی۔" وہ اسے سمجھانے لگا۔

"تم اس اداسی کا سبب نہیں سمجھ سکتے کیونکہ تم نے صرف رشتوں کو جیا ہے احساس کو نہیں۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔

"میں بھابی سے سو فیصد متفق ہوں۔" فراز بھی وہاں چلا آیا۔

"اچھا تو دونوں دیور بھابی مل کر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ مجھ میں احساسات کی کمی ہے یعنی دوسرے الفاظ میں، میں بے حس ہوں۔" وہ مصنوعی خفگی سے بولا۔

"احساسات ہونا الگ بات ہے۔ انہیں جینا الگ بات ہے۔" نیناں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ فراز نے بھرپور تائید کی۔ "اچھا خیر یہ سب باتیں بعد میں، اس وقت جلدی ورنہ ناشتے کیلئے لیٹ ہو جائیں گے۔" وہ جلدی جلدی چیزیں اٹھا کر ٹرالی میں رکھنے لگی۔ سب نے مل کر ساتھ ناشتہ کیا تھا۔ تقریباً سب لوگ ہی سعد سے ملنے آئے تھے۔ فراز، شیراز، سخاوت، آفاق ائیر پورٹ تک چھوڑنے گئے تھے۔

رضیہ نے انہیں اپنی دعاؤں، اور آفندی صاحب نے اپنی شفقتوں کے سائے تلے رخصت کیا تھا۔ نیناں الوداع کہنے ائیر پورٹ تک نہیں گئی تھی، شاید اس میں اتنا حوصلہ نہیں تھا۔

❋ ❋ ❋

"کیا بات ہے بھابی بہت اداس لگ رہی ہیں۔" شیراز نے اسے تنہا لان میں بیٹھا دیکھا۔ تو وہیں چلا آیا، اسے کھویا کھویا دیکھ کر وہ پوچھے بنا نہیں رہ سکا۔

"نہیں بس ویسے ہی۔" وہ دوپٹہ درست کرتے ہوئی بولی۔ انداز ٹالنے والا تھا۔

"جانتا ہوں آپ کو سعد بھائی کی یاد آ رہی ہے۔" وہ پر یقین لہجے میں کہتا ہوا اس کے

سامنے رکھی چیئر پر براجمان ہوگیا۔ شام کے سائے ڈھل رہے تھے۔ موسم میں تھوڑی سے خنکی تھی۔ اسی مناسبت سے اس نے آسمانی رنگ کے سادہ سوٹ پر گرم شال اوڑھ رکھی تھی، آنکھوں میں ہلکی سے نمی اتر آئی۔

"ارے میں تو آپ کو بہت بہادر سمجھتا تھا مگر آپ۔" وہ بات ادھوری چھوڑ کر مسکرا دیا۔

"عام سی عورت ہوں۔ عام سے جذبات و احساسات رکھتی ہوں۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔

"آئی ایم سوری بھابی۔ میرا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا۔" وہ ایک دم سے نادم ہوگیا، وہ خاموش رہی۔

"پلیز بھابی خفا مت ہوں۔ آپ جانتی ہیں میں آپ کی ناراضگی برداشت نہیں کر سکتا۔" وہ بے چین سا ہوگیا۔

"میں نے کب کہا کہ میں تم سے خفا ہوں۔ اس نے جلدی خود کو سنبھال لیا اور ساتھ ہی ساتھ ہلکی سی مسکان ہونٹوں پر سجائی۔ شیراز کو اب کچھ اطمینان ہوا۔

"یہ میں جانتا ہوں کہ سوچوں کے حصار میں سعد بھائی کی ذات ہے لیکن میں یہ ضرور جاننا چاہتا ہوں کہ آپ سوچ کیا رہی ہیں۔" وہ بڑا بے تاب تھا، اسے ہنسی آ گئی۔ "کیوں بھئی یہ جاننا اتنا ضروری کیوں ہے؟" اس نے دلچسپی سے شیراز کو دیکھا۔

"تا کہ جان سکوں کہ حساس رشتوں کی بنیاد کیا ہوتی ہے۔" وہ سنجیدگی سے کہتے ہوئے اسے حیران کر گیا۔ اس نے کبھی اس جیسے لاپرواہ لڑکے سے ایسی امید نہیں کی تھی۔

"میں جاننا چاہتا ہوں کہ رشتوں کو نبھانے کے لیے انہیں سلجھانے کیلئے محبت کافی ہوتی ہے یا کچھ اور بھی۔ کوئی ایسی چیز جو محبت سے بڑھ کر ہو۔" سوال کے ساتھ ساتھ اس کی آنکھوں میں بھی الجھن نمایاں تھی۔

"ہر انسان کا زندگی کے بارے میں محبت کے بارے میں اپنا اپنا نظریہ ہوتا ہے لوگ اپنے اپنے طریقوں سے سوچتے اور فیصلہ کرتے ہیں۔ اس لیے کسی خاص چیز کی نشاندہی کرنا ممکن نہیں ہے لیکن اگر میں اپنے نظریات کی بات کروں تو میرے لیے ایک چیز بہت معنیٰ رکھتی ہے اور وہ ہے ایمانداری جس کا تخم اگر رشتوں کی زمین میں بو دیا جائے تو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ ایک تناور درخت بن جاتا ہے اور اس کی چھاؤں ہمیں کڑی دھوپ سے محفوظ رکھتی ہے۔ جہاں محبت ہوتی ہے وہاں خوف ہمیشہ زندہ رہتا ہے، لیکن جہاں ایمانداری ہو وہاں شک اور خوف کیلئے کوئی جگہ باقی نہیں رہتی۔ جب دو لوگ ایک دوسرے کی ایمانداری کو پرکھ لیتے ہیں تو ان کے

رشتے میں یقین پنپتا ہے اور دھیرے دھیرے لہو میں شامل ہو جاتا ہے اور پھر جیسے صحرا میں اچانک گل کھل جاتا ہے۔ ویسے معجزہ محبت بھی ہمیں دکھائی دیتا ہے کیونکہ محبت وحی کی طرح ہمارے دلوں پر اترتی ہے اور معجزے کی طرح ہمیں مل جاتی ہے۔''

اس نے مسکرا کر اپنی گفتگو کا اختتام کیا۔

شیراز اب نہ صرف مطمئن دکھائی دے رہا تھا بلکہ بہت حد تک اس سے متاثر بھی لگ رہا تھا۔

❋ ❋ ❋

رات کو زویا اپنے اور زوبیہ کے مشترکہ کمرے میں آئی تو زوبیہ کا پریشان چہرہ دیکھ کر چونک گئی۔ وہ بیڈ پر اس کے قریب ہی آ بیٹھی۔

''کیا بات ہے آپی اب تک سوئی نہیں۔ آپ کو تو جلدی سونے کی عادت ہے نا؟'' وہ نرمی سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔

❋ ❋ ❋

''نیند بھی تقدیر کی طرح روٹھ گئی ہے۔'' وہ بولی تو زویا کو اس کی ذات میں سناٹے گونجتے ہوئے محسوس ہوئے۔ زویا کا دل کٹ کر رہ گیا مگر اسے ہمت رکھنی تھی۔ اس کی خاطر جس سے وہ بہت پیار کرتی تھی۔ وہ کسی صورت اپنی نگاہوں کے سامنے اسے قطرہ قطرہ موت اپنے اندر اتارتے نہیں دیکھ سکتی تھی۔ ''آپی جو ہوا اچھا ہی ہوا۔ سوچیں اگر ہمیں بعد میں اس حقیقت کا علم ہوتا تب درد زیادہ بڑھ جاتا۔'' اس کا دل اندر سے رو رہا تھا مگر بظاہر وہ بہت حوصلے کا مظاہرہ کر رہی تھی۔

''زویا محبت کی طرح درد بھی طوفان کی مانند ہوتا ہے جو اچانک ہماری زندگی میں آتا ہے اور بہت کچھ بکھیر دیتا ہے، بہت کچھ توڑ پھوڑ دیتا ہے۔ محبت اور درد میں مشترکہ صفت یہ ہے کہ دونوں میں شدت ہوتی ہے ور دونوں زمانوں کی قیود سے آزاد ہوتے ہیں۔ کتنی عجیب بات ہے دونوں انسان کی ذات میں رہتے ہیں اور اسی کے اختیار سے بالاتر ہوتے ہیں۔ محبت ہنساتی ہے تو انسان ہنس پڑتا ہے۔ دکھ رلاتے ہیں تو وہ رو پڑتا ہے۔ یعنی وجود میں بسنے والے کے ہاتھوں وہ کٹھ پتلی بن کر رہ جاتا ہے اور المیہ یہ ہے کہ تماشا بھی اس کی ذات ہوتی ہے اور تماشائی بھی خود۔'' اس کی آنکھوں سے ایک سمندر جاری تھا۔

زویا نے بڑھ کر اسے گلے لگا لیا، شاید اب اس کے پاس کوئی حرف تسلی باقی نہیں رہا تھا۔

❋ ❋ ❋

''بابا صاحب! آپ نے آج بہت عرصے بعد سب کو ایک ساتھ حاضر ہونے کا حکم دیا۔ خیریت تو ہے۔'' بڑے بیٹے نے مودبانہ انداز سے مخاطب ہوتے ہوئے سوال کیا۔ یہ سوال سب کی سوچ کا عکاس تھا۔ ''ہم نے آج دو بہت اہم فیصلے سنانے کیلئے تم سب کو یہاں بلایا ہے۔ امید ہے تم لوگ وقت کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے ہمارے فیصلے پر اعتراض نہیں کرو گے۔ ہم نے جو فیصلہ کیا ہے۔ اس میں سب کی بھلائی ہے۔ بکھرتے رشتوں کو سمیٹنے کی کوشش شامل ہے اور سب

سے بڑھ کر خاندان کے وقار اور ناموس کی حفاظت مقصود ہے۔'' بابا صاحب نے تمہید باندھی تو ایک دم سب متوجہ ہو گئے اور ساتھ ہی بے چین بھی۔ جانے وہ کیا فیصلہ سنانے والے تھے۔

''ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ زوبیہ اور شاہ دل کی شادی کر دی جائے اور زویا اور عباد کا رشتہ بھی ہمیشہ کیلئے ختم کر دیا جائے۔'' فیصلہ سناتے ہوئے ان کی آواز میں ذرا سی بھی لغزش نہیں تھی، نہ ہی کوئی انہونی بات کہہ دینے کا احساس......ہال میں موجود سب لوگ سناٹے میں آ گئے تھے۔

''ہم نے جو کہنا تھا، کہہ دیا، اب آپ لوگوں کی جو بھی رائے ہو، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ فیصلہ ہو چکا ہے۔ اب اس پر عملدرآمد کرنا ہے۔'' انہوں نے بہت سے لوگوں کے احتجاج کی خواہش پل بھر میں روند ڈالی اور مضبوط قدم اٹھاتے ہوئے ہال سے باہر چلے گئے۔ سب یوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ گویا کہنے کو کچھ باقی نہ رہا ہو۔

❋❋❋

''یہ بابا صاحب کو کیا سوجھی، بیٹھے بٹھائے انہوں نے شاہ دل اور زوبیہ کا رشتہ طے کر دیا اور زویا کی طلاق کا فیصلہ کر دیا۔'' عصمت لرز اٹھی تھیں۔

''بھئی بابا صاحب نے کچھ سوچ سمجھ کر ہی فیصلہ کیا ہو گا، ویسے بھی میرا خیال ہے دونوں ہر لحاظ سے ایک دوسرے کیلئے بہترین ہیں۔ البتہ زویا کیلئے جو فیصلہ ہوا ہے، شاید وہ کسی کیلئے بھی خوشگوار نہیں لیکن بابا صاحب کے پاس اک عمر کا تجربہ ہے، وہ آنے والے وقت کی آہٹ سن سکتے ہیں۔ شاید اس فیصلے کے ذریعے وہ زویا کو آنے والے کسی طوفان سے بچانا چاہتے ہوں، یقیناً ایسا ہی ہو گا۔'' ان کے لہجے میں یقین بہت گہرا تھا۔

''شاہ دل کا من جہانزیب کی جانب سے صاف نہیں ہے اور زویا، زوبیہ سے تو میں نے اسے ڈھنگ سے بات چیت کرتے نہیں دیکھا، کہاں عمر بھر کا ساتھ۔'' ذاکرہ الگ حیران تھیں۔

''ہاں حیران تو میں بھی ہوں لیکن بہرحال بابا صاحب کے فیصلے کو رد کرنے کیلئے یہ جواز ناکافی ہے۔'' ایاز نے چشمہ آنکھوں سے اتارتے ہوئے سنجیدگی سے بولی۔

''پتہ نہیں کیوں مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ اگر شاہ دل نے انکار کیا تو بچی معصوم ہو کر گنہگار ٹھہرے گی اور اگر زوبیہ نے کیا تو بابا صاحب اور جہانزیب بھائی کا رشتہ مزید بگڑ جائے گا، دوریاں بڑھ جائیں گی۔ بدگمانیوں میں اضافہ ہو جائے گا۔'' وہ بے حد گھبرا رہی تھیں۔

''حوصلہ رکھئے ذاکرہ بیگم! آنے والے وقت سے ہمیشہ اچھی امید رکھنی چاہئے،

مشکلات آسان ہو جاتی ہیں۔'' انہوں نے تسلی دی تو ذاکرہ خاموش ہو گئیں۔

❋❋❋

''کیا بات ہے، بہت خاموش ہو، کیا سوچنے لگیں؟'' انہوں نے مدحت کو گم صم دیکھا تو پوچھنے لگے۔

''میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا جہانزیب! کہ میں زوبیہ کیلئے خوشیاں مناؤں، جس کا مقدر اسے تاریکیوں سے اجالوں میں کھینچ لایا ہے۔ یا اس بیٹی کیلئے ماتم کروں، جس کے کردار کو کاغذ کا ایک ٹکڑا مسخ کر سکتا ہے، سمجھ میں نہیں آتا کہ ٹوٹے ہوئے رشتے پھر سے جڑنے اور اپنی دعاؤں کو قبولیت کا درجہ مل جانے پر خدا کا شکر ادا کروں یا اس سے شکوہ کروں کہ پوری دنیا چھوڑ کر اس نے میری بیٹی کو اتنی کڑی آزمائش میں کیوں ڈالا......؟ سچ جہانزیب! میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔'' مدحت نے اپنا چکراتا ہوا سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیا، اس گھڑی جہانزیب کو اس پر بہت ترس آ رہا تھا۔

❋❋❋

''زوبیہ میں کوئی کمی نہیں، اس لئے تمہارے پاس اعتراض کی کوئی وجہ نہیں ہے۔'' سفینہ سنجیدہ تھیں۔

''میرے پاس مضبوط وجہ ہے۔'' اس نے یاد دلانے والے انداز میں کہا۔

''نہیں شاہ دل! تمہارے انکار کیلئے میرا ماضی کوئی مضبوط وجہ نہیں بلکہ نہایت کمزور جواز ہے۔'' انہوں نے سختی سے ٹوک دیا۔

''ان کا انداز، لب و لہجہ کبھی دیکھا ہے، بات تک کرنے کی تمیز نہیں، محترمہ کی زبان ایک گز لمبی ہے اور لحاظ کرنا تو اس نے سیکھا ہی نہیں۔'' شاہ دل نے ایک دلیل دی۔

''صاف اور بدتمیز ہونے میں فرق ہوتا ہے، دوسروں کو بروقت ان کی کوتاہیوں کا احساس دلانا یا ان کے غلط نظریات سے اختلاف کرنا، سچا اور ایماندار ہونے کی دلیل ہوتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ اب تم اتنے سمجھدار تو ہو ہی چکے ہو کہ خوبی اور خامی میں فرق کر سکو۔'' سفینہ نے بڑی آسانی سے اس کی ایک اور دلیل رد کر دی۔

''پھپھو! آپ کو کیا نہیں لگتا کہ آپ ان سے ضرورت سے زیادہ ہمدردی کر رہی ہیں؟'' وہ خفا ہونے لگا۔

''اپنوں سے ہمدردی نہیں کی جاتی، ان کا بوجھ بانٹا جاتا ہے تاکہ ان کیلئے زندگی کی راہیں آسان ہو سکیں۔'' سفینہ دھیمے لہجے میں کہہ رہی تھیں۔ ''شاہ دل! تم بہت چھوٹے تھے تب

میں نے تمہیں پالا، تم سے اپنی ہر امید، اپنا ہر خواب دیکھا، میں تمہاری ماں تو نہیں مگر کہتے ہیں کہ پالنے والی ماں سے کم نہیں ہوتی اور شاہ دل! یہ جو ماں، باپ ہوتے ہیں نا خود خوابوں کو سنبھالتے، سرابوں کے تعاقب میں چلتے چلتے عمریں گزار دیتے ہیں لیکن بچوں کے مستقبل کو حقیقت پسندانہ نظر سے ہی دیکھتے ہیں، ان کی زندگی اور مستقبل پر وہ رسک نہیں لیتے لیکن المیہ یہ ہے کہ وہ اپنے بڑوں کے تجربات پر بھروسہ نہیں کر سکتے یا شاید کرنا چاہتے ہی نہیں۔" وہ بولیں تو لہجے میں تاسف در آیا۔

شاہ دل تڑپ اٹھا۔ "پلیز پھپھو! ایسا تو مت کہئے۔" وہ ان کے قدموں میں آن بیٹھا اور ان کے دونوں ہاتھ تھام لئے۔ "آپ نے یہ کیسے سوچ لیا کہ آپ کا بیٹا آپ پر بھروسہ نہیں کرتا جبکہ آپ جانتی ہیں کہ آپ میرے لئے سب سے پہلے ہیں، آپ سے بڑھ کر بھلا اور کون ہو سکتا ہے، مجھے آپ پر خود سے زیادہ یقین ہے لیکن یہ بھی سچ ہے کہ میرے اندر اک بے چینی سی ہے، پلیز پھپھو! فی الحال مجھ سے کسی مثبت جواب کی امید مت رکھنا پلیز......!" شاہ دل ملتجی ہوا تو سفینہ خاموش ہو گئیں، شاید اس وقت شاہ دل کو اس کے حال پر چھوڑ دینا سب سے زیادہ مناسب تھا۔

❋ ❋ ❋

"بی جی! آپ کیوں آئیں۔ مجھے بلوا لیا ہوتا؟" زوبیہ نے بی جی کو اپنے کمرے میں دیکھا تو آنکھیں صاف کرتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی اور آگے بڑھ کر ان کا ہاتھ تھام لیا اور پھر ان کے ساتھ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی انہیں اپنے بیڈ تک لے آئی اور تکیوں کا سہارا دے کر انہیں بٹھا دیا کیونکہ وہ کافی کمزور ہو چکی تھیں اس لئے بنا سہارے کے نہیں بیٹھ سکتی تھیں۔ زوبیہ بھی ان کے قریب ہی بیٹھ گئی۔

"میں نے سوچا شاید میری بیٹی مجھ سے ناراض ہے اس لئے اسے منانے چلی آئی۔" بی جی نے مسکراتے ہوئے زوبیہ کا چہرہ دیکھا۔

"روٹھنے کا اختیار میرے اپنوں کو ہے، میرے سپنوں کو ہے اور میرے کرموں کو ہے۔ مجھے نہیں۔" اس کی آنکھوں میں نمی ابھر آئی۔

"نہیں! میری بچی ایسا نہیں کہتے، آزمائشیں انسانوں پر ہی آتی ہیں، یوں گھبراتے نہیں۔" وہ اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے بولیں۔

"اب تک میں جس آزمائش سے گزر رہی تھی، یہ سوچ کر صابر و شاکر تھی، ثابت قدم تھی کہ یہ آزمائشیں میری تقدیر کی دین ہیں۔ اگر میں ثابت قدم رہوں گی تو یہ بھی گزر جائیں گی لیکن جس آزمائش میں مجھے آپ لوگوں نے ڈال دیا ہے اس نے میرے وجود کے ساتھ میرے

حوصلوں کو بھی ریزہ ریزہ کر دیا ہے، کیوں بی جی! کیا میں آپ لوگوں کیلئے بوجھ بن گئی ہوں یا پھر اتنی ناقابل برداشت ہو گئی ہوں کہ آپ لوگ مجھے ایک ایسے شخص کے ساتھ باندھ رہے ہیں جسے میری طلب ہی نہیں، جس کے دل اور دعا دونوں کا میں حصہ نہیں ہوں اور یہ بات میں نہیں آپ لوگ بھی جانتے ہیں، اس کے باوجود آپ لوگوں نے ایسا فیصلہ کیا۔" وہ دکھی تھی، آنکھوں سے ایک سمندر جاری تھا۔

بی جی ایک پل کیلئے چور سی ہو گئیں۔

زوبیہ نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"کہیں مجھے جہانزیب بشارت علی اعوان کی بیٹی اور ان کے ماضی میں کئے جانے والے فیصلے کی سزا تو نہیں دی جا رہی؟" وہ قدرے شاکی نگاہوں سے انہیں دیکھتے ہوئے بولی۔

بی جی تڑپ اٹھیں۔ "نہیں زوبی! میری بچی ہمیں غلط مت سمجھو۔" وہ ملتجی تھیں۔

"کہہ دیجئے بابا صاحب سے، مجھے یہ رشتہ قبول نہیں ہے۔" زوبیہ اس قدر قطعی لہجے میں بولی کہ بی جی مزید ایک لفظ بھی نہ بول سکیں۔

❋ ❋ ❋

بی جی بڑے تھکے تھکے قدموں سے کمرے تک آئی تھیں، بابا صاحب اپنی مخصوص چیئر پر براجمان کسی کتاب کے مطالعے میں مشغول تھے، وہ خاموشی سے بیڈ پر ٹک گئیں۔ زوبیہ کے الفاظ اب تک سماعتوں میں گونج رہے تھے۔

بابا صاحب کی نگاہ جونہی ان کی جانب اٹھی، انہیں شکستہ دیکھ کر وہ چونک اٹھے۔

"خیریت تو ہے، آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا......؟" وہ قدرے فکرمندی سے گویا ہوئے۔

انہوں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ مقصد انہیں مطمئن کرنا تھا مگر وہ مطمئن نہیں ہوئے تھے۔ "کیا بات ہے، آپ پریشان لگ رہی ہیں؟" وہ بے یقینی سے انہیں دیکھتے ہوئے بولے۔

"آپ کو نہیں لگتا کہ آپ نے زوبیہ اور شاہ دل کی شادی کے بارے میں جو فیصلہ کیا ہے، وہ بہت جلد بازی میں کیا ہے؟" وہ بنا تمہید کے بولیں۔

"خیریت تو ہے کل تک تو آپ ہمارے فیصلے سے متفق تھیں لیکن آج جو کچھ ہوا ہے کیا ہے؟"

"اس اچانک فیصلے نے زوبیہ کو ہم سے شاکی کر دیا ہے، وہ سمجھتی ہیں کہ ہم......!" وہ بات ادھوری چھوڑ کر خاموش ہو گئیں۔ ان میں ہمت نہیں تھی کہ زوبیہ کے دل میں پلنے والی بدگمانیوں کو اپنی زبان سے بیان کر کے اپنے جیون ساتھی کو پھر سے ایک نئے کرب سے آشنا کر

دیں۔

”ہم سمجھتے ہیں، وہ ہمارے بارے میں کس حد تک بدگمان ہو سکتی ہے لیکن ہم حیران اس بات پر ہیں کہ اس کے اس عمل پر آپ محو حیرت کیوں ہیں، آخر وہ جہانزیب کی اولاد ہے، جیسا سرپھرا باپ، ویسی ہی سرپھری اولاد۔“ ان کے لہجے میں بڑا اطمینان تھا۔ بی جی حیران ہو گئیں۔

”آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں اپنے فیصلوں پر عمل کروانا آتا ہے۔“ وہ سنجیدگی سے بولے۔

”لیکن ملک صاحب! میں گھبراتی ہوں، دونوں جذباتی ہیں، اگر......!“ وہ اس قدر خوف زدہ تھیں کہ بات بھی مکمل نہیں کر پائیں۔

”وہ جذباتی ضرور ہیں مگر ان میں اتنی ہمت نہیں کہ وہ ہمارے فیصلے کو چیلنج کریں یا کوئی انتہائی قدم اٹھائیں۔“ بابا صاحب بہت پریقین تھے۔

”لیکن پھر بھی ملک صاحب! میرا خیال ہے کہ ہمیں فی الحال اس معاملے کو یہیں رکھنا چاہئے، ویسے بھی یہ بات تو پھر کسی وقت ہو سکتی ہے لیکن زویا، پتہ نہیں میری معصوم بچی کا کیا ہو گا؟“ وہ آہ بھر کر بولیں۔

”آپ فکر مت کیجئے جو ہو گا اس کے حق میں بہتر ہو گا۔“ انہوں نے تسلی دی، بی جی اس بار خاموش ہو گئیں۔

***

”میرا خیال ہے کہ اگر انہوں نے خود سے فیصلہ کر لیا ہے تو تم بھی اس پر عمل کر ہی ڈالو۔“ صادقہ کو جب سے اعوان پیلس میں ہونے والے فیصلے کی بھنک پڑی تھی، وہ بڑی بے صبری ہو رہی تھیں۔

”صادقہ بیگم! آپ کیسی ماں ہیں جو بیٹے کو اس قدر خوشدلی سے اپنا گھر بسنے سے پہلے اجاڑنے کا مشورہ دے رہی ہیں؟“ کمال احمد اخبار ایک جانب پٹخ کر قدرے برہمی سے گویا ہوئے۔

”ارے آپ تو میری غلطیاں گنوانے کیلئے تیار بیٹھے رہتے ہیں، اب بھلا یہ میرے دل کی بات تو نہیں، خود وہیں سے فرمان جاری ہوا ہے اور میں تو کہتی ہوں ٹھیک ہے جو ہوتا ہے اچھے ہی کیلئے ہوتا ہے۔“ وہ ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھی بڑے سکون سے چائے پی رہی تھیں۔

”مجھے آفس سے دیر ہو رہی ہے، میں چلتا ہوں۔“ عباد اتنا کہہ کر اٹھ گیا۔ کرن نے قدرے تاسف سے ماں کو دیکھا۔

”ارے تم نے تو ٹھیک سے ناشتہ بھی نہیں کیا۔“ صادقہ اسے اٹھتے دیکھ کر قدرے خفگی سے بولیں۔

”میرا پیٹ بھر گیا ہے، اللہ حافظ۔“ عباد اتنا کہہ کر چلا گیا۔

کرن دروازہ بند کرنے اس کے پیچھے چلی آئی۔

”دیکھ لیا آپ نے، کچھ احساس ہوتا ہے کہ نہیں، جس ذکر سے اسے اس قدر دکھ پہنچتا ہے، آپ جان بوجھ کر بار بار وہی ذکر کرتی ہیں، آپ کو صرف یہ یاد رہتا ہے کہ وہ آپ کا بیٹا ہے اور آپ کا حکم ماننا اس کا فرض ہے لیکن کبھی یہ خیال نہیں آتا کہ وہ ایک انسان بھی ہے جس کے سینے میں ایک دل ہے، وہ زندگی سے کیا چاہتا ہے؟ یہ آپ نے کبھی جاننے کی کوشش کی ہے؟“ وہ سخت خفا تھے۔ ”لیکن آپ کیوں جاننے لگیں آپ کو تو بس ایسا موقع درکار ہے جس کے ذریعے آپ اپنی اکلوتی بہن کی اکلوتی بیٹی کو اس گھر میں لا سکیں، چاہے اس خواہش کی تکمیل کی وجہ سے کوئی معصوم لڑکی تباہ ہو جائے یا آپ کے بیٹے کا دل ویران ہو جائے، کیا فرق پڑتا ہے۔“ وہ کم ہی غصے میں آتے لیکن ایک بار جب انہیں غصہ آ جاتا تو انہیں سنبھالنا بڑا مشکل ہو جاتا تھا۔

”معلوم تھا مجھے کہ ہر الزام میرے ہی سر آئے گا۔“ صادقہ ناراضگی سے گویا ہوئیں۔

”درحقیقت آپ کا مسئلہ یہ ہے کہ آپ دوسروں کے بارے میں بے رحمی سے گفتگو کرتے اور بے دردانہ طریقے سے فیصلے کرتے ہوئے بھول جاتی ہیں کہ آپ بھی ایک بیٹی کی ماں ہیں۔“ انہوں نے جیسے صادقہ کو خوف خدا یاد دلایا مگر جواباً وہ تاسف سے بولیں۔

”اب غیروں کیلئے یہ اپنی بیٹی کو بددعائیں دینے لگے۔“

***

”کیا بات ہے آج کل تمہارا دھیان پڑھائی میں نہیں ہوتا، بڑی گم صم سی رہتی ہو؟“ سدرہ اس کے قریب بینچ پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

”کچھ نہیں بس ویسے ہی۔“ وہ سنجیدہ تھی۔

”اچھا یعنی اب اپنی دوست سے بھی چھپاؤ گی؟“ سدرہ خفگی سے بولی۔

”میں عباد بھائی کی وجہ سے پریشان ہوں۔“ وہ بولی۔

”خیریت......!“ اس بارہ وہ سنجیدہ ہو گئی۔

”ایک تو قیامت فرجاد بھائی نے ڈھائی ہے اور دوسری امی ڈھانے کو تیار بیٹھی ہیں۔“ اس نے افسردہ لہجے میں خبر سنائی۔

”مطلب؟“ وہ نا سمجھنے والے انداز میں بولی۔

"فرجاد بھائی نے باہر شادی کر لی ہے۔" اس نے افسردہ لہجے میں خبر سنائی۔

"کیا......؟" اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"ہاں۔" اس نے دھیرے سے تصدیق کی۔

"مگر ان کی منگنی تو زوبیہ...... تم نے تو تصاویر بھی دکھائی تھیں۔" وہ پریشان ہو گئی تھی۔

"یہی تو مسئلہ ہے کہ اس وقت انہوں نے خاموشی سے منگنی کر لی لیکن باہر جا کر کسی اور سے شادی رچا لی اور خبر اس وقت دی جب وہ ایک بچے کے باپ بن گئے۔" وہ تاسف سے بولی۔

"کیا کسی انگریز سے شادی کی ہے؟" وہ جیسے تفصیل جاننا چاہتی تھی۔

"نہیں، ہے تو مسلم لیکن شروع سے وہ اپنی فیملی کے ساتھ باہر ہی رہی ہیں۔ ابھی تک ہمیں اتنا ہی معلوم ہوا ہے۔ باقی کے بھید تو بعد میں ہی کھلیں گے۔ ویسے بھی فرجاد بھائی پر اب کوئی خاص یقین نہیں رہا۔" وہ بہت شاکی تھی۔

"اب عباد بھائی اور زویا...... !" اس نے سنجیدگی سے کرن کو دیکھا۔ "امی سمجھتی ہیں کہ فرجاد بھائی نے یہ قدم اس لئے اٹھایا کہ انہیں ان کی مرضی کے خلاف زوبیہ سے منسوب کیا گیا اور اب وہ زویا کو اس لئے طلاق دلوانا چاہتی ہیں کہ وہ عباد بھائی کو اس کے منحوس سائے سے محفوظ رکھنا چاہتی ہیں، حالانکہ زویا، بھائی کی زندگی ہے۔ وہ انہیں اپنی ذات اپنی جان سے عزیز ہے لیکن امی یہ بات سمجھنا ہی نہیں چاہتی ہیں وہ بس کسی نہ کسی طرح اپنی خالہ کی بیٹی عبیرہ کو بہو بنا کر لانا چاہتی ہیں۔" وہ سخت کوفت میں مبتلا تھی۔

"زویا کے گھر والے کیا کہتے ہیں۔"

"جو دھوکا انہیں اپنوں سے ملا ہے جس طرح انہوں نے زوبیہ کو تماشا بنایا ہے، اس کے بعد ان لوگوں سے اعتماد کی امید کرنا دیوانے کا خواب ہے۔" وہ ہمیشہ حق بات کہنے کی عادی تھی، بھلے سامنے کوئی بھی ہو۔

"یعنی بات اس قدر بگڑ چکی ہے؟" وہ ہمدردی سے بولی۔

"اتنا ہی کہاں......اب تو اکثر امی، ابو کے درمیان بھی جھگڑا رہتا ہے، کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں، چاروں طرف سے تمام راستے مسدود ہیں، ہر پل خوف میں گزرتا ہے کہ نجانے کل کا سورج اپنے ساتھ کون سی نئی قیامت لائے گا، کل نجانے رشتوں میں مزید کتنے اور فاصلے بڑھ جائیں گے، پتہ نہیں پھپھو کیسی ہوں گی، کتنا دل چاہتا ہے انہیں دیکھنے کو، ان سے ملنے کو، اس دکھ کی گھڑی میں ان کا ساتھ دینے کا، مگر کیا کروں میں بہت مجبور ہوں، ڈر لگتا ہے کہ کہیں امی مجھ

سے خفا نہ ہو جائیں کہیں میری وجہ سے معاملہ مزید بگڑ نہ جائے، پتہ نہیں میں ایسا کروں کہ پل کے پل میں یہ تمام مشکلات ختم ہو جائیں اور سب کچھ ویسا کا ویسا ہی ہو جائے جیسا پہلے تھا۔" وہ حسرت سے بولی تو سدرہ نے نرمی سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اس کی ہمت بڑھائی۔

❋ ❋ ❋

"اچھا تو میرا خیال آ گیا؟" اس نے بڑے ناز سے سعد کو دیر سے فون کرنے پر شرمندہ کیا۔

"بھئی خیال کی تو پوچھو مت ...... میں جب بھی فالتو بیٹھتا ہوں، مجھے صرف تمہارا خیال آتا ہے۔" سعد نے دوسری جانب سے شرارت سے کہا۔

"اچھا یعنی اپنی بیوی کو اب فالتو وقت میں یاد کیا جاتا ہے؟" وہ مصنوعی خفگی سے بولی تو دوسری جانب سے سعد بے اختیار ہنس پڑا۔ "وہ کہتے ہیں نا کہ فارغ وقت میں ذہن پر شیطان کا قبضہ ہوتا ہے۔" وہ مزید چھیڑتے ہوئے بولا۔

"اللہ......! سعد آپ مجھے شیطان کہہ رہے ہیں؟" نیناں صدمے کی کیفیت سے بولی تو سعد ایک بار پھر ہنس پڑا۔ "ٹھیک ہے، میں فون بند کر رہی ہوں۔"

"ارے بھئی ایسا غضب مت کرو ورنہ باقی کے دن کیسے گزریں گے؟" وہ گھبرا کر بولا تو نیناں کھکھلا کر ہنس پڑی۔ "اب آیا نا اونٹ پہاڑ کے نیچے۔"

"او تو محترمہ سوا سیر ہو رہی ہیں؟" سعد نے کہا۔

"کیا کریں مجبوری ہے۔" وہ معصومیت سے بولی۔

"اچھا ہاں صبح میں نے فون کیا تھا، شیراز نے بتایا تم امی کے ساتھ ڈاکٹر کے پاس گئی ہو۔" سعد کو یاد آیا تو ذرا فکرمند ہو گیا۔

"نہیں، وہ بس ایسے ہی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔" نیناں نے جلدی سے بولا۔

"ٹھیک، ٹھیک بتاؤ نیناں! میں جانتا ہوں، تم سچ نہیں کہہ رہی ہو، پتہ نہیں کیوں مجھے کچھ غیر معمولی ہونے کا احساس ہو رہا ہے۔" وہ سنجیدہ تھا۔

"بات تو واقعی غیر معمولی ہے۔" نیناں نے بھی سنجیدگی اختیار کی۔

"مطلب......؟" وہ واقعی پریشان ہو گیا۔

"بات غیر معمولی ہے مگر پریشانی کی ہرگز بات نہیں ہے۔" اس نے تسلی دینے والے انداز میں کہا۔

"پلیز بتاؤ نا......!" وہ بے چین تھا۔

"سعد! آپ کی بہت خواہش تھی نا کہ کوئی آپ سا ہو، جو ہم سے ہو، تو خدا نے ہماری سن لی ہے، پھپھو کی تمام دعائیں قبول ہوگئی ہیں۔" وہ بہت خوش تھی۔

"نیناں! تم مذاق تو نہیں کر رہی۔ کیا واقعی میں......!" اس کی بات بھی پوری نہیں ہو پائی تھی کہ نیناں نے فون رکھ اور سرخ ہوتا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا لیا۔ دوسری جانب سعد مسکرا دیا، وہ جانتا تھا کہ اس وقت نیناں کی حالت کیا ہو رہی ہو گی۔

❋❋❋

اعوان پیلس میں اس خبر سے بہار آگئی، سب بہت خوش تھے۔ اور اب اپنے اپنے غم بھلائے اس خوشی کو جینے کی کوشش کر رہے تھے اور اس میں زویا اور زوبیہ پیش پیش تھیں۔

"جی جناب! آپ بتائیے آپ پہلی مرتبہ چچا جان بننے پر کیسا محسوس کر رہے ہیں؟" آفاق نے اس کے تاثرات جاننے کی کوشش کی۔

"بات یہ ہے کہ یہ جو بھابھیاں ہوتی ہیں نا بڑی ظالم ہوتی ہیں، اب دیکھو نا صرف ان کی وجہ سے اتنی چھوٹی سی عمر میں مجھے چچا جان بننا پڑے گا" وہ مصنوعی افسردگی سے بولا۔ سب ہنسنے لگے۔

"شیراز......!" رضیہ نے گھورا۔

"ویسے ایک صورت میں مجھے چچا جان کہلوانے پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔" شیراز نے کافی دیر سوچنے کے بعد کہا۔

"وہ کیا......؟" سب نے یک زبان ہو کر پوچھا۔

"جلد از جلد ایک عدد چچی جان کا بندوبست کیا جائے۔" وہ بڑے شاہانہ انداز میں بولا۔

"توبہ ہے، کتنا بے شرم لڑکا ہے، اپنی شادی کیلئے کیسا منہ پھاڑ کر کہہ رہا ہے۔" رضیہ نے اسے شرم دلائی۔

"وہ کیا ہے امی! میں نے جس سے بھی یہ کہنے کیلئے منہ ادھار مانگا ہے، اس نے یہی مشورہ دیا ہے کہ اپنا منہ استعمال مت کرو تو زیادہ بہتر ہے، اس لئے مجبوراً مجھے اپنے ہی منہ سے یہ سب کہنا پڑا۔" وہ معصومیت سے بولا تو سب ہنسنے لگے۔

"اب بتائیے پھپھو! ہمیں شاندار سی دعوت کب کھلا رہی ہیں؟" نیلماں نے اشتیاق سے پوچھا۔

"ارے میری بچی! جب دل چاہے، نہ وہ گھر پرایا ہے، نہ میں پرائی۔" وہ خوشدلی

سے بولیں۔

"لگتا ہے میری طرح امی جان بھی تمہیں دل دے بیٹھی ہیں۔" شیراز نے سرگوشی کی۔

نیلماں سرخ ہوگئی، باقی تمام لوگ باتوں میں مشغول تھے۔

❋❋❋

"بہن! میں تو کہتی ہوں ایک بار انہیں بلا ہی لو، لڑکا بہت اچھا ہے، خاندانی ہے، ایسے رشتے روز روز نہیں ملتے۔" مہتاب بوا نے ذرا زور دے کر کہا۔

"وہ تو ٹھیک ہے مہتاب بوا! مگر اتنی جلدی کوئی فیصلہ نہیں کر سکتی، خدا سلامت رکھے اس کے باپ، بھائی ہیں ان سے پوچھے بنا کوئی جواب نہیں دے سکتی۔" صادقہ نے ذرا جھجک کر کہا۔

"دیکھو بھئی میں تو سچ ہی کہتی ہوں۔ چاہے کوئی برا مانے یا بھلا......جس طرح آج کل تمہاری اپنے شوہر سے ٹھنی ہوئی ہے، ایسے میں مجھے تو نہیں لگتا کہ وہ تمہارے کسی فیصلے میں تمہارا ساتھ دیں گے، آخر ان کی اکلوتی بہن اور دو دو بھانجیوں کا معاملہ ہے۔" مہتاب بوا نے بڑے سلیقے سے انہیں سمجھایا۔

"ہائے خدا کا خوف کرو بوا......! خیر کی باتیں کرو، یہ ٹھیک ہے کہ آج کل کچھ باتوں پر ہماری ان بن ہو جاتی ہے، کچھ معاملات ایسے ہیں جس میں ہمارے نظریات مختلف ہیں، لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ وہ مجھ سے یا میں ان سے الگ ہو جائیں، تیس سال پرانا ساتھ ہے، زندگی کا ہر دکھ سکھ ساتھ جیا ہے۔ میں ان سے لڑ کر اپنی بات تو منوا سکتی ہوں مگر انہیں فراموش کر کے اپنے کسی فیصلے پر عملدرآمد نہیں کرا سکتی۔" صادقہ کے حرف حرف میں آج بھی اپنے شوہر کیلئے عقیدت تھی۔

مہتاب بوا سٹپٹا گئیں۔ وہ تو کئی ایسی خبر لینے آئی تھیں جسے مرچ مصالحے کے ساتھ پورے محلے کو سنا سکیں، کیا کرتیں اپنی عادت سے مجبور تھیں۔

"ہاں بھئی یہ تو سچ ہے کمال میاں جیسا آدمی تو کوئی سو میں سے ایک ہی ہوتا ہے۔" بوا نے پینترا بدلا۔

صادقہ خاموش رہیں، شاید وہ کسی اور دھیان میں تھیں۔

"تو پھر میں کب آؤں؟" انہوں نے پوچھا تو صادقہ چونکیں۔

"ہاں، میں فون کر کے بتا دوں گی۔" انہوں نے جواب دیا تو مہتاب بوا اپنی بڑی سی چادر سنبھالتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئیں، دروازے پر وہ کرن سے ٹکرا گئی تھیں۔

بوا کو دیکھتے ہی کرن کا حلق تک کڑوا ہو گیا، اس نے بے دلی سے انہیں سلام کیا اور اندر کی جانب بڑھ گئی، گرمی سے برا حال تھا اس لئے کتابیں میز پر رکھ کر چادر ایک طرف ڈالی اور الماری سے کپڑے نکال کر واش روم میں گھس گئی، نہا کر باہر آئی تو کچن سے برتنوں کی آوازیں سن کر سیدھی وہاں چلی آئی۔

''میں نے کھانا ڈائننگ ٹیبل پر لگا دیا ہے، وہیں چلو، میں بھی آتی ہوں۔'' صادقہ نے جلدی سے کہا۔

''میں نے ابھی نماز نہیں پڑھی ہے۔'' کرن نے اکھڑے سے لہجے میں کہا۔

''ابھی کافی وقت پڑا ہے، کھانا کھا لو پھر تسلی سے نماز پڑھ لینا۔'' صادقہ نے مشورہ دیا۔

''یہ مہتاب بوا آج کس سلسلے میں تشریف لائی تھیں؟'' کرن نے پوچھا۔

''اب اس گھر میں آنے والوں کو تم لوگوں کی اجازت درکار ہے؟'' صادقہ خفا ہو کر بولیں۔

''جانتی ہوں، کوئی الٹا سیدھا رشتہ لے کر آئی ہوں گی، لیکن یاد رکھئے امی! میں ان حالات میں ہرگز شادی نہیں کروں گی اور ویسے بھی ابھی مجھے زندگی میں بہت کچھ کرنا ہے۔'' وہ مضبوط لہجے میں بولی۔

''ہاں بھئی میں تو بہت ننھی ہوں نا سب مجھے یہ بتاؤ کہ مجھے کیا کرنا ہے۔''

❋❋❋

''جلدی سے تیار ہو جاؤ، تمہارے پاس صرف دو منٹ ہیں۔'' شیراز نے اس کے کمرے میں آتے ہی کہا۔

''اتنی شام کو کہاں جانے کا پروگرام ہے؟'' زویا کتاب پڑھنے میں مشغول تھی، اس اچانک افتاد پر چونک گئی۔

''بھئی بھابی کا دل آئسکریم کھانے کو چاہ رہا ہے، میں سوچ رہا تھا کہ اگر تم بھی ساتھ چلتیں تو بھابی کو بھی اچھا لگتا مگر تم شاید ہمارے ساتھ جانا نہیں چاہتی ہو، آئم ایم سوری میں نے تمہیں ڈسٹرب کیا۔'' شیراز سنجیدگی سے کہہ کر پلٹنے لگا۔ تبھی زویا نے اسے پکارا، وہ پلٹ کر اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

''اچھا بابا ناراض مت ہو، میں چلتی ہوں۔'' زویا نے ہتھیار ڈال دیے۔

''او کے تو بس دو منٹ میں تیار ہو جاؤ، میں اور بھابی نیچے تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔''

وہ کہتا ہوا باہر نکل گیا۔ اس کا دل تو نہیں چاہ رہا تھا لیکن اس کے باوجود وہ بد دلی سے تیار ہونے لگی۔ شیراز سب کیلئے مخلص تھا اور ایسے انسان کو وہ کسی صورت اپنی ذات سے تکلیف نہیں پہنچانا چاہتی تھی۔ اس نے آف وائٹ اور ڈارک گرین کا کنٹراسٹ سوٹ پہنا تھا، کانوں میں چھوٹے چھوٹے سے ٹاپس، شولڈر کٹ بالوں کے درمیان کیچر لگایا، دو منٹ میں وہ تیار تھی۔

مدحت کو اسے اس طرح دیکھ کر اچھا لگا تھا، انہوں نے ممنون نظروں سے شیراز کو دیکھا، اس نے نظروں ہی نظروں میں جتایا کہ یہ اس کا فرض تھا۔ وہ تینوں سب کو خدا حافظ کہتے ہوئے باہر نکل گئے۔

''خدا میری بیٹیوں کی بکھری زندگی کو سنوار دے، انہیں ان کی مسکان واپس لوٹا دے۔'' مدحت نے صدق دل سے دعا مانگی۔

❋❋❋

آئسکریم پارلر جانے کے بجائے نیناں کی فرمائش پر شیراز نے گاڑی ایک نئے پارک کی جانب موڑ دی تھی، زویا نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ یوں بھی اسے اس سے کوئی غرض نہیں تھی کہ وہ کہاں اور کیوں جا رہے ہیں، اس کیلئے کوئی مقام کوئی منظر معنی نہیں رکھتا تھا، اس پر تو ہر جانب وہ رنگ دکھائی دے رہا تھا، جو اس کی روح پر لگے زخموں سے رستے خون کا تھا، وہ رنگ جو اس کے سہاگ کے اس جوڑے کا تھا، جو اب کبھی اس کا نصیب نہیں بننا تھا، یہ اس نے کیسی قسمت پائی تھی، اسے کئی راستے ملے تھے لیکن کوئی راستہ ایسا نہ تھا جس پر سفر کرتے ہوئے اپنے تمام رشتوں کا ساتھ مل سکتا۔

گاڑی رکتے ہی اس کی سوچ کا تسلسل ٹوٹا تو اس نے چونک کر شیشے سے باہر دیکھا، گاڑی ایک پارک کے سامنے کھڑی رکی تھی، شیراز نے اتر کر پہلے نیناں کیلئے دروازہ کھولا اور پھر زویا کیلئے...... وہ خاموشی سے نیچے اتر آئی اور نیناں اور شیراز آگے آگے تھے، وہ خاموشی سے سر جھکائے ان کے پیچھے پیچھے چل رہی تھی، تبھی اسے لگا کہ شیراز اور نیناں رکے ہیں اور پھر ایک مانوس آواز نے اس کے قدم جکڑ لئے۔

وہ اس آواز کو کروڑوں کے ہجوم میں پہچان سکتی تھی، کیونکہ اس آواز کا رشتہ اس کی دھڑکن سے تھا، اس آواز کی خوشبو اس کی سانسوں کا تسلسل تھی۔ اس نے نگاہ اٹھا کر دیکھا۔ وہ بے شک عباد ہی تھا، شیراز اور نیناں اس سے باتوں میں مشغول تھے جبکہ اسکی نگاہیں زویا پر ٹھہری ہوئی تھیں، وہ پل ہی پل میں سب کچھ سمجھ گئی مگر اب کچھ کہہ سکتی تھی نہ کچھ کر سکتی تھی۔

''عباد! پلیز تم تھوڑی دیر یہاں رکو، میں اور بھابی ایک چھوٹا سا راؤنڈ لگا کر آتے

ہیں۔'' شیراز نے جواب کا انتظار کئے بغیر قدم آگے بڑھا دیئے، نیناں اس کے ہمقدم تھی۔

زویا افسوس کر رہی تھی کہ وہ یہاں آئی کیوں......؟ کتنی آسانی سے وہ بے وقوف بن گئی تھی، عباد اس کے قریب آ گیا، وہ ایک قدم پیچھے ہٹ گئی، یہ اس کی ناراضگی تھی یا بے ارادہ حرکت......وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا لیکن بہرحال وہ ان فضول باتوں میں وقت برباد نہیں کرنا چاہتا تھا، اس لئے اس نے خود کو سنبھالا اور نئے سرے سے گفتگو کا آغاز کیا۔

''بہت اچھی لگ رہی ہو۔'' اس نے نرمی سے کہا۔ جواباً زویا نے نگاہوں کا زاویہ بدل لیا۔

''میں جانتا تھا کہ تم ضرور آؤ گی کیونکہ ہماری بے قراری ایک سی ہے۔''

''میں آئی نہیں لائی گئی ہوں، وہ بھی دھوکے سے......میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ آپ مجھے کبھی اس طرح بھی بلا سکتے ہیں، اگر کسی نے ہمیں دیکھ لیا تو آپ سوچ بھی نہیں سکتے کہ کیسی قیامت آئے گی۔ والدین کے اعتماد کو دھوکا دینے والی بیٹیاں نہ تو اپنی نگاہ میں معتبر ہوتی ہیں نہ ہی عمر بھر معاشرے میں باعزت مقام پا سکتی ہیں۔'' دکھ اور خوف اس پر ایک ساتھ حاوی تھے۔

''پہلی بات تو یہ ہے زویا! کہ میں نے تمہیں یہاں نہیں بلایا اور فرض کرو اگر میں بلاتا بھی تو یہ قبول کرنے میں مجھے کوئی عار نہیں ہوتا کیونکہ تم جانتی ہو کہ میں جھوٹ بولتا ہوں اور نہ ہی بزدل ہوں، اتنی ہمت ہے کہ جو کروں ڈنکے کی چوٹ پر کروں اور اس بات سے تم اچھی طرح واقف ہو۔'' اسے غصہ آ رہا تھا۔

''لیکن......!'' زویا نے کچھ کہنا چاہا۔

''ابھی میری بات مکمل نہیں ہوئی۔'' زویا کی بات کاٹ کر دھاڑا تو وہ سہم گئی۔ ''کیا کہا تم نے کہ لوگ دیکھیں گے تو کیا کہیں گے، تو زویا بیگم! آپ بھول گئیں ہیں لیکن لوگ جانتے ہیں کہ آپ میری منکوحہ ہیں۔'' اس نے جتانے والے انداز میں کہا۔ ''تمہیں پوری دنیا کی نگاہوں میں سرخرو ہونے کی فکر ہے، یہ فکر ہے کہ کون کیا چاہتا ہے، کون کیا سوچتا ہے، لیکن میں کیا چاہتا ہوں میں کیا سوچتا ہوں، اس بات سے تمہیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔'' وہ سخت خفا تھا۔

''وہ میرے والدین ہیں، میری جنت، میری چھاؤں...... کیا چاہتے ہیں آپ؟ انہیں چھوڑ دوں، بغاوت کر کے اپنے خاندان کی عزت و ناموس داؤ پر لگا دوں؟ صرف اس لئے کہ میں اپنے لئے زندگی سے خوشیاں کشید کر سکوں۔'' وہ بے بسی سے بولی۔

''شوہر، بیوی کے سر کی چادر ہوتا ہے، عزت کی چادر...... اور ایک عورت کیلئے اس کی

عزت سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہوتی۔'' اس نے دلیل دی۔

''بھرے بازار میں جس عورت کے سر سے چادر کھینچ لی جائے، وہ زمین میں زندہ درگور ہو جاتی ہے، اس کی زندگی مردوں سے بدتر ہوتی ہے، میں اپنے جیتے جی کم از کم تمہیں ایسے نہیں دیکھ سکتا۔'' وہ اسے احساس دلا رہا تھا مگر زویا محسوس کر سکتی تھی کہ وہ ایک ناقابل بیان کرب سے گزر رہا ہے کیونکہ اس کی اپنی کیفیت بھی عباد سے مختلف نہیں تھی۔

''عباد! مجھے آپ کی ہر بات سے اتفاق ہے، میں جانتی ہوں آپ کے بنا میری زندگی موت سے بھی بدتر ہوگی، مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے بنا ادھورے ہیں، یہ جانتے ہوئے کہ آپ گئے تو کبھی نہیں لوٹیں گے، میں آپ کا انتظار کروں گی۔ ہر چہرے میں آپ کو تلاش کروں گی، کیونکہ مجھے آپ کے بنا جینا آتا ہی نہیں ہے، آپ کو بھولنا تو دور کی بات آپ کو بھولنے کے بارے میں سوچنا بھی میرے لئے ناممکنات میں سے ہے مگر......؟'' اس نے کرب سے آنکھیں بند کر لیں، حوصلے بکھر رہے تھے۔ دو آنسو رخساروں پر ٹھہر گئے۔

''اگر تم یہ سب نہ بھی کہو پھر بھی مجھے ہر بات پر یقین ہے لیکن تم یہ یقین کیسے کر سکتی ہو کہ میں تمہارے بنا جی لوں گا؟'' وہ بھی جیسے بکھرنے لگا۔

''کیوں زویا! کیوں......سب جانتے ہوئے میرے ساتھ ایسا کر رہی ہو، تم تو میری زندگی کی روشنی ہو، کیوں میری زندگی کو عمر بھر کے اندھیرے دینا چاہتی ہو۔'' وہ اسے شانوں سے تھام کر تقریباً جھنجھوڑتے ہوئے بولا۔ آواز قدرے تیز تھی اس لئے اردگرد کے کچھ لوگ ٹھہر کر انہیں دیکھنے لگے۔

عباد کو احساس ہوا تو اس نے فوراً ہاتھ ہٹا لئے، زویا نے اپنے شانے سہلائے تو وہ شدید ندامت محسوس کرنے لگا۔ ''آئی ایم سوری زویا...... !مگر میں کیا کروں، میرا دل میرے ختیار میں نہیں ہے۔''

ایک بے بسی سی تھی، زویا کچھ کہنا چاہتی تھی تبھی اس کی نگاہ شیراز اور نیناں پر پڑی جو ن کی جانب آ رہے تھے، اس نے کچھ کہنے کا ارادہ ترک کر دیا تھا۔

''اب میں چلتا ہوں، باقی باتیں بعد میں ہوں گی اور ہاں اپنے دل سے اس بدگمانی کو نکال دو کہ میں نے تمہیں یہاں بلایا ہے، مجھے اپنی محبت تک پہنچنے کیلئے چور دروازوں کی ضرورت ہیں، اگر میں چاہوں تو سب کے سامنے تمہارا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ لے جا سکتا ہوں اور کوئی مجھے وک بھی نہیں سکتا، اتنا اندازہ تم کر سکتی ہو۔'' اس کی نگاہیں جھکی ہوئی تھیں۔

''جن لوگوں کے دلوں میں محبت بسی ہوتی ہے اور جذبے صادق ہوتے ہیں، منزلیں

ان کی منتظر ہوتی ہیں عباد کمال احمد انہی لوگوں میں سے ہے اور ہاں......!'' وہ جاتے جاتے ٹھہر گیا۔'' میں اپنی زندگی یادوں کے حوالے کروں گا، نہ تمہیں ایسا کرنے دوں گا۔'' وہ اتنا کہہ کر بڑی شان سے قدم اٹھاتا اس سے دور ہوتا چلا گیا، وہ اسے دیکھتی رہ گئی۔

✵ ✵ ✵

شیراز آپ کو میرے ساتھ ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔'' زویا نے شکوہ کیا۔

'' تو کیا کرتا، باقی لوگوں کی طرح یہ سوچتا کہ ایسا کیا کروں جس سے اس خاندان کی عزت کو چار چاند لگ جائیں، بابا صاحب کا نام روشن ہو جائے، چاہے اس کیلئے کسی کا وجود اندھیروں میں گم ہو جائے، نہیں زویا...... ! میں اس قدر سنگدل نہیں ہوں، میں نے جو کیا، بھلے تمہاری نظر میں غلط تھا یا صحیح...... مگر میں سرخرو ہوں کیونکہ مین چاہتا تھا کہ جن کی زندگیوں کے بارے میں فیصلہ ہو رہا ہے وہ ایک بار یہ ضرور سوچیں کہ کیا فیصلہ ہو رہا ہے۔ وہ ایک بار ضرور سوچیں کہ کیا یہ فیصلہ ان کیلئے ٹھیک ہے؟'' اس نے سنجیدگی سے کہا۔

'' اگر بابا صاحب نے فیصلہ کیا ہے تو سوچ سمجھ کر ہی کیا ہوگا تو پھر غلط اور صحیح کا سوال کہاں سے آ گیا؟'' زویا نے مدھم لہجے میں بولا۔

'' پاگل مت بنو زویا! یہ کوئی کھیل نہیں ہو رہا، یہ تمہاری زندگی کا سب سے اہم فیصلہ ہے اور اس سے عباد کی زندگی بھی جڑی ہوئی ہے۔ تمہاری خوشی عباد کی زندگی پر بری طرح اثر انداز ہوگی، یہ بات تم اچھی طرح سے جانتی ہو۔'' اس نے جتانے والے انداز میں کہا۔

'' اور میں یہ بھی جانتی ہوں کہ اس رشتے کے باقی رہنے سے اور کوئی رشتہ باقی نہیں رہے گا، میرے ماں، باپ کے دل کو چوٹ لگ چکی ہے، اب میں بابا صاحب کے وقار کو ٹھیس نہیں پہنچانا چاہتی اور زوبیہ کیا سوچے گی میرے بارے میں کہ میں نے ان لوگوں سے رشتہ جوڑ لیا ہے جن سے اسے دکھ کے سوا کچھ نہیں ملا۔'' زویا نے گویا اپنی سوچ کو اپنے لفظوں میں بے نقاب کر دیا۔

''اگر تم خود پر جبر اور ظلم کر کے یہ ثابت کرنا چاہتی ہو کہ تم کتنی عظیم ہو تو معاف کرنا زویا......! یہ عظمت نہیں بے ایمانی ہے، ایک مسلمان ہونے کے ناتے، تمہیں یہ منافقت زیب نہیں دیتی۔'' شیراز صاف گوئی سے بولا وہ خاموش رہی۔

'' تم فرجاد کو برا کہتی ہو نا کہ اس نے زوبیہ کو چھوڑ دیا، اپنا محاسبہ کرو، تم بھی وہی کر رہی ہو تم بھی عباد کو بیچ منجدھار چھوڑ رہی ہو، اسے اس گناہ کی سزا دے رہی ہو جو اس نے کیا نہیں، تمہیں ہمیشہ یہ یاد رہتا ہے وہ فرجاد کا بھائی ہے لیکن تم یہ کیسے بھول گئیں کہ تمہارے اس کے ساتھ

بہت سارے رشتے ہیں، کیسے بھول گئیں کہ عباد وہ شخص ہے جس کو تم نے دنیا میں سب سے، یہاں تک خود سے بڑھ کر چاہا ہے اور یہ کہ اس کے سوا تم کسی کو چاہ ہی نہیں سکتیں۔'' اس نے یقین سے کہا۔

'' ہاں میں عباد سے بہت محبت کرتی ہوں، اتنی کہ اس کا اندازہ بھی آپ نہیں لگا سکتے، اگر مجھے سو بار بھی موت ملے تو ہر بار مرتے ہوئے میری صرف یہی خواہش ہوگی کہ اب اگر زندگی ملے تو صرف عباد کیلئے کیونکہ جب سے آگہی ملی ہے تب سے میرا سفر بھی وہی رہا ہے اور منزل بھی...... اس کے بعد بھی اگر آپ کو میری محبت اور میرے جذبوں کے صادق ہونے پر شبہ ہے تو میں اس کی وضاحت ضروری نہیں سمجھتی ہوں۔'' وہ خفا سی ہو گئی۔

'' محبت میں اپنی ہستی کو مٹا دینا یہ بڑے نصیب کی بات ہے لیکن اپنے ہاتھوں محبت کو دفن کر دینا، اس سے زیادہ کوئی انسان اپنے حق میں برا نہیں کر سکتا۔ اور تم خود کو ان لوگوں میں شامل کر رہی ہو زویا......! تمہاری زندگی ہے اور تم جس طرح چاہے اسے جی سکتی ہو لیکن پھر بھی اتنا ضرور کہنا چاہوں گا کہ ایسا کوئی فیصلہ مت کرنا کہ جس کی وجہ سے تم عمر بھر پچھتاؤ، کیونکہ یہ جو پچھتاوے ہوتے ہیں نا انسان کو دیمک کی طرح چاٹ جاتے ہیں، آگے تم سمجھدار ہو، میں دعا کروں گا، خدا تمہیں بہتر راستہ دکھائے۔'' وہ اتنا کہہ کر اس کے کمرے سے باہر نکل گیا۔ زویا سر تھام کر بیڈ پر بیٹھ گئی۔

✵ ✵ ✵

'' ہم نے جو کیا، اس کے بھلے کیلئے کیا، کیا پتہ تھا کہ اسے اس بات کا اتنا برا لگے گا، اگر معلوم ہوتا تو ایسا کبھی نہ کرتے۔'' نیناں بہت نادم تھی۔

'' بھابی! آپ ہر بات میں اپنی غلطی کیوں ڈھونڈنے لگتی ہیں؟'' شیراز نے کرسی پر ٹکتے ہوئے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

'' شیراز ہم نے انجانے میں اس کے دل اور اس کے جذبات کو ٹھیس پہنچائی ہے اور یہ غلطی نہیں گناہ ہے، سوچو خدانخواستہ یہ بات اگر گھر میں کسی اور کو پتہ چل جاتی تو زویا کی پوزیشن کتنی خراب ہو سکتی تھی، سب اس کے بارے میں کیا سوچتے اور ہم کسی کو نہیں سمجھا سکتے تھے۔'' وہ بہت گلٹی فیل کر رہی تھی۔

'' بھابی! پلیز اس سب معاملے میں آپ کی کوئی غلطی نہیں ہے اس لئے خود کو گنہگار ہونے کے احساس سے آزاد کیجئے، ہماری نیت میں کھوٹ نہیں تھا، یہ ہم بھی جانتے ہیں، ہمارا پروردگار بھی...... اور جہاں تک زویا کی بات ہے تو وہ زندگی کے اس مقام پر کھڑی ہے جہاں اس

نے جان بوجھ کر خود کو ایک دائرے میں قید کرلیا ہے کیونکہ وہ جانتی ہے کہ اس دائرے سے باہر قدم رکھتے ہی اسے دو راستے ملیں گے جس سے ایک کا انتخاب بہت مشکل ہے اور اس کی سب سے بڑی بے بسی یہ ہے کہ وہ جانتی ہے کہ کونسا راستہ اسے کہاں لے جائے گا۔'' اسے زویا کیلئے بہت دکھ ہو رہا تھا۔ ''شیراز! وہ بہت خفا ہو رہی تھی کیا؟''

''وہ ہم سے خود سے اور اپنی تقدیر سے خفا ہے۔'' وہ ہمدردی سے بولا۔

''شیراز! عباد اسے چھوڑ تو نہیں دے گا نا......؟'' اس نے بڑے خوف زدہ انداز میں سوال کیا۔

''وہ اس سے محبت کرتا ہے، اسے کیوں چھوڑے گا؟'' اس نے حیرت سے نیناں کو دیکھا۔

''حالات بہت طاقتور ہوتے ہیں شیراز......! اس قدر کہ انسان ان کے ہاتھوں کٹھ پتلی بن کر رہ جاتا ہے۔'' وہ سنجیدگی سے بولی۔

''انسان کے اختیارات اتنے محدود نہیں کہ اسے حالات اور قسمت کا سہارا لینا پڑے۔ اپنے تمام اختیارت سے دستبردار ہونا اسے بے وقوفی کہا جا سکتا ہے، بدقسمتی نہیں...... ہر بات کیلئے قسمت کو مورد الزام ٹھہرانا بزدلی کی علامت ہے۔'' یہ اس کا اپنا نظریہ تھا جس سے نیناں ہرگز متفق نہیں تھی اس لئے خاموش ہوگئی، اسے فضول کی بحث کبھی پسند نہیں تھی تبھی سہانی اس کیلئے جوس لئے آئی۔ ساتھ رضیہ بیگم تھیں، وہ اسے دوائیں کھلانے لگیں، شیراز ہنسنے لگا۔

''یہ بے وجہ دانت کیوں نکال رہے ہو؟'' رضیہ بیگم نے اسے گھورا۔

''بھئی میں تو ساس، بہو کی محبت دیکھ کر خوش ہو رہا ہوں۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

''یہ میری بہو ضرور ہے لیکن میری بیٹی سے بڑھ کر ہے، میں سوچتی تھی اللہ نے مجھے بیٹی نہیں دی، اب سوچتی ہوں اللہ بہتر جانتا ہے، اس نے مجھے بہو کی صورت میں بیٹی دینی تھی، سو میں مسرور ہوں۔ اس نے مجھ گنہگار پر اپنا کرم کیا۔'' وہ ممنون تھیں۔

''ویسے واقعی نیناں بھابی ہمارے گھر کا اجالا ہیں۔'' شیراز نے سنجیدگی سے کہا۔

''خدا کرے آنے والا بھی اپنے ماں، باپ کا عکس ہو۔'' رضیہ نے صدق دل سے دعا کی۔ نیناں کی نگاہیں حیا سے جھک گئی تھیں البتہ شیراز مسکرا دیا۔

✵✵✵

''باجی! اگر آپ کا بیٹا آپ کے اختیار میں نہیں تھا تو خواہ مخواہ میری عبیرہ کو امید کیوں دلائی، آپ خود ایک ماں ہیں پھر آپ کو میری بیٹی کے خوابوں، اس کی زندگی سے کھیلنے کا کیا حق

ہے؟'' امینہ بہن سے شکوہ کرنے لگیں۔

''بات کیا ہے۔ اتنے غصے میں کیوں ہو اور یہ کس طرح کی باتیں کر رہی ہو؟'' صادقہ بولیں۔

''اگر آپ حقیقت سے ناواقف ہیں اور انجان بن رہی ہیں تو مجھے افسوس ہے اور اگر آپ سچ مچ لاعلم ہیں تو مجھے آپ پر ترس آ رہا ہے۔''

''دیکھو تمہید مت باندھو، جو بھی بات تمہارے دل میں ہے، صاف صاف کہہ دو۔'' صادقہ ذرا بیزاری سے گویا ہوئیں۔

''باجی! آپ تو زویا کو طلاق دلوا رہی تھیں لیکن آپ کی پیٹھ پیچھے مراسم اور گہرے ہو چکے ہیں، نوبت یہاں تک آگئی ہے کہ اب پارکوں میں ملاقاتیں ہوتی ہیں۔'' انہوں نے انکشاف کیا۔ صادقہ لمحہ بھر کو سناٹے میں آگئیں پھر جلد ہی خود کو سنبھالا۔ ''تم پاگل تو نہیں ہوگئی ہو، جانتی ہو کیا کہہ رہی ہو، میرا عباد کبھی ایسا نہیں کرسکتا اور زویا اسے بھی میں اچھی طرح جانتی ہوں، وہ دنیا چھوڑ سکتی ہے لیکن ایسا کوئی کام نہیں کرے گی، جس سے اس کے والدین کا سر جھکے۔'' وہ پر یقین لہجے میں بولیں۔

✵✵✵

”تو کہہ دیں کہ عبیرہ کی زبان قابل بھروسہ نہیں ہے۔“ انہیں غصہ آنے لگا۔

”ابھی تم زویا اور عباد کی بات کر رہی تھیں، اب عبیرہ کو بیچ میں لے آئیں، آخر تم صاف صاف بات کیوں نہیں کرتیں؟“ صادقہ زچ ہو گئیں۔

”ارے عبیرہ نے خود ان دونوں کو پارک میں دیکھا ہے، وہ بھی اپنی سہیلیوں کے ساتھ وہاں گئی ہوئی تھی اور اتنا ہی نہیں وہاں اس کے ساتھ نیناں اور شیراز کو بھی دیکھا۔“ انہوں نے ایک اور انکشاف کیا ”دیکھا باجی! بس یہی ہے ان لوگوں کی اونچی ناک......!“ وہ تمسخرانہ انداز میں بولیں۔

صادقہ بڑی حیرانی میں تھیں تبھی کرن نے چائے کی ٹرے لا کر ان کے سامنے رکھ دی، کچن میں دونوں بہنوں کے درمیان ہونے والے گفتگو سن چکی تھی، اس لئے غصے سے اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

”خالہ! آپ کو نہیں لگتا کہ آپ اس بات کو بلاوجہ بڑھا رہی ہیں، اگر وہ لوگ کہیں ملے بھی ہیں تو اس میں کون سی قیامت آ گئی ہے، اس سے زیادہ حقوق انہیں قانونی رو سے حاصل ہیں۔“ وہ ہمیشہ سے صاف گو تھی اس لئے کسی غلط بات کو دیکھ کر اپنی زبان کو روک لینا اس کے اختیار میں نہ تھا۔

”دیکھ رہی ہیں باجی! اس لڑکی کی زبان کتنی باہر ہے۔ غیروں کیلئے ہم سے الجھ رہی ہے۔“ وہ شکایتی انداز میں بولیں۔

”وہ غیر نہیں ہیں، ایک میرا بھائی ہے اور دوسری میرے بھائی کی زندگی، نہ تو میرا بھائی کوئی کھلونا ہے اور نہ میں اس کی زندگی کو تماشا بنتے دیکھ سکتی ہوں۔“ کرن قدرے اونچی آواز میں بولی۔

”تمیز سے بات کرو کرن..........! یہ تمہاری خالہ ہیں۔“ صادقہ نے ٹوکا۔

”رشتے ناموں سے نہیں بنتے، خلوص نیت اور احساس کی موجودگی بہت ضروری ہے

اور فی الحال ایسا کوئی منظر میری نگاہوں کے سامنے نہیں گزرا۔“ وہ صداقت سے بولی۔

”شاباش بیٹی! شاباش......میں نے یہی تو تربیت کی ہے تمہاری، واہ صحیح نام روشن کر رہی ہو اپنے ماں باپ کا، ......!“ صادقہ قدرے طنز سے بولیں۔

”ہمارے خاندانوں کا یہی تو اصول ہے کہ سب کو اپنے نام و ناموس، حسب و نسب کی فکر ہے لیکن ہر انسان کو زندگی صرف ایک بار ملتی ہے، یہ بات آپ لوگ کیوں بھول جاتے ہیں اور امینہ خالہ! میں جانتی ہوں، آپ عبیرہ اور عباد کی شادی کروانا چاہتی ہیں لیکن یقین کیجئے خالہ کہ اس فیصلے سے کسی کو خوشی نہیں ملے گی، تین تین زندگیاں برباد ہو جائیں گی۔ کوئی بھی خوش نہیں رہے گا۔ پلیز آپ کیوں سمجھتے ہوئے بھی نہیں سمجھنا چاہتیں۔“ وہ منت بھرے انداز میں بولی۔ ”میرا یقین کیجئے کہ خالہ! کہ بھائی کی زندگی میں زویا کے علاوہ کسی کیلئے جگہ نہیں، آپ ماں ہو کر کیوں اپنی بیٹی پر ظلم کر رہی ہیں، عباد بھائی کی ذات سے اسے کوئی خوشی، کوئی سکھ نہیں ملے گا، سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ لوگوں کو کیسے سمجھاؤں؟“ کرن زچ ہونے لگی۔

”لیجئے باجی! یہ نوبت آ گئی ہے کہ یہ کل کی لڑکیاں ہمیں سمجھائیں گی، ہمارے فیصلوں پر تنقید کر کے یہ سمجھتی ہیں یہ ہم سے بڑے ہو گئے ہیں، یاد رکھو اگر تم لوگ یہ چاہتے ہو کہ ہم اپنی عقل کو تالا لگا کر تم لوگوں کے دماغ سے سوچیں، اپنی آنکھیں ہتھیلی پر رکھ کر تم لوگوں کی آنکھوں سے دنیا دیکھیں تو ایسا نہیں ہو سکتا، ہم بہتر جانتے ہیں کہ ہمارے بچوں کی بھلائی کس میں ہے، سمجھیں......؟“ امینہ غصے میں آ گئیں اور اس سے قبل کہ کرن کچھ بولتی، صادقہ بول پڑیں۔ ”کرن اپنے کمرے میں جاؤ۔“ ان کا انداز اس قدر تحکمانہ تھا کہ وہ مزید کچھ کہے بنا اپنے کمرے میں چلی گئی اور صادقہ اپنی بہن کی دل جوئی کرنے لگیں۔

❋ ❋ ❋

کتنی بہت سی یادیں تھیں، بے شمار خطوط، ان گنت باتیں، لاتعداد کارڈ اور بہت سے خوشگوار لمحے......زویا بیڈ پر بکھری ہر چیز کو غیر ارادی طور پر چھو چھو کر دیکھ رہی تھی، جب بھی عباد اس سے دور جاتا، اسے خط ضرور لکھا تھا، چھوٹی سے چھوٹی بات اسے لکھتا اور آخری بار جب وہ لاہور گیا تھا تو اس نے خط میں لکھ تھا۔ ”زویا! آج مجھے ایک لڑکی ملی تھی اس کا نام بھی زویا تھا اور وہ کچھ کچھ تم جیسی بھی دکھتی تھی مگر اس کے باوجود مجھے اس کا نام، اس کی ہر ایک بات میں اجنبیت محسوس ہوئی، جانتی ہو کیوں......؟“ اور اس وقت زویا نے خط پڑھتے ہوئے مسکرا کر نفی میں سر ہلایا تھا اور خط پر نظریں جما دی تھیں۔ عباد نے آگے لکھا تھا۔ ”کیونکہ اس نے جب نظر بھر کر دیکھا تو مجھے اپنے زندہ ہونے کا احساس نہیں ہوا۔“

اوراس سادہ سے جملے نے اس کی آنکھیں نم کردیں۔

وہ اب تک صرف اس کی چاہت سے واقف تھی۔ اس کی شدتوں اس کی دیوانگی سے تو آج شناسائی ہوئی تھی۔ یہ سادہ سا جملہ گویا اس کی زیست کا حاصل تھا۔

لفظ بظاہر بے جان اور معمولی دکھائی دیتے ہیں لیکن ان کی بدولت رونما ہونے والی تبدیلیاں بہت غیر معمولی ہوتی ہیں۔ انسان نئے نئے تجربات سے گزرتا ہے۔ کبھی کسی بھٹکتی روح کو اس کا وجود مل جاتا ہے اور کبھی اپنی ذات کی تکمیل کے لئے سرگرداں رہنا اور کسی اور کو پا کر مطمئن ہو جانا، درحقیقت انسان کے تجربات میں سب سے انوکھا تجربہ ہے اور اس تجربے کا نام محبت ہے۔

محبت کیسے ہوتی ہے، یہ کوئی نہیں جانتا۔ یوں بھی محبت نہ تو علم نجوم ہے اور نہ سائیکالوجی کا کوئی باب کہ جس کے ذریعے بآسانی نتائج تک پہنچا جا سکے اور محبت کوئی سوچ، کوئی جواز، کوئی صلاحیت بھی نہیں۔

ہاں اگر محبت کچھ ہے تو بس ادراک یا یقین۔ اس سے پہلے اور اس کے بعد محبت کچھ ہے اور نہ شاید کچھ ہو سکتی ہے۔

اس نے تکیے کے نیچے سے عباد کی تصویر نکالی اور بڑی نرمی سے اس کی تصویر پر ہاتھ پھیرا۔ آنکھوں میں ٹھہری نمی ذرا گہری ہوئی۔

'عباد اگر میری زندگی میں آپ نہ ہوتے تو میرے لئے کتنا آسان ہوتا اس شخص کو چھوڑنا جس میں آپ سی کوئی بات نہ ہوتی۔ جس کی محبت کو میرے دل نے نہ پرکھا ہوتا، جس کے بارے میں مجھے یقین نہ ہوتا کہ اس کے ہاتھ جب بھی اٹھیں گے صرف مجھے مانگیں گے۔ جس کے قدم جس راستے پر بھی پڑیں گے اس کی طلب صرف میں ہوں گی۔ کاش میں آپ کو بھول سکتی۔'

اس نے عباد کی تصویر کو بے بسی سے دیکھا۔

دوسری طرف عباد بھی اسی کی طرح تڑپ رہا تھا۔

نیند جیسے آنکھوں سے روٹھ گئی تھی۔ اس نے آج تک سنا تھا کہ زندگی ہر موڑ پر انسان کا امتحان لیتی ہے لیکن آج یہ اس کی زندگی کا سب سے بڑا سچ تھا، اس کی زندگی ایک تسلسل کے ساتھ اس کا امتحان لے رہی تھی۔ کیوں زویا! میرے ساتھ ایسا کیوں کر رہی ہو؟ کیا میری محبت تمہارے نزدیک اتنی ثانوی ہے کہ جسے کسی بھی رشتے کی سلامتی کیلئے قربان کیا جا سکتا ہے۔ کیا ہمارا رشتہ اتنا غیر اہم تھا کہ کسی بھی اہم سبب کی وجہ سے اسے ختم کیا جا سکتا ہے۔ میری محبت میں کہاں کمی رہ گئی کہ دوسروں کے فیصلے اتنے طاقتور ثابت ہو گئے کہ میری دنیا نیست و نابود ہو گئی،

میری اپنی ذات میرے لئے اجنبی ہو گئی۔ یہ صلہ تھا میری چاہت کا، میرے پرخلوص جذبوں کا......؟ وہ شدید دکھ میں گھر گیا تھا کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا ہو رہا ہے؟ اور وہ بھی اسی کے ساتھ۔ آخر اس سے کہاں چوک ہوئی تھی کہ اب تک کی زندگی بے مقصد اور بے معنی لگنے لگی تھی۔

کرن نے آہستگی سے عباد کے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر جھانکا تو اسے مدھم روشنی میں ایک کرسی پر گم صم سا بیٹھا دکھائی دیا۔ وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اس کرسی کے قریب آ کر رکی مگر عباد کو اس کی موجودگی کا احساس نہیں ہوا۔ شاید اس کا دھیان کہیں اور تھا، کرن نے خود ہی قیاس کیا۔

''بھائی۔'' اس نے نرمی سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر پکارا تو اس نے قدرے چونک کر اپنی چھوٹی بہن کو دیکھا۔ ''تم اب تک جاگ رہی ہو؟'' اس نے خود کو نارمل ظاہر کرنے کی کوشش کی۔

''آپ بھی جاگ رہے ہیں نا۔'' اس نے بھائی کو ہمدردی سے دیکھا۔

''جن لوگوں کے نصیب سو جاتے ہیں ان لوگوں کی راتیں اکثر جاگتے ہوئے گزرتی ہیں۔'' وہ کرب سے مسکرا دیا تو کرن کا دل دکھ سے بھر گیا۔

''بھائی اللہ سے اچھی امید رکھیں۔ مایوسی گناہ ہے اور پھر محبت سے ہی تو ایمان کی پرکھ ہوتی ہے۔ محبت انسان کا وجود ہے اور ایمان اس وجود کی بنیاد، اگر بنیاد مضبوط نہ ہو تو وجود بے معنی ہو جاتا ہے۔ ادھورا پن ہمیشہ باقی رہتا ہے۔ اس لئے بھائی آپ اللہ پر ایمان مضبوط رکھئے۔ راستے خود بخود آسان ہو جائیں گے۔'' اس نے بھائی کا حوصلہ بڑھایا۔

''کوئی راستہ بچا ہو تو آسان ہونے کی امید ہوتی ہے۔ میری بدقسمتی یہ ہے کہ میرے پاس اب کوئی راستہ نہیں بچا ہے۔'' وہ جیسے ٹوٹ رہا تھا۔

''بھائی اس سے پہلے کہ محبت دیمک بن کر ہمارے وجود کو چاٹ جائے، بہتر ہے کہ ہم محبت کو دل سے نکال کر اسے امر کر دیں۔'' اس نے سلیقے سے سمجھایا۔

''میں سمجھا نہیں؟'' وہ الجھی سی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''بھائی آپ زویا سے ملے تھے۔ یہ بات امینہ خالہ کے ذریعے امی تک پہنچ چکی ہے۔ اب وہ اس بات کو ختم کر دیں گی یا بڑھائیں گی کچھ پتہ نہیں ہے۔'' وہ خود کشمکش میں تھی۔

''میں زویا سے ملا تھا یہ بات خالہ تک کیسے پہنچ گئی؟'' وہ حیران تھا۔

جواباً اس نے ماں اور خالہ کے درمیان ہونے والی گفتگو اس کے گوش گزار کر دی ہے۔

وہ خاموشی سے سنتا رہا۔ جب وہ بات ختم کر چکی تو تب بھی عباد خاموش رہا۔ کرن نے چند لمحے اس

کے بولنے کا انتظار کیا۔ پھر خود ہی بولی۔ ''بھائی جلد یا بدیر امی آپ سے اس معاملے میں بات
ضرور کریں گی لیکن بھائی پلیز آپ خود پر کنٹرول رکھئے گا۔ میں نہیں چاہتی کہ بات مزید
جائے۔'' وہ منت بھرے لہجے میں بولی۔
''تمہیں اب بھی بات بگڑنے کا خوف ہے۔'' وہ حیران ہوا۔
''ہاں بھائی۔'' اس نے اعتراف کیا۔
اس سے قبل کہ وہ کچھ کہتا صادقہ بیگم کمرے میں داخل ہوئیں اور سب سے پہلے کرن
باہر جانے کا حکم دیا۔ اس نے ایک بار عباد کی جانب دیکھا اور خاموشی سے کمرے سے باہر چلی
گئی۔
''تم آج زویا سے ملے تھے۔؟'' صادقہ نے کرن کے جانے کے بعد پوچھا۔
''آپ مجھے کسی عظیم گناہ کا احساس دلانا چاہتی ہیں یا آپ کے یقین کو میرے
اعتراف کے سہارے کی ضرورت ہے۔'' وہ طنز سے بولا۔
''فضول باتیں مت کرو عباد۔ سیدھا سیدھا میری بات کا جواب دو۔'' وہ قدرے خفگی
سے بولیں۔
''حیرت ہے آپ کو اپنی بہن پر بھروسہ نہیں۔'' اس کا انداز ویسا ہی تھا۔
''بابا صاحب نے زویا کے لئے جو فیصلہ کیا ہے، اس فیصلے کے آگے اس نے اپنا سر
جھکا دیا ہے۔ ایک تم ہو کہ اپنی ماں کا سر جھکانے پر تلے ہوئے ہو۔'' ان کی خفگی مزید بڑھ گئی۔
''میں نے ایسا کوئی کام نہیں کیا جس سے آپکا سر جھک جائے۔ ہاں اگر میری ذات
آپکے لئے قابل فخر ہونے کی شرط عیبرہ ہے تو پھر آپ میرے بارے میں جو چاہیں سوچ سکتی
ہیں۔'' وہ مطمئن انداز میں بولا۔
''یعنی تم نے اس کے ساتھ مل کر اپنی ماں کے خلاف محاذ آرائی کرنے کا فیصلہ کیا
ہے۔'' وہ شاکی نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے بولیں۔
''امی پلیز! اسے درمیان میں مت لائیں اور جہاں تک محاذ آرائی کا تعلق ہے تو میرا
ایسا کوئی ارادہ نہیں، میں صرف اپنے ضمیر کے سامنے سرخرو ہونا چاہتا ہوں۔ میں کسی کی بربادی کا
سبب بننا برداشت نہیں کرسکتا ہوں۔ امی آپ سمجھتی کیوں نہیں ہیں۔ میں منافقت بھری زندگی نہیں
جی سکتا۔'' وہ ایک پل کیلئے ماں کے سامنے بے بس ہو گیا۔
''کہہ دو یہی رشتہ تمہارے لئے سب کچھ ہے۔ ماں کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔'' وہ کرسی
پر ٹک گئیں۔ اس گھڑی وہ دکھی تھیں۔

عباد ان کے قدموں میں بیٹھ گیا۔ ''امی آپ میری جنت ہیں، جسے میں کبھی نہیں چھوڑ
سکتا، لیکن میرے لئے وہ رشتہ بھی توڑنا ناممکن ہے۔ آپ اچھی طرح جانتی ہیں کہ اللہ کے نزدیک
طلاق سب سے ناپسندیدہ فعل ہے۔'' وہ سمجھانے لگا۔ ''امی یہ ایک عورت کی عزت، اس کی پوری
زندگی کا سوال ہے۔ آپ کیا چاہتی ہیں جو فرجاد بھائی نے زوبیہ کے ساتھ کیا وہی میں زویا کے
ساتھ کروں۔ صرف اپنے بھائی کو صحیح ثابت کرنے کیلئے۔ کیوں امی اس کا کیا قصور ہے؟ کیا خطا
ہے؟ ذرا سوچئے امی! میرے اس طرح چھوڑ جانے پر لوگ کیا کہیں گی۔ ایک جیتی جاگتی لڑکی
لوگوں کی نگاہوں میں تماشا بن کر رہ جائے گی اور میں تمام عمر لوگوں سے تو کیا خود سے بھی نگاہیں
نہیں ملا پاؤں گا۔'' وہ ملتجی تھا۔
''اچھا لگا یہ جان کہ میرا بیٹا نزاکتوں کو کس قدر سمجھتا ہے لیکن کاش وہ ماں کے دل کو بھی
سمجھ سکتا، جتنا خیال اسے ایک انجان لڑکی کا ہے اتنا احساس اسے اپنے خونی رشتوں کا بھی ہوتا۔''
ان کے لہجے میں تاسف تھا۔
''امی کیا چاہتی ہیں۔ آپ یہی نا کہ فرجاد بھائی گھر واپس آجائیں تو ٹھیک ہے۔ آپ
انہیں بلا لیجئے۔ میں ابو کو منالوں گا۔'' اس نے نرمی سے کہا۔
''جب تک تم اپنی پھپھو کے گھر سے تمام رشتے ختم نہیں کر دیتے اس کا لوٹنا ناممکن
ہے۔'' وہ سنجیدگی سے بولیں۔
''مطلب؟''
''زویا اس گھر میں آگئی تو ایک ہی چھت تلے رہنے والی دو بہوئیں کبھی ایک دوسرے
سے محبت کریں گی، نہ عزت دیں گی کیونکہ زوبیہ کے لئے زویا کے جذبات میں جانتی ہوں اور یہی
ماضی کی تلخیاں میرے گھر میرے بیٹوں کو بانٹ دیں گی۔ یہ میں ہرگز نہیں چاہتی۔ جو زویا کی
موجودگی میں یقیناً ہوگا اور میں یہ کبھی نہیں چاہتی کہ اب میں اس خاندان سے کوئی رشتہ باقی
رکھوں۔'' وہ فیصلہ کن انداز میں بولیں اور عباد دکھ سے ماں کو دیکھ رہا تھا کہ اس تباہی کے دہانے پر
پہنچانے کے ان کے پاس ہزار جواز تھے۔

❋ ❋ ❋

''بھئی میں جانتی ہوں تم مصروف ہو لیکن ایسی بھی کیا مصروفیت کہ گھر سے ہی بے خبر
ہو جاؤ۔ خیر سے نیناں کے دن قریب آرہے ہیں۔ کم از کم ایسے وقت میں تمہیں اس کے پاس ہونا
چاہئے۔ حد ہے لاپروائی کی۔'' رضیہ نے بیٹے کو آڑے ہاتھوں لیا۔
''امی میں جلد از جلد آنا چاہتا ہوں مگر کچھ مجبوریاں ہیں۔'' وہ دھیمے لہجے میں بولے۔

"بیٹا مجھے تمہاری مجبوریوں سے انکار نہیں لیکن تمہیں اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہونا چاہئے۔" انہوں نے نرمی سے سمجھایا۔

"امی میں انشاء اللہ بہت جلد آؤں گا۔" سعد نے گویا یقین دلایا۔

تبھی نیناں وہاں چلی آئی۔ رضیہ نے اسے اشارے سے قریب بلایا وہ ان کے قریب آ کر کھڑی ہوگئی۔ "یہ لو نیناں بھی آ گئی تم اس سے بات کرو۔ میں ذرا نماز پڑھ لوں کہیں مغرب کی نماز قضا نہ ہو جائے۔" انہوں نے فکرمندی سے کہتے ہوئے نیناں کو فون تھمایا اور اپنے کمرے کی طرف چل دیں۔

"السلام علیکم!" اس نے فون تھامتے ہی بڑے ادب سے سلام کیا۔

"وعلیکم السلام۔ جیتی رہیئے، خوش رہیئے، سدا سہاگن رہیئے۔" سعد نے اس انداز میں کہا کہ وہ بے اختیار ہنس پڑی۔

"اس ہنسی کو سننے کے لئے ترس گیا ہوں میں۔" سعد بڑی چاہت سے بولے۔

اس کا دل بے اختیار ہونے لگا۔ "میں سعد آپ کو بہت مس کر رہی ہوں۔ پلیز آ جایئے۔ اب مجھ سے اور انتظار نہیں ہوتا۔" وہ بے ارادہ کہہ گئی۔

"مجھے احساس ہے نیناں کہ میرے بنا تم کیسا محسوس کر رہی ہو کبھی کبھی لگتا ہے۔ میں نے تم سے شادی کر کے تمہارے ساتھ بڑی زیادتی کی ہے۔ دیکھا جائے تو میں نے تمہیں سوائے انتظار کے اب تک دیا ہی کیا ہے۔" وہ بڑے نادم تھے۔

"ایسا تو مت کہیں سعد!" اس نے بروقت خود کو سنبھالا اور وہ کیسے برداشت کر سکتی تھی کہ اس کا جیون ساتھی یوں احساس جرم میں گرفتار رہے۔

"تم بہت باظرف ہو۔ اس لئے اس سچ کو نظرانداز کر دیتی ہو۔ لیکن بہرحال حقیقت تو یہی ہے نا۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔

"اچھا چھوڑیں۔ بس اب اچھی اچھی باتیں کریں۔" اس نے خوشگوار موڈ سے کہا۔

"مثلاً کیسی باتیں۔" اس کا موڈ بھی خوشگوار ہو گیا۔

"ایسی باتیں جو زندگی کا احساس دلائیں، امید بھری ہوں اور......" وہ ادھوری بات چھوڑ کر مسکرا دی۔

"اور......" سعد کو تجسس ہوا۔

"اور ایسی باتیں جو میری سونی راتوں کو مہکا اور میرے انتظار کو خاص بنا دیں۔" اس نے دھیمے لہجے میں کہا۔

"ویسے کہا جاتا ہے کہ ایسی محبت لوگ شادی سے پہلے کرتے ہیں۔" سعد بہت خوبصورت احساس میں گھرے ہوئے تھے۔

"یہ سچ ان لوگوں کیلئے ہے جو جیون کا مطلب جانتے ہیں اور نہ سچے احساس سے ہی واقف ہوتے ہیں۔ سعد محبت کسی وحی کی طرح ہمارے دلوں پر اترتی ہے۔ دعا بن کر ہونٹوں سے ابھرتی اور پھر آسمان کی بلندیوں پر اپنا سفر مکمل کرتی ہے۔ اور پھر ایک دن معجزے کی طرح ہمیں زمین پر مل جاتی ہے۔" وہ بڑی چاہت سے بولی۔

اور سعد کے دل کے آنگن میں مسرتوں کے ڈھیروں گل کھل اٹھے۔ "جانتی ہو اس گھڑی تم نے مجھے دنیا کا خوش قسمت ترین انسان ہونے کا احساس دیا ہے، تھینکس۔" اس گھڑی، زندگی میں نیناں کی موجودگی کا احساس کچھ اور گہرا ہوا تھا۔ پھر کتنی دیر تک دونوں کے درمیان گفتگو ہوتی رہی۔ بالآخر فون بند ہو گیا۔ دونوں کے دلوں میں تشنگی ابھی باقی تھی۔

❋❋❋

"بھابی اتنا کچھ ہو گیا اور آپ لوگوں نے مجھے بتایا بھی نہیں۔ اب بھی اگر فراز کی آنسہ سے بات نہ ہوتی تو مجھے خبر نہ ہوتی کہ میرے بھائی کے ساتھ کیا ہوا ہے۔" ثمن دکھی تھیں۔

"انہوں نے ایسا دھوکہ دیا کہ میری بیٹی لوگوں کا موضوع گفتگو بن گئی، اب کسی سے کچھ کہنے کا حوصلہ ہی باقی نہیں رہا۔" مدحت بہت شکستہ لہجے میں بولیں۔

"بھابی حوصلہ رکھیں خدا انصاف ضرور کرے گا۔" ثمن نے آگے بڑھ کر انہیں اپنے ساتھ لگا لیا۔

"پتہ نہیں کیوں میری ہی بیٹیوں کے حصے میں اتنی آزمائشیں آئی ہیں۔ نجانے مجھ سے ایسی کون سے خطا ہو گئی ہے جس کی سزا مجھے اس طرح مل رہی ہے۔ شاید مجھے سفینہ کے ٹوٹے دل کی آہ لگ گئی ہے۔" وہ ایمانداری سے اپنی زندگی کا محاسبہ کرنے لگیں۔

ان لفظوں نے سفینہ کے قدم جکڑ لئے وہ دروازے پر ہی رک گئیں۔ اس کے انکشاف نے انہیں ہلا دیا تھا۔ وہ بی جان کی عیادت کا ارادہ ترک کر اپنے کمرے میں واپس چلی آئیں۔ "یا اللہ تو جانتا ہے کہ اپنی زندگی کے عظیم دکھ سے گزرتے ہوئے میں نے جہانزیب سے بہت نفرت کی ہے لیکن میں نے کبھی یہ نہیں چاہا کہ اس کا سر دنیا کے سامنے جھک جائے، اس سے وابستہ معصوم زندگیاں تباہ ہو جائیں۔ یا اللہ اگر میرے منہ سے جانے انجانے میں ایسی کوئی بددعا یا بدکلمات نکلے ہیں تو مجھے معاف کر دے کیونکہ اب میں اپنے دل پر مزید کوئی بوجھ لے کر نہیں جی سکتی۔ میرے تمام تر حوصلے دم توڑ چکے ہیں، میری ہمتیں جواب دے چکی ہیں اور میں تھک چکی

ہوں۔ مجھے معاف کر دے میرے رب، مجھے معاف کر دے۔" سفینہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رو دیں۔

✵✵✵

"واٹ آ سرپرائز تم لوگ اچانک یہاں۔" آنسہ اور نیلماں کو دیکھ کر وہ کھل اٹھی تھی۔

"ہاں بھئی ہم نے سوچا کہ لوگ تو گھر بار والے ہیں، ان کے پاس فرصت کہاں۔ ہم ٹھہرے فارغ لوگ تو آداب دوستی ہم ہی نبھالیں کہ کچھ تو وفا کا بھرم باقی رہے۔" آنسہ نے بڑے سلیقے سے شکوہ کیا۔

"توبہ ہے کیا ڈاکٹر نے آسان الفاظ میں بات کرنے کو منع کیا ہے۔" نیناں نے مصنوعی خفگی سے کہا۔ نیلماں ہنس پڑی۔

"ذرا آرام سے بندے کا دل ذرا کمزور ہے۔" شیراز نے سرگوشی کی۔ نیلماں جھینپ گئی جبکہ آنسہ اور نیناں باتوں میں مشغول تھیں۔

"اچھا بھئی جلدی سے بتاؤ کیا کھاؤ گی اور کیا پیو گی؟" نیناں اٹھ کھڑی ہوئی۔

"یہ سب رہنے دو اس وقت تو ہم تمہیں ساتھ لے جانے کیلئے آئے ہیں۔"

"مگر جانا کہاں ہے؟" وہ سوالیہ نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگی۔

"بھئی چاچی جان اور بی جان کو تمہاری بہت یاد ستا رہی ہے اس لئے فوراً تمہیں حاضر ہونے کا حکم دیا ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے بولیں۔

"میں پھپھو جان سے پوچھ لوں۔" نیناں نے جلدی سے کہا۔

"امی نے ان سے اجازت لے لی ہے تمہیں اس کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں، تم بس پیکنگ کرو۔" آنسہ نے جلدی سے کہا۔

"لیکن آنسہ! پھپھو یہاں اکیلی رہ جائیں گی۔ فراز بھائی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اور یہ ہمارے شیراز صاحب، ان کی کسی سے بنتی نہیں ہے۔ ایسا کروں گی میں پھر کسی دن چکر لگا لوں گی۔" اس نے ایک اور عذر پیش کیا۔

"یا اللہ میں کیا کروں اس لڑکی کا۔" وہ عاجز ہو گئی۔ "اب خبردار جو تم نے مزید کوئی بہانا بنایا۔ شرافت سے چلنے کی تیاری کرو۔" اس نے وارننگ دی، پھر اسے اچانک خیال آیا۔

"ویسے پھپھو جانی ہیں کہاں؟"

"میں پھپھو سے مل کر آتی ہوں۔" وہ نیناں کے کمرے سے نکلتے ہوئے بولی۔

"ذرا ٹھیک سے ملئے گا۔" شیراز نے پیچھے سے آواز لگائی۔

"باز آ جاؤ۔" نیناں مسکراتے ہوئے بولی تو وہ بھی مسکرا دیا۔

وہ کمرے سے باہر نکلی تو تیزی سے اس جانب آتے فراز سے بری طرح ٹکرا گئی۔ اگر وہ بروقت سنبھال نہ لیتا تو یقیناً اس کی ہڈی پسلی باقی نہ رہتی۔ "یا اللہ خیر کس سے ملنے کیلئے محترمہ اس قدر بے قرار ہیں۔" فراز نے شرارت سے پوچھا۔

"میں تو آپ ہی سے ملنے......" اس نے تیزی سے کہتے ہوئے ایک دم زبان دانتوں تلے دبا لی۔ فراز کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھر آئی، تب اس نے جلدی سے خود کو سنبھالا۔ "وہ میں پھپھو سے ملنے جا رہی تھی، آپ سے درخواست ہے کسی بھی قسم کی خوش فہمی سے پرہیز کیجئے گا۔" اس نے جتانے والے انداز میں کہا تو فراز کی مسکراہٹ اور گہری ہوئی۔

✵✵✵

"کتنی عجیب بات ہے کہ اس کائنات کا سب سے بڑا سچ محبت ہے اور سارے فریب ایک اسی کی ذات سے وابستہ ہیں۔" وہ بڑے کرب سے بولی۔

"بات صرف یہ ہے کہ محبت نہیں محبت کی جانب سفر کرنے والا راستہ فریب دیتا ہے اور وہ فریب اس قدر طاقتور ہوتا ہے کہ ہم اس میں الجھ کر رہ جاتے ہیں، اس سے نکلنا بھی نہیں چاہتے۔ میری سمجھ نہیں آتا کہ آپ افسردہ کس بات سے ہیں۔ اس شخص کو کھونے پر جو کبھی آپ کا تھا ہی نہیں یا پھر کسی اور بات پر۔"

"پتہ نہیں دکھ کس بات کا ہے۔ بہرحال وجہ جو بھی ہو درد ہمراہ رہتا ہے ہر گھڑی ہر پل۔" زوبیہ کرب سے بولی۔

"آپی ایک بات کہوں آپ برا مت ماننا۔" وہ ذرا جھجکتے ہوئے بولی۔ "آپی! شاہ دل کے بارے میں آپ نے کیا سوچا۔؟"

"مجھ میں پھر سے کوئی فیصلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ ویسے بھی تم جانتی ہو کہ شاہ دل میرے کسی فیصلے کا حصہ نہیں بن سکتا۔" وہ قطعی انداز میں بولی۔

"مگر میں پھر بھی کہوں گی کہ ایک بار آپ غیر جانبداری سے ان کے بارے میں ضرور سوچئے۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ وہ آپ کے بہترین جیون ساتھی ثابت ہو سکتے ہیں۔" وہ بولی تو زوبیہ نے اسے قدرے ناراضگی سے دیکھا۔

"ایسا میں سوچتی ہوں۔" وہ جلدی سے بولی۔

"ویسے آپی آخری فیصلہ آپ کا ہو گا اور میں امید کرتی ہوں کہ آپ کا فیصلہ بابا صاحب کو مایوس نہیں کرے گا۔" وہ اتنا کہہ کر خاموش ہو گئی اور اپنے تکیے پر سر رکھ کر لیٹ گئی۔

"میں تمہارے نقش قدم پر نہیں چلنا چاہتی۔" زوبیہ اسی انداز میں بولی۔

"میں ایسی صلاح کسی دشمن کو بھی نہیں دے سکتی، آپ تو میری سگی بہن ہیں۔" زویا کرب سے مسکرائی۔ زوبیہ نادم ہوگئی۔

"میرا یہ مطلب نہیں تھا اگر تم ہرٹ ہوئی ہو تو آئی ایم سوری۔" وہ خاموش رہی پتہ نہیں اسے واقعی برا لگا تھا یا اس کے کہنے کو کچھ نہیں تھا۔ وہ اس کی خاموشی سے کوئی مطلب اخذ نہیں کر پائی۔ اسے اس لمحے مزید کچھ کہنا فضول لگا اس لئے اس ارادے کے ساتھ کہ وہ صبح اسے منا لے گی۔ وہ خاموشی سے کروٹ لے کر لیٹ گئی۔

❋❋❋

"کیا بات ہے آج اچانک اپنے دوست کی یاد کیسے آ گئی؟" انسپکٹر فرحان اچانک اسے پولیس اسٹیشن میں دیکھ کر حیران رہ گیا۔ جواباً عباد مسکرا دیا۔

اچھا بیٹھو اور بتاؤ کہ تمہارا چہرہ اترا اترا سا کیوں ہے؟" فرحان نے کہا۔

"سچ کہوں تو آج میں اپنی غرض سے یہاں آیا ہوں۔ مجھے تمہاری مدد درکار ہے۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔

"خیریت......؟" فرحان فکرمند ہوگیا۔

"ایک پرابلم ہے جسے تم حل کر سکتے ہو۔" وہ ذرا آگے جھکتے ہوئے بولا۔

"کوئی جاب سے وابستہ مسئلہ ہے کیا؟"

"نہیں یہ میری پرسنل پرابلم ہے؟"

"بولو؟" وہ بغور اس کی جانب تکتے ہوئے بولا۔ "نہیں میرا خیال یہ ہے کہ یہ جگہ مناسب نہیں تم مجھے کہیں باہر ملو۔"

"اوکے بتاؤ کہاں ملنا ہے۔"

"میرے آفس کے قریب جو کافی شاپ ہے کل شام میں تم سے وہیں ملو۔ پھر تفصیل سے بات کریں گے۔" وہ اس انداز میں بولا۔ گویا سب کچھ پہلے سے سوچ رکھا تھا۔

"ڈن۔" عباد اسے مصافحہ کرتے ہوئے بولا۔ پھر تھوڑی دیر تک دونوں کے درمیان ادھر ادھر کی کچھ باتیں ہوئیں اور پھر عباد اس سے اجازت لے کر چل دیا۔ فرحان کچھ الجھن میں تھا۔

❋❋❋

سعد کیا آئے گھر کے در و دیوار روشن سے ہو گئے۔ رضیہ تو جیسے جی اٹھیں اور نیناں وہ

کیا محسوس کر رہی تھی۔ اس کیفیت کو بیان کرنے کے لئے لفظ ناکافی تھے۔ دونوں بھائی بڑے مسرور تھے۔

رضیہ نے انہیں گلے لگا لیا تو آنکھیں بھیگ گئیں، یہ منظر دیکھ کر آفندی بے اختیار بولے۔ "رضیہ بیگم آپ بھی کمال خاتون ہیں، جب بیٹا نظروں سے دور تھا تو اسے یاد کر کے آنسو بہاتی تھیں اور آج جب نگاہوں کے سامنے ہے تو ان آنسوؤں میں مزید شدت آ گئی ہے۔"

"آپ نہیں جانتے جب اولاد نگاہوں سے اوجھل رہے وسوسوں کے ناگ خوف زدہ کیے رکھتے ہیں اور جب ایک دم سارے وسوسے سارے خوف بے بنیاد ثابت ہو جائیں تو تشکر سے آنکھیں برسنے لگتی ہیں۔" وہ دوپٹے کے کونے سے آنکھیں صاف کرتے ہوئے بولیں۔

"آپ کچھ نہیں کہیں گی بھابی؟" شیراز نے شرارت سے نیناں کو دیکھا، وہ جھینپ کر وہاں سے ہٹ گئی۔

"تم مت سدھرنا۔" فراز نے اس کے سر پر چپت لگائی۔

"میں نہیں چاہتا کہ ایسا کوئی کام کروں کہ لوگ مجھے آپ کا بھائی ماننے سے انکار کر دیں۔" وہ معصومیت سے بولا۔

"دیکھا سعد بھائی یہ شخص کتنا خطرناک ہے۔" فراز نے سعد بھائی کی توجہ اس کی جانب دلائی تو وہ مسکرا دیئے۔

"سعد تم جاؤ فریش ہو جاؤ، باقی باتیں کھانے پر ہوں گی اور بیگم پلیز آپ کھانا لگوائیں۔ آج بہت دنوں بعد دوپہر کا کھانا ہم سب ساتھ کھائیں گے۔" آفندی صاحب کا چہرہ جگمگا رہا تھا۔ رضیہ نے خوشدلی سے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

❋❋❋

سعد کمرے میں داخل ہوئے نیناں ان کے لئے کپڑے نکال رہی تھی۔ وہ الماری کا دروازہ بند کرنے لگی، تبھی سعد نے اسے مضبوطی سے تھام لیا۔ نیناں نے ایک پل کیلئے ان کی جانب دیکھا اور پھر نگاہیں جھکا لیں۔

"ان آنکھوں کی روشنی کو پلکوں کی چلمن کے پیچھے مت چھپاؤ ورنہ میری نیا اندھیروں میں ڈوب جائے گی۔" لہجے میں بڑی گہرائی تھی۔

نیناں نے نگاہیں اٹھائیں تو اس کی آنکھوں میں محبت کے دیئے جلتے دیکھ کر اس کی سانسوں میں اپنے وجود کا احساس پا کر سعد بے اختیار ہونے لگا۔

نیناں نے بہت دن بعد زندگی کو زندگی محسوس کیا تھا۔

۞۞۞

''اب بتاؤ کہ ایسی کونسی سی بات ہے جو تم اکیلے میں کرنا چاہتے تھے۔'' فرحان نے اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

''یوں سمجھ لو کہ میری زندگی اور موت کا سوال میرے سامنے آ کھڑا ہوا ہے۔ تم چاہو تو زندگی مل سکتی ہے ورنہ ہر راہ کی منزل بس موت ہی ہے۔'' وہ بکھرا سا تھا اور بہت مایوس بھی۔

''کیسی باتیں کر رہے ہو؟'' وہ تڑپ گیا اور تب عباد نے اپنا دل کھول کر اس کے سامنے رکھ دیا کہ اس کے سوا اس گھڑی میں کوئی قابل بھروسہ تھا، نہ اسے سمجھنے والا۔ زندگی میں ملنے والے چند پرخلوص رشتوں کی فہرست میں ایک اس کا نام، اس کا رشتہ بھی شامل تھا۔

''تو اب؟'' وہ تمام گفتگو سننے کے بعد اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا، گویا اس کے ارادے جاننا چاہتا تھا۔

''زندگی مجھ سے کیا چاہتی ہے یہ میں نہیں جانتا لیکن میں یہ ضرور جانتا ہوں کہ میں زویا سے دستبردار نہیں ہو سکتا۔ یہ میری زندگی کا ایک قیمتی سچ ہے۔ چاہو تو اپنے طور سے اس کی پرکھ کر سکتے ہو۔ بہرحال اب یہ تمہیں طے کرنا ہے کہ تم کہاں تک میرا ساتھ دے سکتے ہو، میں تم سے مدد مانگ سکتا ہوں تمہیں مجبور نہیں کر سکتا۔''

''عباد تم اتنے تکلیف دہ حالات سے گزر رہے ہو مجھے سن کر دکھ ہوا لیکن اپنے دکھوں کو کم کرنے کیلئے یہ بوجھ دوسروں کی زندگیوں پر مت لادو یہ میری صلاح ہے۔'' وہ دھیمے لہجے میں بولا۔

''تم مجھے بس اتنا بتاؤ کہ تم میرے لئے کچھ کر سکتے ہو کہ نہیں۔'' وہ چڑ گیا۔

''کر تو بہت کچھ سکتا ہوں اور تم جانتے ہو کہ میں کچھ نہ کچھ کروں گا ضرور لیکن اس سے بہت سے لوگوں کو تکلیف ضرور ہو گی اور شاید تمہیں بھی۔ جو رسوائی ہو گی وہ الگ۔'' وہ اسے اس کے فیصلے کی سنگینی کا احساس دلا رہا تھا۔ ایک بار پھر سوچ لو عباد، تم نے جو سوچا ہے اگر اس پر عملدرآمد ہو گیا تو کافی مسائل پیدا ہو سکتے ہیں کچھ مشکلات ایسی بھی ہوں گی جس میں شاید قانون تمہاری کوئی مدد نہ کر سکے۔''

''اب میں کچھ نہیں سوچنا چاہتا کیونکہ انسان اگر اپنی سوچ کو بار بار پرکھنے لگے تو اس کے ارادے ریت کی دیوار سے زیادہ کمزور ہو جاتے ہیں، اور اب میں کمزور نہیں پڑنا چاہتا۔'' وہ مضبوط لہجے میں بولا۔

''ہوں، تو کیا بھابی کو تمہارے ارادے کی خبر ہے؟'' ایک اہم سوال فرحان کے

ہونٹوں تک آ گیا۔

''اسے تنہا رہ کر پل پل کی موت منظور ہے۔ وہ میرے ساتھ جی کر تمام رشتوں کو تیاگ نہیں سکتی، یوں لگتا ہے کہ میرے دل کے ساتھ کھیلنا سب کیلئے عین ثواب ہے۔'' اس کے لہجے میں خفگی در آئی۔

''اگر بھابی تمہارے ساتھ نہیں تب پھر تمہیں کوئی بھی انتہائی قدم اٹھانے سے گریز کرنا چاہئے۔'' اس نے پھر سمجھایا۔

''وہ نجانے کیا چاہتی ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ زندگی صرف ایک بار ملتی ہے اور میں اپنی زندگی کو عام انسانوں کی طرح مکمل طور پر جینا چاہتا ہوں مجھے عظیم ہونے کی آرزو نہیں، میں صرف جینے کی خواہش رکھتا ہوں۔'' وہ سنجیدگی سے بولا۔

''ٹھیک ہے تم پریشان مت ہو میں دیکھتا ہوں کہ میں کیا کر سکتا ہوں۔ تم اللہ پر بھروسہ رکھو۔'' اس نے نرمی سے کہا، عباد کا حوصلہ بڑھنے لگا۔

۞۞۞

''پتہ نہیں کیوں پھپھو میرا دل گھبرا رہا ہے۔'' نیناں نے رضیہ کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔ اس وقت وہ نماز سے فارغ ہوئی تھیں۔

''دراصل آج کل اعوان پیلیس میں جو کچھ ہو رہا ہے تم اس سے پریشان ہو گئی ہو مگر میری بچی اللہ پر بھروسہ رکھو اللہ سب سے بڑا ہے، سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا۔'' انہوں نے تسلی دی۔

''پھپھو زویا نے تو کبھی دانستہ بھی کسی کا دل نہیں دکھایا کسی کو تکلیف نہیں پہنچائی اور زوبیہ اس کا دل بھی شفاف ہے، بالکل آئینے کی طرح، کبھی کبھی لگتا ہے کہ دنیا بھر کی مشکلات ان کا مقدر کر دی گئی ہیں۔ ایسا کیوں ہوتا ہے۔ پھپھو! اچھے ہی لوگوں کے ساتھ ایسا کیوں ہوتا ہے؟'' وہ الجھنے لگی۔

''زندگی آزمائش کا دوسرا نام ہے۔ آزمائشوں کا ایک ایسا سلسلہ جس کی ابتداء اور اختتام دونوں سے ہم لاعلم رہتے ہیں مگر ان کی موجودگی اتنا ہی بڑا سچ ہے جتنا اللہ اور کائنات کا ہونا اور میری جان اللہ بھی تو ایسے لوگوں کو آزمائش میں ڈالتا ہے جو اس کے پسندیدہ ہوتے ہیں، جنہیں وہ اس لائق سمجھتا ہے۔'' وہ دھیمے لہجے میں بولیں۔

''پھپھو آپ کو کیا لگتا ہے بابا صاحب نے زوبیہ اور شاہ دل کے بارے میں جو فیصلہ کیا ہے کیا وہ صحیح ہے؟'' وہ جیسے ان کی رائے جاننا چاہتی تھی۔

"بابا صاحب کی عمر اور تجربے نے انہیں دو چیزیں دی ہیں، ایک پرکھ اور دوسری دور اندیشی۔ اس لئے میرا یقین ہے کہ ان کا کوئی فیصلہ غلط نہیں ہوسکتا۔" وہ پریقین تھیں۔

"اور زویا کیلئے بابا صاحب نے جو طے کیا ہے وہ؟" اس کے پاس ایک اور سوال تھا۔

"اس کا کوئی واحد جواز نہیں بلکہ بے شمار اسباب ہیں، اب یہی دیکھ لو کہ صادقہ بیگم کے انوکھے انوکھے خدشات رشتوں کو کس مقام تک لے آئے ہیں خود بیٹی کی ماں ہیں لیکن دوسرے کی بیٹی کیلئے اس قدر بے حس ہیں کہ سوچو تو روح کانپ اٹھتی ہے۔ سب سے زیادہ دکھ تو مجھے مدحت بھابی کو دیکھ کر ہوتا ہے، بیٹیوں کا دکھ الگ ہے اور دوسری طرف اس بات کی ندامت کہ انہیں اپنے میکے کی وجہ سے یہ دن دیکھنا پڑا۔" رضیہ کو ان کی تکلیف کا شدت سے احساس تھا۔

"پھپھو کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ سب کچھ پہلے کی طرح ٹھیک ہو جائے۔ سب کے چہروں کی خوشی اور دل کا اطمینان واپس لوٹ آئے۔" وہ حسرت سے بولی۔

رضیہ نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ "تم فکر مت کرو اللہ پر بھروسہ رکھو سب ٹھیک ہو جائے گا، انسان کو ناامید نہیں ہونا چاہئے۔ اللہ ایک دروازہ بند کرتا ہے تو سو دروازے کھول دیتا ہے۔ پر ہماری کمزوری ہے کہ ہم کافی دیر تک اس بند دروازے کو تکتے رہتے ہیں۔ انسان بھٹکتا تب ہے جب وہ مایوسی کا ہاتھ تھام کر بنا سوچے سمجھے چل پڑتا ہے۔ اسی لئے تو مایوسی کو گناہ قرار دیا گیا ہے۔ بس اللہ بڑا کارساز ہے۔ وہ مصلحتوں کو سمجھنے والا ہے۔ اے پروردگار ہم گناہ گاروں کو بخش دے، ہماری مشکلات کو آسان کردے۔" انہوں نے صدق دل سے دعا کی۔

نیناں نے بھی خلوص نیت سے آمین کہا تھا۔

❋❋❋

گاڑی اپنی مخصوص رفتار سے اپنے سفر پر رواں دواں تھی مگر خاموشی ٹھہر گئی تھی۔ سعد نے بغور آفاق کی جانب دیکھا اور مسکراتے ہوئے بولے۔ "ویسے مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے میں ایک ہٹے کٹے نوجوان کو یونیورسٹی ڈراپ کرنے نہیں بلکہ کسی چار پانچ سال کے بچے کو زبردستی اسکول چھوڑنے جا رہا ہوں۔"

جواباً آفاق بڑے پھیکے سے انداز میں مسکرا دیا بولا کچھ نہیں۔

"کیا ہو گیا ہے یار تمہاری وہ شوخی وہ شرارت کہاں گم ہوگئی۔" وہ قدرے فکرمند تھے۔

"سعد بھائی آپ جانتے ہیں کہ میں زویا کو اپنی زندگی میں بہت خاص مقام دیتا ہوں، اس کی خوشی اور اس کا غم مجھے اتنے ہی محسوس ہوتے ہیں جتنے اپنی سگی بہنوں کیلئے محسوس کرتا ہوں۔ وہ میری عزیز ترین ہستیوں میں سے ایک ہے اور سوچئے کہ اگر آپ کا اس قدر عزیز

رشتہ ایک ایک پل میں کئی کئی بار کرب سے گزر رہا ہو اور آپ چاہ کر بھی اس کے لئے کچھ نہ کر پائیں تو کتنی اذیت ہوتی ہے۔ اس بات کا اندازہ آپ نہیں لگا سکتے۔" آفاق کو اس کی بے یقینی اک مسلسل اذیت میں مبتلا کئے ہوئے تھی۔

سعد کو اس کا اندازہ بخوبی تھا۔ "فکر مت کرو زندگی تمہیں ایک ایسا موقع ضرور دے گی کہ تم یہ ثابت کرسکو کہ تم نے رشتوں کو زندگی میں کیا جگہ دی ہے اور یہ کہ رشتہ خواہ کوئی ہو نبھانا صرف عورت کو نہیں مردوں کو بھی آتا ہے۔" وہ اس کو اس کی بوجھل سوچ کی قید سے آزاد کرانا چاہتا تھے۔ آفاق ہولے سے مسکرا دیا۔

❋❋❋

یونیورسٹی کے کاریڈور سے گزرتے ہوئے اس کی ٹکر زبردست طریقے سے کسی لڑکی سے ہوئی تھی، اس کا بیلنس بگڑ گیا تھا، وہ اس بری طرح گری کہ پاؤں میں موچ آگئی۔ "آئی ایم ریلی سوری۔" وہ بڑا نادم سا تھا۔

کرن اس قدر تکلیف میں تھی کہ آنکھیں بھیگ گئیں مگر اس نے پھر بھی بڑے حوصلے سے کہا۔

"اٹس اوکے" اس لمحے وہ لڑکی آفاق کو بہت منفرد سی لگی اور وہ نادم سا ہوگیا۔ "دیکھئے، آئی ایم ریئلی سوری، وہ میرا دھیان کہیں اور تھا اور اسی میں بس...... ایک بار پھر سوری۔" آفاق کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کہے۔

"دیکھئے آپ بار بار اس طرح مت کہیں ساری غلطی آپ کی نہیں ہے میری بھی ہے۔ اگر آپ کا دھیان کہیں اور تھا کہ میں تو دیکھ سکتی تھی۔" اس کی تکلیف بڑھ رہی تھی مگر وہ کمال ضبط کا مظاہرہ کر رہی تھی، "پلیز آپ گلٹی فیل مت کیجئے۔ آئی ایم اوکے۔" اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن تکلیف کی وجہ سے اس کی ہلکی سی چیخ نکل گئی۔

"میرا خیال ہے میں آپ کی اتنی ہیلپ ضرور کرسکتا ہوں۔" اس نے ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

"نہیں میں خود ہی......"

"میری نیت صرف آپ کی مدد کرنے کی ہے پلیز ٹرسٹ می۔" وہ اس کی جھجک محسوس کر رہا تھا اس لئے اس کی بات قطع کر کے قدرے سنجیدگی سے بولا تو اس نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ اس وقت کوئی شناسا چہرہ اس کے سامنے نہ تھا اس لئے اس کی مدد لینے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔

ایک انجان شخص کا ہاتھ تھامنا کرن کو بڑا عجیب سا لگا تھا لیکن مجبوری تھی۔

دوسری طرف آفاق کو ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ اس لڑکی سے شناسا ہے لیکن اسے کوئی حوالہ اس وقت یاد نہیں تھا، اور وہ حقیقتاً حوالوں میں الجھنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ ابھی تو بس اسے اس لڑکی کی تکلیف کا احساس ہو رہا تھا۔

''آپ کا ڈپارٹمنٹ کونسا ہے۔'' اس نے دھیمے لہجے میں پوچھا۔

''وہ میں سائیکالوجی ڈپارٹمنٹ میں ہوں۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

وہ اسے لئے دھیرے دھیرے چل رہا تھا، تب بہت سے لوگوں کی معنی خیز نگاہیں ان کی جانب اٹھیں۔ کچھ آپس میں سرگوشیاں بھی کر رہے تھے۔

ایسے میں سدرہ اسے نظر آئی تو اس نے جلدی سے کہا۔ ''وہ میری کلاس فیلو ہے۔ اب میں اس کے ساتھ چلی جاؤں گی۔'' وہ لوگوں کی نگاہوں سے گھبرا رہی تھی۔ اس بات کو آفاق نے محسوس کیا تھا، اس لئے سدرہ کے قریب آتے ہی کرن کو اس کے حوالے کیا اور اپنے ڈپاٹمنٹ کی جانب بڑھ گیا۔

''کون تھا؟'' اس نے کرن کو سہارا دیتے ہوئے پوچھا۔

''زویا کا کزن ہے نام اس وقت یاد نہیں آ رہا۔ دراصل شادی کے دوران سرسری سی ملاقات ہوئی تھی اور آج سامنا ہوا ہے مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہ بھی اسی یونیورسٹی میں ہے۔'' وہ حیران تھی۔

''ہوسکتا ہے دیکھا ہو مگر دھیان نہ دیا ہو۔'' سدرہ اسے تھامے ہوئے دھیرے دھیرے کلاس روم کی جانب بڑھتے ہوئے بولی۔

تب کرن آہستہ آہستہ اسے تفصیل بتانے لگی۔

۞۞۞

''اے لڑکی تمہارا دھیان کدھر رہتا ہے خواہ مخواہ میں بیٹھے بٹھائے مسئلہ بنا دیا ہے۔ اگر کچھ ہو جاتا تو۔'' صادقہ بیگم کا انداز بھی انوکھا تھا۔

''امی ذرا موچ ہی تو ہے۔ ایک دو دن میں ٹھیک ہو جائے گی۔'' کرن ان کی پریشانی دیکھ کر حوصلے کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولی۔ ''امی پلیز کرن ٹھیک کہہ رہی ہے آپ زیادہ پریشان مت ہوں۔'' عباد نے بھی ان کی ہمت بڑھانے کو کہا۔

''میرے لئے اس دنیا میں پریشانیوں کے سوا رکھا ہی کیا ہے۔ یہ پریشانی اللہ نے دی ہے اور وہ ختم بھی کر دے گا، لیکن جن پریشانیوں کو ختم کرنا انسانوں کے اختیار میں ہوتا ہے۔ وہ تو

کسی کی جان ہی لے کر جاتی ہیں۔'' انہوں نے گویا عباد کو مطلع کیا کہ اس کی ضد کی وجہ سے حالات بہت زیادہ بگڑ سکتے ہیں۔ وہ خاموشی سے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔

''اپنے بیٹے کی خاموشی کو اگر آپ پڑھنے کی کوشش کریں تو اس کے مضبوط ارادوں کا آپ کو بخوبی اندازہ ہو جائے گا۔'' کمال احمد نے پھر سمجھانے کی کوشش کی۔

''ہاں میں ہوں ہی ناسمجھ۔'' خیر اب آپ ہی مجھ کم عقل کو سمجھا دیجئے۔'' وہ قدرے خفگی سے بولیں۔

''صادقہ بیگم! اگر آپ ناسمجھدار ہوتیں تو زندگی کے اتنے سال اس قدر خوشگوار انداز میں نہ گزرتے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ آپ اپنی ذات کا محاسبہ کرنے سے کتراتی ہیں۔'' وہ بڑے گہرے انداز میں بولے۔ صادقہ نے قدرے ناراضگی سے انہیں دیکھا۔ مگر وہ خاموش نہیں ہوئے۔

''آپ کے بیٹے کی خاموشی مجھے کسی بڑے طوفان کا پیش خیمہ معلوم ہوتی ہے اور یاد رکھیئے کہ اگر اس نے کوئی انتہائی فیصلہ کرلیا یا کوئی غلط قدم اٹھایا تو اس کی ذمہ دار صرف اور صرف آپ ہوں گی۔'' کمال احمد کا لہجہ تنبیہ آمیز تھا۔

۞۞۞

"ہاں یہ تو مجھے معلوم ہے کہ اس گھر میں جو بھی آج تک برا ہوا ہے یا آئندہ ہوگا، اس کی ذمہ داری مجھ پر ہی عائد ہوگی۔" وہ غصے میں تھیں۔

"امی! پلیز ابو کی بات سمجھنے کی کوشش کیجئے۔" کرن نے منت بھرے انداز میں کہا۔

"خاموش رہو، یہاں تو سب کو مجھ پر تنقید کرنے کا موقع ملنا چاہیئے۔" وہ بڑبڑاتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئیں۔

"ابو! مجھے امی کی ضد سے ڈر لگ رہا ہے۔" کرن بہت خوف زدہ تھی۔

وہ اٹھ کر اس کے قریب چلے گئے اور بڑی نرمی سے اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔

"پریشان مت ہو، اللہ سب ٹھیک کرے گا۔" انہوں نے تسلی آمیز لہجے میں کہا۔

وہ خاموش ہوگئی مگر دل اب بھی بے چین تھا۔

"تم آرام کرو باقی تمام پریشانیوں کو پس پشت ڈال دو۔" وہ اتنا کہہ کر اس کے کمرے سے باہر نکل گئے اور وہ سوچنے لگی کہ دیکھیں کہ اب حالات کیا رخ اختیار کریں گے۔

❋❋❋

"میرا خیال ہے اب تو تم نے فیصلہ کرلیا ہوگا؟" سفینہ نے شام کی چائے پیتے ہوئے شاہ دل سے سوال کیا۔

"آپ کس بارے میں بات کر رہی ہیں؟" وہ جان بوجھ کر انجان بن گیا۔

"تم جانتے ہو شاہ دل! کہ میں کس بارے میں بات کر رہی ہوں، یہ اور بات ہے میرے منہ سے سننا چاہتے ہو، میں سنائے دیتی ہوں، میں زوبیہ اور تمہارے رشتے کے بارے میں بات کر رہی ہوں۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔

"میں نے اس بارے میں فی الحال کوئی فیصلہ نہیں کیا، جب کرلوں گا تو آپ کو سب سے پہلے بتاؤں گا۔" وہ جیسے اس موضوع پر ہونے والی گفتگو کی طوالت سے بیزار ہونے لگا تھا۔

"فیصلہ کیا نہیں یا کرنا نہیں چاہتے؟" انہوں نے شاکی نگاہوں سے شاہ دل کو دیکھا۔

"ایک بات سمجھ لو شاہ دل! اب تمہارا نام اس لڑکی کے ساتھ آچکا ہے اب تمہیں اپنی رضا سے یا جبراً اس سے شادی کرنی ہے، یہی بابا صاحب کا فیصلہ ہے اور یہی اس خاندان کی روایت ہے۔" وہ سختی سے بولیں۔

"جس انسان کو خود کبھی رشتوں اور روایتوں کا پاس نہیں رہا، آپ اس شخص کی بیٹی کیلئے مجھے روایات کا واسطہ دے رہی ہیں؟ آپ کو احساس ہے کہ یہ سب اگر ہوگا تو آپ خود پر بہت بڑا ظلم کر بیٹھیں گی، ہر روز انہی لوگوں کا سامنا، رشتہ نبھانے کی مجبوری کا احساس......آپ جانتی ہیں کہ اس سے آپ کی اذیتوں میں اضافہ ہوسکتا ہے......آپ کیوں ان لوگوں سے رشتہ مستحکم کرنا چاہتی ہیں جو آپ کے ہر دکھ کی وجہ رہے ہیں اور وہ زوبیہ......دنیا کی بدتمیز لڑکی ہے، ہماری زندگیوں کو جہنم بنا دے گی اور میں ایسی لڑکی کے ساتھ کیسے زندگی گزار سکتا ہوں جس کی میرے دل میں کوئی جگہ نہیں ہے......نہیں، میں اس سے شادی نہیں کروں گا۔" وہ فیصلہ کن انداز میں بولا۔

"شاہ دل! اس کی زندگی کا سوال ہے۔ تمہاری ناں اس کی زندگی برباد کردے گی۔" سفینہ نے اسے سمجھایا۔

"میں اس کا ذمہ دار نہیں ہوں، ویسے بھی پھپھو! میں ایک عام سا آدمی ہوں، کوئی مہان ہستی نہیں کہ دوسروں کیلئے اپنی خوشیاں، اپنی پوری زندگی برباد کردوں، نہیں پھپھو! مجھ سے ایسا کچھ نہیں ہوگا۔ پلیز آپ مجھ سے کوئی امید مت رکھیئے گا۔" وہ دوٹوک انداز میں بولا۔

"مجھے اس لڑکی کے بارے میں تمہاری رائے جاننے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اور نہ ہی تمہارے کسی فیصلے کی اب کوئی اہمیت باقی ہے، جو فیصلہ بابا صاحب نے کیا، وہ حرف آخر ہے، اب اس میں ترمیم کی گنجائش نہیں ہے۔" وہ سختی سے بولیں۔

"میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ آپ کے دل میں پوری دنیا کیلئے ہمدردی ہے مگر آپ خود اپنی ذات کیلئے اس قدر بے حس ہیں کہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا۔" وہ عجب کیفیت میں تھا۔

"شاہ دل! میری ایک بات غور سے سنو، یوں سمجھ لو کہ میں اب آخری بار تم سے مخاطب ہوں۔" ان چند لفظوں نے شاہ دل کو ہلا دیا۔ وہ حیران سا انہیں دیکھ رہا تھا جبکہ ان کی بات جاری تھی۔ "تمہارا جو دل چاہے کرو کیونکہ اب تم بڑے ہوگئے ہو، اپنا اچھا برا خود سوچ سکتے ہو، مجھے نہیں معلوم تھا کہ بچپن میں کھلونوں سے کھیلنے والا میرا شاہ دل بڑا ہوکر خاندان کی عزت سے کھیلنے لگے گا۔" وہ طنز سے بولیں۔

"پھپھو......! پلیز آپ میرے بارے میں یہ کیا سوچنے لگیں ہیں۔ میں تو......!"

"میری بات ابھی ختم نہیں ہوئی۔" وہ تیزی سے اس کی بات قطع کر کے بولیں۔

”تمہیں اپنے لئے جس راہ کا انتخاب کرنا ہے، کرو، کوئی تمہیں نہیں روکے گا کیونکہ تم نے ہمیں جب کوئی حق ہی نہیں دیا تو ہم کیوں کوئی شکوہ کریں، لیکن ایک بات یاد رکھنا اب تمہاری پھپھو اور دادا کسی راستے پر تمہارے ساتھ نہیں چلیں گے، اب بھلا تمہیں ہماری ضرورت بھی کیا ہے۔“ وہ افسردگی سے بولیں۔

شاہ دل اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کے قدموں میں آن بیٹھا۔ ”پلیز پھپھو! ایسا تو مت کہیں، میری زندگی میں آپ کا مرتبہ، آپ کا مقام میری سگی ماں سے بھی بڑھ کر ہے۔ جتنا پیار آپ نے مجھے دیا ہے شاید میرے والدین بھی مل کر نہ دے پاتے، اور دادا جان ان کی ضرورت تو مجھے قدم قدم پر تھی اور رہے گی، ان کی میری زندگی میں جو جگہ ہے، آپ اس سے واقف ہیں، اس کے باوجود آپ نے کیسے سوچ لیا کہ میں محض اپنی خوشی کیلئے آپ لوگوں کو چھوڑ دوں گا، کیا کوئی اپنوں سے یوں بدگمان ہوتا ہے؟“ وہ دکھ سے بولا۔

”ہم یہ سب نہیں سوچنا چاہتے لیکن تم ہمیں سوچنے پر مجبور کر رہے ہو۔“ سفینہ کا دل تڑپ رہا تھا مگر وہ کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھیں کہ ایک معصوم زندگی کا سوال تھا، وہ نہیں چاہتی تھیں کہ جو ان کے ساتھ ہوا، وہی تمام عمر زوبیہ کے ساتھ بھی ہو، وہ بھی ان کی طرح تمام اپنی ہی تلاش میں بھٹکتی رہے۔ وہ مزید بولیں۔ ”تم جہانزیب سے صرف اس لئے نفرت کرتے ہو کہ انہوں نے میری زندگی کو تنہائی کے سپرد کر دیا تو شاہ دل! آج تم بھی میری زندگی کے اک ایسے موڑ پر کھڑے ہو جہاں ایک طرف تمہاری ذات ہے اور دوسری جانب وہ لڑکی جس سے رشتہ جوڑ کر تم اسے معاشرے میں سر اٹھا کر جینے کا حق دے سکتے ہو، وہ لوگ ہیں جنہوں نے بڑے مان کے ساتھ تمہارے لئے فیصلہ کیا ہے اور اس فیصلے کی خبر اتنے لوگوں کو ہو چکی ہے کہ بات محض اس لڑکی کی نہیں، خاندان کی عزت پر آ گئی ہے، اور مجھے اس خاندان کی عزت اپنے آپ سے بڑھ کر عزیز ہے، آگے تمہاری مرضی لیکن فیصلہ کرتے ہوئے ایک بات یاد رکھنا کہ ”ناں“ کی صورت میں تم اپنا سب کچھ کھو دو گے۔“ وہ اتنا کہہ کر خاموش ہو گئیں لیکن اسے بے حد الجھا گئیں۔

✵ ✵ ✵

”میں سوچ رہی تھی کہ نیناں کی گود بھرائی خوب دھوم دھام سے کروں مگر پھر خیال آیا کہ بھائی، بھابی کیا سوچیں گے کہ وہ اس قدر مشکل حالات سے گزر رہے ہیں اور ہم خود غرض بنے اپنی خوشیوں میں مگن ہیں۔“ رضیہ ان معاملات میں بڑی حساس تھیں۔

”بات تو ٹھیک ہے لیکن اگر ہم نے گود بھرائی کی رسم ادا نہ کی تو انہیں لگے کہ وہ ہماری خوشیوں کی راہ میں رکاوٹ بن رہے ہیں۔“ ثمرہ بھی اپنے رائے دینے لگیں۔

”تو اب کیا کریں؟“ رضیہ کچھ الجھ سی گئی تھیں۔

”میرا خیال ہے زیادہ لوگوں کو بلانے کی ضرورت نہیں، بس خاندان کے لوگوں کو بلا کر لیتے ہیں، آخر اس گھر کی پہلی خوشی ہے، اسے یوں نظر انداز کرنا بھی تو اچھا نہیں لگتا، ویسے نیناں کے بھی کچھ ارمان ہوں گے۔ چلو پھر بابا صاحب اور بی جی سے مشورہ کر لیتے ہیں۔“ وہ نرمی سے بولیں تو رضیہ نے اثبات سے سر ہلا دیا۔

✵ ✵ ✵

”اب بتاؤ طبیعت کیسی ہے؟“ سدرہ بیڈ پر اس کے قریب بیٹھتے ہوئے پوچھنے لگی۔

”اب تو بہتر ہے۔“ کرن نے مسکراتے ہوئے نرمی سے کہا۔

”ایک بار پھر بتاؤ کہ طبیعت کیسی ہے؟“ سدرہ نے دوبارہ سنجیدگی سے اس سے پوچھا۔

”خیریت تو ہے، دماغ میں کوئی خلل واقع ہو گیا ہے یا سماعت درست نہیں، ایک ہی بات دو دو مرتبہ پوچھ رہی ہو؟“ کرن حیران ہوئی۔

”بھئی ایک بار تو اپنی جانب سے پوچھا اور دوسری مرتبہ کسی اور کی طرف سے۔“ وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

”کس کی......؟“ اس کی سمجھ میں نہیں آیا۔

”بھئی وہی جن کی بدولت آپ اس حال کو پہنچی ہیں۔“ سدرہ مسکراتے ہوئے بولی۔

”کیا وہ مجھے پوچھ رہے تھے؟“ اسے یقین نہیں آیا۔

”ہاں بھئی کوئی ایک بار، وہ تو بار بار بلکہ یوں کہوں کہ لگاتار تمہارے بارے میں پوچھ رہے تھے۔“

”کیا کہا انہوں نے......؟“ اس کی دلچسپی بڑھی۔

”فی الحال تو طبیعت ہی پوچھ رہا تھا، اب کل وہ فون نمبر اور ایڈریس پوچھنے لگے تو کہہ نہیں سکتی۔“ وہ شرارت سے بولی۔

”جب بھی بولنا، فضول ہی بولنا۔“ کرن بیزاری سے بولی۔

”ویسے اگر مانگیں تو فون نمبر تو دے دوں نا......؟“ وہ دوبارہ اسے زچ کرنے کے موڈ میں تھی جواباً کرن نے اسے گھورا تو وہ زور زور سے ہنسنے لگی۔

✵ ✵ ✵

”آپ یہاں......؟“ مدحت، سفینہ کو اپنے کمرے میں دیکھ کر حیران ہوئی تھی۔

"سوری میں بغیر اجازت اندر چلی آئی۔" مدحت جلدی سے بولیں۔

"ایسی بات نہیں، پلیز آپ بیٹھئے نا۔" مدحت انہیں دیکھ کر واقعی خوش ہوئی تھیں اس لئے فوراً بیڈ پر بیٹھنے کا اشارہ کیا، بوکھلاہٹ میں یہ بھی بھول گئیں کہ کمرے میں کرسیاں موجود ہیں۔

سفینہ نادم سی ایک کرسی پر ٹک گئیں تو مدحت بھی ان کے سامنے آبیٹھیں۔ چند لمحے خاموشی کی نذر ہو گئے۔ شاید دونوں اس سوچ میں تھیں کہ بات کیسے شروع کی جائے اور اس سوچ کی بنیاد بھی کہ دو اجنبیوں کے درمیان گفتگو کیسے شروع ہوتی ہے، دونوں اس سے قبل اس تجربے سے نہیں گزری تھیں، مدحت نے ہی ہمت کی۔ "میری وجہ سے آپ کی زندگی میں جو کچھ بھی......!"

"کیا یہ ضروری ہے کہ ہمارے درمیان ہمارا ماضی ہمیشہ رہے؟" وہ مدحت کی بات قطع کر کے قدرے نرمی سے گویا ہوئیں۔

"کچھ باتوں کو بھول جانا تو آسان نہیں ہوتا۔" وہ صداقت سے بولیں۔

"یہ سچ ہے لیکن سچ یہ بھی ہے کہ اگر ہم اپنے ماضی کو نہیں بھولیں گے تو ہمارے بچوں کے راستے کبھی آسان نہیں ہوں گے۔ میرے ساتھ جو ہوا، اس درد کا احساس ابھی تک باقی ہے اور شاید ہمیشہ رہے گا لیکن میں یہ کبھی نہیں چاہوں گی کہ میرا دکھ کسی کی بربادی کا جواز بنے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ تم نے ہمیں معاف کر دیا؟" وہ خوشی سے بولیں۔

"یہ ضروری تھا۔" وہ سنجیدہ تھیں۔

"میں آپ کی احسان مند ہوں کہ آپ......؟"

"یہ ضروری نہیں۔" وہ ان کی بات قطع کرتے ہوئے سنجیدگی سے بولیں۔

"لیکن پھر بھی ایک بات کہنا بہت ضروری ہے کہ آپ ایک بلند انسان ہیں، بلندی پر کھڑا انسان ہمیشہ اکیلا ہوتا ہے۔" سفینہ مسکرائی تو اس کی مسکراہٹ میں اس کا کرب سمٹ آیا۔ مدحت کو لگا جیسے وہ اسے بہت کچھ جتا رہی ہو اس لئے خاموش ہو گئیں۔

"میں نے تنہائی کا جو زہر پیا ہے، وہ میرے لہو کے ہر قطرے میں ہی نہیں میری روح میں بھی شامل ہو گیا ہے، اس لئے اکثر لوگوں کو میری زبان سے تکلیف پہنچتی ہے، میری وجہ سے اگر آپ ہرٹ ہوئی ہیں تو معذرت چاہتی ہوں۔" وہ جیسے بہت بے بس تھیں۔ مدحت کو اس کا احساس تھا۔

"میرے پاس بہت سے گلے ہیں، مجھے بہت سے لوگوں سے بہت سی شکایتیں ہیں

لیکن میں جانتی ہوں کہ ہر انسان تمام عمر قسمت اور دل کے درمیان الجھا رہتا ہے، وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کی راہوں کا تعین اس کا دل کرتا ہے لیکن وہ یہ نہیں جانتا کہ دل کے کئی راستے ہوتے ہیں، ہر سفر اور ہر منزل قسمت کی دین ہوتی ہے اور میری قسمت سے مجھے درد کے سوا کچھ نہیں ملا۔" ان کی آنکھوں میں لمحہ بھر کیلئے جہانزیب کا سراپا آٹھہرا۔

مدحت خاموش تھیں کہ ان کے پاس وہ الفاظ نہیں تھے جو سفینہ کے درد کی دوا ہو سکتے۔ یوں بھی جب درد زیادہ بڑھ جائے تو مسیحائی بے اثر ہو جاتی ہے۔ "ایک اور بات کہنا چاہتی ہوں کہ میں نے کبھی نہیں چاہا کہ زوبیہ اور زویا کے ساتھ کچھ برا ہوا اور نہ ہی ایسی چاہت آپ کی ذات کیلئے رکھتی ہوں کیونکہ محبت کرنے والوں کا ظرف بہت بڑا ہوتا ہے۔" سفینہ اتنا کہہ کر پروقار انداز میں چلتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئیں۔

مدحت کو یہ عورت بہت منفرد لگی تھی۔

❋❋❋

"کیا آپ بابا صاحب کے فیصلے سے مطمئن ہیں؟" رات مدحت نے اچانک سوال کیا تو جہانزیب انہیں دیکھ کر چونک گئے۔

"کیا تم مطمئن نہیں......؟" وہ بیڈ پر ان کے قریب آبیٹھے۔ ان کے لہجے سے ہی نہیں آنکھوں سے بھی حیرت عیاں تھی۔

"نہیں ایسی بات نہیں بس۔ ویسے ہی......!" مدحت جھجک گئیں۔

"میں تمہاری پریشانی سمجھتی ہوں، تمہارے ڈر کا بھی احساس ہے، تمہیں لگتا ہے کہ ہماری وجہ سے جس کرب سے سفینہ کو گزرنا پڑا، اس کا بدلہ وہ ہماری بیٹی سے لے گی۔" وہ پریقین لہجے میں بولے۔ "دیکھو مدحت! کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ہم سفر کرتے ہوئے اس موڑ پر ٹھہر جاتے ہیں جس سے آگے فقط تاریکی ہوتی ہے، اسے احتیاط کہئے یا منزل کا راستہ گم ہو جانے کا خدشہ لیکن یہ سچ ہے اور اس سے بھی بڑا سچ جانتی ہو کیا ہے؟" انہوں نے سوالیہ نگاہوں سے مدحت کو دیکھا۔ وہ خاموش ہو رہیں۔ تو دوبارہ گویا ہوئے۔ "انسان اجالوں سے مسلسل دھوکا کھاتا ہے۔ اور اسے احساس بھی نہیں ہوتا اور جب ہوتا ہے، اس وقت تک بہت دیر ہو چکی ہوتی ہے۔"

"کمال بھائی کے بیٹے کی بات کر رہے ہیں؟" وہ آہستگی سے بولیں۔

"تم مجھے مجھ سے بہتر سمجھتی ہو، میرے دل کی ہر بات کو پل بھر میں جان لینا یہی تمہارا خاص وصف ہے۔ میرا نہیں خیال کہ اس کے بعد کسی سوال کی گنجائش باقی رہتی ہے۔" انہیں دل کی بات کہنے کا ڈھنگ آتا تھا، اس لئے حقیقت کہہ دینا ان کیلئے ہرگز مشکل نہ تھا۔

"جہانزیب! میں نے کبھی سوچا نہیں تھا کہ زندگی کبھی اس موڑ پر آٹھہرے گی کہ جہاں نہ راستوں پر اعتبار باقی رہے گا نہ منزلوں کا یقین...... کبھی نہیں سوچا تھا کہ اپنوں کی وجہ سے میری اولاد کو اتنے عذابوں سے گزرنا پڑے گا، یہ وہ رشتے ہیں جو کبھی زندگی سے بڑھ کر تھے۔" وہ دکھی تھیں۔

"میں خود سے نظریں ملانے کے قابل نہیں رہی، کیا سوچتے ہوں گے سب کہ میں کیسے خاندان سے ہوں جہاں صرف دھوکا دینا جانتے ہیں۔"

"تم ایسا کیوں سوچ رہی ہو؟ اس میں تمہارا کیا قصور......؟" جہانزیب حیران ہوئے۔
وہ خاموش تھیں مگر آنکھوں میں نمی گہری ہوگئی۔

"کسی نے کچھ کہا کیا؟" وہ سوالیہ نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگے۔

"نہیں جہانزیب! آپ کے گھر والے آپ کی طرح بہت اچھے ہیں لیکن پھر بھی......!"

"تو بس اس بارے میں سوچنا بند کر دو۔" جہانزیب نے بڑی نرمی سے ان کی بات قطع کر کے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔ وہ خاموش ہوگئیں لیکن اب بھی ان کے سوچنے کو بہت کچھ تھا۔

❋❋❋

"آپ نے بنا کسی سے مشورہ کئے اس رشتے کیلئے ہامی بھر لی کیسے؟" کمال احمد قدرے غصے میں تھے۔

"یونہی ہامی نہیں بھری، خوب چھان بین کی ہے، لڑکا پڑھا لکھا ہے، لندن میں سیٹل ہے، خاندانی ہے اور کیا چاہئے اور ویسے بھی میں اس کی ماں ہوں، اتنا حق تو بنتا ہی ہے کہ میں اپنی مرضی سے کوئی فیصلہ سکوں۔" صادقہ بڑے یقین سے بولیں۔

"یہ اس کی زندگی کا سب سے اہم فیصلہ ہے۔ آپ کو اپنے تمام حقوق یاد ہیں لیکن شاید فرائض بھول گئی ہیں، کوئی بات نہیں...... میں یاد دلاتا ہوں، والدین کا فرض ہوتا ہے اولاد کی بہتر سے بہتر پرورش کرنا لیکن کسی غرض کے بغیر...... ہمیشہ انہیں اپنی قربانیوں کی داستانیں سنا کر انہیں مجبور کرنا، یہ والدین کو زیب نہیں دیتا۔ اگر بچے سعادتمند ہوں تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ان کے سینے میں دل نہیں یا ان کی خواہشات کا احترام کرنا ضروری نہیں، صادقہ بیگم......! یہ بہت غلط ہے۔" کمال احمد سخت خفا تھے۔

"آپ یہ سب کہہ کر کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ میں نے اپنی ذمہ داریاں صحیح طور

سے نہیں نبھائیں؟" وہ شاکی نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگیں۔

"ایک تو آپ کو اپنی مرضی کا مطلب نکالنے کی بڑی عادت ہے۔" وہ زچ ہوگئے۔

"میں نے جو فیصلہ کیا ہے، سوچ سمجھ کے کر کیا ہے۔" صادقہ آج ہر صورت اس گفتگو کے ذریعے کسی نتیجے پر پہنچنا چاہتی تھیں۔

"جبکہ اس کا اختیار صرف کرن کو ہے۔" وہ بڑے اصول پسند انسان تھے۔

"کمال صاحب! اتنی کرن کی عمر نہیں جتنا میرا تجربہ ہے، اتنی اس میں سمجھ ہے کہ وہ اتنا بڑا فیصلہ اپنے لئے کر سکے؟" انہیں کمال احمد کی دماغی حالت پر شبہ ہونے لگا۔

"یہی تو ہماری ماؤں کا المیہ ہے کہ اولاد پر بھروسہ نہیں کرنا چاہتیں، انہیں سب کچھ دے دیتی ہیں مگر ان کی سانسوں کو اپنے فیصلے کی زنجیروں میں جکڑ لینا چاہتی ہیں اور جب اولاد باغی ہو جاتی ہے تو کوئی ذمہ داری قبول نہیں کرنا چاہتیں۔" ان کے لہجے میں تاسف تھا۔

"اب میں زبان دے چکی ہوں، اگر کرن نے میری لاج نہیں رکھی تو میں خودکشی کر لوں گی۔" وہ دوٹوک انداز میں بولیں۔ کمال احمد کے ساتھ دروازے کے قریب کھڑی کرن بھی سناٹے میں آگئی۔

❋❋❋

"یہ آج کالج جانے کا ارادہ نہیں کیا؟" مدحت ناشتے کا کہنے آئیں تو زویا کو بغیر یونیفارم دیکھ کر پوچھنے لگیں۔

"مما......! ترانہ بتا رہی تھی کہ یہاں ایک اچھی لائبریری ہے، وہاں سے ہر طرح کی کتابیں مل جاتی ہیں، اس لئے میں نے سوچا کہ شاید کوئی کام کی کتاب مل جائے۔" وہ دھیمے لہجے میں بولی۔

"ہاں ٹھیک ہے لیکن پہلے ناشتہ کر لو۔" وہ پیار سے بولیں۔

"نہیں مما! مجھے بھوک نہیں ہے۔" اس نے اتنا کہہ کر بالوں کو ہینڈ میں جکڑا اور پرس میں ضروری چیزیں رکھنے لگی۔

"زویا! تم سے ایک بات پوچھوں؟" مدحت ذرا جھجک کر بولیں۔

"پوچھئے......!" وہ حیرت سے ماں کے چہرے کو دیکھنے لگی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ جب انہوں نے کچھ کہنے کیلئے اس سے اجازت طلب کی تھی۔

"بابا صاحب نے تمہارے بارے میں جو فیصلہ کیا ہے، اب تک سب نے اس کے متعلق کچھ کہا لیکن تم نے کچھ بھی نہیں کہا، نہ ہی کوئی شکایت کی اور نہ ہی کوئی احتجاج...... کچھ تو

کہو۔'' مدحت نرمی سے بولیں۔

''سچ کہوں تو میرے پاس کچھ ہے ہی نہیں، نہ کہنے کو نہ کھونے کو...... جو تھا حقیقتاً وہ کبھی میرا تھا ہی نہیں، شاید اسے قسمت کہتے ہیں۔'' اس کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی ابھر آئی۔ ''ویسے بھی اگر بابا صاحب نے فیصلہ کیا ہے تو سوچ سمجھ کر کیا ہوگا، میرا خیال ہے اب اس بارے میں کچھ بھی کہنا فضول ہے۔'' وہ رخ پھیر کر بولی۔

''پتہ نہیں مجھے کیوں ایسا لگ رہا ہے کہ جو تم کہہ رہی ہو، دل سے نہیں کہہ رہی ہو۔''

''دل......'' وہ کرب سے مسکرائی۔ ''دل کی خوب کہی آپ نے، کہنے کو گوشت کا لوتھڑا لیکن اس کی حکومت پورے وجود پر ہے، سب کچھ اسی سے منسوب ہے۔ آنسو بھی، خوشی بھی، درد بھی، اور......!'' وہ خاموش ہوگئی۔

''تم اپنی بات ادھوری چھوڑ کر خاموش کیوں ہوگئیں؟'' مدحت نے نرمی سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔

''میری روح کا سفر اسی موڑ پر تمام ہوتا ہے، اس سے آگے کا سفر فقط میرے قدم میرے خالی وجود کے سہارے طے کریں گے، مصلحتوں کا ہاتھ تھام کر۔'' وہ کھوئے کھوئے سے انداز میں بولی۔

''تمہیں ایسا تو نہیں لگ رہا کہ ہم نے جان بوجھ کر تمہیں تمہاری منزل سے دور کر دیا ہے؟'' وہ بغور اسے دیکھ رہی تھیں۔ اس کی آنکھوں سے اس کے دل کا حال جاننے کی کوشش کر رہی تھیں۔

''نہیں، میں نے راستوں کو شناخت کرلیا ہے، آپ فکر مت کیجئے، اب ان راستوں پر بھٹکنے کی گنجائش باقی نہیں ہے۔'' پتہ نہیں کیوں نا چاہتے ہوئے اس کے لہجے میں تلخی اتر آئی۔

''زویا......!'' وہ بہت حیران تھیں۔

''آئی ایم سوری مما......! آئی ایم سوری۔'' وہ اتنا کہہ کر پرس لئے کمرے سے باہر نکل آئی اور مدحت کا دل بوجھل ہونے لگا۔

❊❊❊

''آج تمہیں اچانک اپنے سامنے دیکھ کر بہت اچھا لگا، میں تو سوچ رہی تھی کہ محترمہ ایک مہینے ریسٹ کریں گی۔'' سدرہ نے اسے دیکھتے ہی خوشگوار انداز میں کہا۔ جواباً وہ زبردستی مسکرائی۔

''کیا بات ہے، چہرے پر بارہ کیوں بج رہے ہیں؟'' وہ پل میں کرن کی افسردگی کو

بھانپ گئی۔

''امی نے میرا رشتہ طے کر دیا ہے، اگلے ہفتے میرا نکاح ہے۔'' اس نے یوں خبر سنائی گویا اپنی موت کی خبر سنا رہی ہو۔

''کیا......؟'' اسے سخت دھچکا لگا۔ ''کرن! اگر یہ مذاق ہے تو بالکل اچھا نہیں۔'' کرن خاموش رہی۔

''کرن! پلیز تمہاری خاموشی مجھے خوف زدہ کر رہی ہے۔'' وہ سنجیدہ تھی۔

''سدرہ! میں نے تم سے جو کہا ہے، وہ حقیقت ہے۔'' وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولی۔

''تو اب آگے کیا سوچا، اس انسان سے شادی کرو گی جسے تم جانتی نہیں، پہچانتی نہیں اور تمہاری پڑھائی......؟'' وہ الجھی نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''سوچتے وہ لوگ ہیں جن کے پاس فیصلوں کا اختیار ہو اور میرے پاس تو......!'' وہ لمحہ بھر کیلئے خاموش ہوئی اور پھر ہمت سے بولی۔ ''اب تو فیصلہ ہو چکا اور فیصلہ ہو جانے کے بعد سوچنے کی گنجائش باقی نہیں رہی۔'' اس نے کہا۔ سدرہ کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا کہ اسے کیا اور کیسے کہے۔ اس لئے اس وقت خاموشی بہتر تھی۔

❊❊❊

لائبریری سے نکلتے ہوئے اس کا سامنا عباد سے ہوا تھا، اس کے ساتھ اس کا کوئی دوست تھا جو اسے جانا پہچانا لگا، وہ فرحان تھا۔ زویا آگے بڑھ جانا چاہتی تھی، تبھی فرحان اس کے سامنے آگیا۔

''کیا آپ گھر جا رہی ہیں؟'' فرحان نے جلدی سے پوچھا۔

''جی۔'' وہ بولی۔

''تو ٹھیک ہے عباد! تم بھابی کو گھر چھوڑ آؤ۔'' یہ کہہ کر اس نے چابی اس کے ہاتھ پر رکھ دی اور خدا حافظ کہتے ہوئے چلا گیا۔

عباد یوں چل کر گاڑی تک آیا گویا مجبوراً قدم اٹھا رہا ہو، وہ بھی نجانے کیوں اس کی تقلید سے مجبور تھی۔ ''اگر آپ نہیں جانا چاہتے تو میں خود چلی جاؤں گی۔'' وہ دھیمی سے آواز میں بولی۔

''آپ کو میری چاہتوں کی کب پرواہ ہونے لگی؟'' وہ طنز سے بولا۔

''پلیز عباد! آپ مجھ سے اس طرح بات کیوں کر رہے ہیں جیسے میں کوئی اجنبی

ہوں۔'' وہ تڑپ اٹھی۔

''ہمارے درمیان اپنائیت کا احساس بھی تو باقی نہیں رہا۔'' وہ دکھی تھا۔

''میں جانتی ہوں آپ مجھ سے خفا ہیں، جو چاہیں کہہ سکتے ہیں لیکن خدارا اس طرح بے رخی مت برتیں۔'' وہ ملتجی تھی۔

''میں کیا کہوں، میرے تو سارے لفظ، سانس ہی ان یقین کے ساتھ لیتے تھے کہ تمہارے دل میں تمہارے عباد کی محبت کا یقین زندہ ہے اور جب یقین بکھر گیا تو میرے سارے الفاظ دربدر ہو گئے ہیں۔'' وہ دکھ سے بولا۔

زویا خاموش تھی، کہتی بھی کیا۔ وہی تو اسے اس موڑ تک لائی تھی۔ وہ اپنی دھن میں کہے جا رہا تھا۔

''کیا سننے کی خواہش رکھتی ہو، یہ کہ میں تمہاری محبت میں اس قدر کمزور ہو گیا ہوں کہ اب خود پر اعتبار کرتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہے یا یہ سننے کیلئے بے چین ہو کہ میں کب تمہیں طلاق......؟'' اس ایک لفظ نے اس کی روح تک کو لرزا دیا تھا۔

''کیا ہوا، تم بڑی حقیقت پسند ہو، جب میں نے اس حقیقت کو ایک لفظ میں سمیٹ دیا تو اس قدر سراسیمہ کیوں ہو؟'' وہ طنز سے بولا۔

وہ خاموش رہی البتہ آنکھوں میں نمی اتر آئی۔ اسے کیا کہتی کہ اس لفظ نے اس کی روح کو جیسے پل بھر میں چھلنی کر دیا تھا۔ ایک لمحے میں جس اذیت جس کرب سے وہ گزری تھی، اسے لفظوں میں بیان کرنا ناممکن تھا مگر وہ بہت کچھ کہنا چاہتی تھی، کیا......؟ یہ خود بھی نہیں جانتی تھی۔

یوں لگتا تھا کہ جیسے یکدم سارے لفظ گم ہو گئے ہوں، سوکھے پتوں کی طرف فضا میں بکھر گئے ہوں، جنہیں سمیٹنا ناممکن ہو، اس کی کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا، وہ کیا کرے۔ یہاں مزید ٹھہرنا ممکن نہ تھا، اس لئے اس نے قدم آگے بڑھائے تبھی عباد اس کی راہ میں کسی دیوار کی مانند ایستادہ ہو گیا۔ زویا نے رخ پھیر لیا۔

''جو میں نے کہا، وہ ایک لفظ نہیں ایک سچ ہے، یہ سب سن کر تم اتنی خفا ہو، تمہیں اس قدر صدمہ پہنچا ہے اور کل جب تمہیں اس سچ کو ماننا پڑے گا، اس حقیقت کا سامنا کرنا پڑے گا جس کا کہ تم فیصلہ کر چکی ہو تب؟'' وہ اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

''مجھے نہیں پتہ لیکن......!'' وہ اتنا کہہ کر خاموش ہو گئی۔

''کہہ دو نا زویا! جو کہنا چاہتی ہو، پھر نجانے یہ موقع ملے نہ ملے۔'' اس کی ذات میں سمٹا کرب اس کے لفظوں کے ساتھ ساتھ اس کی آنکھوں سے بھی عیاں تھا۔

''میری الجھنوں سے واقف ہیں، اس کے باوجود کیا سننا چاہتے ہیں؟''

''یہ کہ میری طرح تم بھی ہمارے درمیان عمر بھر محبت کے سوا کسی اور احساس کو جگہ نہیں دے سکتیں۔''

''ادھورے لوگ تکمیل کی لذت اور اہمیت دونوں سے ناواقف ہوتے ہیں، اس لئے اگر ان سے امیدیں بھی ادھوری رکھی جائیں تو انسان بہت سی تکلیفوں سے بچ جاتا ہے۔'' اس نے تشنگی سے اپنی بے بسی اور اس کے کرب کا احساس دیا تو وہ کسی اور منزل کا راستہ بتانے لگی۔

''میری بہت فکر ہو رہی ہے یا بہت ترس آ رہا ہے؟'' وہ لمحہ بھر کو شاکی ہو گیا۔

''شک کی صلیب پر چڑھنا عورت کا مقدر ہے، اس لئے آپ سے شکوہ نہیں کروں گی۔'' وہ حوصلے سے بولی۔

''اور تمام بے وفائیاں جیسے مرد کی فطرت کا حصہ بنا دی گئی ہیں، حالانکہ اگر یہ سچ بھی ہے تو اس کی بنیاد عورت ہی ہے۔'' وہ قدرے غصے سے بولا۔

''عباد! میں ایک انسان ہوں، ایک وقت میں سارے رشتوں کا حق ادا نہیں کر سکتی، یوں بھی جب کاندھوں پر بوجھ بڑھ جائے تو اسے کم کر لینا چاہیے۔ ورنہ قدم ڈگمگانے کا خطرہ وہ رہتا ہے اور جہاں قدم ڈگمگا جائیں، وہاں راستہ بھی بدل جاتا ہے اور منزل بھی اور میں ایسے موڑ پر کھڑی ہوں جہاں بے شمار راستے بکھرے پڑے ہیں لیکن وہ راستہ کہیں دکھائی نہیں دیتا جو میری منزل کی جانب جاتا ہو، اسے آپ میری بدقسمتی بھی کہہ سکتے ہیں۔'' یہ کہہ کر وہ آگے بڑھ گئی۔ عباد اسے پکارتا ہی رہ گیا مگر وہ نہیں رکی۔

❋❋❋

اس نے ہزار ہا کوششیں کیں مگر نیند جیسے اس کی آنکھوں سے روٹھ گئی تھی، آج کی ملاقات وہ چاہ کر بھی فراموش نہیں کر پائی تھی، جسے ٹوٹ کر چاہا تھا، اسی کو سب سے زیادہ دکھ دیا تھا، زویا جیسے نادم تھی۔

وہ گم صم بیٹھی ہوئی تھی تبھی اس کا موبائل بج اٹھا، اس نے بے دلی سے موبائل اٹھا کر نمبر دیکھا تو عباد کا تھا، اس نے موبائل کان سے لگایا مگر بولی نہیں۔

''ہیلو زویا......!'' دوسری طرف سے عباد نے کہا۔ وہ اس بار بھی کچھ نہیں بولی۔

''کچھ کہنا نہیں چاہتیں یا کہنے کو کچھ باقی ہی نہیں۔'' وہ نجانے طنز کر رہا تھا یا کچھ اور...... فی الوقت اس کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

''پلیز زویا کہو نا، کچھ تو کہو۔'' وہ ملتجی تھا۔

"کیا سننا چاہتے ہیں آپ میری زبان سے، میری کمزوری کا اعتراف سن کر اگر آپ کو تسکین ملتی ہے تو سنئے عباد کہ میں دل و جان سے آپ کو چاہتی ہوں، آپ کے سوا کسی اور کے بارے میں سوچنا بھی میرے لئے گناہ ہے۔ آپ سے جدائی کا خیال بھی میرے لئے سوہان روح ہے، ہاں زویا آج تمام تر صداقت کے ساتھ اعتراف کرتی ہے کہ اب آپ میرے نہیں رہیں گے، یہ احساس مجھے ایک پل میں سوسو بار موت دیتا ہے لیکن اس کے باوجود میں زندگی اور موت کا یہ کھیل کھیل رہی ہوں شاید میں پاگل ہوگئی ہوں یا پھر بہت بے حس...... کیونکہ قسمت اور حالات دونوں میرے اختیار میں نہیں ہیں۔" اس کی آنکھیں برس رہی تھیں۔ جس کا احساس عباد کو اس کی لرزتی آواز سے ہو رہا تھا۔ عباد اس سے قبل کہ کچھ کہتا، زویا نے فون بند کر دیا۔ اس میں اب کچھ کہنے کی ہمت تھی اور نہ کچھ سننے کی اور دوسری طرف عباد ایک ناقابل بیان اذیت سے گزر رہا تھا۔

❋ ❋ ❋

"بس اگلے ہفتے میں کرن کی شادی کر رہی ہوں۔" صادقہ بیگم نے میز پر چائے کا کپ رکھتے ہوئے قدرے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

"دیکھئے صادقہ بیگم! کسی بھی کام میں اتنی جلد بازی ٹھیک نہیں ہوتی، شادی بیاہ کے معاملے میں چھان بین اور احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ خدا جانے آپ کو اس قدر کیوں جلدی ہے؟" کمال احمد حیران تھے۔

"آپ سے کیا کہوں، آپ کو تو میری ہر بات بے معنی سی لگتی ہے۔" وہ ذرا ناراضگی سے بولی۔

"بھئی پتہ بھی تو چلے۔" اس بار وہ نرمی سے بولے۔

"کمال صاحب! میرا دل بہت گھبراتا ہے، یوں لگتا ہے جیسے کوئی انہونی ہونے والی ہے۔" وہ بہت پریشان تھیں۔

"جتنا برا اب تک ہو چکا ہے، اس کے بعد مزید برا ہونے کی گنجائش ہے؟" وہ قدرے طنز سے بولے۔

"یہ زندگی ہے کمال احمد صاحب! یہاں اچھا اور برا ہونے کی گنجائش ہمیشہ باقی رہتی ہے۔" یہ ان کا تجربہ تھا۔

"میرا خیال ہے جب تک عباد کا معاملہ سلجھ نہیں جاتا ہے ہمیں اس بارے میں نہیں سوچنا چاہئے۔" انہوں نے رائے دی۔

"بزرگ کہتے ہیں نیک کام میں دیر نہیں کرنی چاہئے، ویسے بھی میرا دل بہت

ڈرتا ہے، زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں، کل کو میں نہ رہی تو میری بچی کا کیا ہوگا، ایک تو اپنی زندگی میں مصروف ہے۔ دوسرا زویا کے غم میں ہلکان ہے، نجانے زندگی کیسے کاٹے گا، اب بتایئے کسی کے بھروسے سے اپنی معصوم بچی کو چھوڑ دوں؟" وہ بہت فکرمند تھی۔

"کاش اتنی ہی فکر آپ کو دوسروں کی بیٹیوں کی بھی ہوتی۔" کمال تاسف سے بولے۔

"بس آپ کو تو میری برائیاں گنوانے کا موقع چاہئے۔" وہ خفا ہو کر وہاں سے اٹھ گئیں۔

❋ ❋ ❋

سب کی رائے تھی کہ گود بھرائی کی رسم ضرور ہونی چاہئے اس لئے آج بڑی دھوم دھام سے یہ تقریب جاری تھی، ساری سہاگنیں اسے شگن کے طور پر کچھ نہ کچھ دے رہی تھیں، نیناں آج پہلے سے زیادہ نکھری نکھری لگ رہی تھی، سعد کی نظریں اسی پر ٹکی ہوئی تھیں۔

تبھی ایک ملازم نے ایاز کے کان میں آ کر کچھ کہا۔ ایاز ایک دم پریشان ہو گیا۔

"ٹھیک ہے انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ، ہم آتے ہیں۔" وہ ایک لمحے کے توقف کے بعد بولے۔ ملازم سر جھکا کر چلا گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد بابا صاحب بیٹوں کے ساتھ ڈرائنگ روم میں تھے۔ سعد اور آفاق بھی وہاں چلے آئے۔ عباد کے ساتھ پانچ افراد تھے، یہ کون تھے......؟ یہ کوئی نہیں جانتا تھا اس لئے سب کیلئے ان کی موجودگی فی الحال معمہ تھی، سب ان کے بولنے کا انتظار کر رہے تھے۔

"میں انسپکٹر فرحان احتشام ہوں۔" فرحان نے اپنا تعارف کرایا۔

"کہئے ہم آپ کی کیا خدمت کر سکتے ہیں؟" ایاز مخاطب تھے۔

"مسٹر عباد کمال احمد نے کمپلین کی ہے کہ آپ مسز زویا عباد کمال احمد کو زبردستی طلاق دلوانا چاہتے ہیں۔" فرحان نے بنا تمہید باندھے گفتگو کا آغاز کیا تھا۔ عباد خاموش تھا لیکن اس کا اطمینان اس کے چہرے سے عیاں تھا، آفاق کو اسے دیکھ کر بہت غصہ آ رہا تھا۔

"یہ ہمارے گھر کا معاملہ ہے۔" جہانزیب ناگواری سے عباد کو دیکھتے ہوئے بولے۔

"نہیں مسٹر جہانزیب! یہ قانون کا معاملہ ہے اور قانون کا محافظ ہونے کے ناتے قانون کی حفاظت کرنا اور ہر شہری کو قانونی تحفظ دینا ہماری ڈیوٹی ہے۔" فرحان سنجیدگی سے بولا۔

"صاف صاف بتایئے کہ آپ کے یہاں آنے کی وجہ کیا ہے؟" سعد نے قدرے الجھ کر پوچھا۔

"یہ اپنی بیوی کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں۔" فرحان نے سادہ الفاظ میں کہا۔

"آپ کو کیا لگتا ہے کہ ہماری اجازت کے بغیر ہماری پوتی کو یہاں سے لے جائیں گے اور ہم ایسا ہونے دیں گے؟" بابا صاحب ایک تفاخر کیا احساس کے ساتھ بولے۔

"آپ بھول رہے ہیں کہ قانون کسی کی مرضی اور اجازت کا طالب نہیں ہے، نہ ہی محتاج...... اس کے باوجود اگر آپ کوشش کرنا چاہتے ہیں تو کر سکتے ہیں لیکن یقین کیجئے کہ قانون سے وابستہ یا قانون کو سمجھنے والا کوئی انسان آپ کی مدد نہیں کرے گا، اس وقت آپ کے گھر میں بہت سے لوگ جمع ہیں، اگر آپ نے بات بڑھانے کی کوشش کی تو نقصان فقط آپ کا ہوگا کیونکہ ایسے میں آپ کی ضد اور قانونی کارروائی میں دخل اندازی آپ کیلئے کس قدر نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس کا اندازہ آپ کو بخوبی ہوگا۔" فرحان بڑے سلیقے سے انہیں نتائج کی سنگینی کا احساس دلا رہا تھا۔

"کیا آپ ہمیں مشورہ کرنے کیلئے دو منٹ دے سکتے ہیں؟" ایاز نے وقت کی نزاکت کا خیال رکھتے ہوئے قدرے نرمی سے کہا۔

فرحان نے عباد کی جانب دیکھا، اس نے نظروں سے کچھ اشارہ کیا، تب فرحان نے اثبات میں سر ہلا دیا، وہ سب کے سب کمرے سے باہر چلے گئے۔

❋❋❋

"تمہارا کیا مطلب ہے کہ ہم زویا کو خاموشی سے اس کے حوالے کر دیں؟" بابا صاحب سخت غصے میں تھے۔ "یہ سب تمہارے غلط فیصلے کا نتیجہ ہے، پہلے تمہاری وجہ سے ذلت اٹھائی اور آج تمہاری بیٹی ماضی کے سارے زخم تازہ کر رہی ہے۔" بابا صاحب، جہانزیب پر برسنے لگے۔

جہانزیب اپنی بیٹی کے حق میں بہت کچھ کہنا چاہتا تھے لیکن نہیں کہہ پائے کیونکہ قصور ان کا ہی تھا کو انہوں نے منگنی کی بجائے عباد سے ان کا نکاح پڑھوا دیا تھا، پتہ نہیں اس وقت ان کی عقل کو کیا ہو گیا تھا لیکن اب کہنے کو کچھ تھا ہی نہیں نہ ہی پچھتانے کا موقع......

"بابا صاحب! بیٹیوں کے نصیب کسی نے کھول کر نہیں دیکھے ہوتے اور ویسے بھی کل کیا ہوگا، اس بھید کو انسان کبھی نہیں پا سکتا۔ یہ سب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا پھر ہم جہانزیب کو ذمہ دار کیسے ٹھہرا سکتے ہیں اور یوں بھی یہ وقت گزشتہ کوتاہیوں کو شمار کرنے کا نہیں ہے بلکہ اس وقت کے حالات پر قابو پانے کی کوشش کرنے کا ہے۔" ایاز سنجیدگی سے بولے۔

"مطلب......؟" بابا صاحب نے انہیں شاکی نگاہوں سے دیکھا۔

"سچ تو یہ ہے بابا صاحب! ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے بلکہ اگر ہم نے عباد کی بات نہیں مانی تو وہ الٹا ہم پر کیس کر سکتا ہے کیونکہ زویا اس کے نکاح میں ہے، ہم زبردستی اسے طلاق دینے پر مجبور نہیں کر سکتے، اگر اس وقت ہم نے کسی طرح زویا کو بھی روک لیا تو اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ عباد کل مزید کوئی قدم نہیں اٹھائے گا، وہ اگر پولیس یہاں تک لا سکتا ہے تو کل کو اس سے زیادہ بھی کچھ کر سکتا ہے۔"

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں کہ ہم اپنی مجبوری کا اعتراف کر لیں؟" سعد نے قدرے خفگی سے کہا۔

"بات مجبوری کی نہیں، اصول کی ہے۔ اگر انسان کوئی اصول بنائے تو اسے توڑنا آسان ہوتا ہے۔ کسی کے بنائے ہوئے قانون کو جھٹلانا بھی بہت معمولی بات ہے لیکن یہ بات انسانوں کے بنائے ہوئے اصولوں اور قانون کی نہیں ہے بلکہ خدا کے بنائے ہوئے قانون کی ہے اور اس سے انحراف ممکن نہیں۔" ایاز نے اپنی بات ختم کر کے سب کو سوالیہ نگاہوں سے دیکھا، کسی کے پاس ان کے سوال کا جواب نہیں تھا یا یوں کہنا چاہئے کہ اب کسی کے پاس کہنے کو کچھ باقی نہیں تھا۔

❋❋❋

"یہ لوگ اب تک آئے نہیں؟" عباد قدرے بے چینی سے ڈرائنگ روم میں ٹہل رہا تھا۔

"او مائی گاڈ......! یار تم جلد باز بہت ہو، ہر فیصلہ اور اس پر عمل فوری طور پر کرتے ہو جو بالکل اچھی بات نہیں۔" وہ سمجھانے لگا۔

"فرحان صاحب! آپ نے کبھی کسی سے محبت نہیں کی اس لئے میری حالت نہیں سمجھ سکتے...... زویا میرے ہر احساس کی ابتداء ہے اور انتہا بھی۔" اس کے لہجے میں کچھ خاص تھا جسے اگر الفاظ مل جاتے تو ہزار بار پڑھنے کے بعد بھی تشنگی باقی رہتی۔

"یار! تم بالکل پاگل ہو۔" فرحان نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس سے قبل کہ وہ کچھ کہتا ایاز ڈرائنگ روم میں چلے آئے۔

ادھر بڑی رازداری کے ساتھ گھر کی خواتین کو یہ خبر دے دی گئی کہ "اس گھر سے ایک جنازہ نکلنے والا ہے اس لئے وہ اچھی طرح اس کا دیدار کر لیں" بابا صاحب کے ان لفظوں نے سب کو ہلا دیا تھا، زویا حیران تھی باقی سب سکتے کے سے عالم میں تھے، سب بہت کچھ پوچھنا اور کہنا چاہتے تھے مگر بابا صاحب شاید کسی کو کچھ کہنے کا موقع نہیں دینا چاہتے تھے۔ وہ دھیرے

دھیرے چلتے ہوئے زویا کے قریب آ گئے۔ "آج تم نے یہ ثابت کر دیا کہ تم ایک سرکش ضدی اور باغی انسان کی اولاد ہو، ہمیں خود پر افسوس ہو رہا ہے کہ ہم نے تم لوگوں کو یہاں آنے کی اجازت کیوں دی، اگر نہ دیتے تو آج ایک اور ذلت اعوان پیلس کے حصے میں نہ آتی۔" وہ صدمے سے چور تھے۔

"بابا صاحب!" وہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔

تبھی وہ دھاڑے۔ "خاموش! اگر ایک لفظ بھی اور کہا تو ہم تمہیں یہیں ختم کر دیں گے۔ ہماری نظروں سے دور ہو جاؤ ہم تمہاری صورت بھی نہیں دیکھنا چاہتے مر گئیں تم ہمارے لئے اور ہم تمہارے لئے۔"

یہ سن کر ایک پل کیلئے سب کی سانس رک گئی، مدحت کا دل پھٹ رہا تھا، باقی دوسروں کی کیفیت بھی کچھ ایسی ہی تھی۔

"اسے عباد خود لینے آیا ہے، زویا نے تو اسے نہیں بلایا پھر آپ اس سے ایسا کیوں کہہ رہے ہیں؟" زوبیہ سے خاموش نہیں رہا گیا۔

"عباد اس کی مرضی سے یہاں آیا ہے۔ صادقہ نے ہمیں پہلے ہی ان کی ملاقاتوں کے بارے میں مطلع کر دیا تھا، وہ تو ہم بے وقوف تھے، سوچا کہ یہ ہمارا خون ہے، کوئی ایسا کام نہیں کرے گی کہ جس سے ہمارے ناموس کو ٹھیس پہنچے لیکن ہمارا اعتبار ہمارے گال پر طمانچے کی طرح لگا ہے اور افسوس اس بات کا ہے کہ ہماری عزت کا تماشا بنانے میں شیراز اور نیناں پیش پیش تھے، اس کے باوجود ہمارے فیصلے کو غلط ٹھہراؤ گی؟" بابا صاحب نے سوالیہ نگاہوں سے زوبیہ کو دیکھا۔ اس کے پاس کہنے کو کچھ نہیں بچا تھا۔ اس نے بڑے دکھ سے اپنی بہن کو دیکھا جس نے اس کو غیروں کی طرح ہر حقیقت سے لاعلم رکھا تھا، اسے تاسف نے آ گھیرا۔

"بابا صاحب! بھابی کا اس میں کوئی قصور نہیں، سب کچھ میرا کیا دھرا تھا، بھابی کو عین وقت پر علم ہوا تھا کہ میں کیا کرنے جا رہا ہوں۔" شیراز نے نیناں پر الزام لگتے دیکھا تو فوراً وضاحت پیش کی، نیناں ندامت سے گردن جھکائے ہوئے تھی۔

سعد سے یہاں رکا نہیں گیا، وہ وہاں سے چلے گئے کیوں......؟ وجہ وہ سمجھ نہیں پائی۔

"ہمیں صفائی نہیں سننی۔" بابا صاحب کافی غصے میں تھے۔

"آپ جو کہنا ہے، مجھے کہئے کیونکہ سارا قصور میرا ہے، نیناں بھابی اور زویا بے قصور ہیں۔"

شیراز تڑپ اٹھا۔

"اب کچھ کہنے کی ضرورت ہے نہ گنجائش...... ہمیں جو فیصلہ کرنا تھا، کر چکے، اگر کسی نے ہمارے فیصلے کی خلاف ورزی کی تو......!" وہ بات ادھوری چھوڑ کر چلے گئے لیکن ان کی ادھوری بات میں مکمل فیصلہ تھا۔ پھر کوئی چاہ کر بھی زویا کو نہیں روک پایا اور وہ رات کی تاریکی میں اس طرح رخصت کی گئی گویا وہ کوئی لاش تھی جسے زیادہ دیر رکھنا ممکن نہ تھا۔ شیراز اور آفاق اسے باہر تک چھوڑنے آئے تھے۔ آفاق نے بے حد نفرت سے عباد کو دیکھا تھا، البتہ شیراز مطمئن تھا اور دکھی بھی...... مطمئن اس لئے کہ زویا کو اس کی منزل مل گئی تھی، اسے ایک ایسا جیون ساتھی ملا جو اس کیلئے کچھ بھی کر سکتا تھا لیکن دکھ اس بات کا تھا کہ اس کیلئے زویا کو اپنے تمام رشتے تیاگنے پڑے تھے۔ شاید زندگی اسی کا نام ہے۔

❋❋❋

"سعد میں نہیں جانتی ہوں آپ مجھ سے ناراض ہیں لیکن یقین کیجئے میں نے کوئی غلط کام نہیں کیا، یوں تو میں تمام معاملے سے لاعلم تھی، لیکن جس حد تک واقف ہوئی تب میں نے ضرور شیراز کا ساتھ دیا کیونکہ اس کی نیت بالکل صاف تھی، وہ صرف اتنا چاہتا تھا کہ وہ لوگ ایک بار مل کر اپنی ساری الجھنوں کو سلجھا لیں اور تب شاید کوئی معجزہ ہو جائے اور سب کچھ ویسا ہو جائے جیسا پہلے تھا۔" وہ یقین دلانے کی سعی کر رہی تھی۔

سعد خاموش تھے، پتہ نہیں وہ کچھ اور سوچ رہے تھے یا اس کی باتوں پر یقین نہ تھا۔ وہ ان کی خاموشی سے کوئی مطلب اخذ نہیں کر پائی اس لئے ان کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

"اگر آپ کو میری باتوں پر یقین نہیں تو کم از کم اتنا تو بتا دیجئے کہ میں ایسا کیا کروں کہ آپ کو میری باتوں پر یقین آ جائے؟" اس کی آنکھیں نم تھیں۔ یوں لگ رہا تھا کہ ذرا سعد نے اور بے رخی برتی تو اس کا دم نکل جائے گا۔ وہ کم از کم اس کی سچائی پرکھنے کیلئے ان دو زندگیوں کو ہرگز خطرے میں نہیں ڈال سکتے تھے جن کی زندگیاں انہیں اپنی زندگی سے بڑھ کر عزیز تھیں۔

وہ نیناں کے قریب چلے آئے اور نرمی سے اسے شانوں سے تھام لیا۔ "دیکھو نیناں! شیراز میرا بھائی ہے جس پر خود سے بڑھ کر اعتبار کرتا ہوں اور تم سے میرے بہت سے رشتے ہیں، تم میری بیوی ہو، میری اولاد کی نگہبان ہو، میری محبت، جتنے رشتے ہیں، اتنے گنا بھروسہ بھی ہے، مجھے پتہ ہے تم لوگوں نے زویا کو تکلیفوں سے بچانے کیلئے یہ قدم اٹھایا، لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ تم لوگوں نے بابا صاحب کے بارے میں نہیں سوچا، دکھ ہے کہ زویا آخری وقت اس گھر سے ایک بہت بڑا الزام اپنے سر لے کر گئی ہے۔" وہ دونوں دکھی تھے۔

"سعد آئی ایم سوری پلیز مجھے معاف کر دیں پلیز۔" نیناں بہت نادم تھی۔

"نیناں! میں نے تم سے جو بھی کہا ہے، اس کی وجہ میری ناراضی ہے نہ ہی تمہیں تمہاری کوتاہیاں گنوانا مقصود ہے، تم میری جیون ساتھی ہو، تمہیں پتہ ہونا چاہئے کہ کس بات سے مجھے تکلیف پہنچتی ہے اور کس بات سے نہیں...... بات زندگی بانٹنے تک ختم نہیں ہوتی، جیون ساتھی کے ساتھ احساس بانٹنا ضروری ہوتا ہے کہ احساس ہی دلوں کو جوڑتا ہے۔" وہ نرمی سے بولے۔
نیناں اب مطمئن تھی۔

❋❋❋

"مجھے تم سے بالکل یہ امید نہیں تھی، بابا صاحب کے بھروسے کا یہ صلہ دیا، آج تمہاری وجہ سے جہانزیب بھائی اور مدحت بھابی کو کس قدر شرمندگی اٹھانی پڑی ہے، کیا ضرورت تھی اتنا بڑا بننے کی، کبھی بڑوں سے مشورہ بھی کرلیا کرتے ہیں۔" رضیہ برہم تھیں۔
"امی! پلیز جانے بھی دیں، اب ایک دوسرے کو کہنے کا فائدہ بھی کیا ہے۔" فراز نے بروقت دخل اندازی کی۔ شیراز خاموشی سے وہاں سے ہٹ گیا اور فراز نرمی سے انہیں سمجھانے لگا تھا۔

❋❋❋

"مما! پلیز بس بھی کیجئے، آپ اتنا کیوں رو رہی ہیں؟" زوبیہ انہیں سنبھالتے سنبھالتے ہلکان ہو رہی تھی۔ مدحت بڑی شدت سے روئے جارہی تھیں۔
"سمجھ میں نہیں آتا کہ میری پرورش خراب ہے یا قسمت......! آج وہ اس گھر سے رخصت ہوگئی ہے، ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ میں اسے ڈھیروں دعاؤں کے سائے تلے رخصت کرتی لیکن اپنے شوہر کی جھکی گردن دیکھ کر میرا دل چاہتا ہے کہ اسے ڈھیروں بددعائیں دوں۔" مدحت غم و غصے سے مخاطب تھیں۔
"مما! پلیز ایسامت کیجئے گا۔" وہ تڑپ اٹھی۔ "اگر کل کو اس سے کوئی تکلیف پہنچی تو اسے زیادہ تکلیف آپ کو ہوگی۔" زوبیہ نے کہا۔

❋❋❋

"اس بات کا مجھے ہمیشہ افسوس رہے گا کہ میں نے ایسی بیٹی کو جنم دیا جس کی وجہ سے آج وہ خود سے بھی نظریں ملانے کے لائق نہیں رہے۔ ہم تو اس کا دکھ روتے رہے' کیا معلوم تھا کہ وہ اپنے لئے خوشیوں کے نئے راستے تلاش کرچکی ہے۔" وہ اس سے بے حد متنفر تھیں۔ "دیکھو اب بابا صاحب اور جہانزیب کے درمیان فاصلے مزید بڑھ گئے ہیں۔ اس کیلئے میں زویا کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔ وہ ہمیں دھوکا دیتی رہی اور ہم دھوکا کھاتے رہے۔ ماں، باپ ہونے کی اچھی سزا دی اس نے۔" مدحت بھی بہت دکھی تھیں۔

❋❋❋

سفینہ تنہا کمرے میں بیٹھی تھی کہ شاہ دل ان کے پاس چلا آیا اور آتے ہی بولا۔ "اب بھی وقت ہے پھپھو اپنا فیصلہ بدل ڈالئے' وہ جسے آپ اللہ میاں کی گائے سمجھتی تھیں اس کی وجہ سے آج یہ دن دیکھنا نصیب ہوا ہے۔ دوسری کیا کیا کرسکتی ہے اس کا اندازہ آپ آسانی سے لگا سکتی ہیں۔"
"سنو! اگر کسی کا دکھ بانٹ نہ سکو تو انہیں تماشا سمجھ کر اس پر قہقہے مت لگاؤ۔ ویسے دو انسانوں کے درمیان موازنہ کبھی نہیں کرنا چاہیئے' ورنہ انسان بہت سی چیزوں' بہت سے احساسات سے محروم رہ جاتا ہے اور ایسے میں اسے پچھتانے کا موقع بھی نہیں ملتا۔" سفینہ نے اسے بری طرح ٹوک دیا۔
"میری تو سمجھ میں نہیں آرہا کہ اس ایک بات کو لے کر گھر میں لوگ عجیب وغریب حرکتیں، عجیب وغریب گفتگو کیوں کررہے ہیں، اس کا نکاح عباد کے ساتھ جہانزیب صاحب اور ان کی بیگم کی مکمل رضامندی کے ساتھ ہوا تھا، آج اگر وہ اپنی امانت لے گیا تو کون سے قیامت آگئی اور دوسری بات یہ کہ موازنہ تو بہت خاص لوگوں کے درمیان کیا جاتا ہے جبکہ وہ دونوں ہی میرے لئے غیر اہم ہیں۔" شاہ دل صاف گوئی سے بولا۔ سفینہ نے اسے قدرے ناگواری سے دیکھا۔

❋❋❋

عباد اسے کمرے میں چھوڑ کر فرحان کو رخصت کرنے گیٹ تک گیا تھا۔ واپس لوٹا تو زویا کو ایک کرسی پر گم صم سا بیٹھے دیکھا۔ یہ گھر اس کے ایک دوست کا تھا جو اب لندن میں سیٹل ہو چکا تھا۔ عباد نے چند ہفتوں کیلئے اس سے اس گھر کی چابی لے رکھی تھی، یوں بھی وہ سالوں بعد پاکستان آتا تھا' اس لئے اسے اس کی ضرورت کم ہی پڑتی تھی۔ عباد اس کے قریب اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

''میرے ہوتے ہوئے بھی کسی اور کے بارے میں سوچ رہی ہو۔ وہ بھی آج کی رات؟'' وہ شرارت سے بولا۔ زویا نے اسے ایسی نظروں سے دیکھا جس میں بہت کچھ تھا مگر محبت نہیں تھی۔

''خفا ہو......؟'' وہ نرمی سے بولا

''آپ کا کیا خیال ہے مجھے بہت خوش ہونا چاہئے؟'' اس نے الٹا سوال کیا۔

''یقیناً کیونکہ تم اس انسان کے ساتھ ہو جس کا ساتھ تمہارے لئے زندگی سے بڑھ کر ہے، جس کی اس کائنات میں موجودگی تمہارے سانس لینے کی وجہ ہے' ہے نا......؟'' وہ پر یقین نگاہوں سے اسے تکتے ہوئے بولا۔ وہ اس کی تائید کا منتظر تھا۔

''میں اس انسان کے ساتھ ہوں جسے میں جانتی تک نہیں، جس کا ہر فیصلہ، ہر لفظ انجان ہے، جس کی موجودگی میں آج میرا دم گھٹ رہا ہے۔'' اس کے الفاظ اور لہجے میں شدید غصہ تھا۔

''سوچا بھی نہیں تھا کہ وہ عورت کبھی میرے لئے ایسے الفاظ استعمال کرے گی جس کیلئے میں نے سب کچھ داؤ پر لگا دیا؟'' عباد تاسف سے بولا۔

''میں نے بھی نہیں سوچا تھا کہ میری محبت کبھی میری رسوائی کا باعث بن جائے گی۔'' اس کے لہجے اور آنکھوں میں تاسف تھا۔

''رسوائی......؟'' وہ حیران تھا۔

''جب لڑکی گھر سے رخصت ہوتی ہے یہ عمل والدین کا فرض کہلاتا ہے' کسی عورت کی رسوائی کا باعث کیسے بن سکتا ہے......؟''

''ہاں بیٹی کو رخصت کرنا والدین کا فرض بھی ہے اور سب سے بڑی خواہش بھی۔ لیکن جس طرح آپ مجھے وہاں سے لائے ہیں وہ کسی بھی والدین کے فرض اور خواہش کا حصہ نہیں ہو سکتا۔ آپ نے مجھے کہیں کا نہیں چھوڑا۔'' وہ رو پڑی۔

''تو کیا چاہتی تھیں تم کہ میں دوسروں کے گناہوں کی سزا بھگتوں۔ تمہاری طرح سب

کے ہاتھوں کی کٹھ پتلی بن جاؤں، گویا میں انسان ہی نہیں یا پھر مجھے اس قدر عظیم ہونا چاہیے کہ انسان ہونے کا احساس ہی باقی نہ رہے۔ نہیں زویا بیگم میں ایسا کچھ نہیں کر سکتا' نہ ہی کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے ایک ہی زندگی ملی ہے اور میں اسے اس کے مکمل احساس کے ساتھ جینا چاہتا ہوں اور ویسے بھی میں انسان ہوں۔ ایک وقت میں سب کو تو خوش نہیں رکھ سکتا اور مت بھولو کہ تم اپنی زبان سے اعتراف محبت کر چکی ہو اور اس اعتراف نے ہی میرے ارادوں کو مستحکم کیا۔ اس یقین کو زندگی دی کہ ہاں جتنی ضرورت مجھے تمہاری ہے اتنی تمہیں بھی میری ہے' جتنا اہم مقام میں نے تمہیں اپنی زندگی میں دیا ہے تم نے بھی اتنی ہی خاص جگہ مجھے اپنی زندگی میں دی ہے۔'' وہ اسے بہت کچھ جتا گیا۔

''افسوس ہے مجھے ہر اس لفظ پر جس کی بدولت آپ مجھے اس مقام تک لے آئے کہ جہاں اپنی ذات تک بے معنی ہو گئی۔ افسوس ہے مجھے اپنے ہونٹوں سے نکلی ہر اس دعا پر جس کی بنیاد آپ کی طلب تھی' ہر اس خواب پر جس کی بنیاد آپ تھے اور مسٹر عباد اکمل احمد! افسوس ہے' ہاں افسوس ہے مجھے اس رشتے پر جس کی وجہ سے میرے تمام رشتے ختم ہو گئے اور ہمارے درمیان جو یقین' جو احساس تھا' اس کی موت ہو گئی۔'' یہ لفظ نہیں وہ تیر تھے جو عباد کی روح میں پیوست ہو گئے۔ پل کی پل میں وہ گھائل ہو گیا تھا۔ گہرے سناٹے اس کی ذات میں اترنے لگے۔ اس گھڑی عباد کو احساس ہوا تھا کہ رات گہری اور سیاہ تھی' مگر اس کے بخت سے زیادہ نہیں۔

اس نے بہت دکھ سے اسے دیکھا اور زویا سے بنا کچھ کہے کمرے سے باہر چلا گیا۔

✵✵✵

''کیا بات ہے؟ کس کا فون تھا؟ آپ اتنے پریشان کیوں ہیں؟'' صادقہ فون سننے کے بعد ان کی اڑی ہوئی رنگت دیکھ کر حیران و بے چین تھیں۔

کمال احمد تھکے تھکے قدموں سے چلتے ہوئے صوفے پر ٹک گئے۔ یوں لگتا تھا کہ وہ یقین و بے یقینی کی سی کیفیت میں تھے۔

''کچھ بتائیے تو سہی بات کیا ہے؟'' ان کی پریشانی بڑھتی جا رہی تھی۔

''عباد!'' وہ اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے۔

''کیا ہوا عباد کو؟ خدا کیلئے کچھ تو کہیے میرا بچہ ٹھیک تو ہے نا؟'' وہ یکدم تڑپ گئیں۔

''عباد پولیس کی مدد سے اعوان پیلس سے زویا کو لے گیا ہے۔'' ان کے لہجے میں بڑی تھکن تھی۔

''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟'' وہ بے یقینی سے بولیں۔

"سچ کہہ رہا ہوں' فراز کا فون تھا' اسی نے بتایا ہے۔"

"اچانک اتنا بڑا فیصلہ' وہ بھی بنا کسی کو بتائے' بنا کسی سے مشورہ لئے؟" صادقہ حیران تھیں۔

"دیکھا جائے تو اسے یہ قدم اٹھانے پر مجبور کرنے والے ہم ہی ہیں۔ جب والدین اولاد کی خوشیوں، ان کی خواہشوں کو اور ان کے صحیح فیصلوں کو نظر انداز کرنے لگیں تو اولاد غلط قدم اٹھانے پر مجبور ہو جاتی ہے اور آپ نے اس کے ساتھ کچھ ایسا ہی کیا ہے۔" کمال احمد سخت غصے میں تھے۔

"میں نے......؟" وہ اپنی سمت اشارہ کرتے ہوئے قدرے حیران تھیں۔

"جی ہاں! آپ نے۔" انہوں نے تصدیق کی۔ "وہ آپ ہی تھیں نا جنہوں نے اس کی سچی خوشیاں چھیننے کی کوشش کی تھی' تو دیکھئے صادقہ بیگم! جو آپ نے کیا اس کا صلہ آج آپ کو مل گیا ہے۔ آپ کا بیٹا آپ سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے دور ہو گیا۔"

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ زویا حالات سے دلبرداشتہ ہو کر خود ہی کہیں چلی گئی ہو اور اپنی عزت رکھنے کیلئے الزام عباد کے سر ڈال دیا ہو؟" انہوں نے خدشہ ظاہر کیا۔

"بس کیجئے خدا کے واسطے بس کیجئے صادقہ بیگم! نجانے آپ کو خوف خدا کیوں نہیں ہے۔" وہ دھاڑے تو صادقہ سہم سی گئیں۔

٭٭٭

"کیا بات ہے ناشتے کی میز خالی کیوں پڑی ہے' سب کہاں ہیں؟" بابا صاحب بی جان سے مخاطب تھے۔

"کسی کو بھوک نہیں ہے۔ ویسے بھی رات کے واقعے کے بعد تو!"

"رات کیا ہوا؟" انہوں نے بی جی کی بات کاٹ کر قدرے انجان بن کر سوال کیا' جس نے بی جی کو حیران کر دیا۔

"آپ کو نہیں معلوم کہ کل زویا اس گھر سے کس طرح رخصت ہوئی؟" بی جی کی حیرت کسی طرح کم نہیں ہوئی۔

"ہم اس نام سے ہرگز شناسا نہیں ہیں۔ ہاں ہمیں اتنا ضرور یاد ہے کہ کل اس گھر سے جنازہ اٹھا ہے تو کیا ہوا لوگ دنیا میں آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔ اب مرنے والوں کے ساتھ مرا تو نہیں جا سکتا نا؟" بابا صاحب بڑے اطمینان سے کہہ رہے تھے۔ "مرنے والوں کا دکھ ہونا چاہیے' لیکن اس قدر نہیں تھی کہ اپنی زندگی موت سے بدتر ہو جائے۔"

وہ پتہ نہیں اتنے سنگدل ہو گئے تھے یا اتنا کچھ ہونے کے باوجود مطمئن تھے۔ رشتہ تو انہوں نے جہانزیب سے بھی توڑا تھا' لیکن ان کا ذکر کبھی معدوم نہیں ہوا تھا تو پھر آج وہ کیوں ایسا کر رہے تھے۔ یہ بات بی جی کی سمجھ سے بالاتر تھی۔

"سب کو جا کر کہہ دو کہ ہال میں آ جائیں۔" بابا صاحب نے حکم دیا۔

ملازم سر جھکا کر چلا گیا اور بی جی کو لگا کہ جیسے کوئی انہونی ہونے والی ہے' کیونکہ بابا صاحب کبھی بے مقصد کسی کو نہیں بلاتے تھے۔ نجانے کیوں بی جی کا دل بہت ڈر رہا تھا۔

٭٭٭

"ہم ایسی لڑکی سے اپنے بیٹے کی شادی ہرگز نہیں کریں گے جس کے بھائی یہ گل کھلاتے پھر رہے ہوں۔" کرن کی ہونے والی ساس قدرے حقارت سے بولیں۔

"لیکن اس میں معصوم بچی کا کیا قصور ہے؟" صادقہ نے احتجاج کیا۔

"قصور...... ہنہ......! جس گھر کے لڑکوں کے یہ لچھن ہیں' وہاں کی لڑکی کا کیا چلن ہو گا؟" وہ قدرے طنز سے بولیں۔

"دیکھئے آپ کو کوئی حق نہیں کہ آپ میری بیٹی کے بارے میں اس طرح سے گفتگو کریں۔" وہ قدرے ضبط سے بولیں۔

"بی بی! شکر ہے کہ بروقت اس گھرانے کی اصلیت کھل گئی۔ ورنہ نجانے یہ لڑکی کس کس انداز میں ہمارے گھر کو جہنم بنانے کے جتن کرتی۔" وہ بڑبڑاتی ہوئی گھر سے باہر نکل گئیں اور صادقہ کو یوں لگ رہا تھا جیسے کہ ان کے جسم میں جان ہی نہ رہی ہو۔ وہ بمشکل چل کر ایک کرسی پر ٹک گئیں۔ یہ زندگی نے ایک اور روپ' ایک اور رنگ دکھایا تھا۔ ایک کے بعد ایک صدمہ۔ زندگی کس قدر بوجھل ہو گئی تھی۔ اب وہ سب کو کیا منہ دکھائیں گی۔ یہ سوچ ان کی تھکن بڑھ رہی تھی۔ انہوں نے گھبرا کر آنکھیں موند لیں۔

٭٭٭

"محبت ہمیں بہت کچھ دیتی ہے بس ہم ہی ہیں جو حساب و کتاب میں گڑبڑ کر دیتے ہیں۔ ہمیں ہمیشہ اپنی زندگی کا گھاٹا زیادہ لگتا ہے۔ حالانکہ اگر انسان یہ یاد رکھے کہ اسے کیا ملا ہے تو زندگی بہت سہل ہو سکتی ہے' لیکن شاید انسان خود اپنی مشکلات کم نہیں کرنا چاہتا۔" یہ زویا کا نظریہ تھا' لیکن نظریہ قائم کرنے اور اس کے تحت زندگی گزارنے میں بہت فرق ہوتا ہے۔

یہ احساس اسے آج بہت شدت سے ہو رہا تھا کہ اس نے اپنی قسمت سے محبت مانگی تھی' جو اسے مل گئی تھی' لیکن پھر بھی تشنگی باقی تھی۔ آج اسے لگ رہا تھا کہ زندگی جینے کیلئے محبت کافی

نہیں ہوتی' سانس لینے کیلئے رشتوں کا ساتھ بھی ضروری ہوتا ہے۔ وہ اپنی سوچوں میں گم تھی، تبھی آہٹ پر وہ چونک اٹھی۔ کمرے میں داخل ہونے والا شخص اس کے یقین کے مطابق عباد ہی تھا۔

وہ اس کی جانب دیکھے بنا الماری کی سمت بڑھ گیا اور نجانے اس میں کیا تلاش کرنے لگا۔ زویا نے کن انکھیوں سے اسے دیکھا۔ عباد کی سرخ آنکھیں رتجگے کی چغلی کھا رہی تھیں۔ اسے احساس تھا کہ کل رات اس نے عباد کی ساتھ زیادتی کی ہے۔ اسے احساس تھا کہ اس کی آنکھوں کی روشنی بجھ جانے کی ذمہ دار وہ خود ہے۔ وہی تو ہے جس کی وجہ سے عباد کا ہر خواب بکھر گیا' لیکن اسے ایسا کرنے پر مجبور کرنے والا بھی تو وہی ہے۔ اس نے کتنا بڑا اقدم اس کی صلاح کے بغیر اٹھایا تھا۔

وہ اب تک وہ منظر نہیں بھولی تھی کہ جب سب کی نگاہوں میں اس کیلئے بے اعتباری تھی اور بابا صاحب کے لفظوں نے تو اس کا دل چھلنی کر دیا تھا۔ اسے اپنی بات کہنے کا موقع تک نہیں دیا گیا اور یہ سب عباد کی وجہ سے ہوا تھا۔ نہیں عباد کمال احمد میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔ اس نے جیسے فیصلہ کر لیا تھا۔

وہ اس کے قریب آیا تو زویا نے نگاہوں کا زاویہ بدل لیا۔

''تھوڑی دیر میں ایک عورت آئے گی وہ اس محلے میں کام کرتی ہے۔ اس کے سامنے کوئی فضول بات کرنے یا الٹی سیدھی حرکت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ اسے سمجھاتے ہوئے بولا۔

''آپ نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا؟'' وہ پلٹنے لگا۔ تبھی نا چاہتے ہوئے بھی پوچھ بیٹھی۔ عباد کے قدم رک گئے۔ وہ پلٹ کر اس کے قریب آ کھڑا ہوا۔ ''ایسا کیوں ہوتا ہے کہ وفا ہو یا قربانی۔ سب کو صرف عورت سے منسوب کیا جاتا ہے۔ عورت کے آنسو سچ اور مرد کی خاموشی فریب ہوتی ہے۔ عورت کی مرضی کے خلاف کچھ ہو تو وہ دنیا کی مظلوم ترین ہستی قرار پاتی ہے اور مرد کے دل کے ہزار ٹکڑے ہو جائیں' لیکن کوئی اس سانحے کو اپنی ہمدردی کے دو بول تک نہیں دیتا' وہ خفا سا تھا۔

''زویا بیگم! ذرا نفع ونقصان کا حساب کیجئے تب آپ کو احساس ہوگا کہ کس نے کیا اور کتنا کھویا اور کتنا پایا۔ تم نے وہ رشتے چھوڑے ہیں جنہیں تمہیں ہر صورت چھوڑنا ہی تھا میرے لئے نہ سہی کسی اور کیلئے سہی' لیکن میں نے ان رشتوں کو چھوڑا ہے جنہیں چھوڑنے کے بارے میں' میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ تم جاننا چاہتی ہو کہ میں تمہیں یہاں کیوں لایا ہوں تو زویا بیگم! میں تمہیں اس لئے یہاں لایا ہوں کہ کہیں تمہیں وہ ادھوری زندگی نہ جینی پڑے جو ہمارے

معاشرے میں بسنے والے لوگوں کے فیصلوں کے نتیجے میں کئی عورتوں کے حصے میں آتی ہے۔ میں تمہیں یہاں اس لئے لایا کہ نکاح کا فرض نبھا سکوں، تمہیں تمہارے حصے کی تمام تر خوشیاں دے سکوں جن پر صرف تمہارا حق ہے۔ تم خوش قسمت ہو کہ تم محبت کو دھتکار رہی ہو' لیکن محبت اب بھی تمہیں پکار رہی ہے اور میں اس قدر بدقسمت ہوں کہ میرے سامنے محبت کا سمندر ہے اور میری پیاس صحرا سے بھی کئی گنا زیادہ ہے اور درمیان میں انتظار ہے۔ ایسا انتظار جس کی کوئی منزل نہیں۔ اب فیصلہ کرو زویا بیگم! گھاٹا کس کے حصے میں زیادہ آیا؟'' وہ اتنا کہہ کر کمرے سے باہر نکل گیا اور اس کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ کیوں؟ وہ نہیں جانتی تھی یا پھر شاید جان بوجھ کر نظر انداز کرنا چاہتی تھی۔

❋❋❋

''کل زوبیہ اور شاہ دل کا نکاح ہے۔'' بابا صاحب کا یہ جملہ سب کی سماعتوں پر بم کی طرح گرا تھا۔ سب ایک دوسرے کا چہرہ دیکھ رہے تھے جیسے ان کے لفظوں کی تصدیق چاہتے ہوں۔

''بابا صاحب! اتنی جلدی کیا ہے، ابھی تو زویا!'' بابا صاحب کے گھورنے پر ثمن کی ہمت وہیں دم توڑ گئی۔ اس لئے بات بھی ادھوری رہ گئی۔

''بابا صاحب! ابھی زوبیہ کی پڑھائی بھی تو جاری ہے۔'' ایاز نے سمجھداری سے کام لیا۔

''وہ شادی کے بعد بھی پڑھ سکتی ہے۔'' انہوں نے ایک جملے میں بات ختم کر دی۔

''لیکن ہم اتنی جلدی تیاریاں کیسے کریں گے؟'' بی جی پریشان تھیں۔

''نکاح گھر میں سادگی سے ہوگا' کوئی شور شرابہ نہیں ہوگا۔ نہ کوئی باہر سے آئے گا۔'' انہوں نے ذرا جتانے والے انداز میں کہا۔

''ایک بار اگر شاہ دل اور زوبیہ سے پوچھ لیتے تو!'' رضیہ دھیرے سے بولیں۔

''اس کی ضرورت نہیں۔'' وہ اسی انداز میں بولے۔

''مگر بابا صاحب!'' زینت بھی کچھ کہنا چاہتی تھیں' مگر بابا صاحب نے اس انداز میں انہیں دیکھا کہ وہ سمجھ گئیں کہ بابا صاحب اس بارے میں مزید کچھ نہیں سننا چاہتے... سو ایسے میں خاموشی بہتر تھی۔

❋❋❋

''بابا صاحب کو اتنی جلدی کیا ہے؟'' شاہ دل خفا سا تھا۔

"یہاں فیصلہ سن کر اس پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے' جواز جاننا نہیں۔" سفینہ دھیرے سے بولیں۔

"لیکن پھپھو میں فی الوقت ذہنی طور پر ان سب چیزوں کیلئے تیار نہیں ہوں۔" وہ الجھنے لگا۔

"زندگی اچانک رونما ہو جانے والے واقعے کی طرح ہوتی ہے۔ تبدیلی خواہ کیسی بھی ہو اسے قبول کرنا پڑتا ہے۔ انسان چاہے یا نہ چاہے یہ زندگی کی حقیقت ہے۔ ایسی حقیقت جسے انسان بدلنے پر قادر نہیں۔" انہوں نے اپنے مخصوص لہجے میں سمجھایا۔

"میں بابا صاحب سے خود بات کروں گا۔" وہ عزم سے بولا۔

"اس کا کوئی فائدہ ہے نہ ہی ضرورت جو انہوں نے کہنا تھا کہہ چکے۔ اب ان سے کچھ کہنا گستاخی ہوگی یا پھر بغاوت اور میں نہیں چاہوں گی کہ تمہاری وجہ سے ہمارے سر جھک جائیں۔ انسان اگر غصے اور نفرت میں کوئی قدم اٹھاتا ہے تو عمر بھر پچھتاتا ہے اور کچھ فیصلے اپنے لئے اور کچھ فیصلے اپنوں کیلئے بہت ضروری ہوتے ہیں' جو بہرصورت کرنے پڑتے ہیں۔" وہ گویا اسے احساس دلا رہی تھیں کہ اب اس کا احتجاج بے معنی ہے اور اب وہ چاہے نہ چاہے اسے اس فیصلے کو ماننا پڑے گا۔ شاہ دل نے شکوہ کناں نگاہوں سے انہیں دیکھا۔ سفینہ نے نگاہوں کا زاویہ بدل لیا۔

❋❋❋

"جس کی غلطی ہو سزا اسے ملنی چاہیے یہ اصول کی بات ہے' لیکن یہ کونسا اصول ہے ایک کی خطا کی سزا دوسرے کو ملے زویا کے کیئے کی سزا میں کیوں بھگتوں۔" زوبیہ احتجاج کرنے لگی۔

"بابا صاحب کا فیصلہ مان لینے میں سب کی بھلائی ہے۔" مدحت نے مدہم لہجے میں کہا۔

"آئی ایم سوری مما! یہ میری زندگی ہے اور کسی کو کوئی حق نہیں کہ وہ میری زندگی کے بارے میں کوئی فیصلہ کرے۔ میں اپنی زندگی اپنے طریقے سے جینا چاہتی ہوں اور جی کر دکھاؤں گی۔ کسی کی دخل اندازی مجھے بالکل پسند نہیں ہے۔" وہ قدرے ہٹ دھرمی سے بولی۔

"اگر تم بھی زویا کی طرح اسی منزل کا انتخاب کر چکی ہو تو بتا دو تاکہ ہم پہلے سے خود کو نئے صدمے کیلئے تیار کر لیں، بعد میں مر مر کر جینے سے بہتر ہے ایک ہی بار مر جائیں۔"

"مما! پلیز۔" وہ حیران سی انہیں دیکھنے لگی۔ اس کی مما اس کے بارے میں ایسا سوچ

سکتی ہیں ایسا اس نے کبھی نہیں سوچا تھا۔

"حقیقتاً غلطی ہماری ہی پرورش میں ہے۔ ہم تم لوگوں کی صحیح طور سے تربیت نہیں کر پائے جبھی تو آج یہ دن دیکھنا پڑ رہا ہے۔ آج احساس ہو رہا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ بیٹوں کو زندہ دفن کیوں کر دیتے تھے۔ کاش کہ ہم زمانہ جاہلیت کا حصہ ہوتے تو باآسانی اس روایت کو برقرار رکھتے، نجانے ہم سے ایسا کونسا گناہ سرزد ہوا ہے کہ جس کی سزا ختم ہی نہیں ہو پا رہی۔" مدحت شدت سے رونے لگیں۔

تب ہی کب سے دروازے کے پاس کھڑے جہانزیب اندر چلے آئے اور بولے۔

"خاموش ہو جاؤ مدحت اور صبر کرو' ہم قسمت کا لکھا نہیں بدل سکتے' اگر اوپر والے نے ہماری قسمت میں یہ ذلت لکھ دی ہے تو ہمیں کسی سے شکوہ نہیں کرنا چاہیے۔"

"پاپا! پلیز مجھے غلط مت سمجھیں میرا مطلب ہرگز یہ نہیں تھا کہ......!"

"کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔" جہانزیب نے اسے روک دیا۔ "میری بیٹیاں اب بڑی ہو گئی ہیں۔ وہ اپنی زندگی کے فیصلے بہت آرام سے خود کر سکتی ہیں۔ اتنا کچھ ہونے کے باوجود ابھی بہت سی امیدیں قائم ہیں۔ بہت سارے خواب سلامت ہیں اور اپنے خون پر اعتماد باقی ہے۔ مجھے اللہ سے کوئی شکایت نہیں کہ اس نے مجھے بیٹیاں دیں اور مجھے یقین ہے کہ ایسا موقع میری بیٹیاں یا کم از کم میری بیٹی نہیں آنے دے گی۔" ان کے سادہ سے لفظوں میں یقین اب بھی باقی تھا اور اس یقین نے اسے دوراہے پر لا کھڑا کیا تھا۔

❋❋❋

شاہ دل اور زوبیہ کا نکاح بڑی سادگی سے ہوا تھا۔ ان کے نا چاہتے ہوئے بھی آج ان کا نام ایک ساتھ لکھ دیا گیا۔ قانوناً اور شرعاً ان کے تمام حقوق ایک دوسرے کے نام ہو گئے۔ اس موقع پر پہلی بار بابا صاحب نے بڑھ کر جہانزیب کو گلے لگایا تھا۔ خوشی سے سب کی آنکھیں بھیگ گئیں، یہ خوشی اتنی بڑی تھی کہ کچھ دیر کیلئے سب نے سابقہ غم بھلا دیئے۔ اس گھر کے لوگ بہت دن بعد مسکرائے تھے۔

"کتنا اچھا لگ رہا ہے نا بی جی! یوں لگتا ہے آخر خدا نے ہماری دعائیں سن ہی لیں۔" زینت بہت خوش تھیں۔

"یہ میرے شاہ دل اور زوبیہ کی قسمت کا اعجاز ہے۔ یہاں سے اندازہ لگاؤ کہ یہ رشتہ اس گھر کے لوگوں کیلئے کتنا اچھا ہے۔ دیکھو ادھر ان دونوں کا نام جڑا ادھر باپ بیٹے کا ملن ہو گیا۔ اس سے اچھی اور کیا بات ہو سکتی ہے اور اچھی بات یہ بھی ہے کہ مدحت کو بھی اس کا صحیح مقام مل

گیا۔'' وہ خدا کا شکر ادا کرتے کرتے نہیں تھک رہی تھیں۔

❋❋❋

دوسری طرف زویا اپنوں کیلئے آنسو بہا رہی تھی۔ عباد گھر لوٹا تو اسے اس طرح دیکھ کر اسے کوفت ہونے لگی۔'' اس برسات کے تھمنے کا وقت بتا دو انتظار سہل ہو جائے گا۔'' وہ قدرے بیزاری سے بولا اور سامنے صوفے پر بیٹھ کر شوز اتارنے لگا۔

'' جب سانسیں رک جائیں گی تو یہ برسات بھی تھم جائے گی۔'' وہ خفگی سے بولی۔

وہ اٹھ کر اس کے قریب چلا آیا۔'' دیکھو زویا! جو ہوا اور جس طرح ہوا میں جانتا ہوں ویسا نہیں ہونا چاہیے تھا اور ایسا ہونے کی نوبت ہی نہ آتی۔ اگر حالات سازگار ہوتے اور جو حالات تھے بتاؤ اس میں' میں کیا کر سکتا ہوں۔ ایسے حالات میں میں صرف یہی کر سکتا تھا جو میں نے کیا۔'' وہ بڑی نرمی سے وضاحت کر رہا تھا۔

'' ہاں آپ جو کر سکتے تھے آپ نے وہی کیا۔ آپ مجھ سے میرے تمام رشتے چھین سکتے تھے جو آپ نے کیا۔ آپ مجھے میرے گھر سے الگ کر سکتے تھے جو آپ نے کیا۔ آپ مجھے میرے اپنوں سے دور کر سکتے تھے۔ ان کی نظروں میں گرا سکتے تھے اور آپ نے یہ بھی کیا۔'' وہ جیسے پھٹ پڑی۔

'' میں نے جو بھی کیا اچھا یا برا صرف تمہارے لئے کیا۔ میں نے تمہارے لئے بہت کچھ تیاگ دیا، اس کے باوجود تم مجھے ہی غلط سمجھ رہی ہو۔'' وہ تاسف سے بولا

'' مجھے کچھ مت جتایئے کیونکہ آپ نے جو کیا میرے لئے نہیں اپنی خوشی کیلئے کیا۔ آپ کیا ہیں اور کیا کر سکتے ہیں یہ ثابت کرنے کیلئے کیا آپ نے جو کیا اپنی خوشی اپنی غرض کیلئے کیا۔''

'' تمہیں لگتا ہے کہ میں نے جو کیا اپنی خوشی اپنی غرض کیلئے کیا؟'' وہ تو جیسے صدمے کی کیفیت میں تھا۔'' سچ تو ہے کہ غرض تھی۔ ہاں میری غرض یہ تھی کہ میں تمہیں تمہارے حصے کا سائبان دے سکوں' وہ سب دے سکوں جو صرف تمہارا ہے۔ میری خوشی کے بارے میں بات کر رہی ہو نا تو سنو زویا! میری خوشی تم ہو، میرا راستہ، میرا سفر، میری منزل تم ہو، میری زندگی کی روشنی تم ہو، میرا زندہ ہونے کا احساس، میرے سانس لینے کی وجہ تم ہو، میرا آج، میرا کل تم ہو، تم ہو تو میں ہوں۔ ان سچائیوں کو اگر الفاظ دوں اور غلطی سے تم میری گفتگو سے خارج ہو جاؤ تو میرے اندر عمر بھر ایک ادھورا پن باقی رہے گا۔ ان صداقتوں کو اگر کاغذ پر درج کروں اور '' تم '' کو لکھنا بھول جاؤں تو میرے پاس کچھ نہیں بچتا۔ لیکن شاید تمہاری کتاب زیست اور کتاب دل سے اس لفظ کو مٹا دیا جائے تو تمہارے پاس زندگی بچ جاتی ہے۔'' تم '' دعا کرو تمہارے پاس زندگی بچ

جائے۔'' وہ اتنا کہہ کر چلا گیا اور وہ سناٹے میں آ گئی۔ یہ وہ کیا کہہ گیا تھا۔ اس نے تو کبھی ایسا سوچا بھی نہ تھا۔

❋❋❋

'' اتنا دلفریب موسم، سمندر کا کنارہ اس وقت تو تمہیں یہاں زویا بھابی کے ساتھ ہونا چاہیے' مگر عجیب بد ذوق شخص ہو کہ مجھے یہاں بلا بھیجا۔'' فرحان اس کے ساتھ ساتھ ٹہلتے ہوئے شرارت سے بولا۔ جواباً عباد مسکرا بھی نہ سکا۔

'' کیا بات ہے بہت ڈسٹرب لگ رہے ہو؟'' اس بار فرحان سنجیدہ تھا۔

'' کبھی کبھی انسان جو سوچتا ہے وہ ہوتا نہیں اور جو ہوتا ہے وہ اس نے کبھی بھولے سے بھی سوچا نہیں ہوتا، اسے بدقسمتی کہتے ہیں اور جس انسان کے ساتھ بدقسمتی ہمیشہ رہتی ہے اس کی زندگی بھی ہمیشہ ڈسٹرب رہتی ہے۔'' اس کے لہجے میں بڑی تھکن تھی۔

'' کیا بات ہے صاف صاف بتاؤ نا۔'' وہ پریشان ہو گیا۔

'' زویا مجھے خود غرض سمجھتی ہے۔ وہ سوچتی ہے کہ میں نے جو کیا اپنی خوشی کیلئے کیا۔ حالانکہ خدا گواہ ہے کہ میں نے جو کیا وہ کرتے ہوئے بس اسی کے بارے میں سوچا۔ یہ الگ بات ہے کہ اس سے خوشی اور غم کے رابطے اتنے گہرے ہیں کہ اس کے بعد اپنے بارے میں سوچنے کی ضرورت نہیں پڑتی، میرا قصور کیا ہے فرحان! میں نے محبت کی ہے اور بدلے میں محبت چاہی ہے۔ کیا یہ خطا اتنی بڑی ہے کہ میری عمر کا ہر پل سزا ہو جائے میں نے کیا گناہ کیا ہے کہ ہر الزام میرے حصے میں آ رہا ہے۔'' وہ صدمے سے چور تھا۔

'' ایسے ہی حالات سے بچانے کیلئے میں نے تم سے کہا تھا کہ سوچ سمجھ کر فیصلہ کرو مگر تم نے میری بات نہیں مانی، اسی دن کا خوف تھا مجھے۔'' وہ بھی دکھی تھا۔

'' عباد! اگر غیر جانبداری سے دیکھا جائے تو زویا بھابی اپنی جگہ غلط نہیں ہیں۔ انہیں اچانک جو حالات زندگی میں درپیش آئے ہیں ایسے میں کسی کا بھی بدگمان ہو جانا فطری سی بات ہے۔ انہیں تم سے محبت ہے' یہ سچ ہے۔ لیکن وہ تمہارے اس اقدام سے ہرٹ بھی ہوئی ہیں۔ ہم کسی کو شدت سے چاہیں اور اسی سے دکھ پائیں تو دکھ کئی گنا زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ جو ہماری راہوں کو پھولوں سے سجاتا ہو وہی ان راہوں میں اچانک کانٹے بکھیر دے تو کیا ہمارا اعتبار ڈگمگا نہیں جائے گا؟ انسان بہرحال انسان ہوتا ہے۔ وقت و حالات اس کے دل و دماغ پر اثر انداز ہوتے ہیں وہ چاہے یا نہ چاہے۔''

'' تم بھی یہی کہنا چاہتے ہو کہ میں نے جو کیا غلط کیا۔'' وہ دکھ سے اسے دیکھتے ہوئے

بولا۔

''نہیں یار! میں ہرگز یہ نہیں کہنا چاہتا بلکہ صرف اتنا چاہتا ہوں کہ جس راہ کا تم نے انتخاب کیا ہے اس پر ثابت قدم رہو۔ یوں حوصلہ ہارنے سے بات نہیں بنے گی۔ منزل پانے کیلئے سفر شرط ہے۔ انسان کو اپنی قسمت پر یقین رکھنا چاہیے۔''

''کبھی کبھی میں سوچتا ہوں کہ انجانے میں' میں قسمت کی ریکھاؤں سے الجھ تو نہیں گیا۔ میں نے اپنی قسمت سے کچھ زیادہ تو نہیں مانگ لیا۔'' عباد سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''یار! ایسا کچھ نہیں ہے تم کیا سوچنے لگے؟ پلیز سنبھالو خود کو۔'' فرحان نے عباد کا حوصلہ بڑھایا۔

''خود کو سنبھال لوں گا لیکن کاش اس کے بکھرتے اعتبار کو سنبھال سکتا۔'' وہ حسرت سے بولا۔ فرحان کو وہ اس وقت بہت بکھرا بکھرا سا لگا۔

❋❋❋

نیناں کی حالت بگڑنے لگی تو رضیہ بیگم فوراً شیراز کے ساتھ اسے ہسپتال لے گئیں۔ فراز اور سعد دونوں گھر میں نہیں تھے۔ شیراز نے دونوں کو فون کر کے ہسپتال پہنچنے کی تاکید کی تھی۔ ساتھ ہی اعوان پیلس میں بھی اطلاع دے دی۔ لمحوں میں سب کے سب جمع ہو گئے البتہ سعد اب تک نہیں پہنچے تھے۔ سبھی پریشان تھے۔

نیناں نے بیٹے کو جنم دیا۔ رضیہ سجدے میں گر پڑیں۔ آفندی صاحب بھی بہت مسرور تھے۔ باقی تمام لوگوں کی خوشی بھی قابل دید تھی۔

''ارے ذرا سعد کو فون کرو کہاں رہ گیا ہے؟ نیناں بھی اس سے ملنا چاہ رہی ہے۔'' رضیہ نے فراز سے کہا تو فوراً موبائل سے سعد کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔

تب فون اس کے دوست نے اٹھایا۔

''ہاں فاخر بھائی! سعد بھائی کہاں ہیں؟'' فراز کو بے چینی ہو رہی تھی۔ سعد کا موبائل اس کے دوست کے پاس کیوں تھا؟

''وہ بہت جلدی میں تھا۔ اس لئے موبائل یہاں ہی بھول گیا۔ فون آتے ہی وہ نکل گیا تھا'' فاخر نے پرسکون انداز میں کہا۔

''لیکن وہ اب تک یہاں پہنچے نہیں۔'' فراز بے حد فکرمند تھا۔

''میرا خیال ہے ٹریفک میں پھنس گیا ہوگا پہنچنے ہی والا ہوگا۔'' فاخر نے تسلی دی۔

''جی۔'' فراز نے اتنا کہہ کر فون بند کر دیا لیکن دل بڑا بے چین تھا۔

''شاہ دل میرا دل بہت گھبرا رہا ہے اللہ نہ کرے نجانے کیوں کسی انہونی کا احساس ہو رہا ہے۔'' فراز نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

''پاگل تو نہیں ہو گئے اتنے خوشی کے موقع پر ایسی فضول باتیں کر رہے ہو۔'' شاہ دل نے ٹوکا۔

''میں جانتا ہوں اس وقت ایسی باتیں نہیں کرنی چاہئے' لیکن کیا کروں میرا دل بڑا بے چین ہے۔'' وہ عجیب کیفیت میں تھا۔

''یار! کیا ہو گیا ہے تم تو ایک حوصلہ مند انسان ہو سنبھالو خود کو۔'' شاہ دل نے اس کا حوصلہ بڑھایا۔ وہ خاموش رہا تو وہ مزید بولا۔

''اچھا ٹھیک...... اگر تھوڑی دیر تک اور سعد بھائی نہیں آئے تو ہم خود انہیں لینے چلے جائیں گے او کے......'' اس نے تسلی دینے والے انداز میں کہا۔ فراز اس بار بھی خاموش رہا۔

❋❋❋

''سب کو اتنی بڑی خوشی دینے والی کی شکل اتنی اتری کیوں ہے؟ میری جان! اتنی اداس کیوں ہے؟'' رضیہ بڑے پیار سے بولیں۔

''پھپھو وہ اب تک نہیں آئے۔'' پتہ نہیں وہ شکوہ کر رہی تھی یا سوال...... رضیہ سمجھ نہیں پائیں۔

''فکر مت کرو، آتا ہی ہوگا۔'' رضیہ نے اسے تسلی دی' لیکن نجانے کیوں یہ تسلی بڑی کھوکھلی سی لگی۔ اللہ سب ٹھیک رکھنا۔ انہوں نے دعا کی۔

''میرا خیال ہے اب تو ہمیں چلنا چاہیے۔'' فراز نے بڑی بے چینی سے شاہ دل کو کہا اور اس بار خود شاہ دل کی کیفیت بھی اس جیسی تھی۔

''چلو'' وہ بنا کچھ کہے تیار ہو گیا۔ انہوں نے جونہی قدم اٹھائے فراز کا موبائل بج اٹھا۔ اس نے موبائل کان سے لگایا۔ دوسری طرف فاخر تھا۔

''جی فاخر بھائی!''

''فراز وہ میرے میرے گھر، گھر سے دور......!'' یوں لگ رہا تھا جیسے وہ بمشکل بول پا رہا ہے۔

''کیا بات ہے فاخر بھائی آپ ٹھیک تو ہیں نا؟'' اس کا دل گھبرانے لگا۔

''میں ٹھیک ہوں مگر وہ!'' ایک بار پھر خاموش ہو گیا۔

"پلیز فاخر بھائی! صاف صاف بتایئے بات کیا ہے؟" اس کی گھبراہٹ بڑھ گئی۔

"میرے گھر سے کچھ دور...... سعد کا بہت بڑا ایکسیڈنٹ ہوا ہے اور......!" وہ ٹھہر ٹھہر کر بول رہا تھا۔

"اور کیا......؟" فراز نے بڑے حوصلے سے پوچھا۔ شاہ دل کو اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ سے کسی انہونی کے ہونے کا احساس ہو رہا تھا۔

"اور سعد...... سعد نہیں رہا۔" وہ بولا تو فراز کے ہاتھ سے موبائل چھوٹ کر فرش پر گر پڑا۔ یوں لگا جیسے اچانک کوئی قیامت ٹوٹ پڑی ہو۔

شاہ دل نے جلدی سے موبائل اٹھا کر کان سے لگایا۔ بتایئے فاخر بھائی ہوا کیا ہے؟ آپ نے فراز سے ایسا کیا کہا کہ وہ...... پلیز بتایئے۔ اور جواباً فاخر نے بمشکل دہرایا تھا اور شاہ دل کو لگا کہ جیسے جسم سے جان نکل گئی ہو مگر اسے ہمت رکھنی تھی۔ "سنبھالو خود کو فراز اگر کسی نے تمہیں اس طرح دیکھ لیا تو ہم کیسے انہیں بتائیں گے۔"

"تمہیں کیا لگتا ہے کہ اب چھپانے کو کچھ باقی ہے۔" فراز یکدم ٹوٹ سا گیا تھا۔

"یہ بات چھپانے کی تو نہیں لیکن بتانے کا حوصلہ بھی نہیں ہے اور بتائیں بھی تو کسے نیناں کو جو کب سے اس کی منتظر ہے تاکہ اس کے ساتھ اپنی زندگی کی سب سے بڑی خوشی بانٹ سکے، پھپھو کو جو اتنی بڑی خوشی مل جانے پر شکرانے کے نوافل ادا کرتے نہیں تھک رہی ہیں یا ان سب کو جو نجانے کتنے عرصے بعد مسکرائے ہیں۔" وہ بڑی الجھن میں گرفتار تھا۔

"ایک کام کرتے ہیں ہم خود وہاں جا کر تصدیق کر لیتے ہیں، فاخر بھائی کو کوئی غلط فہمی بھی تو ہو سکتی ہے۔" وہ ایک موہوم سی امید کے تحت بولا۔

فراز نے اس سے اتفاق کیا، شاید کوئی معجزہ ہونے کی آس باقی تھی۔

❋❋❋

گھر میں ایک کہرام مچا تھا۔ رضیہ کے بین دل دہلا دینے والے تھے۔ نیناں تو سکتے میں تھی۔ باقی ہر آنکھ پرنم تھی، ایسے میں بچے کو زوبیہ ہی سنبھال رہی تھی۔

"رضیہ! ہمت کرو ہم خدا کی رضا کے آگے بے بس ہیں۔ دیکھو اگر اس وقت تم حوصلہ نہیں کرو گی تو نیناں کا کیا ہو گا؟" بی جی نے سمجھایا۔

"بی جی ٹھیک کہہ رہی ہیں۔" مدحت نے ساس کی تائید کی۔

"مجھ میں حوصلہ رہا کیوں، پتہ نہیں مجھ سے کیا گناہ ہو گیا کہ جوان بیٹے کی لاش ان بوڑھی آنکھوں نے دیکھی ہے۔ ارے جانے کی عمر تو میری تھی اور چلا سعد گیا۔" وہ دھاڑیں مار مار

کر رونے لگیں۔

"پلیز رضیہ! خود کو سنبھالو۔" انہوں نے بڑھ کر رضیہ کو اپنے ساتھ لگا لیا۔ مدحت کی آنکھوں سے اک تواتر سے آنسو بہہ رہے تھے۔

"صبر کرو رضیہ! تم صبر نہیں کرو گی تو نیناں کو کبھی صبر نہیں آئے گا۔" بی جی خود کو سنبھال رہی تھیں اور بیٹی کو بھی۔

"نیناں سے میں کیا کہوں، اس نے تو اپنا سہاگ، اپنے بچے کا باپ کھویا ہے، مجھ میں بالکل ہمت نہیں کہ میں اسے کہوں کہ صبر کرے، مجھے تو اس کا سامنا کرتے ہوئے بھی خوف آتا ہے، اس کی خاموشی اتنی کربناک ہے کہ روح لرز جاتی ہے۔ میرے پاس کوئی لفظ ایسا نہیں جو اس کے دکھ کی دوا بن سکے، کوئی حرف تسلی ایسا نہیں جو اس کے دکھ کا مداوا بن سکے۔" ان کی آنکھوں کے آنسو اب بھی نہیں تھم رہے تھے۔

مدحت وہاں سے اٹھ کر نیناں کے کمرے میں چلی آئیں۔ وہ فرش پر گم صم سی بیٹھی تھی، اسے سیاہ جوڑے میں ملبوس دیکھ کر مدحت کو بے حد تکلیف ہوئی تھی۔ انہوں نے نرمی سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ وہ اسی طرح بیٹھی رہی۔

"نیناں! تمہارا دکھ اتنا بڑا ہے کہ میرا ہر لفظ اس کیلئے ناکافی ہے' لیکن وہ حرف ہی ہوتے ہیں جو ہمیں خوشی اور غم کی خبر دیتے ہیں، ہم کتنا بھی انہیں بے معنی اور غیر ضروری ٹھہرائیں لیکن یہ ہماری زندگی کی حقیقت ہیں اور اسی طرح یہ بھی حقیقت ہے کہ زندگی پھولوں کی سیج نہیں بلکہ پتھریلے راستوں کا سفر ہے اور ایسے راستوں پر چلتے ہوئے کتنی احتیاط کیوں نہ کی جائے' جانے انجانے کوئی نہ کوئی زخم لگ ہی جاتا ہے۔ کبھی جسم پر' کبھی دل پر' تو کبھی روح پر ٹھوکر اتنی شدید ہوتی ہے کہ انسان مرنے کی خواہش کرنے لگتا ہے۔ لیکن بھول جاتا ہے کہ اگر خواہش سے کچھ حاصل ہو سکتا تو وہ رشتے ہی زندگی سے کیوں جائیں جو زندگی سے بڑھ کر ہوتے ہیں۔ نیناں کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی اتر آئی۔ مدحت بولتی رہیں۔ میری طرف دیکھو نیناں! میں نے جیتے جی اپنی بیٹی کو دفن کر دیا ہے اور میں نہیں جانتی کہ اس کی قبر کہاں ہے؟" وہ رو پڑیں۔ اسی گھڑی نیناں کی آنکھوں کی نمی بھی کئی گنا بڑھ گئی تھی۔

"تم بھی ایک ماں ہو، سوچ سکتی ہو کہ میرے دل پر کیا گزر رہی ہو گی، تمہارے پاس یہ یقین ہے کہ سعد اب کبھی لوٹ کر نہیں آئے گا اور شاید یہ یقین تمہیں باقی زندگی جینے کا حوصلہ دے' لیکن میرے پاس نا چاہتے ہوئے بھی انتظار باقی ہے۔ پتہ نہیں کیوں؟" وہ کھوئی کھوئی سی بولیں۔

"میں انہیں نہیں بھول سکتی، میں انہیں نہیں بھول سکتی۔" وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ مدحت نے اسے خاموش نہیں کرایا کیونکہ وہ بھی چاہتی تھیں کہ وہ جی بھر کر روئے۔

❋❋❋

"سامان پیک کرلو، ہمیں جانا ہے۔" عباد نے تولئے سے منہ پونچھتے ہوئے کہا۔

"کہاں......؟"

"تمہارے اپنوں کے درمیان۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔

"آپ مجھے واپس...... آپ جانتے ہیں! اب میری وہاں کوئی جگہ نہیں اور آپ نے مجھے سمجھ کیا رکھا ہے جب دل چاہا لے آئے' جب دل چاہا چھوڑ دیا۔ میں کوئی ایسی ویسی لڑکی ہوں کیا؟" اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"تم مجھے ظالم اور خودغرض کہتی ہو نا تو خود کو صحیح ثابت کرنے کا ایک یہی طریقہ ہے۔ بھئی میں بھی انسان ہوں۔ اپنے سر پر اتنے الزام لے کر نہیں جی سکتا۔" وہ بڑے ریلیکس انداز میں صوفے پر بیٹھتے ہوئے سنجیدگی سے بولا۔ اس کی آنکھوں کی نمی میں اضافہ ہوگیا۔ عباد اٹھ کر اس کے قریب چلا آیا۔ "یہ آنسو میری جدائی کے ہیں یا اپنی رہائی کی خوشی میں آنکھیں چھلک گئی ہیں؟" وہ دلچسپی سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"تمہارے لئے پوری دنیا کو اپنا دشمن کرلیا۔ تمہیں کیا لگتا ہے عباد ان لوگوں میں سے ہے جو سر راہ چھوڑ جاتے ہیں، تمہارا ساتھ عمر بھر کیلئے مانگا ہے، جب سانسیں ساتھ ہیں میں اس ساتھ کے سدا قائم رہنے کی دعا مانگوں گا، وعدہ اس لئے نہیں کروں گا کہ قسمت کے آگے انسان بے بس ہے۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔

"تو پھر یہ سب کیوں کہہ رہے تھے؟" وہ نا سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

"تمہیں رضیہ پھپھو کے گھر جانا ہے۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔

"پھپھو کے گھر کیوں؟" اسے کچھ عجیب لگا۔

"سعد اب اس دنیا میں نہیں رہا۔" وہ بمشکل بولا۔

"سعد بھائی! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟" اس کے سوال میں بے یقینی بڑھی تو الفاظ بے ترتیب ہوگئے۔

"یہ سچ ہے۔" اس نے تصدیق کی۔

"لیکن بابا صاحب نے مجھے نہ صرف وہاں آنے سے منع کیا ہے' بلکہ انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ جانے انجانے اگر کسی نے مجھ سے ملنے کی کوشش کی تو وہ اس انسان سے تعلق ختم کر دیں گے۔" وہ دکھی تھی۔

"تو کیا تم نہیں جانا چاہو گی؟" عباد نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"دل تو چاہتا ہے جاؤں مگر میرے جانے سے سب کیلئے مشکلات کھڑی ہو سکتی ہیں۔ اب میں کسی کیلئے پریشانی کا باعث نہیں بننا چاہتی۔" وہ روتے ہوئے بولی۔

عباد نے نرمی سے اس کے آنسو پونچھے۔ "آئی ایم سوری!" اس گھڑی اسے شدت سے احساس ہو رہا تھا کہ وہ انجانے میں اس کے ساتھ زیادتی کر بیٹھا ہے اور حقیقتاً زویا کو اس وقت اپنے جیون ساتھی کی محبت اور ہمدردی کی ضرورت تھی۔

❋❋❋

"تم یہاں کیوں آئے ہو؟ ہمت کیسے ہوئی تمہاری اس گھر میں قدم رکھنے کی۔ تمہارے ایک غلط فیصلے نے تمہاری بہن کی زندگی تباہ کر دی ہے۔ ایسا ظالم بھائی میں نے اپنی پوری زندگی میں نہیں دیکھا۔" صادقہ بیگم' عباد کے گھر میں قدم رکھتے ہی اس پر برسنے لگیں۔

"امی! آپ جو چاہیں مجھے کہہ سکتی ہیں۔ مجھے کرن کیلئے افسوس ہے' لیکن اتنا نہیں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ کرن کی اس رشتے میں رتی برابر بھی مرضی شامل نہیں تھی۔ میری طرح اسے بھی آپ اپنی خواہش کی بھینٹ چڑھا دینا چاہتی تھیں۔ شکر ہے وہ بچ گئی اور میں نے جو کیا، بڑے سوچ سمجھ کر کیا ہے۔ مجھے اس کا کوئی پچھتاوا نہیں۔"

"خاموش رہو، اتنے بڑے ہوگئے کہ اپنے سے بڑوں کا لحاظ بھول گئے؟" انہوں نے بری طرح ٹوکا۔ "دیکھ رہے ہیں کمال صاحب! اس کی بے حسی۔ اپنی بہن کے بسنے سے قبل اجڑنے پر بجائے اس کے کہ افسوس کرے خوش ہو رہا ہے۔ کیا بھائی ایسے ہی ہوتے ہیں؟ تم جیسے بھائیوں کی وجہ سے بہنیں تمام عمر اپنی بدقسمتی پر آنسو بہاتی ہیں۔" وہ اسے کوسنے لگیں۔

"عباد اندر جاؤ۔" کمال احمد نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

صادقہ چونک کر پلٹی تھیں۔ "آپ جانتے ہیں کہ اس نے کیا کیا ہے اس کی وجہ سے اس کی زندگی برباد ہوگئی، لوگوں نے ہمیں کیسے کیسے طعنے نہیں دیئے' کیا کچھ نہیں سننا پڑا، اس کے باوجود آپ اسے گھر میں آنے کی اجازت دے رہے ہیں؟" وہ حیران تھیں۔

"عباد سزا کا حقدار تب ہوتا جب وہ بھی فرجاد کی طرح صرف اپنے بارے میں سوچتا' لیکن اس نے زویا کے بارے میں بھی سوچا، اس نے اپنے اور زویا کے درمیان کے رشتے کا پاس

رکھا ہے۔ ہاں جس طرح اس نے یہ کیا ہے وہ کوئی خوشگوار عمل نہیں' لیکن پھر اس عمل سے کئی گنا بہتر ہے جس کے تحت فرجاد نے زوبیہ کو سرراہ چھوڑ دیا۔ جگ ہنسائی تو تب بھی ہوئی تھی، اس وقت بھی لوگوں کے طعنے کچھ کم نہیں تھے۔ وہ اور بات ہے کہ اس بار آپ کو زیادہ محسوس ہو رہے ہیں۔'' کمال احمد نے ایمانداری سے بات کی۔ عباد باپ کی مان کر اندر آ چکا تھا۔

''اگر تم نے اس گھر میں واپس آنے کا فیصلہ کر لیا ہے تو میری ایک بات سن لو، تم اس گھر میں زویا کے بنا نہیں رہ سکتے۔'' کمال احمد نے سنجیدگی سے کہا۔

''زویا اس گھر میں نہیں آئے گی، میں ایسی لڑکی کو ہرگز بہو نہیں مان سکتی جو خود میرے بیٹے کے پاس چلی آئی۔''

٭٭٭

''صادقہ بیگم آپ کو ذرا بھی خدا کا خوف نہیں۔ دوسروں کی بیٹیوں کے بارے میں بات کرتے ہوئے تھوڑا سا تو خیال کیا کیجئے۔ ویسے بھی آپ کی اطلاع کیلئے عرض ہے کہ وہ خود نہیں آئی آپ کا بیٹا اسے بارات کے ساتھ لینے گیا تھا۔'' انہوں نے قدرے طنز سے کہا۔ عباد ایک لمحے کے لئے نادم ہو گیا اور صادقہ بیگم نگاہیں چرانے لگیں۔

''شام تک تم زویا کو یہاں لے کر آ جاؤ۔'' کمال احمد نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔ عباد نے ادب سے سر جھکایا۔

''لیکن......'' صادقہ کچھ کہنا چاہتی تھیں۔

ان کی بات پوری کرنے سے قبل ہی کمال احمد نے انہیں روک دیا۔ ''یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔'' وہ قطعی لہجے میں بولے۔ گویا اب فقط خاموش رہنے کے سوا کسی کے پاس کوئی اور چارہ نہ تھا۔

٭٭٭

نیناں کی عدت کی مدت پوری ہو چکی تھی' لیکن اس کیلئے وقت جیسے ٹھہر گیا تھا۔ اس کا بیٹا فہد بیڈ پر سو رہا تھا۔ نیناں سیاہ لباس میں ملبوس آنسو بھری آنکھوں سے فہد کو دیکھ رہی تھی۔ زوبیہ اور آنسہ کمرے میں داخل ہوئیں۔

''نیناں! کب تک روتی رہو گی؟'' آنسہ نے پوچھا۔

نیناں خاموش تھی۔ شاید اس سوال کا جواب خود نیناں کے پاس بھی نہ تھا۔

''نیناں! زندگی میں کئی دکھ آتے ہیں' لیکن زندگی کسی ایک دکھ کے نام نہیں کی جا سکتی۔ دکھ اور آنسو انسان کو کمزور کر دیتے ہیں اور زندگی کے اس موڑ پر اگر تم کمزور پڑ گئیں تو تمہارے بیٹے کا کیا ہو گا؟ کیوں اس کے مستقبل کی بنیاد اپنے آنسوؤں پر رکھ رہی ہو۔'' زوبیہ نے اسے بڑی حقیقت پسندی سے سمجھایا۔

”زوبیہ ہر دکھ کی نوعیت بھلے الگ ہو' لیکن دکھ بہرحال دکھ ہوتا ہے' کسی سہاگن سے پوچھو کہ سہاگ اجڑنے کا دکھ کیا ہوتا ہے۔ ٹوٹی چوڑیوں کا درد صرف بیوہ کی کلائی جانتی ہے۔“ نیناں کی آنکھیں برسنے لگیں۔

”میرا یہ مطلب نہیں' میں صرف اتنا کہنا چاہتی ہوں کہ جب تک تم دکھ کے اس گرداب سے باہر نہیں نکلو گی تب تک فہد کی ذات کی تشکیل نہیں کر پاؤ گی اور کیا تم چاہتی ہو کہ اس کی ذات ادھوری رہ جائے؟“ زوبیہ نے اپنی بات کی وضاحت کرتے ہوئے نیناں کو سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

”تم لوگ چاہتے ہو کہ میں سعد کو بھول جاؤں؟“ نیناں نے زوبیہ کو شکوہ کناں نگاہوں سے دیکھا۔ آنسہ سے نیناں کی حالت دیکھی نہیں جا رہی تھی' اس لئے وہ اٹھ کر کمرے سے باہر چلی گئی۔ اب وہ دونوں کمرے میں تنہا تھیں۔

”ہرگز نہیں ہم ایسا بالکل نہیں چاہتے' لیکن ان کی یاد میں ڈوب کر جیتے جاگتے رشتوں کو نظر انداز کرنا بھی تو ٹھیک نہیں ہے یا پھر سعد بھائی کے جانے کے بعد سب رشتے تمہارے لئے غیر اہم ہو گئے۔“ زوبینہ نے شاکی نگاہوں سے نیناں کو دیکھا۔

”سعد سے وابستہ تمام رشتے میری زندگی میں کتنا اہم مقام رکھتے ہیں کیا اب یہ مجھے ثابت کرنا پڑے گا؟“ نیناں نے قدرے دکھ سے زوبیہ کو دیکھا۔

”تو پھر بتاؤ کہ کب تم نے رضیہ پھپھو جو سعد بھائی کی ماں ہیں' ان کے آنسو اپنے آنچل میں سمیٹے' کب تم نے پھوپھا جان کا دکھ یہ سوچ کر بانٹا کہ وہ سعد بھائی کے والد ہیں' کب شیراز اور فراز سے تسلی کے دو بول بولے' یہ جاننے کے باوجود کہ اپنے بڑے بھائی کو کھو کر وہ خالی دامن ہو گئے ہیں؟“ زوبیہ سوال پر سوال کر رہی تھی اور نیناں کو یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے زوبیہ اسے آئینہ دکھا رہی ہے۔ تب وہ اپنا محاسبہ کرنے لگی۔ شاید وہ دکھ کے سمندر میں اس قدر ڈوب چکی تھی کہ بہت کچھ فراموش کر دیا تھا۔ اسے بہت سے پرخلوص رشتوں کے پیچھے رہ جانے کا احساس تک نہیں ہوا۔ اس احساس کے ساتھ ہی اس کی نگاہیں ندامت سے جھک گئیں تو زوبیہ نے بڑھ کر نیناں کو گلے لگا لیا۔ ”میرا مقصد تمہیں ہرٹ کرنا نہیں صرف احساس دلانا تھا۔“

تب نیناں نم آنکھوں کے ساتھ اسے دیکھ کر مسکرا دی۔

❋ ❋ ❋

نیناں کی والدہ ذاکرہ جب سے آئی تھیں تب سے نیناں کو بے حد مصروف دیکھ رہی تھیں۔ سب اپنی چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کیلئے اسے ہی پکار رہے تھے۔ فراز کی فائل' شیراز کی

شرٹ' آفندی صاحب کا ناشتہ اور رضیہ کی دوا۔ سب کی خبر اس نیناں کو ہی تھی۔ یہاں تک کہ نوکر بھی کھانا پکانے کے معاملات میں بار بار اسی سے ہدایت لے رہے تھے۔

ذاکرہ ہال میں بیٹھی تھیں' اس لئے نیناں انہیں یہاں سے وہاں چکراتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ رضیہ فون سننے اٹھیں تو ذاکرہ نے نیناں کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے پاس بٹھا لیا۔

”تم ٹھیک ہو نا؟“

شکن آلود کپڑے' بے ترتیب بال' سوجی ہوئی آنکھیں۔ ان کا دل پھٹنے لگا۔ انہوں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ نیناں کو کبھی وہ اس حالت میں دیکھیں گی۔

”میں ٹھیک ہوں' آپ کو نہیں لگ رہی کیا؟“ نیناں نے نارمل لہجے میں کہا۔

”نہیں۔“ ذاکرہ کے اس لفظ نے نیناں کو حیران کر دیا۔

”امی یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔ جس گھر میں سب لوگ میرا خیال رکھتے ہیں' میری قدر کرتے ہیں۔ اس گھر میں' میں خوش کیوں نہیں ہوں گی؟“ وہ ذاکرہ کے اس رویے پر سخت حیران تھی۔

”وہ تو دکھائی دے رہا ہے؟“ ذاکرہ کا لہجہ شاکی تھا۔ نیناں مزید کچھ کہنا چاہتی تھی تبھی رضیہ چلی آئیں۔

”بھئی ماں بیٹی میں کیا راز کی باتیں ہو رہی ہیں؟“ رضیہ نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے بڑے خوشگوار انداز میں کہا۔

”بس ایسے ہی...... ماں بیٹی کے درمیان تو ہزاروں باتیں ہوتی ہیں۔ فی الحال مجھے تم سے ایک بات کیلئے اجازت لینی ہے۔“

”ہاں...... بولیں۔“ رضیہ نے کہا۔

”میں نیناں کو کچھ دن کیلئے اپنے ساتھ لے جانا چاہتی ہوں۔“ ذاکرہ دھیمے لہجے میں بولیں۔

”یہ بات تو بھابی آپ کو نیناں سے پوچھنا چاہئے' مجھ سے نہیں۔“ رضیہ نرمی سے بولیں۔

”پہلے کی بات اور تھی' اب نیناں کا شوہر اس کے سر پر نہیں ہے۔ اس لئے تم سے اجازت لینا ضروری خیال کیا۔“ ذاکرہ کا لہجہ تیز نہ سہی برہمی ضرور لئے ہوئے تھا۔

”بھابی یہ آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں' سعد کے ہونے نہ ہونے سے نیناں کا اس گھر میں جو مقام ہے اس پر فرق نہیں پڑتا۔ آپ جانتی ہیں کہ میں نے نیناں کو بھائی کی بیٹی کی نظر سے

دیکھا اور نہ ہی سعد کی بیوی کے حوالے سے۔ نیناں کل بھی میری بیٹی تھی اور آج بھی اس کی وہی جگہ ہے اور اس کی جگہ کوئی نہیں لے سکتا۔" رضیہ کا انداز یقین دلانے والا تھا۔

"ہاں وہ تو مجھے دکھائی دے رہا ہے۔" ذاکرہ نے طنز سے رضیہ کو دیکھا۔

"آپ جو کہنا چاہتی ہیں' بھابی! کھل کر کہیئے کیونکہ میں آپ کی بات سمجھ نہیں پا رہی۔" رضیہ نے قدرے الجھی نگاہوں سے ذاکرہ کو دیکھا۔

"اس وقت میں کچھ نہیں کہنا چاہتی' لیکن میرے پاس بہت سے سوالات ہیں جن کے جواب میں تم سے ضرور مانگوں گی۔" ذاکرہ اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"بھابی آپ کو جو پوچھنا ہے ابھی پوچھ سکتی ہیں۔ اس کیلئے وقت کا انتظار کرنے کی کیا ضرورت ہے؟" رضیہ نے بڑے خلوص سے کہا۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر ذاکرہ کی اس رکھائی کی وجہ کیا ہے؟ نیناں کو بھی اپنی ماں کا رویہ اچھا نہیں لگا تھا۔

"تم چل رہی ہو نا نیناں؟" ذاکرہ نے رضیہ کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی بیٹی سے سوال کیا۔

"نہیں امی! میں اس وقت آپ کے ساتھ نہیں جا سکتی۔ یوں بھی فہد ابھی سو رہا ہے' کچی نیند میں ہے اگر ابھی اسے جگایا تو اس کی طبیعت خراب ہو جائے گی۔ میں انشاء اللہ کل آؤں گی۔" نیناں نے جان بوجھ کر جواز تراشا۔ وہ اس وقت رضیہ کو یوں پریشان چھوڑ کر نہیں جانا چاہتی تھی۔

"ٹھیک ہے تمہاری مرضی۔" ذاکرہ اتنا کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔

نیناں حیران تھی کہ اچانک اس کی ماں کو کیا ہو گیا ہے؟

❋❋❋

ایاز سٹڈی روم میں کچھ ضروری فائلیں دیکھ رہے تھے۔ تبھی ذاکرہ ان کیلئے چائے لئے چلی آئیں اور وہیں کرسی پر میز کی دوسری جانب بیٹھ گئیں۔ پھر میز کی سطح پر خواہ مخواہ دائرے بنانے لگیں۔ ایاز نے بڑی دیر تک ان کی کیفیت دیکھی پھر بولے۔ "آپ یقیناً کچھ کہنا چاہتی ہیں۔" ایاز نے فائل ایک طرف رکھتے ہوئے ان کی طرف دیکھا۔

"کہنا تو چاہتی ہوں' لیکن میں یہ بھی جانتی ہوں کہ آپ کو میری باتیں ناگوار گزریں گی' اس لئے کشمکش میں مبتلا ہوں کہ کہوں یا نہ کہوں۔" ذاکرہ نے صاف گوئی سے کہا۔

"آپ بے جھجک کہیئے۔" ایاز نے نرمی سے کہا۔

"آج میں رضیہ کے گھر گئی تھی۔" ذاکرہ نے اپنی گفتگو کا آغاز کیا۔

"پھر......؟" ایاز متوجہ تھے۔

"وہاں جا کر احساس ہوا کہ شوہر کے نہ ہونے سے عورت کی زندگی کتنی بدل جاتی ہے۔ نیناں کی جو حالت ہے......" وہ اتنا کہہ کر خاموش ہو گئیں۔

"خیریت تو ہے' نیناں تو ٹھیک ہے نا؟" نیناں کے ذکر پر وہ پریشان ہو گئے تھے۔

تب ذاکرہ نے انہیں واضح الفاظ میں بتا دیا کہ نیناں وہاں کیسی زندگی گزار رہی ہے۔

"ذاکرہ بیگم آپ کو تو خوش ہونا چاہئے کہ آپ کی بیٹی اب بھی اس گھر کی اہم ضرورت ہے۔ شوہر کے بعد بھی اس کی اہمیت میں کمی نہیں آئی' ورنہ شوہر کے بعد بہو کو بیٹی سمجھنا تو دور' کوئی انسان بھی نہیں سمجھتا۔" ایاز مثبت سوچ رکھنے والے انسان تھے۔

"نیناں کی حالت دیکھیں تو کلیجہ منہ کو آ جائے گا۔ تب معلوم ہوگا کہ سسرال والوں نے کتنا مان دے رکھا ہے۔ برا مت مانئے گا آپ کی بہن نیناں کو اس گھر سے اپنی بیٹی بنا کر لے گئی تھی' لیکن اس رشتے کو نبھایا فقط اس وقت تک جب تک سعد زندہ رہا۔ اب تو نیناں کی اس گھر میں نوکرانیوں سے بدتر حالت ہے۔ مجال ہے جو میری بیٹی ایک جگہ ٹک کر بیٹھ جائے۔ ہر چھوٹے چھوٹے کام کیلئے اسے یوں پکارا جاتا ہے کہ جیسے نوکروں کو صرف تنخواہ دینے کیلئے رکھا گیا ہو۔" وہ بولتے بولتے تھک گئیں تو ایک لمحے کو سانس لینے کیلئے رکیں۔ پھر بولیں۔ "مجھے لگتا ہے کہ ہم نے نیناں کو وہاں چھوڑ کر غلطی کی ہے۔" ذاکرہ کے لہجے میں پچھتاوا تھا۔

"کمال ہے ذاکرہ بیگم آپ کا بھی جواب نہیں۔" سعد کے زندہ رہتے ہوئے بھی نیناں پر اتنی ہی ذمہ داریاں تھیں اور یہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں' تب تو آپ فخریہ انداز میں کہتی تھیں کہ میری بیٹی ایک اچھی بیوی' مخلص بھابی اور ذمہ دار بہو ہے۔ اسی لئے اس گھر پر ہی نہیں ان کے دلوں پر راج کر رہی ہے...... اور غالباً اکثر یہ آپ مجھ سے ہی کہتی تھیں کہ رضیہ نے اسے بہو نہیں بیٹی بنا کر رکھا ہے۔" ایاز کا انداز یاد دلانے والا تھا۔

"سچ وہ بھی تھا اور جھوٹ یہ بھی نہیں' لیکن آپ یہ کیوں نہیں سمجھتے کہ حالات بدل گئے ہیں جس کا اثر وہاں رہنے والوں کے رویوں پر بھی پڑا ہے۔" ذاکرہ اپنی بات منوانے کیلئے مصر تھیں۔

"کچھ بھی نہیں بدلا ذاکرہ بیگم! آپ کے دیکھنے کا انداز بدل گیا ہے اور سوچنے سمجھنے کا طریقہ بھی' جو مناسب نہیں۔ وہ گھر اب نیناں کا ہے اور وہاں کی ہر ذمہ داری نبھانا نیناں کا فرض ہے۔ اس لئے بے کار کی باتوں کو دل میں گھر مت کرنے دیں۔ اگر فضول خیالات دماغ میں جگہ پائیں تو اکثر اچھائیاں بھی برائیوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ اس لئے میرا مشورہ ہے کہ منفی کے

بجائے مثبت پہلو کو دیکھیے تمام شکایتیں ختم ہو جائیں گی۔"

"آپ کی کسی بات سے مجھے اختلاف نہیں' لیکن بہرحال میں نے جو حقیقت دیکھی ہے اس کے بعد میں نے ایک فیصلہ کیا ہے۔" وہ اپنی بات پر اٹل تھیں۔

"کیسا فیصلہ......؟" ایاز کو ذاکرہ کا انداز ذرا عجیب سا لگا۔

"میں چاہتی ہوں کہ نیناں اب اس گھر میں نہیں بلکہ ہمارے ساتھ رہے۔" ذاکرہ نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"شادی شدہ بیٹیاں شوہروں کے گھر آباد کرتی اچھی لگتی ہیں' نہ کہ والدین کے۔" ایاز برہم ہو رہے تھے۔ ذاکرہ کا دل سہم سا گیا۔ وہ مزید بولے۔

"آپ کیوں چاہتی ہیں کہ وہ اپنا گھر' اپنا سسرال اور اپنی تمام ذمہ داریاں چھوڑ کر یہاں آ جائے۔" ان کے لہجے میں تلخی سمٹ آئی۔

"گھر اور سسرال سب شوہروں کے دم سے ہوتے ہیں۔ آپ اگر بھول رہے ہیں تو میں یاد دلا دوں کہ نیناں کا شوہر اب اس دنیا میں نہیں رہا اور ایاز صاحب! میں اپنی شادی شدہ بیٹی کا گھر اجاڑ کر اپنا گھر آباد کرنے کی خواہش مند نہیں ہوں' بلکہ اپنی بیوہ بیٹی کو اپنے گھر میں پناہ دینا چاہتی ہوں۔ آپ سے شاید کسی نے کہا نہیں' لیکن مجھے کئی ملنے جلنے والے وقفے وقفے سے یہ باور کرا چکے ہیں کہ نیناں کا اس کے سسرال میں رہنے کا کوئی جواز نہیں' جبکہ اس کا شوہر اس دنیا میں نہیں۔ یہ بات لوگ بطور خاص دہراتے ہیں۔" اس مرتبہ بات کرتے کرتے ان کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

اب ایاز کو معاملے کی نزاکت کا اندازہ ہوا تھا۔

✻✻✻

رضیہ تنہا لاؤنج میں بیٹھی تھیں۔ دماغ مختلف سوچوں میں الجھا ہوا تھا۔ رضیہ نے آج تک کبھی اپنی بھابیوں سے نندوں جیسا رشتہ نہیں رکھا تھا۔ ان کیلئے بھابیاں بہت قابل احترام ہستی تھیں۔ رضیہ کا دل بے حد شفاف اور وسیع تھا' جس میں صرف اپنوں کیلئے نہیں بلکہ غیروں کیلئے بھی بہت جگہ تھی۔ اسی لئے ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ان کی ذات سے آخر ذاکرہ کو ایسی کیا تکلیف پہنچی کہ یکدم ان کا رویہ تبدیل ہو گیا تھا۔ یہ اچانک شکایت کی گنجائش آخر کہاں سے نکل آئی؟ وہ اپنی سوچوں میں اس قدر گم تھیں کہ انہیں نیناں کے آنے اور اس کے قریب بیٹھنے کا احساس نہیں ہوا۔

"کیا سوچ رہی ہیں پھپھو؟" نیناں نے پکارا' تب وہ چونکیں پھر مسکرا دیں۔

"تم کب آئیں؟" مسکراہٹ اب بھی رضیہ کے ہونٹوں پر بکھری ہوئی تھی۔

"جب آپ گہری سوچ میں گم تھیں۔" نیناں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ رضیہ خاموش رہیں۔

"پھپھو آپ مجھ سے ناراض تو نہیں ہیں؟" نیناں نے سوالیہ نگاہوں سے انہیں دیکھا۔

"میں تم سے ناراض کیوں ہوں گی؟" وہ حیرت سے نیناں کا چہرہ دیکھنے لگی۔

"امی نے آپ سے جس طرح سے بات کی...... کیوں کی؟ یہ تو نہیں جانتی' لیکن مجھے بہت ندامت محسوس ہو رہی ہے۔ یہ انہیں آپ سے اس طرح بات نہیں کرنی چاہئے تھی۔" نیناں کی نگاہیں جھکی تھیں۔

"نہیں نیناں۔" رضیہ نے کچھ کہنا چاہا۔

تبھی نیناں نے ان کے دونوں ہاتھ تھام لئے۔ "پھپھو پلیز مجھے معاف کر دیجئے۔ ان کی طرف سے میں آپ سے معافی مانگتی ہوں۔" نیناں کی آنکھوں میں نمی اتر آئی۔

"نیناں میری بچی ایسے نہیں کہتے۔" رضیہ تڑپ کر اس کے آنسو صاف کرنے لگیں۔

"دیکھو جو میرے اور ذاکرہ کے درمیان ہوا وہ ہم دونوں کے آپس کی بات ہے۔ اگر انہیں مجھ سے کوئی شکایت ہے تو میں ان کی شکایت دور کر دوں گی۔ اس میں تمہیں پریشان یا پشیمان ہونے کی ضرورت نہیں۔" رضیہ نے اسے نرمی سے سمجھایا تو نیناں کافی حد تک مطمئن ہو گئی۔

"اب تم جا کر سو جاؤ۔ بہت رات ہو گئی۔" رضیہ اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولیں۔

"پھپھو آپ بھی تو سو جایئے ورنہ خواہ مخواہ آپ کی طبیعت خراب ہو جائے گی۔" نیناں فکرمندی سے بولی تو رضیہ کو اس پر ٹوٹ کر پیار آیا۔

"ٹھیک ہے تم جا کر سو جاؤ مجھے نیند آئے گی تو میں بھی سو جاؤں گی۔" رضیہ نے پیار سے اس کی تھوڑی چھوتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔" وہ اتنا کہہ کر چلی گئی اور رضیہ پھر سے ڈور کا سرا ڈھونڈنے کی کوشش میں لگ گئیں۔

✻✻✻

زویا' عباد کے ساتھ کمال احمد کے گھر میں آ گئی کیونکہ اب اس کیلئے کوئی راستہ باقی نہیں بچا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اب اسے بہت کچھ سہنا پڑے گا' بہت سے سمجھوتے کرنے پڑیں

گے۔ اس کا اندازہ اسے تب ہوا جب گھر میں قدم رکھتے ہی صادقہ نے منہ پھیر لیا' اس کی وہ ممانی جو کبھی اسے بے حد چاہتی تھیں۔ آج انہوں نے زویا کو نظر بھر کر بھی نہیں دیکھا۔ البتہ کمال احمد اور کرن نے بڑے پیار سے اس کا استقبال کیا۔

زویا نے عباد کے کمرے میں قدم رکھا تو بہت سی پرانی باتیں یاد آنے لگیں۔ اس کمرے میں کئی مرتبہ ان دونوں کے مشترکہ قہقہے گونجے تھے۔ اسی کمرے میں کئی بار وہ عباد کے شانے پر سر رکھ کر روئی تھی اور ہر مرتبہ عباد نے اس کے آنسو پونچھے تھے اور آج وہی شخص اس کے آنسوؤں کی وجہ تھا' جو کبھی اس کا مسیحا ہوا کرتا تھا۔

زویا نے کھڑکی کے پردے ہٹا کر دیکھا۔ باہر رات کا سناٹا پھیلا ہوا تھا۔ دور تک اندھیرا تھا۔ شاید میرے مقدر کا ستارہ بھی اس اندھیرے میں گم ہو گیا ہے۔ زویا نے بڑے دکھ سے سوچا۔

عباد گیلے بالوں کو تولیے سے رگڑتا ہوا باتھ روم سے برآمد ہوا۔ ایک لمحہ گم صم کھڑی زویا کو دیکھا اور تولیہ کرسی پر پھینک کر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے ہو کر گیلے بالوں میں برش کرنے لگا۔

''اس کمرے میں آ کر تمہاری طرح میں بھی اکثر ماضی میں کھو جاتا ہوں۔ تمہارے ساتھ گزارے ہوئے تمام لمحے' وہ تمام یادیں تازہ ہو جاتی ہیں۔'' عباد آئینے میں اس کی پشت کو تکتے ہوئے بولا۔ عباد کا لہجہ بڑا خوشگوار تھا۔

زویا نے پلٹ کر اسے دیکھا اور قریب چلی آئی۔ چہرہ جذبات سے عاری تھا۔ عباد نے بغور دیکھا۔ ''جس دل میں کوئی زخم تازہ ہو اس دل میں یادوں کی شمع روشن نہیں ہوتی' اگر مجھے یاد ہے تو صرف یہ کہ آپ مجھے زبردستی میرے اپنوں سے چھین کر لائے ہیں۔ آپ نے مجھے میرے اپنوں کی نظروں میں گرایا ہے۔'' زویا ایک دم سے پھٹ پڑی۔

عباد کے ہونٹوں سے مسکان غائب ہو گئی۔ ''تمہیں سب یاد ہے لیکن یہ یاد نہیں کہ میں اپنی غلطی تسلیم کر چکا ہوں۔'' وہ سنجیدگی سے بولا۔

''لیکن میں آپ کو معاف نہیں کر سکتی' کبھی نہیں۔'' زویا قطعی لہجے میں بولی۔

''او کے فائن!'' عباد کو غصہ آ گیا۔ وہ بیڈ سے تکیہ اٹھا کر صوفے پر سو گیا۔

زویا بھی آ کر بیڈ پر لیٹ گئی اور رات یونہی بیت گئی۔

زندگی میں کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دو محبت کرنے والے اجنبی ہو جاتے ہیں۔

❋ ❋ ❋

زویا کی آنکھ حسب معمول صبح سویرے کھل گئی۔ اس کی پہلی نگاہ عباد پر پڑی تھی' جو اب تک سو رہا تھا۔

'اتنے بہت سے لوگوں کو بے سکون کر کے کتنے سکون سے سو رہے ہو عباد! حد ہے خودغرضی کی۔' زویا نے اسے دیکھتے ہوئے ناگواری سے سوچا۔ پھر اٹھ کر باتھ روم میں وضو کرنے چلی گئی۔ واپس آ کر مصلیٰ بچھایا اور نماز پڑھنے لگی۔

عباد کی آنکھ کھلی تو زویا نماز پڑھ رہی تھی۔ 'تم اور میں کبھی ہم ہوا کرتے تھے اور آج میں اور تم ہیں۔ سنا تھا وقت بدلتا ہے' رشتے اور حالات بھی بدل جاتے ہیں' لیکن محبت! کیا محبت اپنا مقام بدل سکتی ہے؟' عباد کی نگاہیں زویا پر تھیں' لیکن وہ خود سے سوال کر رہا تھا۔ تبھی زویا مصلے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ سفید دوپٹے کے ہالے میں اس کا چہرہ بہت پاکیزہ لگ رہا تھا۔

''ایک بات تو بتاؤ؟'' عباد نے زویا کو مخاطب کیا۔ ''لوگ دعائیں کیوں مانگتے ہیں؟'' عباد نے سوالیہ نگاہوں سے اس کے چمکتے چہرے کو دیکھا۔

''تاکہ زندگی میں آسانیاں آ سکیں۔'' زویا نے سادگی سے جواب دیا۔

''تو پھر تم بھی دعا کرو کہ میں جو تمہاری زندگی کے بکھرنے کی وجہ ہوں' اس دنیا میں نہ رہوں تاکہ تمہاری زندگی میں آسانیاں پیدا ہو جائیں۔'' عباد کے لہجے میں ایسا کچھ تھا کہ زویا کی روح تک کانپ اٹھی۔

''صبح سویرے انسان کو بدفال منہ سے نہیں نکالنے چاہئیں۔'' زویا نے ٹوکا۔

''تمہیں اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟'' نجانے وہ کیا جاننے کا خواہشمند تھا۔

''فرق پڑتا ہے اس لئے کہ کمال ماموں' صادقہ ممانی اور کرن کو فرق پڑتا ہے اور بس۔'' اس کے لہجے میں تلخی تھی' جس سے عباد کو بے حد دکھ پہنچا تھا۔

❋ ❋ ❋

زویا کچن میں چائے بنانے کیلئے آئی' تبھی صادقہ بھی پیچھے پیچھے چلی آئیں۔

''تم کچن میں کس کی اجازت سے آئی ہو؟'' صادقہ کے لہجے میں نفرت تھی۔

''آپ جانتی ہیں کہ میں گھر کا کام کرنے کی عادی ہوں۔ فارغ رہنا میری عادت نہیں۔'' زویا نے نرمی سے کہا اور چائے بنانے کیلئے سامان نکالنے لگی۔

''جانتی ہوں جس ہمت کا تم مظاہرہ کر رہی ہو یہ سب کمال احمد اور عباد کی وجہ سے ہے' لیکن ایک بات یاد رکھنا کہ یہ گھر میرا ہے اور میں تم جیسی گھر سے بھاگ کر آنے والی لڑکی کو زیادہ عرصے برداشت نہیں کر سکتی۔ آخر ہماری بھی کوئی عزت ہے۔'' صادقہ نے حقارت بھرے لہجے

میں کہا تو زویا کا ضبط جواب دے گیا۔

''معاف کیجئے گا۔ میں یہاں اپنی مرضی سے نہیں آئی۔ آپ کا بیٹا مجھے اپنوں سے چھین کر لایا ہے۔'' زویا اب اپنے خاندان اور اپنی ذات پر کوئی الزام برداشت نہیں کر سکتی تھی۔

''بی بی! اس خوش فہمی میں مت رہنا کہ عباد تمہارے لئے پاگل ہے تو ہم سب بھی باؤلے ہو جائیں گے اور تمہیں سر پر بٹھائیں گے۔ تمہارے راستے میں پلکیں بچھائیں گے۔ بولتے بولتے صادقہ کی آواز اتنی اونچی ہو گئی کہ کمال احمد' عباد اور کرن باہر آ گئے۔

عباد کو دیکھتے ہی صادقہ مزید بھڑک گئیں۔ ''جس انداز میں تمہاری بیوی آج مجھ سے مخاطب ہوئی ہے اس طرح مجھ سے میری پوری زندگی میں کسی نے بات نہیں کی' لیکن کسی سے کیا کہیں' ہمارا تو اپنا سکہ کھوٹا ہے۔'' صادقہ نے بیٹے کو بھی لپیٹ میں لے لیا۔

''اس گھر میں زویا کو آئے ایک دن نہیں ہوا اور آپ کو اس سے شکایات پیدا ہونے لگیں' اس طرح تو مشکلات بڑھ جائیں گی۔'' عباد پریشان ہو گیا۔

''ہاں بس تم اپنے لئے آسانیاں ڈھونڈتے رہو باقی سب جائیں جہنم میں۔'' صادقہ نے بیٹے کو شاکی نگاہوں سے دیکھا۔

اس سے قبل کہ عباد انہیں جواب دیتا کرن بول پڑی۔ ''امی بس بھی کیجئے۔ صبح صبح یہ ہنگامہ اچھا نہیں لگتا۔'' اس نے سلیقے سے صادقہ کو ٹوکا۔

''حیرت ہے تم بھی اس کی حمایت کرنے لگیں۔ یاد ہے نا' اس عباد کی وجہ سے تمہارے ساتھ کیا ہوا ہے؟ تمہاری منگنی ٹوٹنے پر لوگوں نے کیسی کیسی باتیں نہیں کیں۔'' صادقہ نے گویا یاد دلایا۔

''میرے ساتھ جو ہوا ایسا ہونا میرے نصیب میں درج تھا۔ اس کیلئے کسی بھی انسان کو موردالزام ٹھہرانا ٹھیک نہیں۔'' کرن نے نرمی سے ماں کو سمجھایا۔

''یہ ٹھیک کہہ رہی ہے صادقہ بیگم! زندگی ہے' کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ انسان صرف ایک مہرہ ہے۔ سارا کھیل تو تقدیر کا ہے۔'' کمال احمد بھی چپ نہ رہ سکے۔

''امی آپ ہی کہتی ہیں نا کہ خدا کے ہر کام میں مصلحت ہوتی ہے' تو یوں سمجھ لیں کہ جو ہوا اس میں بھی خدا کی کوئی مصلحت ہو گی۔'' کرن پھر سے بولی۔ البتہ زویا اور عباد کافی دیر سے خاموش تھے اور صادقہ کا غصہ اب بھی کم نہیں ہوا تھا۔

''بھئی آج ناشتہ ملے گا یا نہیں؟'' کمال احمد نے ماحول کو خوشگوار بنانے کیلئے ہلکے پھلکے انداز میں کہا۔

''ہاں امی آج تینوں مل کر ناشتہ بناتے ہیں۔'' کرن نے اس انداز میں کہا کہ صادقہ کو بھی خاموش ہونا پڑا۔ کرن انہیں بے حد عزیز تھی' اس لئے صادقہ کیلئے اس کی بات کو رد کرنا ممکن نہ تھا۔

✵ ✵ ✵

ڈائننگ ٹیبل پر رضیہ اور آفندی صاحب موجود تھے۔ ملازمہ سہانی ناشتہ لگا کر جا چکی تھی جبکہ وہ دونوں نیناں' فراز اور شیراز کے آنے کا انتظار کر رہے تھے۔

''خیریت تو ہے رضیہ بیگم! آج آپ ضرورت سے زیادہ خوش ہیں۔'' آفندی صاحب نے اپنی شریک حیات کی گہری خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے گفتگو میں پہل کی۔

''آپ تو جانتے ہیں کہ کل جب شام کو ایاز بھائی اور ذاکرہ بھابی آئی تھیں تو انہوں نے نیناں کو لے جانے کی بات کی تھی اور نیناں کو کیوں لے جانا چاہتے ہیں؟ اس کی وجہ بھی انہوں نے صاف الفاظ میں بتائی تھی۔ واقعی لوگوں کی زبانیں کہاں رکتی ہیں۔ دوسروں کے متعلق غلط سوچنے سے کسی کا بھلا کیا جاتا ہے۔'' رضیہ' ذاکرہ سے متفق تھیں۔ ان کی اپنی کوئی بیٹی نہیں تھی' لیکن بیٹیوں کی عزت کیا ہوتی ہے وہ اس سے بخوبی واقف تھیں۔ ان کے سامنے بھی کئی لوگوں نے فراز اور شیراز کی موجودگی میں نیناں کے یہاں رہنے پر دبے لفظوں میں اعتراض کیا تھا۔

''تو پھر آپ نے نیناں کو بھیجنے کے متعلق کیا سوچا ہے؟'' آفندی نے سوالیہ نگاہوں سے رضیہ کو دیکھا۔

''آفندی صاحب میرے دل میں ایک بات ہے جو میں آپ سے شیئر کرنا چاہتی ہوں لیکن ہمت بار بار ٹوٹ رہی ہے اور لفظوں کی ترتیب بگڑ رہی ہے۔'' رضیہ بے بسی سے بولیں۔

''رضیہ بیگم! ہم دونوں ایک دوسرے کو اتنا سمجھتے ہیں کہ ایک دوسرے کی ادھوری باتوں اور بے ربط الفاظ سے مطلب اخذ کر سکیں۔ اس لئے بلا جھجک کہئے۔'' آفندی نے رضیہ کا حوصلہ بڑھایا تو رضیہ نے اپنے وجود میں ایک توانائی اترتی محسوس کی۔

''میں چاہتی ہوں کہ نیناں اور فہد ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اس گھر میں رہیں لیکن میں یہ بھی نہیں چاہتی کہ نیناں پر کوئی انگلی اٹھائے اور یہ دونوں باتیں ممکن ہیں۔ اگر شیراز' نیناں کو اپنے نکاح میں لے لے تو سارے مسائل حل ہو جائیں گے۔'' یہ کہتے ہوئے رضیہ کی آنکھوں میں امید کے کئی دیئے جل اٹھے تھے۔

''رضیہ بیگم! آپ جانتی ہیں کہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔'' آفندی نے غیر یقینی نگاہوں

سے انہیں دیکھا۔

”جی میں نے یہ سب بہت سوچ سمجھ کر کہا ہے۔“ رضیہ بیگم نے تصدیق کی۔

”شیراز اس کا دیور ہے‘ لوگ کیا کہیں گے اور خود شیراز اور نیناں۔ آپ کے دماغ میں اتنی عجیب بات آئی کیسے؟“ آفندی کی آواز مزید دھیمی ہوگئی۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ یہ بات شیراز یا نیناں میں سے کوئی سن لے۔

”جانتی ہوں کہ آپ کو یہ بات اس لئے عجیب لگ رہی ہے کہ ہم دونوں کے خاندانوں میں ایسا ہوا نہیں‘ لیکن زندگی میں کبھی کبھی انہونی ہو جایا کرتی ہے۔ پھر میں نے جو کہا ہے اس کی مذہب اور قانون دونوں اجازت دیتے ہیں اور آپ کن لوگوں کی بات کر رہے ہیں۔ وہ لوگ جو نیناں کو ہر لمحہ یہ احساس دلاتے ہیں کہ اس کی اس گھر میں موجودگی غیر ضروری ہے۔ وہ لوگ جن کی نگاہوں میں طنز ہوتا ہے‘ جو اندر ہی اندر نیناں کو گھائل کر رہا ہے۔ آفندی صاحب یہ لوگ صرف نیناں سے سوکھی ہمدردی کر سکتے ہیں۔ کسی کو اس کی تکلیف‘ اس کی زندگی کے خسارے کا احساس تک نہیں۔“ رضیہ نیناں کیلئے دکھی تھیں۔

”آپ کو لگتا ہے کہ شیراز اور نیناں آپ کے فیصلے سے خوش ہو جائیں گے اور جب یہ بات بابا صاحب کو پتہ چلے گی تو وہ کیسے ری ایکٹ کریں گے۔ اعوان پیلس میں بسنے والے نجانے ہمارے متعلق کیا سوچیں اور اگر نیناں نے ہمیں خود غرض سمجھا تو؟“ آفندی کے لہجے میں بہت سے خدشات بول رہے تھے۔

”اب جو بھی ہو میں اپنا فیصلہ نہیں بدلوں گی۔“ رضیہ بات کرتے کرتے ایک دم خاموش ہوگئیں۔ فراز اور شیراز ڈائننگ ہال میں داخل ہو رہے تھے۔

وہ سلام کر کے بیٹھ گئے تو نیناں بھی آ گئی۔ ناشتہ بڑی خاموشی سے کیا گیا تھا۔ یہ خاموشی سب پر بار گزری تھی۔

❋❋❋

فون مسلسل بج رہا تھا۔ صادقہ نہا رہی تھیں اور کرن اب تک یونیورسٹی سے نہیں آئی تھی۔ زویا کپڑے استری کر رہی تھی۔ آخر زویا ہی کو فون اٹھانا پڑا۔

”ہیلو!“ زویا نے خشک لہجے میں کہا۔

”ہیلو زویا میں زوبیہ بات کر رہی ہوں۔“ دوسری جانب اس کی بہن تھی۔

زویا کا دل کھل اٹھا۔ کتنے عرصے کے بعد کسی اپنے کی آواز سنائی دی تھی۔ اس وقت زویا کی وہی کیفیت تھی کہ جیسے تیز دھوپ میں جھلستے انسان کو یکدم سایہ میسر آ جائے۔

”زوبیہ آپی آپ کیسی ہیں؟ گھر میں سب لوگوں کا کیا حال ہے؟ وہاں سب لوگ مجھے یاد کرتے بھی ہیں یا نہیں اور......“ زویا بات کرتے کرتے ایک لمحے کو خاموش ہوئی پھر خود ہی بولی۔ ”میں بھی کس قدر فضول سوالات کرتی ہوں۔ بھلا اب مجھے وہاں کون یاد کرے گا۔ سب تو مجھے مجرم سمجھتے ہیں۔ سب کیلئے تو میں مر چکی ہوں۔“ زویا کی آنکھوں میں آنسو تھے‘ جس کی نمی دوسری طرف زوبیہ نے اپنے دل پر محسوس کی تھی۔

”زویا میں اس وقت کالج میں ہوں اور جو ہوا ہے اس کے بعد حالات کیسے ہوں تم اندازہ لگا سکتی ہو۔ سب تم سے ناراض ہیں لیکن میں تم سے ناراض نہیں رہ سکتی۔ بہر حال چھوڑو ان باتوں کو یہ بتاؤ تم کیسی ہو‘ خوش تو ہو نا؟“ زوبیہ نے اپنا لہجہ نارمل کرتے ہوئے پوچھا۔

”اگر آپ یہ سوال اس لئے کر رہی ہیں کہ عباد میرے ساتھ ہے تو زوبیہ آپی جتنا کچھ میں نے گنوایا ہے اس کے بعد صرف عباد کا ساتھ میرے لئے کافی نہیں ہے۔“ زویا صاف گوئی سے بولی۔

”میری کلاس کا وقت ہو رہا ہے میں دوبارہ تم سے بات کروں گی۔“ زوبیہ نے اتنا کہہ کر فون بند کر دیا۔ زویا خوش نہیں تھی یہ سن کر اسے بے حد دکھ ہوا تھا۔

❋❋❋

دوپہر کا وقت تھا۔ دھوپ آنگن میں پھیلتی جا رہی تھی۔ گرمیوں کی وجہ سے دھوپ میں کافی شدت تھی۔ سانس لینا تک دشوار ہو رہا تھا‘ ایسے میں زویا نے جب صادقہ کو کچن میں دوپہر کا کھانا بنانے کی نیت سے داخل ہوتے دیکھا تو وہ تڑپ گئی۔ وہ بھلے عباد کی ماں تھیں‘ لیکن بہر حال اس کیلئے بھی قابل احترام تھیں۔ اس لئے زویا بھی ان کے پیچھے کچن میں چلی آئی۔ صادقہ کھانا پکانے کا سامان نکال رہی تھیں۔

”لائیے ممانی جان! کھانا میں پکا دیتی ہوں۔“ زویا نے صلح جو انداز میں کہا۔

”کوئی ضرورت نہیں۔“ صادقہ بے رخی سے کہتے ہوئے اپنے کام میں مصروف رہیں۔

”آپ پلیز! باہر چلی جائیے یہاں بہت گرمی ہے۔ آپ کی طبیعت خراب ہو جائے گی۔“ اس مرتبہ زویا کے لہجے میں مزید نرمی در آئی۔

”رہنے دو مجھے تمہاری جھوٹی ہمدردی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اچھا بننے کا یہ دکھاوا اپنے شوہر کے سامنے کیا کرو۔ اسے شاید تم سے کچھ امیدیں ہوں گی‘ لیکن مجھے نہیں ہیں اور ویسے بھی میں بیمار پڑوں یا مر جاؤں تمہیں کیا فرق پڑتا ہے۔ تم تو خوش ہوگی نا کہ میں تمہارے راستے

کی رکاوٹ ہوں ورنہ باقی سب لوگ تو ٹھیک ہیں۔ شوہر پہلے ہی تمہارے قابو میں ہے۔ نند تمہاری حمایت میں مری جاتی ہے اور سسر کی نگاہ میں تم دنیا کی مظلوم ترین ہستی ہو۔ ہاں بھئی قسمت سے ہی ایسے بے وقوف لوگ ملتے ہیں۔'' صادقہ کے انداز میں ذرا سی بھی نرمی نہ تھی۔
زویا مایوس ہو کر کچن سے باہر نکل آئی اور برآمدے میں پڑے ہوئے تخت پر بیٹھ گئی۔ تبھی ایک محلے کی خاتون شمیم آ گئیں۔ سب سے پہلے تو انہوں نے گرمی کا رونا رویا اور پھر کچن میں ہی پیڑھی پر براجمان ہو گئیں۔

''سنا ہے بہو لے آئی ہو؟'' شمیم اپنے پسندیدہ موضوع پر آ گئیں۔
''لائی کہاں ہوں بس یوں سمجھ لو کہ بدقسمتی نے میرا در کھلا دیکھا تو سرپٹ دوڑتی اندر چلی آئی۔'' صادقہ پیاز کاٹتے ہوئے ناک سکیڑ کر بولیں۔ زویا کو ان کا انداز ناگوار گزرا مگر وہ خاموش رہی۔

''ایک ہمارا زمانہ تھا کہ جوتیاں گھس جاتی تھیں' ایک اچھی لڑکی کا رشتہ حاصل کرنے کیلئے اور ایک یہ زمانہ ہے کہ سسرال والوں کو خبر نہیں اور دلہن بن بلائے مہمان کی طرح چلی آئیں۔ واہ یہ بھی خوب رہی۔'' شمیم کے لہجے میں طنز شامل تھا۔ زویا اس مرتبہ بھی ضبط کر گئی۔
''ہاں جانتی ہوں مگر کیا کر سکتے ہیں؟'' صادقہ نے شمیم کی تائید کرتے ہوئے آہ بھری۔

''خدا بخشے ہماری ساس کو ہمارے ہوتے کبھی تنکا نہیں توڑا اور آج کل کی بہوئیں ساس کو کچن میں جھلساتی ہیں اور خود آرام سے ایک طرف بیٹھتی ہیں یوں کہو کہ آج کل کی لڑکیوں میں خوف خدا ہی ختم ہو گیا ہے' لیکن قصور لڑکیوں کا بھی نہیں۔ آج کل ماں باپ اولاد کی ڈھنگ سے تربیت ہی نہیں کرتے۔'' اس مرتبہ شمیم نے زویا کے والدین پر چوٹ کی جو وہ ہرگز برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ اس لئے اٹھ کر کچن کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔
''آپ ہوتی کون ہیں میرے والدین یا میری تربیت کو موضوع گفتگو بنانے والی؟ اور میں اس گھر میں کیسے آئی یہ کم از کم آپ کا مسئلہ نہیں کیونکہ یہ سراسر ہمارا ذاتی معاملہ ہے۔'' زویا کو بہت غصہ آیا تھا۔

''صادقہ بہن! تمہاری بہو کی زبان تو دیکھو کتنی کڑوی ہے' اے لڑکی تمہیں بڑوں سے بات کرنے کا ڈھنگ' طریقہ نہیں ہے۔ کیا والدین نے بڑوں کا ادب لحاظ کرنا نہیں سکھایا۔'' شمیم نے قدرے برہمی سے کہا۔

''جب بڑے اپنا مقام بھول جاتے ہیں تو چھوٹوں کی زبان حالات سے مشروط ہو

جاتی ہے۔ عزت پانے کیلئے عزت دینا ضروری ہوتا ہے۔'' زویا کے لہجے میں تلخی تھی۔
''دیکھا صادقہ بہن! تمہاری بہو کے انداز' آج تمہاری بہو نے احساس دلا دیا کہ اس گھر میں آنے سے قبل ہمیں سو مرتبہ سوچنا چاہئے۔'' شمیم بڑبڑاتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئیں۔ صادقہ نے بہت چاہا کہ شمیم رک جائیں مگر وہ نہیں رکیں اور ان کے جانے کے بعد صادقہ نے زویا کو بے بھاؤ کی سنا ڈالیں' جواباً زویا نے ایک لفظ نہیں کہا۔

❋❋❋

گاڑی اعوان پیلس کے سامنے رکی تو آفندی نے ایک نگاہ اپنے برابر بیٹھی رضیہ پر ڈالی اور بڑے دھیمے لہجے میں کہا۔ ''اب بھی وقت ہے رضیہ سوچ لیں۔ ایسا نہ ہو کہ چند رشتوں کو سنبھالتے ہوئے بہت سے رشتے بکھر جائیں۔ شیراز اور نیناں کی شادی۔'' وہ اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے۔

''کیا آپ کو میرے فیصلوں پر یقین نہیں؟'' انہیں آفندی کی بات سے دکھ پہنچا تھا۔
''رضیہ بیگم! میں جانتا ہوں کہ آپ فہد میں سعد کا چہرہ دیکھتی ہیں' وہ آپ کو بے حد عزیز ہے لیکن صرف ایک رشتے کیلئے' دو لوگوں کی زندگی کو آزمائش میں ڈالنا کیا ٹھیک ہے؟'' آفندی نے انہیں سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

''آفندی صاحب میں اتنی خودغرض نہیں ہوں۔ یہ ٹھیک ہے کہ میں نہیں چاہتی کہ فہد تمام عمر اپنے باپ کے پیار سے' محروم رہے' لیکن یہ بھی نہیں چاہتی کہ اس کی ذات میں کوئی خامی رہ جائے۔ اس معصوم کو احساس کمتری میں مبتلا نہیں دیکھ سکتی' لیکن میرے فیصلے کی وجہ خالی بھی نہیں۔ میں نے شیراز اور نیناں کی بھلائی بھی سوچی ہے۔ نیناں نے آج تک اس گھر میں ہر رشتہ بڑی ایمانداری سے نبھایا ہے۔ وہ وفا شعار' سمجھدار اور سلیقہ مند لڑکی ہے۔ اس پر آنکھیں بند کر کے بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ اسے اس گھر میں صرف ایک ڈیڑھ سال ہوا ہے' لیکن لگتا ہے کہ وہ ہمیشہ سے اس گھر کا حصہ ہے' جیسے وہ صدیوں سے ہمارے درمیان رہ رہی ہے۔ اس میں وہ تمام خوبیاں ہیں جو گھر بنانے والی عورت میں ہوتی ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ شیراز اس پر بہت بھروسہ کرتا ہے۔ اس سے ہر چھوٹی سے چھوٹی بات شیئر کرتا ہے۔ حقیقتاً شیراز کی زندگی میں اس کی بڑی اہمیت ہے۔'' رضیہ نے دلیل دی۔
''رضیہ بیگم اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب پرانے رشتوں کی جگہ نئے رشتے لے لیتے ہیں تو پرانے تعلق کہیں بہت پیچھے رہ جاتے ہیں اور تب اجنبیت کا ایسا سفر شروع ہوتا ہے کہ جس میں انسان کا وجود' اس کی روح اور اس کی ذات تھکن سے چور ہو جاتی ہے' لیکن منزل کا یقین کہیں نہیں

ہوتا۔ جو رشتے وقت و حالات کے سبب وجود میں آتے ہیں وہ تمام عمر منجدھار میں رہتے ہیں۔'' آفندی نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

''خدا کیلئے آفندی صاحب! آپ قبل از وقت تو ایسی باتیں مت کیجئے۔ بہت سے لوگوں کو ایسی زندگی ملتی ہے جو حالات کی دین ہوتی ہے۔ شروع میں شاید مشکلات بھی ہوتی ہیں' لیکن ایک وقت کے بعد سب ٹھیک ہو جاتا ہے۔ یہ دنیا ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔'' رضیہ نے جلدی سے کہا۔

''یعنی آپ چاہتی ہیں کہ شیراز اور نیناں تمام عمر سمجھوتے کرتے رہیں۔'' آفندی نے سوالیہ نگاہوں سے رضیہ کو دیکھا۔

''اگر سمجھوتے خوش آئند مستقبل کے لئے کئے جائیں تو میرا خیال ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔'' رضیہ اتنا کہہ کر گاڑی سے اتر آئیں۔ آفندی کو بھی ان کی تقلید کرنی پڑی۔

✱✱✱

عباد ابھی ابھی آفس سے لوٹا تھا۔ آتے ہی وہ بڑے تھکے ہوئے انداز میں صوفے پر بیٹھا تھا۔ زویا نے اسے ٹھنڈے پانی کا گلاس لاکر تھمایا اور کمرے سے باہر نکل گئی۔ تب ہی صادقہ کمرے میں چلی آئیں۔

''السلام علیکم امی!'' عباد نے بڑی نرمی سے سلام کیا۔

''وعلیکم السلام!'' وہ بے رخی سے جواب دیتی ہوئی دائیں جانب رکھے سنگل صوفے پر بیٹھ گئیں۔

''امی خیریت تو ہے نا؟'' عباد نے بغور صادقہ کو دیکھا تو اسے عجیب سا لگا۔ اس لئے سوال کر بیٹھا۔

''تمہاری لاڈلی بیوی کے ہوتے اس گھر میں خیریت ہو سکتی ہے؟'' انہوں نے الٹا سوال کیا۔

''کیا ہوا امی؟'' اس کے لہجے کی نرمی برقرار تھی' حالانکہ جس قدر عباد تھکن سے نڈھال تھا وہ اس وقت صرف ذہنی و جسمانی سکون کا خواہشمند تھا لیکن بہرحال صادقہ اس کی ماں تھیں اور اپنے سکون کیلئے وہ انہیں نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔

''آج شمیم آئی تھی اور تمہاری بیوی نے اس کے ساتھ ایسی بدسلوکی کی کہ میری تو اس سے نگاہیں ملانے کی ہمت نہیں۔'' اور پھر صادقہ نے خوب بڑھا چڑھا کر داستان عباد کے گوش گزار کی۔

''امی میں زویا کو سمجھا دوں گا۔'' عباد نے ساری بات سن کر دھیمے لہجے میں کہا۔ وہ کسی قسم کی بحث کے موڈ میں نہیں تھا۔ صادقہ مطمئن ہو کر چلی گئیں۔

عباد نے اپنی زندگی کے متعلق کیا سوچا تھا اور اس کے ساتھ کیا ہو رہا تھا۔ یہ بات عباد کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

✱✱✱

عباد رات کو کھانا کھانے کے بعد کمرے میں آیا تو زویا بیڈ پر بیٹھی کوئی کتاب پڑھ رہی تھی۔ وہ دروازہ بند کر کے بیڈ کے قریب آ کھڑا ہوا۔

زویا نے اس کی موجودگی کو محسوس تو کیا لیکن جان بوجھ کر متوجہ نہیں ہوئی۔ زویا کی زندگی میں تسلسل کے ساتھ جس قدر ناخوشگوار واقعات رونما ہو چکے تھے اس کے بعد اس کے رویے اور لہجے میں تلخی آ جانا ایک فطری سی بات تھی۔

انسان کی سوچ' رویہ اور اس کا نظریہ ہمیشہ یکساں نہیں رہتا اور ٹھیک ہی تو ہے نا اگر وقت و حالات انسان کی ذات پر اثر انداز نہ ہوں تو شاید بآسانی وہ فرشتوں کے منصب پر فائز ہو جاتا۔ زندگی اور انسان میں مشترک یہ ہے کہ دونوں میں تبدیلی کی گنجائش ہمیشہ باقی رہتی ہے اور دونوں کا وصف بھی بدلتے رہتا ہے۔

عباد کو ان تمام باتوں کا احساس تھا' لیکن اس کے باوجود زویا کو یہ زیب نہیں دیتا تھا کہ وہ بڑوں کا ادب و لحاظ ہی بھول جائے۔ عباد کے خیال میں یہ بہت غلط تھا۔

''گھر آئے مہمان سے کیسا سلوک کیا جاتا ہے کیا تم یہ بھول چکی ہو؟'' عباد نے سوالیہ نگاہوں سے زویا کو دیکھا۔ وہ بیڈ سے اتر کر اس کے سامنے آ گئی۔

''سوال کرنے کی کیا ضرورت ہے سزا سنائیے کیونکہ اگر کسی کے جرم کا یقین ہو تو اسے صفائی پیش کرنے کا موقع نہیں دیا جاتا' صرف سزا سنائی جاتی ہے۔'' زویا کا انداز جتانے والا تھا۔

''دیکھو زویا! کون صحیح ہے اور کون غلط مجھے اس سے کوئی غرض نہیں۔ میں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ تمہارا گناہ گار میں ہوں' تمہیں جو کہنا ہے کہہ سکتی ہو مگر صرف مجھ سے' باقی لوگ تمہارے آنسوؤں کے ذمہ دار نہیں۔ اس لئے انہیں تکلیف دینے کا تمہیں کوئی حق نہیں۔'' عباد کے لہجے میں سختی در آئی۔

''مجھ سے پوچھئے عباد صاحب! تو میری نظر میں تو مجھے جینے کا ہی کوئی حق نہیں۔ اگر خودکشی حرام نہ ہوتی تو میں کب کی کر چکی ہوتی۔'' زویا کا لہجہ تلخ ہو گیا۔

''تم کتنا بدل گئی ہو؟'' عباد بے یقین سا تھا جبکہ زویا خاموش رہی۔

”ایسا اکثر ہوتا ہے کہ رشتے وجوہات اور حالات کی بنا پر وجود میں آتے ہیں' لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وجوہات پیچھے کہیں رہ جاتی ہیں' حالات ذہن سے محو ہو جاتے ہیں لیکن دو لوگوں کے درمیان رشتے کا احساس باقی رہتا ہے لیکن ہمارے ساتھ تو معاملہ ہی الٹ ہے۔ ہم وجوہات اور حالات کو لے کر آگے بڑھ رہے ہیں' لیکن احساس بہت پیچھے چھوڑ آئے ہیں۔“ عباد کے لہجے میں تاسف تھا۔ ”میں بھی نہیں چاہتا تھا کہ تم اس طرح سے میری زندگی میں آؤ لیکن انسان اکثر جو چاہتا ہے وہ نہیں ہوتا۔ میں نے جو کیا تمہاری محبت کی خاطر کیا۔ تمہارے لئے کیا۔ زویا دیوانگی میں کی گئی غلطیاں تو خدا بھی معاف کر دیتا ہے۔ کیا تم میری صرف ایک' صرف ایک غلطی' آخری غلطی سمجھ کر معاف نہیں کر سکتیں؟“ عباد اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

”کیا آپ مجھے میرے اپنوں کے دل میں وہی مقام واپس دلا سکتے ہیں جو میں نے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے کھو دیا ہے؟“ زویا نے سوال کیا۔ یعنی عباد کے سوال کے جواب میں بھی اس کے پاس سوال تھا۔ ایک پل کیلئے عباد حیران رہ گیا لیکن پھر اس نے خود کو سنبھالا تھا۔

”میرے لئے ممکن ہوتا تو میں تمہاری خاطر یہ بھی کر گزرتا۔“ عباد نے مضبوط لہجے میں کہا۔

”میرے لئے بھی اگر ممکن ہوتا تو میں ضرور معاف کر دیتی۔“ زویا کا لہجہ بھی مضبوط تھا۔

عباد نے اسے دونوں شانوں سے تھام لیا۔ زویا نے نگاہیں اٹھا کر دیکھا۔ ”زویا تمہیں میری محبت کا ذرا سا بھی احساس نہیں۔“ وہ دکھی تھا۔

”محبت کی بنیاد احساس ہے لیکن محبت کو زندگی یقین سے ملتی ہے اور میرے پاس احساس بچا ہے اور نہ یقین' میں بالکل تہی دامن ہو چکی ہوں۔ اس لئے خدارا مجھ سے کوئی امید نہ رکھیں۔“ زویا کی آنکھوں میں نمی تھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اسے اپنے تہی داماں ہونے کا احساس بڑی شدت سے ہو رہا تھا۔ اس لئے زویا نے بے دردی سے اس کے ہاتھ جھٹک دیئے۔ عباد اس گھڑی ضبط کی انتہا پر تھا۔

❋❋❋

رضیہ کی بات سن کر بابا صاحب' بی جی' ذاکرہ اور ایاز حیران ہو گئے تھے۔

”رضیہ بات کچھ عجیب نہیں۔“ سب سے پہلے ذاکرہ بولیں۔

”میں نے بھی ان سے یہی کہا تھا۔“ آفندی بولے۔

”نیناں تو اس رشتے کیلئے کبھی راضی نہیں ہو گی اور شیراز نجانے کیسے ری ایکٹ کرے؟“ ایاز نے سنجیدگی سے کہا۔

بابا صاحب کے کمرے میں اس وقت بی جی کے علاوہ صرف وہ چاروں موجود تھے' کیونکہ ابھی رضیہ بابا صاحب کی اجازت کے بغیر یہ بات سب کے سامنے نہیں کرنا چاہتی تھی۔

”رضیہ ایسے فیصلوں کے بعد زندگیاں کتنی مشکلات کا شکار ہو جاتی ہیں' اس کا تمہیں احساس نہیں۔ ارے شادی کوئی گڈے گڑیا کا کھیل ہے کیا؟ کہ یوں بیٹھے بٹھائے فیصلہ کر لیا۔“ بی جی برہم ہو گئیں۔

”ویسے بی جی! رضیہ غلط تو نہیں کہہ رہی۔ اگر ایسا ہو جائے تو نیناں اور فہد کی زندگی سنور سکتی ہے۔“ ذاکرہ نے جھجکتے ہوئے کہا۔

”سب اپنی اپنی کہہ رہے ہیں لیکن کسی نے نیناں کی رائے جاننے کی کوشش کی ہے۔ کسی کو معلوم ہے کہ شیراز کیا چاہتا ہے؟“ بی جی نے رضیہ اور ذاکرہ کو گھورا۔ ان دونوں نے نگاہیں جھکا لیں۔

”بابا صاحب! آپ کچھ کہئے نا۔“ آفندی نے کب سے خاموش بابا صاحب کو مخاطب کیا۔

”کل ہم چاہیں گے کہ سب موجود رہیں کیونکہ کل آپ کو ہماری رائے بھی مل جائے گی اور ہمارا فیصلہ بھی معلوم ہو جائے گا۔“ وہ اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے اور کسی میں اتنی ہمت نہ تھی کہ ان سے مزید سوال کرتا۔ اس لئے اب سب کو بے صبری سے کل کا انتظار تھا۔

❋❋❋

نیناں ٹی وی لاؤنج میں بیٹھی تھی۔ نگاہیں ٹی وی پر تھیں لیکن دھیان کہیں اور تھا۔ شیراز جب آفس سے لوٹا اور ٹی وی لاؤنج میں داخل ہوا تو نیناں کو احساس نہیں ہوا۔

فراز پہلے ہی آفندی کے ساتھ ان کا آفس جوائن کر چکا تھا۔ سعد کے جانے کے بعد شیراز نے بھی آفندی کا آفس جوائن کر لیا تھا۔ شیراز نے سوچ لیا تھا کہ وہ سعد کی کمی پوری کرنے کی کوشش کرے گا۔

شیراز صوفے پر آ کر بیٹھ گیا۔ نیناں اب بھی متوجہ نہیں تھی۔

”بھابی!“ شیراز نے پکارا تو وہ چونک کر دیکھنے لگی' لیکن نیناں کی آنکھوں میں اب خالی پن سا تھا۔

”بھابی! آپ ٹھیک تو ہیں نا؟“ شیراز متفکر ہو گیا۔

”ہاں میں بالکل ٹھیک ہوں۔“ وہ مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے بولی۔

”بھابی! میں جانتا ہوں کہ آپ کا نقصان ناقابل تلافی ہے لیکن زندگی عمر کی طرح آگے ہی آگے بڑھتی جاتی ہے۔ اسے روک دینا یا منجمد کر دینا ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ بھابی

ہم سفر تب ہی کر پاتے ہیں جب ہمیں راستہ ملتا ہے۔ مسکراتے تب ہیں جب مسکرانے کا سبب ہو اور جیتے بھی تب ہی ہیں جب ہمیں زندگی ملتی ہے۔ سعد بھائی کو بھی اتنی زندگی ہی جینی تھی جتنی انہیں ملی تھی۔'' بات کرتے کرتے شیراز کا لہجہ مزید دھیما ہو گیا' کیونکہ اس نے نیناں کی آنکھوں میں آنسو دیکھے تھے۔

''بھابی! ہمیں بھی جتنی زندگی ملی ہے وہ ہمیں جینی ہے' دکھوں کے حصار میں یا خوشیوں کی تلاش میں۔ یہ ہمیں طے کرنا ہے کیونکہ اس کا اختیار ہمیں ہے۔'' شیراز نے سمجھایا۔

''شیراز زندگی جینے کیلئے حوصلے کی ضرورت ہوتی ہے اور میرے تمام تر حوصلے دم توڑ چکے ہیں۔'' نیناں کے لہجے میں تھکن در آئی۔

''تھکن سے چور مسافر سفر کے دوران چند لمحے فقط اس لئے رکتا ہے کہ بقیہ سفر نئے عزم کے ساتھ مکمل کر سکے۔ ٹھہر جانے کا مطلب سفر کا اختتام نہیں ہوتا۔ دکھوں پر رونا اور درد پر آنسو بہانا بہت عام سی بات ہے جبکہ خاص بات یہ ہے کہ خود اپنے درد کی دوا کی جائے۔ درحقیقت یہی وہ وصف ہے جو حوصلہ مند لوگوں میں ہوتا ہے اور میں جانتا ہوں کہ آپ حوصلہ مند ہیں۔'' شیراز نے دوبارہ نیناں کا حوصلہ بڑھایا۔

''اتنا کچھ ہونے کے بعد بھی شیراز میں سانسیں لینا چاہتی ہوں لیکن اب مجھ میں جینے کا حوصلہ نہیں اور نہ ہی زندہ رہنے کی خواہش۔'' نیناں جیسے اندر سے خالی ہو چکی تھی۔

''اگر یہ دونوں آپ کی زندگی کی بنیاد بن سکتے ہیں تو یہ سمجھ لیجئے کہ اس گھر کے تمام لوگ مجھ سمیت تمام رشتے آپ کا حوصلہ ہیں اور فہد آپ کے جینے کی خواہش ہے۔'' اس نے سلیقے سے سمجھایا۔

''ہاں تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

''اچھا اب میں نے اتنی اچھی اچھی باتیں کی ہیں تو بدلے میں مجھے بھی تو کچھ ملنا چاہئے۔'' وہ سنجیدگی سے بولا۔

''کیا......؟'' نیناں نے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

''کھانا' سچ بہت بھوک لگ رہی ہے۔'' وہ اس انداز میں بولا کہ نیناں بے اختیار ہنس پڑی اور شیراز اسے ہمیشہ ہنستے ہوئے ہی تو دیکھنا چاہتا تھا۔

''تم فریش ہو جاؤ میں کھانا لاتی ہوں۔'' وہ اتنا کہہ کر اٹھی۔ سلیپر پاؤں میں ڈالے اور لاؤنج سے باہر نکل گئی۔

✵✵✵

عباد کا اگرچہ معمولی سا ایکسیڈنٹ ہوا تھا' لیکن سب کی جان مٹھی میں آ گئی تھی۔ صادقہ نے نجانے کتنی مرتبہ اس کی نظر اتاری' صدقے دیئے' کرن کی زبان دعائیں مانگ کر تھکتی نہ تھی۔ کمال احمد الگ پریشان تھے۔

اس کے سر پر پٹی بندھی دیکھ کر زویا کو لگ رہا تھا کہ جیسے اس کا دل پھٹ جائے گا۔ آنسو ایک تسلسل سے بہہ رہے تھے۔

زیادہ رات ہو گئی تو سب اپنے کمروں میں چلے گئے مگر زویا کی حالت اب بھی ویسی ہی تھی۔

''میں ہمیشہ سوچتا تھا کہ رونے اور ہنسنے کی وجہ ہوا کرتی ہے' لیکن آج تمہیں روتے دیکھ کر یقین ہو گیا کہ لوگ کبھی بلاوجہ بھی رویا کرتے ہیں۔'' عباد کے لہجے میں طنز تھا۔

''آپ تو بہت احتیاط سے ڈرائیونگ کرتے ہیں۔ یہ ایکسیڈنٹ کیسے ہو گیا؟'' زویا نے اس کے طنز کو نظرانداز کرتے ہوئے سوال کیا۔

''میں اکثر لوگوں کی بددعاؤں کے حصار میں رہتا ہوں اس لئے یہ تو ہونا تھا۔'' عباد نے شاکی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

''آپ ایسا سوچ سکتے ہیں کہ میں آپ کیلئے بددعا کروں گی؟'' زویا دکھی تھی۔

''میری سوچ' میرے اندازے اور میرا یقین سب ہمیشہ غلط ثابت ہوئے ہیں۔ خاص طور پر تمہارے سلسلے میں یہاں تک کہ وہ محبت جو کبھی تم نے شاید مجھ سے کی تھی اور وہ محبت جو میں نے تمہارے سوا کسی سے نہیں کی' وہ میری خوش فہمی ہی ثابت ہوئی ہے۔ تم مجھے سزا دینا چاہتی ہونا' بھلا اس سے بڑی سزا میرے لئے کیا ہو سکتی ہے کہ جو انسان مجھے زندگی سے زیادہ عزیز ہے' اسی کی زندگی میں' میں کہیں نہیں ہوں۔'' وہ بے حد دکھی تھا۔ آج اس کا ضبط جواب دے گیا تھا۔

''میرے ساتھ جو ہوا......؟'' زویا نے کہنا چاہا' مگر اس سے پہلے ہی عباد بول پڑا۔

''آپ کی پرابلم یہ ہے زویا کہ آپ صرف اپنے متعلق سوچتی ہیں۔ آپ کے دکھ'

آپ کی خوشیاں' آپ کا یقین' آپ کا احساس اور آپ کا وجود۔''

عباد کے لہجے کی اجنبیت پر وہ چونک گئی۔ اس نے حیرت سے عباد کو دیکھا مگر اس پر اثر نہ تھا۔ وہ بولتا رہا۔ ''دوسروں نے کیا کھویا' کیا پایا اس بارے میں سوچنے کی آپ کو کبھی فرصت نہیں ملی اور ملتی بھی کیسے۔ آپ تو صرف اپنی ذات میں گم رہنے کی عادی ہیں۔ اس بے رخی اور اجنبیت سے تم بار بار کیا جتانا چاہتی ہو کہ میں نے بہت بڑا گناہ کیا ہے تو ٹھیک ہے یہ اجنبیت ہی سہی۔ اگر تم عورت ہو کر بے حس ہو سکتی ہو تو میں یہ کر سکتا ہوں بالآخر میں مرد ہوں۔ آج کے بعد سے تمہارا مجھ سے کوئی تعلق ہے اور نہ ہی میرا تم سے' جب تک چاہو اس گھر میں رہ سکتی ہو اور جب چاہو جا سکتی ہو۔'' وہ پتھریلے لہجے میں بولا اور آنکھیں موند لیں۔ گویا سگنل تھا کہ اب وہ اس سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔ آج زویا صوفے پر لیٹی تھی۔

❋ ❋ ❋

نیناں صبح سویرے فہد کو تیار کر رہی تھی۔ تبھی شیراز نے دروازے پر دستک دی۔ نیناں نے پلٹ کر دیکھا تو شیراز اندر آنے کے لئے اجازت کا طلبگار تھا۔

''وہاں کیوں کھڑے ہو' اندر آ جاؤ۔'' نیناں نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ اندر چلا آیا۔ آتے ہی اس نے فہد کو گود میں اٹھا لیا اور پیار کرنے لگا۔

''کیا بات ہے اب تک آفس نہیں گئے؟'' نیناں نے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

''ہاں جانے کو تیار تھا لیکن پاپا نے کہا کہ بابا صاحب نے سب کو ''اعوان پیلس'' بلایا ہے اور خاص طور سے مجھے۔ اس لئے فراز بھائی چلے گئے اور میں اور پاپا رک گئے۔'' شیراز نے تفصیل بتائی۔

''اچھا۔'' وہ اتنا کہہ کر خاموش ہو گئی۔

''ویسے سمجھ میں نہیں آ رہا کہ بابا صاحب نے اتنی ایمرجنسی میں کیوں بلایا ہے' ابھی کل ہی تو امی اور پاپا ہو کر آئے ہیں اور پھر میرا جانا اتنا ضروری کیوں ہے؟'' شیراز بظاہر نارمل تھا' لیکن اس کی گفتگو سے اس کے ذہنی الجھاؤ کا اندازہ ہو رہا تھا۔

''ہو گی کوئی بات اس میں اتنا پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے؟'' نیناں نے تسلی آمیز لہجے میں کہا۔

''ہوں۔'' شیراز اتنا ہی کہہ سکا۔

نیناں نے اسے تسلی دے دی لیکن وہ خود بہت الجھ گئی تھی۔ دل سخت بے چین تھا' دھڑک دھڑک کر کہہ رہا تھا کہ کوئی انہونی ہونے والی ہے لیکن وہ جانتی تھی کہ اگر اس نے یہ بات

شیراز سے کہی تو وہ اور پریشان ہو جائے گا اس لئے خاموشی بہتر تھی۔

''میں تمہارے لئے چائے لاتی ہوں۔'' وہ اتنا کہہ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔

کچن میں آئی تو نوکر سب کیلئے ناشتے کی تیاری میں مصروف تھے۔ شیراز کے ناشتے میں بڑے نخرے تھے۔ جب سے وہ اس گھر میں بیاہ کر آئی تھی اس کیلئے ناشتہ خود ہی بناتی تھی۔ وہ ناشتہ بنا رہی تھی کہ رضیہ کچن میں آ گئیں۔

''ارے واہ صبح صبح پراٹھوں کی بڑی اچھی خوشبو آ رہی ہے۔ لگتا ہے شیراز کا ناشتہ بن رہا ہے؟'' رضیہ بڑے خوشگوار انداز میں کہتی ہوئی امریکن کچن میں موجود میز کے گرد رکھی چار کرسیوں میں سے ایک پر براجمان ہو گئیں۔

''جی......'' نیناں نے مسکراتے ہوئے مختصراً کہا۔

''ہاں یہ بھی ٹھیک ہی ہے' گھر' گھر والی کو ہی سنبھالنا چاہئے۔'' وہ اپنی دھن میں کہہ گئیں لیکن احساس تب ہوا جب نیناں نے انہیں سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔ گویا وہ اس جملے کی وضاحت چاہتی تھی۔

''میرا مطلب ہے جو عورت گھر کو سنبھالتی ہے' اپنی ذمہ داریاں نبھاتی ہے' وہی گھر والی ہوتی ہے۔'' رضیہ نے بات بنائی۔ جواباً نیناں خاموش تو ہو گئی لیکن مطمئن نہیں۔

❋ ❋ ❋

صبح عباد کی آنکھ کھلی تو پہلی نگاہ زویا پر ہی پڑی جو بیٹھے بیٹھے سو رہی تھی۔ عباد کو اندازہ ہو گیا تھا کہ زویا نے رات بھر جاگنے کا ارادہ کیا تھا' لیکن شاید کسی پہر نیند اس کے ارادے پر غالب آ گئی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا اور سائیڈ ٹیبل سے سگریٹ کیس اٹھا کر ایک سگریٹ نکالا اور اسے لائٹر کا شعلہ دکھایا۔ وہ سلگ اٹھا' کمرے میں دھواں پھیلا تو گھٹن کا سا احساس ہونے لگا اور شاید اسی احساس کے تحت زویا کی آنکھ کھلی تھی۔

آنکھ کھلتے ہی وہ اٹھ کر بیڈ کے قریب چلی آئی اور دھیرے سے بولی۔ ''آپ کی طبیعت کیسی ہے؟'' لہجے میں ہمدردی تھی' لیکن عباد نے جواب نہیں دیا۔

''عباد! اب آپ کی طبیعت کیسی ہے؟'' زویا نے دوبارہ دہرایا مگر جواب اس مرتبہ بھی نہ ملا۔ وہ اس کے قریب بیڈ پر بیٹھ گئی اور اس کے بازو پر ہاتھ رکھا۔ یہ زویا کی بڑی بے اختیارانہ حرکت تھی۔ ''میں آپ سے کچھ پوچھ رہی ہوں۔'' عباد نے بڑی نرمی سے اس کا ہاتھ اپنے بازو سے ہٹایا اور بیڈ سے اتر کر صوفے پر جا بیٹھا' تبھی کرن چلی آئی۔ اس کے ہاتھ میں صبح کا اخبار تھا۔

”بھیا! یہ اخبار پڑھیئے اور جلدی سے باہر ناشتہ کرنے آ جایئے اور ہاں آج ابو نے سختی سے کہا ہے کہ دو تین دن کیلئے آفس کو بھول جائیں۔ آپ کے نہ جانے سے وہاں کے کام رک نہیں جائیں گے۔“ کرن نے اسے کمال احمد کا حکم سنایا۔

”ٹھیک ہے۔“ وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

”بھیا! اب آپ کی طبیعت کیسی ہے؟“ کرن نے نرمی سے پوچھا۔

”دعائیں ہمیشہ بددعاؤں پر حاوی رہتی ہیں۔“ اس نے بڑے نارمل سے انداز میں مسکراتے ہوئے کرن سے کہا‘ لیکن اس کے لہجے میں چھپا طنز صرف زویا محسوس کرسکتی تھی۔ کرن چلی گئی تو وہ اٹھ کر عباد کے سامنے آ گئی۔ عباد متوجہ نہیں ہوا۔

”یہ بات بے بات کیا طنز کیا کرتے ہیں‘ جو کہنا ہے کھل کر کہیے۔“ زویا کے لہجے میں خفگی تھی۔

اس مرتبہ پھر عباد خاموش تھا۔ زویا کو سخت توہین محسوس ہوئی لیکن اب وہ زبردستی عباد کو بولنے پر مجبور تو نہیں کرسکتی تھی۔

***

سب ہال میں جمع تھے اور بابا صاحب اپنی نشست خاص پر براجمان تھے۔ یوں لگ رہا تھا کہ جیسے کسی بادشاہ کا دربار لگا ہو۔

بابا صاحب نے کہنا شروع کیا۔ ”آپ سب لوگوں کو یہاں اس لئے جمع کیا گیا ہے تاکہ آپ لوگوں کو کچھ اہم فیصلوں سے آگاہ کیا جائے‘ ہمیں یقین ہے کہ ہمارے سابقہ فیصلوں کی طرح ان فیصلوں کو بھی احترام کی نظر سے دیکھا جائے گا۔“ ہال میں فقط بابا صاحب کی گرجدار آواز گونج رہی تھی۔ سب بڑے احترام سے سن رہے تھے۔ ”ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ایک ڈیڑھ مہینے کے اندر اندر ہم زوبیہ اور شاہ دل کی رخصتی کی رسم ادا کر دیں گے۔“ وہ اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے۔

شاہ دل اور زوبیہ دونوں کو اس خبر سے کوئی خوشی نہیں ہوئی تھی۔ زوبیہ نے دل ہی دل میں اس فیصلے پر چار حرف بھیجے۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اٹھ کر چلی جائے۔

آخر وہ کون سی بات ہے جسے کہنے کیلئے بابا صاحب کو اتنا سوچنا پڑ رہا ہے‘ کہیں بابا صاحب کو میرے اور نیناں کے متعلق تو خبر نہیں ہوگئی۔ ایک پل کیلئے شیراز خوف زدہ ہوگیا۔

ہوسکتا ہے فراز بھائی کے متعلق بات کرنا چاہتے ہوں‘ ان کے نکاح کو بھی تو کتنا وقت ہو چکا ہے۔ سعد کو کتنی چاہ تھی اپنے ہاتھوں فراز بھائی کو دولہا بنانے کی۔ آج اگر وہ ہوتے تو......

نیناں کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ اس نے بڑے عزم سے سوچا۔ خیر سعد نہیں تو کوئی بات نہیں‘ میں تو ہوں نا‘ ان کی ذمہ داریاں نبھانا اب میرا فرض ہے۔ خواہ ان ذمہ داریوں کا تعلق کسی سے بھی ہو۔

بابا کا فیصلہ اگر نیناں اور شیراز کے متعلق ہوا تو قیامت ہی آ جائے گی۔ یہ ان دونوں کیلئے بڑا مشکل مرحلہ ہوگا۔ نیناں کا تو شاید رشتوں سے اعتبار ہی اٹھ جائے جبکہ شیراز بہت حد تک ہم سے بدگمان ہو جائے گا۔

آفندی صاحب سوچ سوچ کر پریشان ہو رہے تھے۔ رضیہ خوش تھیں جبکہ ایاز اور ذاکرہ بھی اندر ہی اندر لرز رہے تھے۔

خیر سب بابا صاحب کے فیصلے کے متعلق اپنے تئیں قیاس کر رہے تھے‘ جبکہ حقیقت سے کوئی بھی واقف نہیں تھا کہ بابا صاحب کا فیصلہ ہے کس سلسلے میں؟

”دو ہفتے بعد بڑی سادگی کے ساتھ شیراز اور نیناں کا نکاح کر دیا جائے گا۔“ بابا صاحب نے سادہ سے الفاظ میں قیامت کا فیصلہ سنایا۔

سب سناٹے میں آ گئے۔ شیراز پر تو بجلیاں گر پڑیں اور نیناں کے ہاتھ میں پکڑا گلاس چھوٹ کر گر پڑا۔ اس کی کتنی کرچیاں ہوئیں نیناں نے یہ شمار نہیں کیا‘ لیکن وہ یقین سے کہہ سکتی تھی کہ اتنے ٹکڑے اس شیشے کے نہیں ہوئے ہوں گے جتنے اس کے دل کے ہوئے تھے۔

وہ یکدم اپنی جگہ سے اٹھ کر بابا صاحب کے سامنے آ ٹھہری۔ سب سانس روکے نیناں کو دیکھ رہے تھے‘ لیکن نیناں کو کسی کی پروانہ تھی۔

”اگر کل تک مجھ سے کوئی یہ پوچھتا کہ میرے لئے تقدیر زیادہ ظالم ہے یا میرے اپنے تو......تو میں بنا سوچے کہہ دیتی کہ میری تقدیر......لیکن اگر آج مجھ سے کوئی یہ سوال کرے تو میرا جواب مختلف ہوگا کیونکہ تقدیر نے تو میرا سر سے سائبان چھینا تھا لیکن آپ لوگ‘ آپ لوگوں نے تو میرے پاؤں تلے سے زمین ہی کھینچ لی ہے۔“ نیناں کی آواز رندھ سی گئی تھی‘ لیکن پھر بھی وہ بول رہی تھی۔ ”اگر سعد نہیں رہے تو میں آپ لوگوں کیلئے جیتے جاگتے انسان سے موم کی ایک گڑیا بن گئی جسے آپ اپنی مرضی کے سانچے میں ڈھال رہے ہیں۔ بابا صاحب! میں کٹھ پتلی نہیں ہوں کہ جو دوسروں کے اشاروں پر حرکت کرے۔“

”نیناں! صرف تمہاری بھلائی کیلئے۔“ ذاکرہ نے کہنا چاہا لیکن نیناں نے تیزی سے ان کی بات قطع کر دی۔ دنیا کے سامنے میرا تماشا بنانے کا فیصلہ کر کے کہتے ہیں کہ آپ لوگ میرا بھلا چاہتے ہیں۔“ وہ شاکی نگاہوں سے ذاکرہ کو دیکھ رہی تھی۔

”نیناں! میں تمہاری ماں ہوں۔“ ذاکرہ پیار سے بولیں۔

"میں بھی تو ماں ہوں اور ایک ماں اپنے بچے کے اچھے مستقبل کی خواہشمند ہوتی ہے۔ شادی کے سرخ جوڑے کی نہیں۔" نیناں کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ "لیکن فیصلہ کرنے والے یہ نہیں سمجھ سکتے۔" نیناں نے شکوہ کناں نگاہوں سے بابا صاحب کو دیکھا اور روتی ہوئی ہال سے باہر نکل گئی جبکہ شیراز کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ہی ختم ہو گئی ہو۔

❋❋❋

گھر لوٹ کر شیراز بالکل خاموش تھا' جبکہ نیناں اپنے کمرے میں بند ہو گئی۔ شاید اس گھڑی وہ کسی کا بھی سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔

شیراز ٹیرس پر چلا آیا تو آفندی صاحب بھی پیچھے ہی چلے آئے۔ ٹیرس پر ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں' لیکن شیراز کا وجود تو جیسے کسی ان دیکھی آگ میں جل رہا تھا۔ یکدم گھٹن کا احساس بہت بڑھ گیا تو وہ گہری گہری سانسیں لینے لگا' جیسے اس گھٹن سے نجات چاہتا ہو۔

نیناں اس کی بھابی نہیں دوست بھی تھی' دونوں کے درمیان بڑا مقدس سا رشتہ تھا پھر کیسے سب نے ان کے متعلق اتنا بڑا فیصلہ کر لیا۔ شیراز کو ندامت محسوس ہو رہی تھی۔ رہ رہ کر خیال آ رہا تھا کہ اب وہ نیناں کا سامنا کیسے کرے گا؟ نجانے وہ اس کے متعلق کیا سوچ رہی ہو گی۔ اس وقت شیراز کو بالکل اندازہ نہ تھا کہ آفندی صاحب اس کی پشت پر آ کھڑے ہوئے ہیں۔

"میں جانتا ہوں شیراز کہ تمہارے لئے یہ فیصلہ غیر متوقع تھا' جو ہوا اس سے تمہیں یقیناً تکلیف پہنچی ہو گی' لیکن بیٹا یہ زندگی ہے' یہاں بہت کچھ توقعات کے خلاف ہوتا ہے۔ اگر زندگی میں کوئی تبدیلی آ جائے تو اسے قبول کرنا بہتر ہوتا ہے' نہ کہ اس سے منہ پھیر لینا۔" آفندی صاحب نے بڑی نرمی سے اس کی پشت پر ہاتھ رکھا۔

شیراز نے رخ پھیر کر انہیں دیکھا۔ "پاپا! تبدیلی کی گنجائش تب ہوتی ہے جب چیزیں بکھری پڑی ہوں' ان کا کوئی مخصوص ٹھکانہ نہ ہو' لیکن جب ہر چیز اپنے مقام پر ہو تو تبدیلی کی گنجائش نہیں ہوتی۔ اسے زبردستی جگہ بنانا کہتے ہیں۔ میں زبردستی کسی کی زندگی میں کوئی مقام حاصل کرنا نہیں چاہتا اور نہ ہی کسی اور کو یہ حق دوں گا' خواہ وہ کوئی بھی ہو۔" شیراز مضبوط لہجے میں بولا۔

"شیراز! یہ فیصلہ شوقیہ نہیں کیا گیا' بلکہ وقت و حالات کے تحت کیا گیا ہے۔ نیناں کی مشکلات اور فہد کے مستقبل کو دھیان میں رکھ کر کیا گیا ہے۔" آفندی صاحب نے سمجھانے کی کوشش کی۔

"یعنی اپنی ہی زندگی میں' میں کہیں نہیں ہوں؟ افسوس ہو رہا ہے مجھے اس بات پر کہ

میرے ماں' باپ جو چھوٹی چھوٹی چیزوں میں میری پسند' ناپسند کو اہمیت دیتے تھے آج میری زندگی کا سب سے بڑا اور اہم فیصلہ کرتے ہوئے میری رائے تک لینا ضروری نہیں سمجھ رہے۔" شیراز دکھی تھا۔

"شیراز! ہم نے فیصلہ کرتے وقت کچھ ایسی باتوں کو مدنظر رکھا ہے جو شاید تمہارے لئے دقیانوسی اور غیر اہم ہوں لیکن ہمارے لئے بے حد اہمیت کی حامل ہیں۔" وہ دھیمی آواز میں بول رہے تھے۔

"شیراز! اگر نیناں بے اولاد ہوتی تو میں بڑی خوشی کے ساتھ اسے سرخ جوڑے میں لپیٹ کر وداع کر دیتا' لیکن اس کا ایک بیٹا ہے جو میرے سعد کا وارث ہے اور وہ اس خاندان کا پہلا وارث ہے۔"

"کیا کوئی اور شخص اسے سعد جیسا پیار دے سکتا ہے؟ کیا نیناں' فہد اور کسی اور کی اولاد میں بٹ نہیں جائے گی؟ نیناں کو جو لگاؤ اس گھر یا اس گھر کے لوگوں سے ہے' وہ کسی اور سے ہو سکتا ہے؟ جو محبت فہد کو اس گھر سے مل رہی ہے یا مل سکتی ہے' ایسی محبت کوئی اور اسے دے پائے گا؟"

"کیا چاہتے ہو تم کہ وہ دوسروں کے رحم و کرم پر رہے' شاید تم نہیں جانتے کہ اس فیصلے کی وجہ تمہاری والدہ ہیں جو سعد کی موت کے بعد صبر اس لئے کر پائیں کہ فہد ان کی نگاہوں کے سامنے ہے۔" آفندی صاحب نے کہا۔

"فہد کو رکھنے کے اور بھی طریقے ہیں۔ شادی کی کیا ضرورت ہے؟" شیراز نگاہیں چراتے ہوئے بولا۔

"مطلب......؟" آفندی صاحب نے چونک کر اسے دیکھا۔

"نیناں بھابی کی شادی جس سے بھی ہو' فہد تو ہمارا خون ہے۔" شیراز نے بڑی خود غرضی سے سوچا۔

"تمہارے کہنے کا مطلب ہے کہ ہم نیناں سے اس کا بچہ چھین لیں اور اسے تڑپنے کیلئے چھوڑ دیں؟" آفندی صاحب حیران ہوئے۔

"وہ بچہ سعد بھائی کا بھی تو ہے اور پھر وہ ہمارے خاندان کا وارث ہے' اس میں حرج کیا ہے؟" شیراز اپنا دامن بچانے کے جتن کر رہا تھا۔

"کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے؟ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم اتنے خود غرض بھی ہو سکتے ہو۔ ایک ماں سے اس کی اولاد چھیننا دنیا کا سب سے گھناؤنا جرم ہے اور تم...... افسوس ہو رہا ہے تمہیں اپنا بیٹا کہتے ہوئے۔" وہ اتنا کہہ کر چلے گئے۔

'بابا! بلیوی...... میں ایسا کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا' لیکن میں نے جو کہا وہ صرف اس لئے کہ میں نیلماں سے کیا وعدہ نہیں توڑ سکتا اور جو میں نے کہا وہ سننے کے بعد مجھے یقین ہے کہ آپ لوگ خود مجھے یہ ذمہ داری نہیں دیں گے اور پھر میں خود اپنے لئے فیصلہ کرلوں گا اور تب یقیناً کسی کو کوئی اعتراض نہ ہوگا۔' وہ یہ سب سوچتے ہوئے اندر ہی اندر بہت مطمئن ہو گیا تھا' لیکن نیناں بہت بے سکون ہو گئی تھی۔

وہ اندر کی گھٹن سے گھبرا کر ٹیرس پر آئی تھی لیکن وہاں آفندی صاحب اور شیراز کی باتیں سن کر اسے زبردست دھچکا لگا تھا۔ وہ شیراز کو کیا سمجھتی تھی اور وہ کیا نکلا۔ اب بھید کھلا تھا کہ جو مسیحا بنا پھرتا تھا' وہ تو قاتل تھا۔

نیناں اندھیرے کی طرف کھڑی تھی۔ اس لئے آفندی صاحب اسے دیکھ نہیں پائے تھے اور اس سے قبل کہ شیراز کے دیکھنے کی نوبت آتی' وہ بنا آہٹ کئے سیڑھیاں طے کر کے اپنے کمرے میں آگئی اور دروازہ بند کر دیا۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے ابھی شیراز آ کر اس سے اس کا بچہ چھین لے گا۔

❋ ❋ ❋

جب سے زویا کی زوبیہ سے بات ہوئی تھی۔ وہ بڑی پریشان سی تھی۔ زوبیہ اور شاہ دل کا نکاح پھر شیراز اور نیناں کے متعلق جان کر اسے بڑی حیرت ہوئی تھی۔ زویا اور کرن کھانا لگا رہی تھیں' لیکن زویا کا دھیان کام میں نہیں تھا۔ وہ بخوبی جانتی تھی کہ زوبیہ شاہ دل کو بالکل پسند نہیں کرتی اور سمجھوتے کتنے تکلیف دہ ہوتے ہیں' یہ خود زویا سے زیادہ اور کون جان سکتا تھا۔ زویا اور عباد نے تو ایک دوسرے سے محبت کی تھی' لیکن اس کے باوجود ان کا رشتہ تکلیف دہ موڑ پر تھا' جبکہ زوبیہ اور شاہ دل دونوں ایک لمحے کو بھی ایک دوسرے کو برداشت نہیں کرتے' عمر بھر ساتھ کیسے نبھائیں گے۔ اس کے خیال میں زوبیہ اور شاہ دل' دریا کے وہ دو کنارے تھے جو ساتھ ساتھ تو چلتے ہیں لیکن کبھی ملتے نہیں۔

زویا اپنی سوچوں میں اتنی گم تھی کہ ایک فرد کیلئے تین پلیٹیں رکھ دیں' تب ہی کرن نے آواز دی۔

''آپ ٹھیک تو ہیں؟'' کرن نے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

''لگتا ہے آپ کا دھیان کہیں اور ہے تبھی تو آپ نے ایک جگہ تین پلیٹیں رکھ دیں۔'' کرن نے بڑے پیار سے زویا کو اس کی غلطی کا احساس دلایا۔

''او......!'' زویا چونک اٹھی اور پھر دھیرے سے مسکرا دی۔

''بھابی! جب سے آپ یہاں آئی ہیں آج پہلی مرتبہ میں نے آپ کو مسکراتے دیکھا ہے۔'' کرن نے کہا تو زویا ایک دم چپ ہو گئی۔

''بھابی! زندگی میں رونے کے مواقع کئی بار آتے ہیں' لیکن مسکرانے کے مواقع قسمت سے ملتے ہیں۔ یہ بڑی بات نہیں کہ آپ کو دکھ کس سے ملا' بڑی بات یہ ہے کہ دکھ دینے والا دوا کرنے کو تیار ہو اور زخم دینے والا مسیحائی کرے۔''

کرن بہت دنوں سے محسوس کر رہی تھی کہ عباد اور زویا کے درمیان بہت فاصلے ہیں جو اسے ناگوار گزرتے تھے۔ وہ ہمیشہ دونوں کو ایک ساتھ بہت خوش دیکھنا چاہتی تھی۔

''کھانے کا وقت ہو گیا ہے۔ سب کو بلا لو میں تمہارے بھائی کو بلا کر لاتی ہوں۔'' زویا اتنا کہہ کر چلی گئی جبکہ کرن مایوس سی ہوئی تھی۔ کیا زویا بھابی کے دل میں اب کبھی دوبارہ عباد بھائی کی جگہ نہیں بن پائے گی؟ اس نے بڑی حسرت سے سوچا تھا۔

❋ ❋ ❋

زویا کمرے میں آئی تو عباد کو کپڑے تلاش کرتے پایا۔ قریب چلی آئی۔

''مجھے بتائیے کونسے کپڑے چاہئیں میں ڈھونڈ دیتی ہوں۔'' زویا کے لہجے میں ہمدردی تھی۔

''میں اپنے تمام کام خود کر سکتا ہوں۔'' عباد بے رخی سے بولا۔

''میں نے رکھے ہیں اس لئے میں آسانی سے دے سکتی ہوں۔ آپ تلاش کرتے ہوئے پریشان ہوں گے۔'' زویا سابقہ انداز میں بولی۔

''اپنی ہمدردیاں اپنے پاس رکھو' مجھے بالکل پسند نہیں کہ کوئی مجھ پر ترس کھائے۔'' عباد کے لہجے میں اب بھی سختی تھی۔

''مدد تو لوگ غیروں کی بھی لے لیا کرتے ہیں' میں تو پھر آپ کی......'' وہ کہتے کہتے جھجک کر خاموش ہو گئی۔ تب عباد نے اس کے چہرے پر نگاہ ڈالی تو اسے لگا کہ زویا اپنی کہی ہوئی بات پر پچھتا رہی ہے۔ عباد کو دکھ ہوا تھا۔ کاش زویا تم نے یہ بات حقیقت کو تسلیم کرنے کے بعد کہی ہوتی۔ یوں بے اختیاری میں نہیں۔ عباد نے شدت سے خواہش کی تھی۔

عباد کو اپنے مطلوبہ کپڑے مل گئے تو وہ انہیں لے کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ توبہ کس قدر ضدی انسان ہے۔ زویا نے خفگی سے سوچا اور دروازے کی سمت بڑھ گئی۔

❋ ❋ ❋

آفندی صاحب کمرے میں داخل ہوئے تو رضیہ انہیں غصے میں دیکھ کر گھبرا گئیں۔

"آفندی صاحب! خیریت تو ہے۔ آپ بڑے غصے میں لگ رہے ہیں؟" وہ جیسے ہی کرسی پر بیٹھے وہ بیڈ سے اتر کران کے قریب آ گئیں۔

"میں نے آپ سے کہا تھا نا رضیہ بیگم کہ آپ کا یہ فیصلہ مناسب نہیں' لیکن آپ نے میری ایک نہیں مانی کیونکہ آپ کے خیال میں شیراز آپ کا نہایت فرمانبردار فرزند ہے۔" آفندی صاحب بے حد خفگی سے گویا ہوئے۔

بنیادی طور پر وہ بہت ٹھنڈے مزاج کے آدمی تھے۔ رضیہ کی زندگی میں بہت کم مواقع ایسے آئے تھے جب انہوں نے آفندی صاحب کو اس قدر غصے میں دیکھا تھا۔ آج ایک مدت بعد وہ ان کو اس قدر بگڑے ہوئے انداز میں دیکھ رہی تھی۔

"شیراز کی فرمانبرداری میں آج بھی مجھے کوئی شک نہیں' لیکن یہ معاملہ ذرا سا مختلف ہے۔ اس فیصلے کو قبول کرنے میں اسے وقت لگے گا۔ اگر ہم یہ چاہیں کہ وہ فوراً ہماری بات مان لے تو یہ بات ٹھیک نہیں۔ ویسے مجھے یقین ہے کہ جب وہ ٹھنڈے دل سے سوچے گا تب اسے احساس ہو جائے گا کہ ہمارا فیصلہ کتنا درست ہے؟" وہ اتنا کہہ کر دوبارہ بیڈ پر جا بیٹھیں اور تکیے کے نیچے اپنی تسبیح تلاش کرنے لگیں۔ وہ رات کو تسبیح پڑھ کر سونے کی عادی تھیں۔

"رضیہ بیگم! احساس دلوں میں جنم لیتا ہے' پتھروں میں یہ وصف نہیں ہوا کرتا اور آپ کے بیٹے کے سینے میں دل نہیں پتھر ہے۔" آفندی صاحب کے انکشاف پر رضیہ بیگم نے چونک کر انہیں دیکھا۔ تسبیح کی تلاش میں بھٹکتے ہوئے ہاتھ منجمد ہو گئے۔

"جانتی ہیں اس نے مجھ سے کہا کہ اگر ہم نیناں سے اس کا رشتہ فہد کی وجہ سے جوڑنا چاہتے ہیں تو بہتر ہے کہ ہم فہد کو اپنے پاس رکھ لیں اور نیناں کی شادی کسی اور کے ساتھ کر دیں...... رضیہ بیگم! وہ ایک ماں سے اس کی اولاد چھیننے کی صلاح دے رہا تھا۔" آفندی صاحب کا لہجہ دکھ سے چور تھا۔

"شیراز نے ایسا...... ایسا کہا؟" رضیہ نے انہیں بے یقینی سے دیکھا۔

آفندی صاحب نے اثبات میں سر ہلا کر تصدیق کی۔

"ہمارے بیٹے کی ایسی سوچ......؟" وہ صدمے کی سی کیفیت میں آ گئیں۔

"اگر میں نے اپنے کانوں سے نہ سنا ہوتا تو مجھے بھی کبھی یقین نہ آتا کہ یہ سوچ میرے اپنے بیٹے کی ہے۔ اتنی بے حسی' اس قدر سنگدلی......؟" آفندی صاحب بہت دکھی تھے۔

رضیہ بھی یہ سن کر کم دکھی نہ تھیں۔

❋❋❋

زوبیہ' آنسہ' ترانہ' نیلماں چاروں اس وقت سٹنگ روم میں بیٹھی تھیں۔ موضوع شیراز اور نیناں کے متعلق کیا جانے والا فیصلہ تھا۔

"میں تو اچانک اپنی رخصتی کی خبر پر حیران تھی' لیکن بابا صاحب کے دوسرے فیصلے نے جیسے میرے رونگٹے کھڑے کر دیئے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ بابا صاحب ان دونوں کے بارے میں ایسا فیصلہ بھی کر سکتے ہیں؟" زوبیہ ابھی تک حیران تھی۔

"آپا! کبھی اس فیصلے کو قبول نہیں کریں گی۔" ترانہ اپنی بہن کے متعلق پر یقین تھی۔

"پتہ نہیں نیناں کے دل پر اس وقت کیا گزر رہی ہو گی؟" آنسہ پریشان تھی۔ نیلماں اب تک خاموش تھی۔

"ویسے آنسہ! کیا لگتا ہے اگر شیراز اور نیناں ایک ہو جائیں تو......" زوبیہ نے اس کی رائے جاننا چاہی۔

"اگر یہ ہو جائے تو اس میں حرج کوئی نہیں لیکن......" اس سے پہلے کہ آنسہ اپنی بات مکمل کرتی' نیلماں بول پڑی۔

"ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا اور ایسا ہونا بھی نہیں چاہئے' کبھی نہیں...... کبھی نہیں۔" وہ ایک دم سے چیخ کر بولی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ کسی ذہنی دباؤ کا شکار ہو۔

"کیا ہوا نیلماں......؟" ترانہ نے اس کے شانے پر نرمی سے ہاتھ رکھا۔

نیلماں نے ایک مرتبہ اسے دیکھا اور پھر اس کا ہاتھ جھٹک کر کمرے سے باہر نکل گئی۔

وہ بیڈ پر بیٹھی دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپائے رو رہی تھی۔ آنسہ اس کے قریب بیٹھ گئی۔ نیلماں روئے جا رہی تھی۔

"کیا ہوا......؟" نیلماں کے چہرے سے زبردستی ہاتھ ہٹاتے ہوئے آنسہ نے اسے بغور دیکھا۔ رونے کی وجہ سے اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

"کچھ نہیں ہوا۔" نیلماں نے ہاتھ کی پشت سے آنکھیں رگڑتے ہوئے کہا۔

"تمہاری آنکھیں تو کچھ اور کہہ رہی ہیں؟" آنسہ نے اسے شاکی نگاہوں سے دیکھا۔

"حیرت ہے آنکھیں بھی میرے وجود کا حصہ ہیں اور زبان بھی...... آپ کو آنکھوں پر یقین ہے لیکن زبان سے نکلے الفاظ پر بھروسہ نہیں۔" نیلماں نے خود کو نارمل ظاہر کرنے کی کوشش کی۔

"نیلماں! کہیں تم شیراز کو......" وہ کہتے کہتے رک گئی۔

"کہنا کیا چاہتی ہیں؟" وہ نگاہیں چراتے ہوئے بولی۔

"کچھ نہیں' خدا کرے جو میں سوچ رہی ہوں وہ سچ نہ ہو۔" آنسہ اندر ہی اندر اس
خیال سے لرز رہی تھی کہ کہیں نیلماں اور شیراز کے بیچ کوئی کمٹمنٹ تو نہیں' جبکہ نیلماں کا دل صرف
ایک گردان کر رہا تھا' شیراز میرے ہیں' وہ کسی کے نہیں ہو سکتے۔

✵✵✵

صبح ناشتے کی میز پر مکمل خاموشی تھی۔ ڈائننگ ٹیبل پر گھر کے تمام افراد موجود تھے لیکن
نیناں نہیں آئی تھی۔ ملازمہ ناشتہ لگا رہی تھی۔

"سہائی! جاؤ نیناں کو بلا لاؤ۔" رضیہ ملازمہ کو پکارتے ہوئے بولیں۔

"جی میں بلانے گئی تھی' انہوں نے منع کر دیا۔" سہائی نے مؤدبانہ لہجے میں بتایا۔

"اچھا ایسا کرو یہ ناشتہ وہیں لے آؤ' میں دیکھتی ہوں۔" رضیہ اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"امی! اب آپ ناشتے لے کر جائیں گی۔ اچھا لگے گا کیا؟" شیراز جھجکتے ہوئے بولا۔

"تم خاموش رہو' تم سے کسی نے رائے نہیں مانگی۔" رضیہ نے بری طرح جھڑک دیا۔

"اچھا میں بھی چلتا ہوں۔" آفندی صاحب اٹھ کھڑے ہوئے تو فراز بھی اپنی چیئر
چھوڑ کر کھڑا ہو گیا۔

"تم بیٹھو فراز! آرام سے ناشتہ کرو یوں بھی آج آفس میں کچھ خاص کام نہیں بعد میں
آ جانا۔" آفندی نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے نرمی سے کہا۔

"جی۔" فراز نے بڑی سعادت مندی سے کہا۔ آفندی صاحب اس پر اک نرم نگاہ
ڈال کر چل دیئے۔ شیراز کو بہت محسوس ہوا۔ یہ پہلا موقع تھا جب آفندی صاحب اس سے کوئی
بات کئے بنا چلے گئے تھے۔ فراز واپس اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔

"فراز بھائی! آپ نے پاپا کا رویہ دیکھا نا......؟" شیراز کے لہجے میں ناراضی تھی۔

"وجہ تم نہیں جانتے؟" فراز نے الٹا سوال کیا۔

"تو آپ کا بھی یہی خیال ہے کہ مجھے اپنی زندگی دوسروں کے فیصلوں کی بھینٹ چڑھا
دینی چاہئے' ہنستے ہنستے قربانی کا بکرا بن جانا چاہئے۔ اپنے تمام حقوق سے محروم ہونے کا اعلان کر
دینا چاہئے؟" وہ قدرے خفگی سے گویا ہوا۔

"جس زندگی کی تم بات کر رہے ہو' میرے بھائی! وہ خدا کے بعد والدین کی ہی دین
ہے اور جو چیز انہوں نے ہی ہمیں دی ہے' کیا ان کا اتنا حق نہیں بنتا کہ اسے وہ اپنی مرضی سے
استعمال کر سکیں؟" فراز نے دلیل دی۔

"میں اپنے ماں' باپ سے اتنا پیار کرتا ہوں کہ ان کیلئے ہنستے ہنستے اپنی جان دے سکتا

ہوں' لیکن ان کی خاطر سسک سسک کر زندگی نہیں گزار سکتا۔ یہ مجھ سے نہیں ہو گا۔" وہ زور زور
سے نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔

"شیراز! میں تمہیں غلط نہیں کہتا' ظاہر ہے ہر انسان اپنی زندگی پر اپنا مکمل اختیار چاہتا
ہے۔ یہ ایک فطری سی بات ہے' لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ امی اور پاپا کو تم سے بہت سی امیدیں ہیں'
ہو سکے تو ان کی امیدیں نہ ٹوٹنے دینا۔" فراز نے صلاح دی۔ اس مرتبہ شیراز خاموش ہو گیا۔

✵✵✵

رضیہ کے پیچھے پیچھے سہائی بھی ناشتے کی ٹرے لئے کمرے میں داخل ہوئی۔ نیناں بیڈ
پر بیٹھی فہد کے ساتھ کھیل رہی تھی۔

"سہائی! ناشتہ یہاں رکھو اور جاؤ۔" رضیہ نے ملازمہ کو حکم دیا۔

وہ ٹرے رکھ کر کمرے سے باہر چلی گئی۔ تب رضیہ نے نیناں کو دیکھا۔ اس کے چہرے
پر ناراضی تھی' وہ اس کے قریب بیٹھ گئیں مگر نیناں متوجہ نہیں ہوئی۔

"میری بیٹی مجھ سے ناراض ہے نا؟" رضیہ نے پیار سے اسے دیکھا۔

"جن لوگوں کی زندگی کے فیصلوں پر دوسروں کا اختیار ہو' انہیں بھلا روٹھنے کا کیا حق ہو
سکتا ہے۔" نیناں نے شکوہ کناں نگاہوں سے انہیں دیکھا۔

رضیہ کی نگاہیں جھک گئیں۔ وہ اس وقت ندامت محسوس کر رہی تھیں۔ نیناں بول رہی
تھی۔

"کیا سعد کے جانے کے بعد میرے تمام حقوق ختم ہو گئے؟" نیناں کہہ رہی تھی۔ "کیا
سارے رشتے اجنبی ہو گئے؟ اگر میں اور میرا بچہ آپ لوگوں پر بوجھ بن گئے تھے تو بس ایک مرتبہ
کہہ دیا ہوتا میں بنا کوئی سوال کئے آپ لوگوں کی زندگی سے دور چلی جاتی اور کبھی پلٹ کر نہ
آتی۔" اس کی نگاہوں سے تواتر سے آنسو بہہ رہے تھے۔

"نیناں! ہماری ہمدردی کو غلط زاویئے سے مت دیکھو۔" رضیہ تڑپ گئیں۔

"پھپھو! آپ لوگوں کی ہمدردی میرے گال پر طمانچے کی طرح لگی ہے' لیکن آپ
لوگوں کو کیا فرق پڑتا ہے۔"

"دیکھو نیناں! ہم تمہاری تکلیف کو سمجھتے ہیں۔ اسی لئے تو ہم نے یہ فیصلہ کیا۔" رضیہ
سمجھانا چاہتی تھیں لیکن وہ بہت شاکی تھی۔ اس لئے بولی۔

"پھپھو! اگر آپ لوگوں کو میری تکلیف' میرے درد کا احساس ہوتا تو آپ لوگ یہ
فیصلہ کبھی نہ کرتے' یوں مجھے تماشا کبھی نہ بناتے۔" اس کے لہجے میں اب بھی ناراضی تھی۔

"اچھا ٹھیک ہے' ناشتہ تو کرلو۔" رضیہ نے باقی باتیں بعد کیلئے اٹھا رکھیں۔
"پھپھو! مجھے بالکل بھوک نہیں ہے۔" ناراضی برقرار تھی۔
"تم جانتی ہو تمہاری پھپھو تمہارے بنا ناشتہ نہیں کرتیں' اگر تم نہیں کھاؤ گی تو میں بھی نہیں کھاؤں گی۔" رضیہ اٹل لہجے میں بولیں۔ نیناں کو ہتھیار ڈالنے پڑے' کیونکہ وہ رضیہ کا مان نہیں توڑنا چاہتی تھی۔

❋❋❋

عباد تو ٹھیک ہوگیا تھا لیکن راتوں کو جاگ جاگ کر زویا کی طبیعت ناساز ہوگئی لیکن اس نے کسی کو بتانا مناسب نہیں سمجھا۔ اگر عباد کو اپنی انا عزیز تھی تو وہ کیوں اس سے ہمدردی کی بھیک مانگتی۔ اس نے کسی اور پر بھی ظاہر نہیں ہونے دیا تھا کہ وہ ٹھیک نہیں ہے۔
شام کا وقت تھا' سب بڑے کمرے میں جمع تھے۔ انڈیا اور پاکستان کا میچ چل رہا تھا۔ عباد اور کرن خاصے پرجوش تھے۔ کمال احمد اور صادقہ بھی دلچسپی سے دیکھ رہے تھے تب زویا چائے کی ٹرے لئے وہیں چلی آئی۔
"دیکھنا بھیا! آج شعیب ملک سنچری ضرور بنائے گا۔" کرن جوش سے بولی۔
"چلو دیکھ لیتے ہیں۔" عباد نے چڑایا۔
"دیکھ لیتے ہیں نہیں' اگر آج شعیب ملک نے سنچری بنائی تو آپ مجھے آئس کریم کھلائیں گے اور اگر نہ بنا سکا تو آپ مجھے ادھار دے دیجئے گا' میں آپ کو آئس کریم کھلا دوں گی۔" وہ معصومیت سے بولی۔
"صدقے جاؤں اس معصومیت کے' میری بہن بڑی بھولی ہے۔" عباد نے شرارت سے کہا۔
"اس میں بھلا کیا شک ہے۔" کمال احمد نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔
"توبہ آپ دونوں تو میری بچی کے پیچھے ہی پڑ گئے ہیں۔" صادقہ نے خوشگوار انداز میں دخل اندازی کی۔
"میری پیاری امی......!" کرن نے ان کے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔
سب مسکرانے لگے۔ تبھی کرن نے زویا کو متوجہ کیا۔ "زویا بھابی! آپ بتائیں کہ شعیب ملک سنچری بنائے گا نا......؟"
زویا' عباد کو کپ دیتے ہوئے چونکی۔ شاید وہ اس سوال کیلئے تیار نہ تھی۔
"بھئی تمہاری بھابی کے کیا کہنے' ان کے پاس تو اکثر سوالات کا جواب نا میں ہوتا

ہے۔" عباد نے بظاہر خوشگوار انداز میں کہا لیکن زویا نے اس کے لہجے میں چھپا طنز محسوس کرلیا۔
اس سے قبل کہ وہ کوئی جواب دیتی' اس سے پہلے ہی کرن نے خوشی کے مارے چیخ ماری۔ سب کی نگاہیں ٹی وی جم گئیں۔ شعیب ملک نے چھکا مار کر اپنی سنچری مکمل کرلی تھی۔ سب ہی خوش ہو گئے۔
"بھیا! چلئے......فوراً آئس کریم کھلائیے۔" کرن بڑی بے صبری ہو رہی تھی۔
"اب اتنی زیادہ گرمی بھی نہیں کہ دوڑی چلی جاؤ آئسکریم کیلئے خواہ مخواہ میں طبیعت خراب ہوگئی تو؟" صادقہ نے فکرمند ہو کر دخل اندازی کی۔
"امی! سردیوں کے شروع میں ہی تو آئسکریم کھانے کا صحیح لطف ہے۔" کرن نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔
"اس لڑکی کی تو منطق ہی نرالی ہے۔" صادقہ نے پریشان ہو کر کہا۔
"ایک تو امی کبھی کبھی بہت ہی مشکل الفاظ بول جاتی ہیں جیسے ہم یہاں ڈکشنری لئے بیٹھے ہوں۔" کرن ناراضی سے بولی۔
زویا خاموشی سے ایک طرف کھڑی تھی۔ وہ نجانے کیوں سب کے درمیان اپنے آپ کو اجنبی محسوس کر رہی تھی۔
"اچھا تو پھر امی کے اس جملے کی وضاحت کیجئے۔" کرن نے گویا چیلنج کیا۔
"بھئی سیدھی سی بات ہے جو صرف عقلمند لوگوں کی سمجھ میں آتی ہے' امی کے کہنے کا مطلب ہے کہ تم بالکل نارمل نہیں ہو اور......"
"دیکھا نا ابو! بھیا مجھے کیا کہہ رہے ہیں؟" کرن نے تیزی سے اس کی بات قطع کر کے مدد طلب نگاہوں سے کمال احمد کو دیکھا۔
"عباد! بری بات ہے۔" انہوں نے کرن کو خوش کرنے کی خاطر مصنوعی خفگی سے کہا۔
"آپ کو پتہ ہے ابو! ہمارے ملک میں ترقی اسی لئے نہیں ہو رہی کہ لوگ سچ سننے کی ہمت ہی نہیں رکھتے۔" وہ معصومیت سے بولا۔
"اب باتوں میں مت الجھائیں اور سیدھی طرح آئسکریم کھانے چلیں۔" کرن نے اس کی گفتگو طویل ہوتے دیکھ کر جلدی سے کہا۔
"دیکھا کتنی پیٹو ہے؟" عباد نے صادقہ کو متوجہ کیا۔ جواباً وہ مسکرا دیں۔
"ٹھیک ہے' تم تینوں چلے جاؤ۔" کمال احمد نے سنجیدگی سے کہا۔
"تینوں......؟" عباد کی سمجھ میں بات نہ آئی۔

"بھئی تم، کرن اور زویا۔" کمال احمد کی سنجیدگی برقرار تھی۔ صادقہ کو یہ بات کچھ اچھی نہیں لگی مگر کمال احمد کی وجہ سے خاموش رہنا پڑا۔

"میں......؟" زویا نے اپنی جانب اشارہ کرتے ہوئے حیرت سے سوال کیا۔

"ہاں بھئی ان دونوں کے جانے کے بعد بھلا تم اکیلی کیا کرو گی؟" کمال احمد نے نرمی سے کہا۔

"آپ لوگ بھی چلئے نا ورنہ خواہ مخواہ بور ہوتے رہیں گے۔" زویا نے اصرار کیا۔

"ہمارے بور ہونے کی فکر بالکل مت کرو، ہم بڈھا بڑھیا کا ساتھ اتنا طویل ہے کہ گفتگو کرنے کیلئے ایک ہمارا ماضی ہی کافی ہے۔" کمال احمد نے مسکراتے ہوئے کہا تو زویا فوراً جانے کیلئے تیار ہونے چل دی۔ کرن بہت خوش تھی۔

'ہاں ابو! ماضی تو سب کا ہوتا ہے لیکن ساتھ تو تقدیر سے ملتا ہے۔' عباد نے بڑی حسرت سے سوچا۔ وہ ان لوگوں میں سے تھا کہ جن کے سامنے سمندر ہو لیکن پھر بھی تشنگی ان کا مقدر بن گئی ہو۔ عباد کے دل میں ٹیس سی اٹھی تھی۔

خیر مقدر تو سب کا اپنا ہوتا ہے۔ عباد نے خود کو تسلی دینے کی کوشش کی۔ انسان بھی بڑا عجیب ہے، کبھی سنگدلی و بے دردی سے اپنے دل کے زخموں کو کریدنے لگتا ہے اور کبھی خود ہی ان زخموں پر مرہم لگانے لگتا ہے۔ اپنے بے کل من کو بہلانے کیلئے نجانے کتنے بہانے ڈھونڈ لیتا ہے۔ عباد کا سامنا اکثر ایسی کیفیات سے پڑتا تھا۔

❋❋❋

آسمان سرمئی بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا، خوشگوار ہوا چل رہی تھی، سانولی سلونی سی شام میں کرن، عباد اور زویا قدم سے قدم ملائے چل رہے تھے۔ ان کے گھر سے کچھ فاصلے پر ہی دو دن قبل نیا آئسکریم پارلر کھلا تھا اس لئے وہ پیدل مارچ کر رہے تھے تاکہ موسم کا لطف اٹھا سکیں۔

آئسکریم پارلر پہنچ کر ان تینوں نے ایک میز منتخب کی اور عباد نے آرڈر دے دیا۔ تھوڑی دیر میں ویٹر انہیں آئسکریم سرو کر رہا تھا اور جب ویٹر نے چاکلیٹ کا فلیور اس کے سامنے رکھا تو زویا نے قدرے حیرت سے عباد کو دیکھا۔

"کیا ہوا؟ ایسے کیوں دیکھ رہی ہو؟" عباد کا لہجہ دھیما تھا۔ کرن نے دھیان نہیں دیا۔

"آپ کو تو چاکلیٹ کا کوئی فلیور پسند نہیں پھر یہ......؟" زویا نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"میری زندگی میں اتنا کچھ بدل گیا تو پسند بدلنے پر کونسی قیامت آ گئی؟" وہ طنز سے

بولا۔

"ہر بات پر طنز کرنا ضروری ہے کیا؟" زویا نے خفگی سے عباد کو دیکھا۔

"ضروری تو اب کچھ بھی نہیں، نہ تمہارے لئے میں اور نہ میرے لئے......" وہ اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا۔

"بات ادھوری کیوں چھوڑ دی؟" وہ بے تابی سے بولی۔

"جو لوگ خود ادھورے ہوں، ان کی باتیں اکثر ادھوری رہ جایا کرتی ہیں۔" عباد سنجیدگی سے بولا۔ ایسا کچھ تھا عباد کے لہجے میں کہ زویا کو ندامت سی محسوس ہوئی۔ وہ خاموشی سے آئسکریم کھانے لگی۔

❋❋❋

شیراز نے پارک کے سامنے گاڑی روکی اور اتر کر متلاشی نگاہوں سے دیکھا۔ نیلماں اسے دور سے ہی ایک درخت کے سائے میں کھڑی نظر آ گئی۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا اس کے نزدیک پہنچ گیا۔

"کیا بات ہے، تم نے مجھے اس طرح سے اچانک کیوں بلایا؟" شیراز نے اسے قدرے الجھی نگاہوں سے دیکھا۔

"بابا صاحب نے جو فیصلہ سنایا، کیا وہ......میرا مطلب ہے کہ آپ کو اس کے متعلق پہلے سے علم تھا؟" نیلماں کا لہجہ قدرے شاکی تھا۔

"تم مجھ پر شک کر رہی ہو؟" شیراز نے قدرے خفگی سے اسے دیکھا۔

نیلماں خاموش رہی۔

"تمہارا خیال ہے کہ یہ فیصلہ میرا ہو سکتا ہے، تمہیں لگتا ہے کہ اگر یہ مجھے معلوم ہوتا کہ بابا صاحب نے میرے بارے میں ایسا کچھ سوچا ہے تو میں وہاں جاتا؟" شیراز کی خفگی مزید بڑھ گئی۔

"میں جانتی ہوں آپ کو میری باتیں، میرا شک ناگوار گزر رہا ہے لیکن کاش آپ میرے دل کی کیفیت جان سکتے، محسوس کر پاتے کہ اس وقت مجھ پر کیا بیت رہی ہے، ہر وقت یہی خوف مجھے جکڑے رہتا ہے کہ کہیں آپ کو مجھ سے کوئی چھین نہ لے۔ اس احساس کے ساتھ جینا کتنا مشکل ہے۔ یہ میں آپ کو لفظوں میں نہیں سمجھا سکتی۔ نہیں سمجھا سکتی۔" نیلماں بے بسی سے بولی۔

"شاید میں تمہاری کیفیت نہیں سمجھ سکتا لیکن اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ مجھ پر اعتبار کرو،

میں کسی طرح کا دعویٰ کروں گا اور نہ وعدہ' کیونکہ دعوے جھوٹے ثابت ہوں یا وعدہ ٹوٹ جائے تو محض تکلیفیں باقی رہ جاتی ہیں یا آنسو میں تمہیں تکلیف دے سکتا ہوں اور نہ تمہاری آنکھوں میں آنسو دیکھ سکتا ہوں۔'' وہ بے حد سنجیدہ تھا۔

''ان باتوں سے آپ کا کیا مطلب ہے؟ پلیز کھل کر بتائیے۔'' نیلماں پھر سے شاکی ہوئی۔

''پلیز نیلماں اس وقت مجھ سے کسی بات کی وضاحت مت مانگو' ابھی مجھے بہت سے محاذ سر کرنے ہیں' تم تک پہنچنے کا راستہ بہت کٹھن ہے' بہت کٹھن...... لیکن بہرحال میں ہر محاذ سر کروں گا۔'' وہ بلند حوصلے سے بولا۔

نیلماں کو اس وقت شیراز اپنی ذات کے الجھاؤ میں گرفتار انسان لگا۔ وہ خاموش ہوگئی۔

❋ ❋ ❋

رضیہ ملازمہ کو رات کے کھانے کے متعلق ہدایات دے رہی تھیں۔ تبھی نیناں ان کے پاس چلی آئی۔ وہ لان میں موجود تھیں۔

''آؤ نیناں۔'' وہ اسے دیکھتے ہی پیار سے بولیں اور ساتھ ہی نوکرانی کو جانے کا اشارہ کیا۔ وہ سر جھکا کر چلی گئیں جبکہ نیناں ان کے سامنے کرسی پر آ بیٹھی۔

کتنی دیر ہوگئی مگر نیناں خاموش تھی۔

''کیا بات ہے؟ کچھ کہنا چاہتی ہو؟'' رضیہ نے خود ہی پہل کی۔

''کیا آج میں امی سے ملنے چلی جاؤں؟'' وہ قدرے دھیمے لہجے میں رضیہ سے اجازت طلب کر رہی تھی۔

''تم جب چاہو جا سکتی ہو' بھلا اس کیلئے اجازت کی کیا ضرورت ہے؟'' رضیہ نے پیار سے کہا۔

جواباً نیناں نے ان کی جانب یوں دیکھا جیسے پوچھ رہی ہو کہ کیا واقعی میری چاہتوں کی کوئی اہمیت ہے۔ رضیہ کی نگاہیں جھک گئیں پھر وہ بڑی ہمت سے بولیں۔ ''دیکھو نیناں! بابا صاحب کا فیصلہ......''

''میں اس موضوع پر کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔ پلیز پھپھو......'' نیناں تیزی سے ان کی بات قطع کر کے ملتجی انداز میں بولی۔

''ٹھیک ہے جیسی تمہاری مرضی۔'' وہ اتنا کہہ کر خاموش ہوگئیں' تبھی گیٹ سے اندر آتی کار دکھائی دی۔

''یہ تو اعوان پیلس کی گاڑی ہے۔'' رضیہ بیگم نے دور سے شناخت کیا۔

''ہاں' وہ میں نے آفاق کو فون کیا تھا کہ وہ مجھے آ کر لے جائے شاید وہی آیا ہو۔''

نیناں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ نیناں کا قیاس بالکل درست تھا۔ وہ آفاق ہی تھا۔

''السلام علیکم پھپھو!'' قریب آتے ہی آفاق نے سلام کیا اور سر ذرا سا جھکا دیا۔

''وعلیکم السلام! جیتے رہو' خوش رہو۔'' رضیہ نے اتنا کہہ کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

''آپا! آپ تیار ہیں نا؟'' آفاق نے سوالیہ نگاہوں سے نیناں کو دیکھا۔

''ہاں چلو۔'' نیناں نے جلدی سے کہا۔ ایک پل کیلئے نیناں کو یوں لگا جیسے اس گھر کی فضا میں اس کا دم گھٹ رہا ہو اور اس ماحول سے وہ بھاگ جانا چاہتی ہو۔ وہ بہت کچھ محسوس کر رہی تھیں لیکن خاموش تھیں۔

❋ ❋ ❋

نیناں اعوان پیلس میں آئی تو سب اس سے بڑے پیار سے ملے' لیکن نیلماں کا رویہ بڑا عجیب سا تھا۔ بہرحال وہ نیلماں کے متعلق نہیں سوچنا چاہتی تھی۔ اس کی اپنی زندگی میں پریشانیاں کم نہ تھیں۔ وہ سب سے مل کر سیدھی اپنے کمرے میں آئی۔ فہد کو بیڈ پر لٹایا اور بیگ سے کپڑے نکال کر الماری میں رکھنے لگی۔ تبھی ذاکرہ کمرے میں داخل ہوئیں۔ وہ بیڈ پر فہد کے قریب بیٹھ کر اسے پیار کرنے لگیں پھر نیناں کی جانب دیکھا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیسے بات شروع کریں۔

''تم نے بہت اچھا کیا کہ فہد کو اپنے ساتھ لے آئیں۔ سب اسے بڑا یاد کر رہے تھے۔'' آخر ذاکرہ نے پہل کی۔

''میں بھی بہت یاد کر رہی تھی بابا صاحب کو۔'' نیناں قدرے تلخی سے گویا ہوئی۔

''تم بابا صاحب سے ناراض ہو؟'' ذاکرہ نے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

''نہیں ہونا چاہئے کیا؟'' نیناں نے الٹا سوال کیا۔

''دیکھو نیناں! انہوں نے جو فیصلہ کیا' تمہاری بھلائی کیلئے کیا اور......؟''

''اپنے بھلے' برے کا فیصلہ میں خود کر سکتی ہوں' بچی نہیں ہوں میں۔'' وہ تیزی سے ذاکرہ کی بات کاٹ کر بولی۔

''آج سے پہلے تو تم نے کبھی ان کے کسی فیصلے سے انحراف نہیں کیا' پھر ایسا کیا ہو گیا؟'' ذاکرہ حیران تھیں۔ وہ الماری سے ہٹ کر ان کے سامنے کھڑی ہوگئی۔

''بابا صاحب نے آج سے پہلے اتنا مضحکہ خیز فیصلہ کیا بھی نہیں۔'' وہ تلخی سے بولی۔

"نیناں! جانتی ہو نا تم کس کے بارے میں کیا بات کر رہی ہو؟" ذاکرہ نے ٹوکا۔

"وہ جنہیں صرف فیصلے سنانے آتے ہیں' لوگوں کی زندگیوں اور ان کے جذبات سے کھیلنا جن کا پسندیدہ مشغلہ ہے۔" وہ قدرے طیش سے بولی۔

"آج سے قبل تو اس گھر کے در و دیوار نے کبھی تمہاری اونچی آواز نہیں سنی پھر اب کونسی قیامت ٹوٹ پڑی کہ تم اس انداز میں بات کر رہی ہو؟" نیناں کا لہجہ ذاکرہ کو ناگوار گزرا تھا۔

"یعنی جو ہوا اس کی آپ لوگوں کے نزدیک کوئی اہمیت ہی نہیں؟" وہ صدمے کی سی کیفیت میں تھی۔

"دیکھو نیناں! زندگی میں اتار چڑھاؤ آتے ہی ہیں' لیکن زندگی اور وقت دونوں کسی کیلئے نہیں رکتے' کیونکہ ان کا وصف آگے بڑھتے رہنا ہے۔ آج تمہارے پاس وقت ہے' تم کوئی مناسب فیصلہ کر سکتی ہو' لیکن کل وقت تمہارا نہیں ہوگا۔ اگر کچھ ہوگا تو پچھتاوا اور اس پچھتاوے کا تعلق شاید تمہاری ذات سے نہ ہو' لیکن تمہاری اولاد سے ضرور ہوگا۔ جب جب تم اپنے بیٹے کو باپ کی شفقت کیلئے ترستے دیکھو گی تب تب تمہیں پچھتاوا ہوگا۔ جب وہ دوسرے بچوں کو حسرت سے دیکھے گا اور اپنے اندر خالی پن' اپنی زندگی میں بہت سی کمیاں محسوس کرے گا تب تمہیں پچھتاوا ہوگا' لیکن افسوس کہ اس وقت تمہارے پاس نہ وقت ہوگا' نہ فیصلے کا اختیار باقی رہے گا۔ تب کیا کرو گی؟" ذاکرہ نے گویا اسے آئینہ دکھایا۔

❋❋❋

"میں اپنے بچے کو اپنے بل بوتے پر پالوں گی' مجھے کسی سہارے کی ضرورت نہیں۔ میں اسے ماں ہی کا نہیں' باپ کا بھی پیار دوں گی۔" نیناں پرعزم لہجے میں بولی۔

"جس طرح کوئی باپ ماں کی جگہ نہیں لے سکتا' اسی طرح کوئی ماں' باپ کا درجہ نہیں پا سکتی۔ اگر یہ ممکن ہوتا تو آج اس دنیا میں حوا کی بیٹیاں ہوتیں یا صرف اس دنیا کو آدم کے بیٹوں نے آباد کیا ہوتا' نیناں! اس خوش فہمی سے نکل آؤ' یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔" ذاکرہ نے اسے حقیقت سے روشناس کرایا۔

"آپ کو لگتا ہے کہ میں اکیلے اپنے بیٹے کی پرورش نہیں کر سکتی؟" نیناں ان کے قریب بیٹھ کر قدرے شاکی لہجے میں بولی۔ "میں یہ نہیں کہہ رہی' تمہیں صرف تصویر کا دوسرا رخ دکھانے کی کوشش کر رہی ہوں لیکن نجانے کیوں تم حقیقت کو تسلیم نہیں کرنا چاہتیں۔" ذاکرہ نے تاسف سے کہا۔

'کاش امی! آپ حقیقت جانتیں...... آپ جانتیں کہ شیراز مجھ سے میری اولاد چھیننا چاہتا ہے۔ وہ اتنا اچھا انسان نہیں جتنا آج تک میں اور آپ اسے سمجھتے رہے ہیں۔' نیناں نے دل میں سوچا لیکن چاہ کر بھی وہ اپنی سوچ کو الفاظ اور آواز نہیں دے پائی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اگر اس نے ذاکرہ یا گھر کے کسی بھی فرد کے سامنے یہ بات کہی تو شاید سب کی نظروں میں شیراز اپنا مقام کھو بیٹھے گا۔ وہ شیراز کو سب کی نظروں میں گرا کر سب کو اپنا فیصلہ ماننے پر مجبور نہیں کرنا چاہتی تھی کیونکہ یہ اس کے اصولوں کے خلاف تھا۔

دونوں خاموش تھیں۔ کمرے میں صرف فہد کے غوں غاں کی آوازیں گونج رہی تھیں' تبھی ملازمہ نے آ کر اطلاع دی کہ کھانا لگ چکا ہے' وہ لوگ ڈائننگ ہال میں آ جائیں۔

"ٹھیک ہے' ہم ابھی آتے ہیں' تم جاؤ۔" ذاکرہ اتنا کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔ "چلو کھانا کھانے چلو اور پلیز وہاں سب کے سامنے کوئی ایسی ویسی بات مت کرنا یوں بھی اس دن بابا صاحب سے تم نے نہایت گستاخانہ لہجے میں بات کی تھی جو سب ہی کو ناگوار گزری تھی' اگر ہو سکے تو

باباصاحب سے معافی مانگ لینا' اس معاملے کو اپنی انا کا مسئلہ مت بنانا۔"

"ٹھیک ہے۔" جواب میں نیناں نے بس اتنا ہی کہا۔ ذاکرہ مطمئن ہو کر دروازے تک گئیں۔ "جلدی آنا۔" انہوں نے ایک لمحے کیلئے رک کر نیناں کو ہدایت کی اور کمرے سے باہر نکل گئیں۔

❋❋❋

رات بہت گہری ہو چکی تھی۔ نیناں لان میں ٹہل رہی تھی۔ ترانہ نے آ کر بتایا کہ باباصاحب اسے اپنے کمرے میں بلا رہے ہیں۔ اطلاع دے کر وہ تو چلی گئی لیکن نیناں کو بہت پریشان کر گئی۔

"اب میں کیا کروں' یہ تو میں بھی جانتی ہوں کہ اس گھر کی چھت تلے رہوں یا سعد کے گھر میں' باباصاحب کے فیصلے کو زیادہ دیر جھٹلا نہیں سکتی۔ میری مسلسل نا کو اگر باباصاحب نے اپنی انا کا مسئلہ بنا لیا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ فہد کو مجھ سے الگ کر کے رضیہ پھپھو کو سونپ دیں کیونکہ باباصاحب کو علم ہے کہ فہد ہی رضیہ پھپھو کے جینے کا سہارا ہے اور اگر ایک مرتبہ انہوں نے فیصلہ کر لیا تو ان کا فیصلہ کبھی نہیں بدلے گا' پھر چاہے میں اپنے بچے کیلئے تڑپ تڑپ کر ہی کیوں نہ مر جاؤں۔"

نیناں عجیب کشمکش میں تھی۔ سوچتے سوچتے ایک خیال اس کے دماغ میں منجمد ہو گیا۔ اب وہ پرسکون ہو کر باباصاحب کے کمرے کی جانب بڑھنے لگی' راستے میں ایاز اور ذاکرہ کے کمرے سے آتی بی جی کی آواز نے نیناں کو ان کی یہاں موجودگی کا احساس دلایا تھا تو گویا باباصاحب مجھ سے اکیلے میں بات کرنا چاہتے ہیں۔

باباصاحب سے اجازت طلب کر کے وہ کمرے میں داخل ہوئی۔ باباصاحب کے پرجلال چہرے پر نیناں کی آنکھیں ٹھہر نہ سکیں۔ نیناں نے نگاہیں چرا لیں۔

"تم یقیناً جانتی ہو گی کہ ہم نے تمہیں یہاں کیوں بلایا ہے؟" باباصاحب کو شاید تمہید باندھنے کی عادت نہ تھی۔

"جی۔" نیناں نے سر جھکا کر مختصر جواب دیا۔

"تو پھر بنا وقت ضائع کیے بتاؤ کہ تمہیں شیراز سے شادی کرنا منظور ہے' تم اس نئے رشتے کیلئے تیار ہو؟"

یہ نیناں کی خوش قسمتی تھی کہ باباصاحب نے اس سے سوال کیا تھا جبکہ وہ صرف فیصلہ کرتے تھے اور سامنے والے کی رضا جانے بنا' اس فیصلے پر عمل کرنے کا حکم جاری کر دیتے تھے۔

باباصاحب منتظر نگاہوں سے نیناں کو دیکھ رہے تھے۔

"نہیں باباصاحب!" نیناں نے جواب دیا۔

"یعنی تم ہمارے فیصلے کو رد کر رہی ہو؟" باباصاحب کا غصہ بڑھ گیا۔

"باباصاحب! میں نے صرف اتنا کہا ہے کہ میں اس وقت اس شادی کیلئے تیار نہیں ہوں لیکن یہ نہیں کہا کہ مجھے آپ کے فیصلے پر اعتراض ہے۔" نیناں نے نرمی سے کہا تو باباصاحب کے چہرے کے خدوخال میں کھنچاؤ کچھ کم ہو گیا۔

"تو......؟" باباصاحب نے سوالیہ نگاہوں سے نیناں کو دیکھا۔

"میں خود کو ذہنی طور پر تیار کرنے کیلئے تھوڑا وقت چاہتی ہوں تاکہ آپ کا فیصلہ میری زندگی کو ایک نیا سمجھوتہ نہیں بلکہ ایک مضبوط رشتہ دے سکے' باباصاحب......! آپ مجھے وقت دیں گے نا......؟" نیناں' باباصاحب کی وہ پوتی تھی جس نے آج تک ان کا کوئی حکم نہیں ٹالا تھا' کبھی باباصاحب کو اس کی جانب سے کوئی شکایت پیدا نہیں ہوئی تھی' یہ زندگی میں پہلا موقع تھا جب نیناں نے اپنے لئے ان سے کچھ مانگا تھا۔ باباصاحب چند ثانیے خاموش رہے۔ نیناں انہیں سہمی ہوئی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

"ٹھیک ہے' ہم تمہیں مہلت دینے کو تیار ہیں لیکن صرف اس وقت تک جب تک ہم چاہیں گے اور تب ہم کسی جواز کو اہمیت دیں گے اور نہ ہی تمہارے پاس انکار کی گنجائش ہو گی۔" وہ فیصلہ کن انداز میں بولے۔

"جی مجھے منظور ہے۔" نیناں نے سعادت مندی سے کہا۔ کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اب یقیناً باباصاحب' شاہ دل اور زوبیہ کی شادی کی تاریخ مقرر کر دیں گے اور اس شادی میں کافی وقت نکل جائے گا' ہو سکتا ہے کہ اس عرصے میں کوئی معجزہ ہو جائے۔ نیناں پرامید تھی۔

"ٹھیک ہے' اب تم جا سکتی ہو۔" باباصاحب نے تحکمانہ لہجے میں کہا تو وہ کمرے سے باہر نکل آئی۔ اس کے دل کا بوجھ کافی حد تک ہلکا ہو گیا تھا' اب بس وہ سوچ رہی تھی کہ اسے کیا کرنا ہے؟

❋❋❋

عباد' زویا اور کرن کو گھر لوٹتے لوٹتے کافی وقت ہو گیا تھا۔ صادقہ اور کمال احمد صحن میں کرسیاں ڈالے بیٹھے تھے۔

"السلام علیکم!" تینوں نے مشترکہ سلام کیا جس کا انہوں نے بڑے پیار سے جواب دیا۔

''ہاں بھئی بڑی دیر لگادی' ہم لوگ کب سے کھانے پر تم لوگوں کے منتظر ہیں۔'' کمال احمد نے سلام کا جواب دینے کے ساتھ انہیں زیادہ وقت ہوجانے کا احساس بھی دلایا۔

''معافی چاہتے ہیں ابو کہ آپ لوگوں کو ہماری وجہ سے انتظار کی زحمت اٹھانی پڑی۔'' عباد نادم ہوگیا۔ زویا اور کرن کھانا لگانے چلی گئیں۔

کھانا کھانے کے بعد زویا نے تمام برتن دھوڈالے' کچن کی صفائی کی' کرن نے بہت منع کیا لیکن زویا نے اسے یہ کہہ کر سونے کیلئے بھیج دیا کہ اسے صبح یونیورسٹی بھی جانا ہے' دیر سے سوئے گی تو صبح وقت پر آنکھ نہیں کھلے گی۔ سو مجبوراً کرن کو اس کی بات ماننی پڑی اور وہ اپنے کمرے میں چلی گئی۔

زویا فارغ ہوکر کمرے میں آئی تو عباد صوفے پر بیٹھا کوئی کتاب پڑھ رہا تھا۔ وہ خاموشی سے بیڈ پر بیٹھ گئی۔ کھڑکی کھلی ہوئی تھی' باہر سے بہت تیز ہوا اندر آرہی تھی۔ زویا اٹھ کر کھڑکی کے پاس آگئی' ہوا اتنی تیز تھی کہ کوشش کے باوجود اس سے کھڑکی کے دونوں پٹ بند نہیں ہو پارہے تھے۔

عباد نے چند لمحے اسے اس مشکل میں گرفتار دیکھا تو اٹھ کر قریب چلا گیا۔ کھڑکی بند کرتے ہوئے عباد کا ہاتھ زویا کے ہاتھ کی پشت کو چھو گیا تو اس نے چونک کر زویا کے چہرے کو دیکھا' جو کافی ستا ہوا سا لگ رہا تھا۔

''ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں؟'' وہ اتنا کہہ کر کھڑکی کے آگے سے ہٹ گئی۔ عباد اس کے سامنے آ کھڑا ہوا اور یکدم سے اس کی پیشانی کو چھوا۔

''تمہیں بخار ہے اور تم نے کسی کو بتایا بھی نہیں؟'' عباد پریشان ہوگیا۔

''کیا فرق پڑتا ہے۔'' زویا مسکرائی۔ عباد خاموش ہوگیا۔ وہ پھر بولی: ''اور شاید فرق تو کسی بات سے بھی نہیں پڑتا۔ تب بھی نہیں جب آپ کے طنز کے تیروں سے میں گھائل ہوجاتی ہوں اور روتے روتے تھک کر خود ہی اپنے آنسو پونچھ لیتی ہوں۔'' زویا کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ عباد کو کچھ ندامت سی محسوس ہوئی۔ زویا خاموش نہیں ہوئی تھی' اس کا دل بھرا ہوا تھا۔ وہ بولے گئی: ''میں نے اب تک جو کہا' وہ میرا غصہ نہیں تھا بلکہ بے بسی کا احساس تھا' میرے بہت کچھ کھودینے کی اذیت تھی' آپ میری زندگی میں اس طرح آئے کہ سب کچھ بکھر گیا' سب سے پہلے کونسا احساس' کونسا رشتہ سنبھالنا تھا' میں یہ فیصلہ نہیں کرپائی' میں اپنے ماضی اور حال کے درمیان بٹ کر رہ گئی لیکن آپ نے میری کیفیت کو نہیں سمجھا بلکہ میری کشمکش کو اپنی انا کا مسئلہ بنالیا اور آپ نے اپنی انا کی تسکین کے لیے مجھے ہرٹ کرنے کا ایک موقع بھی ہاتھ سے نہیں جانے

دیا۔'' زویا کے آنسوؤں میں مزید روانی آ گئی۔ عباد کے دل کو کچھ ہونے لگا اور پھر عباد نے اپنی انا کو پس پشت ڈال کر اس کے آنسوؤں ہی کو نہیں اسے بھی سمیٹ لیا۔ بہت دن بعد زویا کو اپنے زندہ ہونے کا احساس ہوا تھا۔

❋ ❋ ❋

انسان کا انسان سے رشتہ توڑنا یا اسے نظر انداز کرنا ممکن ہے لیکن محبت کا محبت سے رشتہ توڑنا یا نظر انداز کرنا ناممکن ہے' انسان کسی بھی رستے پر قدم رکھے لیکن محبت کو مات دے کر منزل تک کبھی نہیں پہنچ سکتا' جب محبت ہاتھ باندھ کر اس کے راستے میں اس طرح سے کھڑی ہو جاتی ہے کہ تمام راہیں مسدود ہوجائیں' تب اس کے سامنے کوئی راستہ نہیں بچتا کہ وہ محبت کے سامنے ہتھیار ڈال دیتا ہے۔ زویا نے بھی یہی کیا تھا اور نتیجتاً زویا اور عباد ایک ہوگئے تھے۔ آج کی صبح زویا کی زندگی کی سب سے خوبصورت صبح تھی۔ زویا بیڈ سے اتر کر کھڑکی تک آئی اور پھر کھڑکی کے دونوں پٹ کھول دیئے۔ تازہ ہوا اندر داخل ہوئی' بادِ صبا کے شریر سے جھونکے نے اس کی بھیگی بھیگی لٹوں کو چھوا تو زویا کو دلنشین سا احساس ہوا۔ زویا نے ہٹ کر دیکھا' عباد بیڈ پر سو رہا تھا' اس کے چہرے پر بھی وہی سکون تھا جو کل رات اچانک زویا کے دل کو نصیب ہوا تھا۔ زویا اپنے کمرے سے باہر آکر سیدھی کچن میں چلی آئی' جہاں کرن چائے بنارہی تھی۔

''صبح بخیر!'' زویا نے کچن میں داخل ہوتے ہی بڑے خوشگوار انداز میں کہا۔

کرن نے اسے بغور دیکھا۔ گہرے نیلے رنگ کے کاٹن کے سوٹ میں وہ بڑی پیاری لگ رہی تھی۔ تبھی کرن بے اختیار کہہ اٹھی۔ ''کیا بات ہے بھابی! آج آپ بڑی نکھری نکھری لگ رہی ہیں اور آپ کو پتہ ہے کہ آج آپ نے عباد بھائی کا فیورٹ کلر پہنا ہے۔'' کرن نے چائے چولہے سے اتارتے ہوئے کہا۔

زویا فریج سے انڈے نکالنے لگی۔ زویا کے ہونٹوں پر بڑی مطمئن مسکراہٹ تھی۔ کرن کو دلی خوشی ہوئی۔

زویا نے چائے کے دو کپ ٹرے میں رکھے اور ''ابھی آئی۔'' کہہ کر کمال احمد اور صادقہ کے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

''خدا کرے ہمارے گھر کے تمام لوگوں کے چہروں پر ایسا ہی اطمینان بکھر جائے۔'' کرن نے صدقِ دل سے دعا کی۔

❋ ❋ ❋

''آفندی ہاؤس'' میں تمام لوگ ناشتے کی میز پر موجود تھے۔ ''آفندی صاحب! آپ

کو معلوم ہے کہ بابا صاحب نے حکم دیا ہے کہ اگلے ہفتے سے زوبیہ اور شاہ دل کی شادی کی رسومات شروع کر دی جائیں؟'' رضیہ نے آفندی صاحب کو خبر سنائی۔

''شاہ دل راضی ہو گیا؟'' آفندی صاحب نے چائے کا کپ اپنی جانب کھسکاتے ہوئے یونہی سوال کیا۔

''جہاں تک میں شاہ دل کو جانتی ہوں' اسے اپنے سے زیادہ سفینہ کی خوشی کی پروا ہے' اسی کی خوشی کی خاطر شاہ دل نے زوبیہ سے نکاح کیا' بھئی قسمت ہو تو سفینہ جیسی' کہنے کو وہ شاہ دل کی پھپھو ہے لیکن وہ سفینہ کو ماں کا درجہ دیتا ہے' ایک میری قسمت دیکھو جس اولاد کو جنم دیا' اپنا سمجھا' وہ تو غیروں سے بھی بدتر نکلی' ماں باپ کو تو خوشی کیا دیں گے ہاں البتہ انہیں دینے کیلئے دکھ بے تحاشا ہیں۔'' بات کرتے کرتے ان کا لہجہ بھیگ سا گیا۔ شیراز جانتا تھا کہ اس وقت رضیہ صرف اسے جتا رہی ہیں' اسی لئے شیراز نے تڑپ کر انہیں دیکھا تھا مگر رضیہ کو تو جیسے کوئی پروا ہی نہ تھی' وہ اس وقت فراز کی جانب متوجہ تھیں۔ ''فراز! کیا تم آج ذرا جلدی آفس سے آ سکتے ہو؟'' رضیہ نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

''خیریت تو ہے امی......؟'' فراز نے ذرا پریشان ہو کر پوچھا۔

''ہاں' ہاں! بس وہ میں ایک تو نیناں سے ملنے جانا چاہتی تھی پھر مدحت بھابی سے بھی پوچھ لوں کہ اگر انہیں کسی معاملے میں میری مدد کی ضرورت ہو تو مجھے یاد کر لیں۔'' رضیہ نے نرمی سے کہا۔

''ہماری امی کو سارے زمانے کی فکر رہتی ہے۔'' فراز نے ہنستے ہوئے کہا اور فرائی انڈا اپنی پلیٹ میں رکھا۔

''زمانے کی نہ سہی اپنوں کی فکر ضرور کرنی چاہئے کیونکہ انسان پر ان کی محبتوں کے بڑے قرض ہوتے ہیں۔'' رضیہ بیگم نے پھر ایک مرتبہ جیسے شیراز کو احساس دلایا کہ اس کی زندگی پر صرف اس کا ہی نہیں اور لوگوں کا بھی حق ہے اور وہ سب کچھ نظر انداز کر کے خود غرض بن رہا ہے۔

''ٹھیک ہے امی! میں آ جاؤں گا۔'' فراز نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

''لیکن بھائی! کل آپ کہہ رہے تھے کہ آفس میں بہت کام ہے' ہو سکتا ہے آپ بہت لیٹ ہو جائیں۔'' شیراز نے اسے حیرت سے دیکھتے ہوئے یاد دلایا۔

''شیراز! دنیا میں والدین سے زیادہ اہمیت کسی چیز کی نہیں ہوتی' خود ہماری ذات کی بھی نہیں' کام کا کیا ہے' آج نہیں کل ہو جائے گا اور اگر سوال نفع و نقصان کا ہو تو ہم زندگی میں جو پاتے ہیں' اس میں ہمارے نصیب کے علاوہ والدین کی جدوجہد اور ان کی دعاؤں کا عمل دخل ہوتا

ہے اور کچھ کھوتے ہیں تو نصیب یا کسی کی بددعاؤں سے زیادہ خود ہماری ذات کا عمل دخل ہوتا ہے' اپنی بربادی کا ذمہ دار ہمارے سوا اور کوئی نہیں ہوتا۔'' فراز بھی نا چاہتے ہوئے بھی اسے بہت کچھ جتا گیا۔ شیراز کو برا تو لگا مگر ضبط کر گیا۔

''امی! میں آپ کو لے جاؤں گا۔'' شیراز نے اپنی خدمات پیش کیں۔

''ہمیں تمہارے کسی احسان کی ضرورت نہیں ہے' ابھی اتنے محتاج نہیں ہوئے کہ تم پر انحصار کریں' ویسے بھی جو کچھ تم کر سکتے تھے' کر چکے' ہمیں بہت اچھی طرح یہ سبق مل گیا ہے کہ اب تم سے کوئی امید نہ رکھیں۔'' وہ بے حد دکھی تھیں۔ شیراز اٹھ کھڑا ہوا اور اس سے قبل کہ کوئی کچھ کہتا' وہ ناشتہ چھوڑ کر چلا گیا۔

''امی! آپ کو نہیں لگتا کہ آپ اور پاپا اس سے بہت زیادہ بے رخی برت رہے ہیں' باجود اس کے کہ آپ لوگ جانتے ہیں کہ وہ آپ دونوں سے بے انتہا محبت کرتا ہے' آج تک اس نے آپ لوگوں کی ہر خواہش کا احترام کیا ہے اور آپ لوگ......!'' فراز کہتے کہتے رک گیا۔ اسے ڈر تھا کہ کہیں رضیہ بیگم اور آفندی اس سے ناراض نہ ہو جائیں۔

''تمہیں لگتا ہے کہ اسے ہمارے رویئے سے تکلیف ہو رہی ہے تو تم غلط سوچ رہے ہو' اگر انسان خود غرض ہو جائے تو اسے کسی رشتے کے ہونے نہ ہونے سے فرق نہیں پڑتا پھر خواہ وہ ماں' باپ ہی کیوں نہ ہوں۔'' آفندی سنجیدگی سے بولے۔

''نہیں پاپا! وہ خود غرض نہیں ہے' بس تھوڑا کنفیوژ ہے' اس وقت اسے نہیں پتہ کہ اسے کس راہ جانا چاہئے' وہ جو آپ لوگوں نے اس کیلئے منتخب کی ہے یا وہ جو شیراز خود اپنے لئے منتخب کرنا چاہتا ہے' وہ کشمکش میں ہے کہ اس کی زندگی میں کیا ضروری ہے' وہ شاید بہت سی چیزوں کو یکجا کرنا چاہتا ہے' بہت سے رشتوں کو ایک ساتھ لے کر چلنا چاہتا ہے لیکن کسی نہ کسی موڑ پر ناممکنات کا ایک ان دیکھا سلسلہ اس کے سامنے آ جاتا ہے۔'' فراز نے مکمل طور پر اپنے چھوٹے بھائی کا دفاع کیا۔

''تمہارا مسئلہ یہ ہے کہ تم صرف اپنے بھائی کے متعلق سوچتے ہو جبکہ ہم نیناں اور فہد کے متعلق بھی سوچتے ہیں' لیکن یہ سوچتے ہوئے ہم شیراز کو نظر انداز نہیں کرتے۔'' آفندی نے بہت نرمی سے کہا۔ فراز خاموش ہو گیا۔

''اچھا بھئی! جلدی چلو۔ آج آفس جانے کا ارادہ نہیں۔'' آفندی جلدی سے بولے تو فراز گویا نیند سے بیدار ہو گیا۔ شیراز جا چکا تھا' وہ دونوں بھی خدا حافظ کہتے ہوئے چلے گئے تھے۔ رضیہ ہمیشہ کی طرح انہیں گیٹ تک چھوڑنے آئیں۔

✵ ✵ ✵

شیراز وقت سے پہلے ہی گھر آ گیا۔ رضیہ بیگم اسے لاؤنج میں ہی مل گئیں۔

"فراز کہاں ہے؟" انہوں نے سوالیہ نگاہوں سے شیراز کو دیکھا۔

"امی! وہ ایک ضروری میٹنگ میں بزی ہیں' آپ میرے ساتھ چلی چلئے' میں بھی تو آپ کا بیٹا ہوں۔" وہ جیسے انہیں یاد دلا رہا تھا۔

"ہاں! جانتی ہوں اور اس بات کا مجھے بہت افسوس ہے۔" رضیہ بیگم بے رخی سے کہتی ہوئی صوفے پر بیٹھ گئیں۔

شیراز ان کے قدموں میں بیٹھ گیا۔ رضیہ نے نگاہوں کا زاویہ بدل لیا۔

"امی! پلیز مجھے معاف کر دیجئے کہ میں نے آپ لوگوں کو اتنا دکھ دیا' امی! آپ ایک پڑھی لکھی عورت ہیں' ہر بات سمجھتی ہے' آپ کو کیا لگتا ہے کہ جس رشتے کی میرے دل میں کوئی جگہ نہیں' میں اگر اسے زندگی میں شامل کر بھی لوں تو کیا یہ رشتہ مجھے یا کسی اور کو خوشی دے سکے گا؟" اس نے سوالیہ نگاہوں سے ماں کو دیکھا۔

"شیراز فضول کے جواز مت تراشو' میں یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ نیناں سے جڑا کوئی رشتہ کبھی ادھورا نہیں رہ سکتا۔" رضیہ پر یقین تھیں۔ وہ بھی اس قدر کہ شیراز حیران ہو گیا۔

"ٹھیک ہے اگر آپ کو یقین ہے مجھے بھی آپ کے یقین پر یقین ہے' آپ جب کہیں گی' میں نکاح کر لوں گا۔" وہ مضبوط لہجے میں بولا کیونکہ اب وہ اپنے ماں' باپ کی بے رخی برداشت نہیں کر سکتا تھا' اپنوں کے درمیان اجنبی بن کر مزید اذیت سے نہیں گزر سکتا تھا۔

رضیہ نے اٹھ کر شیراز کی پیشانی چوم لی اور آج بہت دنوں کے بعد اسے ڈھیروں دعائیں ملی تھیں۔

✵ ✵ ✵

رضیہ' شیراز کی ہاں کی خبر کے ساتھ "اعوان پیلس" پہنچی تھیں۔ نیناں' ترانہ کے ساتھ شاپنگ کیلئے گئی تھی۔

نیلماں کو پتہ چلا تو اسے یوں لگا گویا آسمان سر پر ٹوٹ پڑا ہو' وہ سب کے بیچ سے اٹھ کر لان میں چلی گئی' شیراز بھی کسی بہانے سے اس کے پیچھے چلا آیا تھا۔ نیلماں ایک کونے میں بیٹھی رو رہی تھی جبکہ آس پاس کوئی نہ تھا۔ شیراز اکڑوں بیٹھ گیا اور نیلماں کو پکارا۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا' نیلماں کی آنکھوں میں شیراز نے صرف آنسو اور شکوے نہیں بلکہ ٹوٹے خوابوں کی کرچیاں دیکھی تھیں۔

"میں جانتا ہوں نیلماں کہ اس وقت تم میری کوئی بات نہیں سننا چاہو گی' اس کے باوجود میں تمہیں کچھ بتانا چاہتا ہوں۔" نیلماں نے رخ پھیر لیا۔ شیراز کہتا رہا۔ "لوگ کہتے ہیں کہ ایک مرد کو بھلا کیا مجبوری ہو سکتی ہے' وہ جو چاہے کر سکتا ہے شاید کل تک میں بھی یہی سوچتا تھا لیکن اب محسوس ہوا کہ اس معاشرے کا سب سے با اختیار انسان بھی مجبور ہو سکتا ہے جس طرح ایک عورت اپنی محبت کو کبھی اپنے والدین کی عزت پر' کبھی خاندانی وقار پر اور کبھی بہن' بھائیوں کے مستقبل پر قربان کر دیتی ہے' اسی طرح ایک مرد بھی اپنی چاہت کو قربان کرتا ہے کیونکہ اس کے پاس بھی ماں' باپ جیسے رشتے ہوتے ہیں' جنہیں وہ اپنی چاہت پر قربان نہیں کر سکتا' میں نے یہ فیصلہ خوشی سے نہیں کیا لیکن مجھے یہ فیصلہ کرنا پڑا کیونکہ میں اپنوں کے بیچ اجنبی ہو گیا تھا' مجھے یوں لگ رہا تھا کہ جیسے میرا وجود بے معنی ہو گیا ہو' جس اذیت سے میں گزر رہا تھا' اس کا تم اندازہ بھی نہیں لگا سکتیں اور......!"

شیراز کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا۔ تبھی نیلماں نے تیزی سے اس کی بات قطع کرتے ہوئے کہا۔ "آپ کی دلیلیں' آپ کے جواز کچھ بھی اس حقیقت کو رد نہیں کر سکتا کہ آپ نے بے وفائی کی ہے' آپ خواہ جو کہیں' میں آپ کو اس جرم کیلئے کبھی معاف نہیں کروں گی...... آپ کہتے تھے کہ میں آپ پر یقین رکھوں تو آج مجھے اس یقین سے نفرت ہو رہی ہے۔" نیلماں بھڑک اٹھی تھی۔

شیراز خاموش تھا' کیا کہتا' اس کے پاس کچھ بھی کہنے کو نہیں تھا جبکہ نیلماں بولے جا رہی تھی۔ "آپ جانتے ہیں با وفا اور بے وفا میں کیا فرق ہوتا ہے؟" اس نے سوالیہ نگاہوں سے شیراز کو دیکھا۔ وہ کچھ نہیں بولا۔ تب نیلماں خود ہی بولی۔ "با وفا وہ ہوتا ہے جو بے وفائی کے سارے مواقع جان بوجھ کر ضائع کر دے اور بے وفا وہ ہوتا ہے جو وفا کی قیمت بے وفائی سے چکاتا ہے اور ایسا کرتے ہوئے اسے تکلیف نہیں ہوتی بلکہ اس کی نگاہ نئی منزل پر ہوتی ہے۔" نیلماں کی آواز لرز رہی تھی۔ شیراز اس مقام پر تھا جہاں اس کا سچ بھی نیلماں کو فریب لگ رہا تھا' اس کے تمام الفاظ جیسے بے معنی ہو گئے تھے' اس لئے وہ اٹھ کھڑا ہوا' وہ نیلماں کے کچھ کہنے کا منتظر تھا۔

"چلے جائیے یہاں سے' یہ رشتہ یہیں ختم ہوتا ہے۔" نیلماں نے اجنبیت سے کہا۔

شیراز کو تکلیف ہوئی مگر اس کے بعد وہ وہاں نہیں ٹھہرا' تیز تیز قدم اٹھاتا اندر چلا آیا جہاں سب لوگ سٹنگ روم میں بیٹھے زوبیہ اور شاہ دل کی شادی کی باتیں کر رہے تھے جبکہ وہ دونوں عدم دلچسپی کا مظاہرہ کر رہے تھے' شیراز بھی شاہ دل اور آفاق کے درمیان قالین پر بیٹھ گیا'

باقی تمام بڑے صوفوں پر بیٹھے تھے۔

مہندی مایوں کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ لڑکیوں کا خیال تھا کہ مہندی اور مایوں الگ الگ کرنی چاہیئے جبکہ لڑکوں کا اصرار تھا کہ دونوں تقاریب ایک ساتھ ہوں تا کہ تمام کام ایک ہی وقت میں نمٹ جائیں۔

''ہاں بھئی کہہ تو یہ لوگ ٹھیک رہے ہیں' میرا خیال ہے کہ مہندی' مایوں ایک ہی دن کر لیتے ہیں۔'' بی جی نے لڑکوں کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ لڑکوں نے شور مچا کر وکٹری کا نشان دکھایا جبکہ لڑکیاں منہ چڑانے لگیں۔ اتنے شور و ہنگامے میں کسی نے شیراز کی جانب دھیان نہیں دیا' البتہ شاہ دل کی نگاہیں مستقل شیراز کے پریشان چہرے پر تھیں۔

''آؤ میرے کمرے میں چلو' کچھ باتیں کرنی ہیں۔'' شاہ دل اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ شیراز بھی اٹھ گیا۔

''تم لوگ کہاں چلے؟'' انہیں اٹھتا دیکھ کر سب نے بیک وقت سوال کیا۔

''ویسے ہی ذرا ہم لوگ باہر لان میں جا رہے تھے۔'' شاہ دل نے جلدی سے کہا۔

''ہاں بھئی اسپیشل میر ڈسکشن......!'' فراز نے کہا تو سب ہنسنے لگے۔

شاہ دل' شیراز کو لے کر اپنے کمرے میں آ گیا اور بولا۔ ''ہاں بھئی! یہ آپ کے چہرے پہ بارہ کیوں بج رہے ہیں؟''

''نہیں! ایسی کوئی بات نہیں' میں خوش ہوں' دیکھو نا میری زندگی کا اتنا بڑا موقع ہے' میری شادی طے ہو گئی ہے' سب خوش ہیں اور کیا چاہیئے؟'' وہ چلتے چلتے کھڑکی کے قریب آ کر رک گیا۔ کھڑکی کھلی تھی اور وہاں سے وسیع و عریض لان کا وہ حصہ دکھائی دے رہا تھا۔ سامنے نیلماں بیٹھی تھی' شیراز کے دل میں ٹیس سی اٹھی' وہ ابھی تک وہیں بیٹھی تھی' ناامیدی کے حصار میں قید' اداس اور ادھوری سی......! شیراز کو بے حد تکلیف محسوس ہوئی۔

''شیراز! میں جانتا ہوں کہ تم نے یہ فیصلہ حالات کے تحت کیا ہے لیکن اگر فیصلہ کر ہی لیا ہے تو ہمت سے کام لو' اصل چیز فیصلہ کرنا نہیں ہوتا بلکہ اس فیصلے پر قائم رہنا ہوتا ہے' زندگی کی آزمائشوں سے گزرنے کیلئے حوصلے کی ضرورت ہوتی ہے۔'' شاہ دل نے سمجھایا اور اٹھ کر شیراز کی پشت پر آن ٹھہرا۔

''میرے سامنے چند آزمائشیں نہیں آزمائشوں کا لامتناہی سلسلہ ہے جو کہاں ختم ہوتا ہے' اس سے میں خود ناواقف ہوں۔'' شیراز کے لہجے میں برسوں کی تھکن تھی۔

شاہ دل خود بھی لگ بھگ ایسے ہی حالات سے گزر رہا تھا' اس لئے شیراز کی کیفیات کو

بخوبی سمجھتا تھا اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ ایسے وقت میں کوئی حرف تسلی وجہ سکون نہیں بن سکتا' اس لئے اس نے بڑی خاموشی سے شیراز کے شانے پر ہاتھ رکھا تھا۔ وہ شیراز کی نگاہیں نیلماں پر ٹکی دیکھ کر بہت کچھ سمجھ چکا تھا۔

❋ ❋ ❋

شام ڈھل رہی تھی' زوبیہ اپنے کمرے میں بیڈ پر لیٹی چھت پر لگے قیمتی فانوس کو دیکھ رہی تھی' جس سے رنگ برنگی روشنیاں نکل نکل کر بڑے رنگین اور دلکش دائرے بنا رہی تھیں' بالکل ایسے ہی جیسے سورج کے وجود سے نکلنے والی شعاعیں زمین پر دیواروں پر چھتوں پر نئے نئے عکس بناتی ہیں' آسمان سے زمین تک اترنے والے رنگوں کو یہ سلسلہ زمین و آسمان کے درمیان ایک اٹوٹ تعلق بنا دیتا ہے لیکن وہ دونوں زوبیہ اور شاہ دل جن میں زمین' آسمان جتنا فاصلہ تھا' لیکن کہیں کوئی ایسا سلسلہ نہیں تھا جو انہیں ایک دوسرے سے جوڑتا ہو۔ کیا بنے گا اس رشتے کا جس میں امید' خواب' آنسو' تڑپ اور کوئی حرفِ دعا شامل نہیں تھا۔ زوبیہ اک تسلسل سے یہ سب سوچے جا رہی تھی' تبھی آنسہ کمرے میں داخل ہوئی' اس کے ساتھ نیناں بھی تھی۔ وہ دونوں بیڈ کے قریب چلی آئیں اور زوبیہ کو پکارا تو وہ چونک اٹھی اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔

''چلو زوبیہ! جلدی سے تیار ہو جاؤ' ہمیں شاپنگ کیلئے جانا ہے۔'' ترانہ نے کمر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''کس خوشی میں......؟'' زوبیہ نے انہیں سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

''بھئی آپ کی شادی کی خوشی میں۔'' ترانہ نے گویا یاد دلایا۔ نیناں' زوبیہ کے قریب ہی بیڈ پر بیٹھ گئی مگر نیناں بالکل خاموش تھی۔

''میری شادی......! ہاں اچھی خبر ہے۔'' زوبیہ نے اپنے شانوں سے نیچے تک کھلے بالوں کو جوڑے کی شکل میں لپیٹ لیا۔ لہجہ بڑا عجیب تھا۔

''ارے میں نے جس سوٹ کے ساتھ میچنگ جیولری لینی ہے' وہ تو میں بھول گئی' بس میں ابھی پانچ منٹ میں آئی جب تک تم تیار ہو جاؤ۔'' ترانہ ہدایت دیتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی۔

''زوبیہ! تم خوش نہیں ہو کیا؟'' نیناں نے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

''کٹھ پتلیوں کا کام دوسرے کے اشاروں پر ناچنا ہوتا ہے نہ کہ اپنی خوشی اور غم کا اظہار کرنا۔'' وہ یوں ہنسی گویا اپنی حالت پر ہنس رہی ہو۔ نیناں کو بہت دکھ ہوا لیکن وہ خاموش تھی۔ وہ پھر بولی۔ ''نیناں! یہ فانوس دیکھ رہی ہو نا......!''

بے اختیار نیناں کی نگاہیں فانوس کی جانب اٹھ گئیں۔ ''ہماری خوشیوں کی قیمت اس فانوس کی قیمت سے بہت کم ہے' یہ کتنا روشن ہے لیکن نجانے اس کے اندر کتنے اندھیرے ہوں گے' ہمارے بھی چاروں طرف کتنے اجالے' کتنی جگمگاہٹیں ہیں لیکن ہماری ذات میں سناٹا ہے' تاریکیاں ہیں۔'' زوبیہ کی آنکھیں برسنے لگیں۔

''شاید اس لئے کہ زندگی میں سب کو سب کچھ نہیں ملتا۔'' نیناں نے نگاہیں چراتے ہوئے کہا۔ اس کی کیفیت بھی زوبیہ سے مختلف نہ تھی' زندگی کے جس موڑ پر وہ کھڑی تھی' خود اس کے اپنے حوصلے پسپا ہو رہے تھے' زوبیہ کو حوصلہ کیسے دیتی' وہ پتھر کی مورت بنی کتنی دیر تک زوبیہ کو دیکھتی رہی۔ جب وہ خوب اچھی طرح سے رو چکی تو نیناں نے بڑی مشکل سے اسے شاپنگ پر چلنے کیلئے راضی کیا۔ دونوں ہال میں آئیں تو باقی سب بھی جانے کو تیار کھڑے تھے۔

لڑکے' لڑکیوں کو تو اپنی شاپنگ کی فکر تھی' جبکہ خواتین بطور خاص زوبیہ کے زیورات وغیرہ کیلئے جا رہی تھیں۔

❋❋❋

سب لوگ شاپنگ سے واپس لوٹے تو سٹنگ روم میں بی جی کے سامنے بیٹھ گئے۔ زوبیہ کے زیورات کو سب باری باری دیکھ رہے تھے' تبصرہ بھی ہو رہا تھا۔ سفینہ نے کچھ زیورات اپنی مرضی سے خریدے تھے' اب وہ زوبیہ کو پسند کرا رہی تھیں' ساتھ ساتھ سب کی رائے بھی لے رہی تھیں۔ ''شاہ دل تم بتاؤ کیسے ہیں؟'' سفینہ نے شاہ دل کو متوجہ کیا۔

''پہننے آپ کی بہو نے ہیں' مجھ سے کیوں رائے لے رہی ہیں؟'' شاہ دل نے یونہی اک سرسری سی نگاہ زوبیہ پر ڈالتے ہوئے کہا۔ لہجے میں بیزاری تھی جسے تقریباً سب نے محسوس کیا تھا لیکن ظاہر نہیں ہونے دیا۔ زوبیہ کو جیسے اس بات سے کوئی فرق ہی نہیں پڑا۔

''ہاں! شاہ دل کہہ تو ٹھیک ہی رہا ہے۔'' رضیہ نے جلدی سے کہا' پھر انہوں نے بڑی خوبصورت سی سرخ رنگ کی ساڑھی سب کو دکھائی' جو وہ نیناں کی کھلتی ہوئی رنگ کو دھیان میں رکھ کر بطور خاص لائی تھیں۔ سب عش عش کر اٹھے۔

تبھی نیلماں بولی۔ ''رضیہ خالہ! بی جی کہتی ہیں کہ بیواؤں کو ایسے رنگ نہیں پہننے چاہئیں۔'' نیلماں نے زہر میں بجھا تیر چھوڑا۔

سب نے چونک کر نیلماں کو دیکھا۔ شیراز کو اس کے الفاظ اچھے نہیں لگے جبکہ نیناں کو لگا کہ جیسے کسی نے اس کے منہ پر زوردار طمانچہ دے مارا ہو۔ وہ بڑی خوشی سے اس ساڑھی کو دیکھ رہی تھی لیکن نیلماں کی بات سن کر یکدم نیناں کو اپنے ہاتھ بے جان ہوتے محسوس ہوئے۔ ساڑھی

اس کے ہاتھ سے گر گئی' آنکھوں میں سمندر آن ٹھہرا' مزید وہاں نیناں کیلئے رکنا محال تھا' اس لئے وہ اٹھ کر تیز تیز قدموں سے کمرے سے نکل گئی۔

''نیلماں! یہ بات کرنے کا کونسا طریقہ ہے؟'' رضیہ نے بے حد خفگی سے دیکھا' باقی سب کے چہروں پر بھی ناگواری تھی۔ نیلماں جلدی سے بولی۔ ''میں نے تو بس یونہی کہہ دیا تھا' میرا ارادہ نیناں آپا کو دکھ پہنچانے کا ہرگز نہیں تھا۔''

''نیلماں! انجانے میں ہی سہی تم نے جو بھی کہا' اس سے نیناں کو دکھ پہنچا ہے اور اچھا یہی ہوگا کہ تم اس سے جا کر معافی مانگ لو۔'' بی جی نے حکم صادر کیا تو وہ سعادت مندی سے سر جھکا کر سٹنگ روم سے باہر نکل گئی۔

شیراز بھی پانی پینے کے بہانے اس کے پیچھے آیا۔ شیراز نے پکارا تو نیلماں کے قدم ساکت ہو گئے' شیراز اس کے سامنے آ ٹھہرا۔ ''نیلماں! تمہیں کم از کم نیناں سے اس طرح بات نہیں کرنی چاہئے تھی۔'' شیراز کے لہجے میں ناگواری تھی۔

''وہ آپ کی اپنی ہے اس لئے آپ کو برا لگا؟'' نیلماں نے چبھتی نگاہوں سے شیراز کو دیکھا۔

''نیلماں! وہ انسان ہے اور انسانیت کے بھی کچھ تقاضے ہوتے ہیں۔'' وہ خفا تھا۔

''اور محبت......! محبت کے تقاضے نہیں ہوتے کیا؟'' نیلماں نے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

''دیکھو نیلماں! تمہیں جو شکایات ہیں' اس میں نیناں کی کوئی غلطی نہیں' نیناں ہمارے متعلق کچھ بھی نہیں جانتی۔ شاید وہ بھی حالات سے مجبور ہے بلکہ دیکھا جائے تو ہم تینوں اپنی اپنی جگہ مجبور ہیں' لیکن یوں ایک دوسرے کو الزام دینے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔'' شیراز نے نرمی سے سمجھایا۔

''آپ کو تو دنیا کے تمام بے وفاؤں کا وکیل ہونا چاہئے تھا کیونکہ آپ کو جرم کو بھی چھپانا آتا ہے اور مجرم کو بچانا بھی......! ایک وقت تھا جب آپ کو میرے درد کا بہت احساس ہوتا تھا اور آج مجھ سے زیادہ آپ کو نیناں کے درد کا احساس ہے' مرد ذات کیلئے بدلنا کتنا آسان ہوتا ہے۔'' وہ قدرے تلخی سے گویا ہوئی۔

''نیلماں! درد چاہے میرا ہو تمہارا ہو' نیناں کا...... تکلیف سب کو ایک سی ہوتی ہے' بالکل ایسے ہی جیسے لوگوں کے دل کا دھڑکنا یا سانس لینا۔'' شیراز نے نرمی سے کہا۔

''اگر ایسی بات ہے تو ہر انسان کیلئے ہمارے جذبات و احساسات بدل کیوں جاتے

ہیں؟'' اس نے سوالیہ نگاہوں سے شیراز کو دیکھا۔ اس مرتبہ وہ خاموش رہا۔

''کیا ہوا جواب نہیں دیا؟ ہوگا بھی کیسے' اس کا جواب تو کسی کیلئے بھی دینا ممکن نہیں۔'' اس نے گویا طنز کیا۔

''بہرحال نیناں سے کچھ مت کہنا' اس کا دکھ بڑھ جائے گا' اب کم از کم میں تم سے اتنی امید تو کر سکتا ہوں نا......؟'' شیراز نے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

''نہیں۔'' وہ اتنا کہہ کر آگے بڑھ گئی اور شیراز حیرت سے اسے دیکھتا رہ گیا۔

❋ ❋ ❋

مایوں' مہندی تو کل تھی لیکن ''اعوان پیلس'' میں ابھی سے خوب رونق لگی ہوئی تھی۔ تمام لڑکیاں ہال میں ڈھول لئے بیٹھی تھیں' ترانہ کے دوپٹے پر چند موتی ٹانکنے کیلئے رہ گئے تھے' سو وہ اپنے دوپٹے میں مصروف تھی' اس نے یہ سوٹ کل پہننا تھا۔

آنسہ' زوبیہ کے ہاتھوں پر مہندی لگانے لگی۔ زوبیہ کو یہ سب بالکل اچھا نہیں لگ رہا تھا مگر مجبوری تھی' تمام لڑکوں کی ٹولی بھی ادھر ہی آ گئی۔ آج کے دن شاہ دل کو بھی آنے کی اجازت تھی لیکن اسے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ بہرحال لڑکے زبردستی اسے اس محفل میں لے آئے تھے' وہ بھی بیزار ہی بیٹھا تھا' بڑی عمر کی خواتین بھی اس محفل کو انجوائے کر رہی تھیں' البتہ مرد حضرات نے سٹنگ روم میں شطرنج کی بساط بچھا رکھی تھی۔

''بھئی اب اگر لڑکے اور لڑکیاں آمنے سامنے ہو ہی گئے ہیں تو کیوں نا ایک زبردست مقابلہ ہو جائے۔'' رزاق نے کہا۔ سب نے بڑی زور سے ''ہاں'' کہی۔

''لیکن مقابلہ گانوں کا نہیں ہوگا بلکہ شاعری کا ہوگا۔'' فراز نے شرط رکھی۔

''نہیں' نہیں۔'' لڑکیوں نے شور مچایا۔

''رہنے دیں فراز بھائی! ان کے بس کا کام نہیں۔'' آفاق نے اکسایا۔

''جی نہیں! ہم مقابلے کو تیار ہیں۔'' سب لڑکیوں نے جوش سے کہا۔ لڑکے اور لڑکیاں گروپ میں آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ سب سے پہلے الماس آپا کی باری آئی تو وہ بولیں۔ ''بھئی ہم سے تو اب شاعری نہیں' بچوں کے مسائل سن لو۔'' وہ معذرت خواہانہ انداز میں بولیں۔ اس وقت بھی ان کی گود میں ان کی چھوٹی بچی تھی جو کسی بات پر ضد کر رہی تھی' باقی دونوں بڑے بچے ہال میں بھاگتے پھر رہے تھے۔ سب نے ان کے شوہر نوید کو گھسیٹا تو وہ بیچارے راضی ہو گئے۔ ''ہاں بھئی! ہمارا شعر ذرا غور سے سننا' سب کیلئے سبق ہے۔'' انہوں نے سب کو متوجہ کیا۔ ارشاد' سب نے ایک زبان ہو کر کہا:

''ہاں! تو عرض کیا ہے۔'' وہ کچھ کہنا ہی چاہتے تھے' تبھی فراز نے شرارت سے کہا:

''نوید بھائی! شادی کے بعد بندہ بس عرض ہی کرتا ہے۔'' سب کا چھت پھاڑ قہقہہ گونجا۔ ''میاں! ایک مرتبہ ہماری فہرست میں شامل ہو جاؤ' پھر ہم دیکھتے ہیں کہ تم عرض کیسے نہیں کرتے۔'' نوید بھائی نے دوبدو جواب دیتے ہوئے کہا۔

❋ ❋ ❋

رات جب زویا اور عباد تنہا ہوئے تو اس نے عباد کو زوبیہ اور شاہ دل' نیناں اور شیراز کے بارے میں بتایا۔

''یہ سب یقیناً تمہارے بابا صاحب کے فیصلوں کی وجہ سے ممکن ہوا ہوگا۔'' عباد نے کہا۔ ''ویسے ہی انہیں دوسروں کی تقدیروں کے فیصلے کرنے کا بڑا شوق ہے' دوسروں کے دلوں سے کھیلنے میں انہیں بڑا مزہ آتا ہے' انہیں لگتا ہے کہ ان کے فیصلوں کی اہمیت کسی کی محبت یا کسی بھی رشتے سے بڑھ کر ہے۔'' عباد کے لہجے میں تلخی در آئی۔ زویا خاموش ہو گئی۔ عباد اٹھ کر بیٹھ گیا اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ ''آئی ایم سوری زویا! میرا مقصد تمہیں ہرٹ کرنا ہرگز نہیں تھا مگر میں کیا کروں' میں یہ کبھی نہیں بھول سکتا کہ انہوں نے تمہیں مجھ سے الگ کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔'' زویا نے فقط اتنا کہا۔ ''عباد! ملن اور جدائی نصیب میں درج ہوتی ہے' انسان کے اختیارات تقدیر کے سامنے بہت محدود ہیں' بظاہر جو فیصلے انسان کرتا ہے' اس کے درپردہ تقدیر ہی ہوتی ہے۔ اس لئے انسان سے کیسا شکوہ' کیسی بدگمانی......! پھر عباد! اس وقت حالات ہی کچھ ایسے تھے جب ہم دونوں ایک دوسرے کو غلط سمجھ سکتے ہیں تو کوئی اور کیوں نہیں...... میں نے سب کچھ بھلا دیا ہے' آپ بھی سب کچھ بھول جائیں' معاف کر دینے سے بہت سکون حاصل ہوتا ہے۔'' زویا نے سلیقے سے اسے سمجھایا۔

''تم واقعی بہت اچھی ہو۔'' عباد نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ بھی مسکرا دی۔

❋ ❋ ❋

رات جب محفل تمام ہوئی تو سب اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔ شیراز اب تک ملازمین کے ساتھ مختلف چیزوں کو اپنی نگرانی میں ان کے مخصوص مقامات پر رکھوا رہا تھا۔ جبکہ کچن میں نیناں بچا ہوا کھانا محفوظ کروا رہی تھی۔

فراغت پا کر وہ ہال سے لاؤنج میں آ گیا۔ بڑے مطمئن انداز میں بیٹھ کر سر صوفے کی پشت سے ٹکایا اور آنکھیں موند لیں۔ وہ آج حقیقتاً تھک بھی بہت گیا تھا۔

نیناں جانتی تھی کہ اس نے اب تک کھانا نہیں کھایا' اس لئے اس نے نوکرانی کو بھیجا تھا

کہ وہ اسے کھانا دے آئے' ملازمہ کھانا تو رکھ آئی مگر اسے جگانے کی ہمت نہیں کی' اس لئے اب نیناں خود آئی تھی لیکن سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیسے جگائے۔ بہت وقت ہو گیا تھا' دونوں میں بات نہیں ہوئی تھی۔ شیراز کے پاس تو نجانے کیا وجہ تھی لیکن نیناں کے خیال میں اس کے پاس مضبوط جواز تھا کہ شیراز اس سے اس کا بچہ چھیننا چاہتا ہے' ایسے بے حس انسان سے وہ بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔

سب کچھ اپنی جگہ لیکن بہرحال وہ سعد کا بھائی تھا اور اس کا خیال رکھنا نیناں اپنا فرض سمجھتی تھی۔ نیناں نے اسے دو تین مرتبہ پکارا لیکن پتہ نہیں اس کی آواز دھیمی تھی یا شیراز سو گیا تھا۔ بہرحال وہ متوجہ نہیں ہوا' نیناں نے میز پر پڑا پیتل کا گلدان زمین پر پھینک دیا۔ شیراز نے قدرے چونک کر آنکھیں کھولیں اور اس سے قبل کہ وہ کچھ پوچھتا' نیناں جلدی سے بولی۔ ''کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے' کھالیں۔'' وہ اتنا کہہ کر واپس جانے لگی تبھی شیراز نے پکارا۔ ''نیناں......!''

اس کے منہ سے اپنا نام سن کر نیناں قدرے چونک کر پلٹی تھی۔ شیراز صوفے سے اٹھ کر اس کے سامنے آ گیا۔ ''اگر تم اس وجہ سے بات نہیں کر رہیں کہ میں نے شادی کیلئے ہاں کر دی ہے تو اس حوالے سے تم خود بھی گناہگار ہو' تم بھی اس فیصلے میں شریک ہو مگر میں نے تو تمہیں کوئی الزام نہیں دیا' میں تو تم سے خفا نہیں ہوا۔'' شیراز جیسے اس سے یہ سب کچھ پوچھنے کو بے چین تھا۔

''کیونکہ آپ کو اس کا حق ہی نہیں۔'' اس نے ایک پل کیلئے شیراز کو چونکا دیا۔ ''مجھے نہیں معلوم کہ مسلسل انکار کرنے کے بعد آپ کی ہاں کی وجہ کیا ہے اور نہ ہی میں یہ جاننے میں دلچسپی رکھتی ہوں' لیکن میں نے ہاں کیوں کی...... یہ جاننا آپ کیلئے بہت ضروری ہے' میں نے ہاں فہد کی وجہ سے کی۔ اس خوف کے تحت کہ کہیں آپ اسے مجھ سے چھین نہ لیں کیونکہ سب کے خیال میں وہ صرف سعد کی اولاد ہے' میرا تو اس پر جیسے کوئی حق ہی نہیں' آپ کیلئے وراثت اہم ہے' مامتا نہیں۔'' نیناں جیسے پھٹ پڑی تھی۔

تو گویا اس کے خیالات نیناں تک پہنچ گئے۔ یہ سوچ کر شیراز شرمندہ ہو گیا۔

''چاہتی تو آپ کے خیالات کو سب کے سامنے بے نقاب کر کے اس شادی سے انکار کی وجہ بنا سکتی تھی لیکن میں نے ایسا نہیں کیا کیونکہ میں کبھی نہیں چاہوں گی کہ میری وجہ سے آپ کی نگاہیں سب کے سامنے جھکیں' میں اتنی خودغرض نہیں ہو سکتی کہ صرف آپ کو تکلیف دینے کیلئے ان بہت سے لوگوں کی گردنیں جھکا دوں جو میری زندگی کا اہم ترین حصہ ہیں' میں آفندی ہاؤس میں نہیں بستی' آفندی ہاؤس مجھ میں بستا ہے لیکن یہ بات آپ نہیں سمجھیں گے' کبھی

نہیں......'' نیناں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تب وہ مزید وہاں نہیں رکی۔ اس گھڑی شیراز کو اپنی سوچ سے نفرت ہونے لگی۔ یہ اس نے کیا کر دیا تھا' اپنی غرض میں وہ کتنا اندھا ہو گیا تھا' اس کا احساس اسے اب ہو رہا تھا۔

❋❋❋

اور وہ دن آ ہی گیا جب زوبیہ' شاہ دل کی دلہن بن گئی۔

زوبیہ کو شاہ دل کے کمرے میں بٹھا کر سب دروازے کے آگے راستہ روک کر کھڑی ہو گئیں تا کہ اس سے نیگ وصول کر سکیں۔ زوبیہ کو سب کی ملی جلی آوازیں اندر تک سنائی دے رہی تھیں۔ سفینہ کے کمرے میں وہ کئی مرتبہ گئی تھی لیکن زوبیہ نے شاہ دل کے کمرے میں کبھی قدم نہیں رکھا تھا اور قسمت کی ستم ظریفی یہی تھی کہ جس شخص کو کبھی اس نے نظر بھر کر دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا تھا' آج وہ اس کی دلہن بنی بیٹھی تھی۔ کبھی کبھی قسمت بڑے عجیب کھیل کھیلتی ہے' جو زندگی میں ہوتا ہے' وہ ہاتھوں کی لکیروں میں کہیں نہیں ہوتا اور جو نام مقدر میں لکھ دیا جاتا ہے' وہ اس طرح سے زندگی میں شامل ہوتا ہے کہ اپنے زندہ ہونے کا احساس بہت پیچھے رہ جاتا ہے۔

شاہ دل کمرے میں آیا تو خلاف توقع زوبیہ کو گھونگھٹ نکالے' سر جھکائے دیکھا حالانکہ وہ تو کچھ اور ہی توقع کر رہا تھا۔

❋❋❋

شاہ دل کرسی گھسیٹ کر بیڈ کے نزدیک بیٹھ گیا جبکہ زوبیہ اسی طرح بیٹھی رہی۔

کتنی عجیب بات تھی کہ یہ رات جس کے حوالے سے آنکھوں میں کئی خواب اور دل میں کئی ارمان ہوتے ہیں' اس رات شاہ دل کے من میں کوئی ارمان تھا' نہ آنکھوں میں کوئی سپنا...... شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے جسے چاہا تھا' وہ اس کی نہ بن سکی اور جو اس کی بنی تھی' اسے شاہ دل نے کبھی چاہا ہی نہیں تھا اور سب سے بڑھ کر اس کے اور شاہ دل کے درمیان سفینہ کا ماضی دیوار کی مانند حائل تھا۔

شاہ دل نے سگریٹ سلگا لیا اور دو تین کش لینے کے بعد گویا ہوا۔ ''جہاں تک میں جانتا ہوں کہ تم یہاں صرف پھپھو سے واقف ہو پھر بھی میں تم پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ تم یہاں صرف پھپھو کی مرضی سے آئی ہو' میری خواہش یا رضا شامل نہیں تھی' اس لئے کسی خوش فہمی میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی مجھ سے کوئی امید رکھنا' مجھ سے تمہیں کچھ نہیں ملے گا' تم ہمیشہ تہی دامن رہو گی۔''

زوبیہ کیلئے یہ الفاظ غیر متوقع نہیں تھے لیکن اس کے باوجود اس کے دل کو ٹھیس پہنچی تھی مگر شاہ دل اس سے بے خبر بولتا چلا جا رہا تھا۔

''میری زندگی میں تمہارے ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا' یہ اچھی طرح سے سمجھ لو' اگر بھولنے کا خدشہ ہو تو لکھ لو اور کبھی غلطی سے بھی اپنے وجود کو میری زندگی میں اہم ثابت کرنے کی کوشش مت کرنا اور نہ کبھی پھپھو کی محبت کا ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کرنا' اب میں تمہیں وہ زندگی دوں گا کہ تم بڑی حسرت سے یہ سوچو گی کہ کاش! تم جہانزیب علی اعوان کی بیٹی نہ ہوتیں یا پھر شاہ دل جیسے سر پھرے انسان سے منسوب نہ ہوتیں۔'' اس نے گویا زوبیہ کا تمسخر اڑایا۔

زوبیہ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا' اس لئے اس نے اپنا سرخ گھونگھٹ الٹ دیا اور بیڈ سے اتر کر اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ اسے اس روپ میں دیکھ کر ایک پل کیلئے ہی سہی شاہ

دل کا دل سینے کی چار دیواری سے بڑی زور سے ٹکرایا تھا' مگر اس نے جلد خود پر قابو پا لیا اور جلدی جلدی سگریٹ کے دو تین کش لئے۔

''اگر آپ اس شادی سے خوش نہیں تو میں بھی کوئی اپنی خوشی سے حجلۂ عروسی میں موجود نہیں ہوں' آپ سے شادی کرنے کیلئے میں بے قرار ہرگز نہیں تھی اور نہ ہی میں نے آپ کی منتیں کی تھیں کہ آپ مجھ سے شادی کر لیں' یہ سب آپ کی سفینہ پھپھو کی خواہش پر ہوا ہے' اس لئے اگر احسان جتانا ہے تو ان پر جتایئے' مجھ پر نہیں۔'' غصے سے زوبیہ کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا مگر وہ بولے جا رہی تھی۔ ''اور ایک بات میں بھی واضح کر دوں کہ خوش فہمیوں کا شکار وہ لوگ ہوتے ہیں جو حقیقت سے الگ ہو کر زندگی گزارتے ہیں اور میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں...... میں جہانزیب علی اعوان کی بیٹی ہوں' اس بات پر' اس رشتے پر مجھے کل بھی فخر تھا اور ہمیشہ رہے گا اور جہاں تک آپ کی ذات کا سوال ہے تو آپ سے منسوب ہو کر پچھتانے کی نوبت تب آئے گی' جب ہم اسے رشتہ تسلیم کریں گے' میں اپنے ساتھ کوئی خواب' کوئی امید نہیں لائی' اس لئے یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ کم از کم میں نہیں پچھتاؤں گی۔'' وہ اندر سے دکھی تھی لیکن اس نے ایک بار بھی شاہ دل پر ظاہر نہیں ہونے دیا تھا۔ وہ کسی صورت خود کو کمزور ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی خواہ انجام جو بھی ہو۔ جو حقیقت تھی' اس کا سامنا تو کرنا ہی تھا' چاہے رو کر یا ہنس کر......!

شاہ دل نے دل ہی دل میں اس کی ہمت کو سراہا تھا۔ اسے زوبیہ جیسی جنگجو لڑکی سے کوئی ایسی ہی امید تھی' پھر بھی وہ مسکراتے ہوئے بولا: ''زوبیہ بیگم! یہ تو وقت ہی بتائے گا۔''

''ہاں وقت بتائے گا۔'' اس کا انداز بھی شاہ دل سے مختلف نہیں تھا۔ زوبیہ نے تکیہ اٹھایا اور صوفے پر لیٹ گئی۔ شاہ دل نے اسے اخلاقاً بھی بیڈ پر سونے کی آفر نہیں کی' جس سے زوبیہ کو بخوبی اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کی زندگی کتنے مشکل دور سے گزرنے والی ہے۔ اس نے بے شک کبھی شاہ دل کے خواب نہیں دیکھے تھے۔ نجانے کیوں لگ رہا تھا کہ جیسے کچھ بکھر گیا ہو' دور دور تک بکھرا ہوا سناٹا' اسے اپنی ذات میں اترتا ہوا محسوس ہوا۔

❋ ❋ ❋

سب بڑی توجہ سے ناشتہ کر رہے تھے جبکہ کرن ناشتہ ادھورا چھوڑ کر اٹھ گئی۔

''کرن! ناشتہ تو پورا کر لو' آج پراٹھے تمہاری فرمائش پر ہی بنائے ہیں۔'' زویا نے اس کے آگے ایک پراٹھا رکھتے ہوئے کہا۔

''نہیں بھابھی! مجھے یونیورسٹی سے پہلے ہی دیر ہو گئی ہے۔'' کرن اٹھتے ہوئے بولی۔

''آرام سے ناشتہ کر لو' میں چھوڑ آؤں گا۔'' عباد نے پیار سے کہا۔

"بھیا! مجھے کافی دیر ہوگئی ہے' سدرہ میرا بس اسٹاپ پر انتظار کررہی ہوگی۔" اتنا کہہ کر اس نے دوپٹہ سر پر رکھا اور خدا حافظ کہتی ہوئی دروازے کی جانب بڑھی۔

"توبہ ہے یہ لڑکی تو جیسے ہوا کے گھوڑے پر سوار رہتی ہے۔" صادقہ نے پریشان ہو کر کہا۔

❋ ❋ ❋

صبح شاہ دل کی آنکھ کھلی تو اس کی پہلی نگاہ زوبیہ پر پڑی۔ وہ بے خبر سو رہی تھی' اس کا مہندی اور سرخ چوڑیوں سے سجا ہوا ہاتھ نیچے ڈھلکا ہوا تھا' دوپٹہ آدھا اس کے وجود کو ڈھانپے ہوئے تھے اور آدھا قالین کے سینے سے لگا تھا' بال بڑے، بے ترتیب انداز میں بکھرے ہوئے تھے' چہرے پر بے تحاشا معصومیت تھی۔

شاہ دل نے بے اختیار قریب آ کر اس کا ہاتھ تھامنا چاہا مگر بروقت خود کو روک لیا۔ اندر سے کسی نے پکارا۔ شاہ دل! تم بھی عام مردوں کی طرح مرعوب ہوگئے' کہاں گئی تمہاری انا' وہ غرور جو تمہیں اپنی ذات پر ہے......؟ شاہ دل نے سرعت سے خود کو سنبھالا۔ نہیں شاہ دل! کسی سے مرعوب نہیں ہوسکتا۔

زوبیہ نے سوتے سوتے ذرا سی کروٹ بدلی تو اس کی چوڑیاں کھنک اٹھیں۔ گہرے سناٹے میں جیسے کسی نے کوئی سر چھیڑ دیا ہو' خاموشی میں ارتعاش سا پیدا ہوا تھا۔ شاہ دل نے اپنے دل میں ایک پل کیلئے ہلچل سی محسوس کی تھی۔ اس نے زوبیہ کو دیکھے بنا الماری کی جانب قدم بڑھائے اور تولیہ نکال کر باتھ روم میں گھس گیا۔ چند لمحوں کے بعد زوبیہ کی آنکھ کھل گئی تھی۔ اس نے شاہ دل کی موجودگی کو محسوس نہیں کیا تھا' اس نے اٹھ کر آئینے میں اپنا سراپا دیکھا۔ لو رات تو میں کپڑے تبدیل کرنا بھی بھول گئی تھی۔ وہ آئینے کے سامنے کھڑی ہو کر زیورات اتارنے لگی' تبھی شاہ دل تولئے سے بالوں کو رگڑتے ہوئے باتھ روم سے برآمد ہوا۔ وہ آ کر زوبیہ کی پشت پر آن ٹھہرا۔ منتظر تھا کہ کب وہ آئینے کے سامنے سے ہٹے اور وہ اپنے بالوں میں برش کرے' مگر وہ مگن سی اپنی چوڑیاں اتارنے میں مصروف تھی۔

شاہ دل چڑ گیا۔ "چوڑیاں تم وہاں بیٹھ کر بھی اتار سکتی ہو۔" شاہ دل نے صوفے کی جانب اشارہ کیا۔ زوبیہ بنا کچھ کہے صوفے پر جا بیٹھی تو شاہ دل آئینے کے سامنے کھڑا ہو کر اپنے بال سیٹ کرنے لگا' تبھی جیسے اسے کچھ خیال آیا تو اس نے ذرا جھک کر ڈریسنگ ٹیبل کی دراز سے کچھ نکالا اور اس کے قریب آ کر کھڑا ہوا۔ زوبیہ نے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"یہ پھپھو نے تمہارے لئے انگوٹھی دی تھی' اسے پہن لو تا کہ تمام لوگ تمہارے اس

جھوٹ کو سچ مان سکیں کہ تم نے میرے ساتھ نئی زندگی کی شروعات بڑے خوبصورت انداز میں کی ہے۔" وہ قدرے طنز سے بولا اور ایک مخملی ڈبیہ اس کی گود میں پھینک دی۔

زوبیہ کو اس کی یہ حرکت ناگوار گزری مگر اسے تھوڑے سے صبر کا مظاہرہ کرنا تھا۔ زوبیہ نے گود سے ڈبیہ اٹھائی اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ شاہ دل نے اسے حیرت سے دیکھا۔

"میں یہ جانتی تھی کہ آپ مجھ سے محبت نہیں کرتے اس لئے آپ کی کل رات کی کئی باتوں کو میں نے نظرانداز کر دیا' میں نے انہیں اہمیت اس لئے نہیں دی کہ مجھے اس نفرت کے در پردہ آپ کی اپنی پھپھو سے شدید محبت محسوس ہوئی تھی' مجھے لگا کہ آپ مجھے نہ سہی سفینہ آنٹی کو چاہتے ہیں اور چاہت کسی کیلئے ہو' قابل احترام ہوتی ہے لیکن ابھی آپ نے جو کیا' اس سے میری اس سوچ کی تصدیق ہوگئی کہ آپ صرف اپنی ذات سے محبت کرنے والے انسان ہیں کیونکہ جو انسان عزت دینا نہ جانتا ہو' وہ بھلا کسی سے محبت کیسے کرسکتا ہے۔" وہ قدرے حقارت سے بولی۔

"میں کس سے کتنی محبت کرتا ہوں' اس کیلئے مجھے تمہارے سرٹیفکیٹ کی ضرورت نہیں......اور پلیز تم محبت کی بات مت کرو' تم ایک ایسے شخص کی اولاد ہو جس نے محبت کے نام پر سفینہ پھپھو کو کرب کا وہ تپتا صحرا دیا ہے جس میں وہ مسلسل بھٹک رہی ہیں' ان کی تکلیف' ان کی اذیت کا تم اندازہ بھی نہیں لگا سکتیں۔" سفینہ کے متعلق بات کرتے کرتے وہ سنجیدہ ہوگیا۔

زوبیہ جواب دینا چاہتی تھی تبھی دروازے پر دستک ہوئی اور دروازہ کھلتے ہی تمام لڑکیاں کسی سیلاب کی مانند اندر داخل ہوئیں اور کمرے میں پھیل گئیں۔ شاہ دل نے مخملی ڈبیہ تکیے کے نیچے رکھ دی اور تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔

الماس آپا نے سرہانے بیٹھنے کے لیے تکیہ اٹھایا تو ان کے ہاتھ انگوٹھی لگ گئی۔

"اچھا تو منہ دکھائی چھپا کر رکھی ہے۔" سب نے اسے آڑے ہاتھوں لیا۔

"آپ لوگ بھی نا......!" زوبیہ جھجک گئی۔

"اچھا دلہن بیگم! اب شرمانا بند کرو اور جلدی سے تیار ہو جاؤ' سب ناشتے پر انتظار کر رہے ہیں۔" ترانہ مسکراتے ہوئے بولی اور پھر باقی تمام رشتے دار لڑکیاں ترانہ کی مدد کو اٹھ کھڑی ہوئیں۔ کوئی زوبیہ کیلئے کپڑے نکالنے لگی' کسی کو اس کی جیولری اور میک اپ کی فکر ہوئی اور کوئی زوبیہ کے میچنگ سینڈل کیلئے ہلکان ہوئی۔ ترانہ نے بڑے سلیقے سے زوبیہ کا میک اپ کیا۔

❋ ❋ ❋

آج کافی دن بعد صادقہ کی بہن امینہ آئی ہوئی تھیں۔ کافی عرصے سے وہ اپنے سسرال کوئٹہ میں تھیں' اب جو لوٹیں تو سب سے پہلے لدی پھندی اپنی بہن کے گھر آئیں مگر یہاں

تو کایا ہی پلٹی ہوئی تھی۔ زویا نہ صرف اس گھر میں موجود تھی بلکہ صادقہ سمیت سب اسے اہمیت بھی دے رہے تھے۔ کمال احمد کی دوائیں' کرن کی کتابیں' عباد کی تمام چیزیں یہاں تک کہ کچن کی تمام چیزوں کا زویا کو یوں معلوم تھا گویا وہ اس گھر کی کرتا دھرتا ہو۔

اینہ جب آئیں تو زویا' صادقہ کے پاس بیٹھی مہینے بھر کے سامان کی لسٹ بنا رہی تھی۔ صادقہ مسلسل اس سے پوچھ رہی تھیں کہ کیا چیز ضروری ہے' کیا نہیں...... گھر میں کونسی چیز موجود ہے اور کون سی نہیں۔

اینہ نے تو سوچا تھا کہ عباد اب تک زویا کو طلاق دے چکا ہوگا اور وہ جاتے ہی پہلی فرصت میں اپنی بیٹی عبیرہ اور عباد کے رشتے کی بات کریں گی مگر یہاں تو سب ان کی سوچ کے برعکس تھا۔

زویا' صادقہ کے کمرے سے نکل گئی تو اینہ کرسی سے اٹھ کر بیڈ پر ان کے قریب بیٹھ گئیں۔

''آپا! یہ لڑکی یہاں کیا رہی ہے؟'' اینہ نے جلدی سے پوچھا اور جواباً صادقہ نے سب کچھ بتا دیا۔ آخر وہ ان کی سگی چھوٹی بہن تھیں' اس لئے ان کے خیال میں اینہ سے چھپانے کی کوئی وجہ نہیں ہونی چاہئے تھی۔

''اچھا تو محترمہ خود ہی رخصت ہو کر آ گئیں واہ......!'' اینہ نے قدرے طنز سے کہا۔

''ایسی بات نہیں' اسے عباد زبردستی لایا تھا۔'' صادقہ نے زویا کی طرف داری کی۔

''یعنی عباد میاں لائے اور وہ چلی آئیں...... آپا! سچ میں آپ بہت ہی بھولی ہیں' اتنا بھی نہیں سمجھتی ہیں کہ آج کے دور میں کوئی کسی سے زبردستی نہیں کر سکتا' میں تو یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ اس معاملے میں سو فیصد زویا کی مرضی شامل تھی' ورنہ یہ نوبت نہ آتی' میں عباد کو بچپن سے جانتی ہوں' اس کی عادات سے بخوبی واقف ہوں' وہ ایسا کرنا تو دور کی بات' ایسا سوچ بھی نہیں سکتا' یہ تمام ہمت زویا نے ہی دلائی ہے' ورنہ وہ اتنا بڑا قدم نہیں اٹھا سکتا۔'' اینہ پر یقین تھیں۔

صادقہ نے پاندان نکال کر سامنے رکھا اور اینہ کیلئے پان لگانے لگیں۔ ''میرا خیال ہے ایسی بات نہیں' عباد نے ہمیں خود بتایا کہ وہ کس طرح زویا کو لایا' پھر اعوان پیلس سے بھی فون آیا تھا۔'' صادقہ نے جواز تراشا۔ ان کے ہاتھ پان لگانے میں مصروف تھے۔

''یعنی سب نے مل کر تمام الزام عباد کے سر دھر دیا۔'' اینہ نے جیسے انہیں زویا سے بدظن کرنے کی قسم کھا رہی تھی۔ ''برا مت مانیئے گا آپا! مجھے تو لگتا ہے کہ اس میں آپ کی نند کی رضا بھی شامل ہے ورنہ کیا وجہ ہو سکتی ہے کہ ان لوگوں نے اتنا پیسہ' اتنا نام ہونے کے باوجود عباد کے

خلاف کچھ نہیں کیا۔'' اینہ نے ایک اور نقطہ اٹھایا۔

''دیکھو اینہ! جو ہوا' کیوں ہوا؟ کون سچا تھا' کون جھوٹا......؟ ان سب باتوں کو اب بھول جانا بہتر ہے' اب تو خیر سے زویا ماں بننے والی ہے۔'' صادقہ نے اینہ کی جانب پان بڑھایا۔ اس گھڑی اینہ کے ارمانوں پر اوس گر گئی۔ اب کچھ بھی کہنے کا کوئی فائدہ نہ تھا' اس لئے انہوں نے خاموشی سے اپنے منہ میں پان رکھ لیا۔ انہیں زویا پر غصہ آ رہا تھا کہ وہ ان کی عبیرہ کی جگہ آ بیٹھی تھی۔

✵✵✵

شادی کے ہنگامے سرد پڑے تو ہنی مون کا شور اٹھا۔ سب جاننے کو بے قرار تھے کہ آخر زوبیہ اور شاہ دل کہاں گھومنے جائیں گے؟ سٹنگ روم میں تمام خواتین اور کزنز کی موجودگی میں یہی بحث چل رہی تھی۔

''میری پڑھائی کا حرج ہوگا' دو مہینے بعد میرے ایگزامز ہیں' اس لئے میں تو نہیں جا پاؤں گی۔'' زوبیہ نے صاف انکار کر دیا۔

''مجھے بھی آفس میں کچھ کام ہے' اس لئے نہیں جا سکتا۔'' شاہ دل نے اتنا کہا اور اس سے پہلے کہ کوئی اسے لیکچر دیتا' وہ کمرے سے باہر آ گیا مگر سفینہ اس کے پیچھے چلی آئیں۔

''شاہ! یہ کونسا طریقہ ہے' سب کے سامنے ثابت کیا کرنا چاہتے ہو؟'' وہ خفا تھیں۔

''پھپھو! پلیز شادی میں رسموں کے نام پر کم ڈرامہ ہوا ہے کہ اس کے بعد یہ احمقانہ ہنی مون......!'' شاہ دل کا حلق تک کڑوا ہو گیا اور اس وقت وہ مزید کچھ کہنا چاہتا تھا مگر سفینہ کا احترام ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے وہ خاموش ہو گیا۔

''شاہ دل! میں بہت اچھی طرح جانتی ہوں کہ تم لوگوں کے ریلیشن میں بہت زیادہ پرابلمز ہیں اور ان کا سلوشن ڈھونڈنا تمہاری اور زوبیہ کی ذمہ داری ہے' یہ تم لوگوں کا ذاتی معاملہ ہے اس لئے میں کچھ نہیں کہوں گی' بٹ پلیز! اپنے رشتے کی کمزوری ظاہر کر کے لوگوں کو موضوع گفتگو فراہم مت کرو۔ تم لوگوں کی باتوں' تم لوگوں کے رویوں سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ تم لوگوں کے درمیان کوئی رشتہ نہیں ہے بلکہ زبردستی تم دونوں کو ایک دوسرے سے باندھ دیا گیا ہے' تم مجھے بتاؤ شاہ کہ عمر بھر کا تعلق اسے ہی کہتے ہیں' کیا رشتے ایسے ہی ہوتے ہیں؟'' سفینہ نے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

''پھپھو......! جن رشتوں کی بنیاد خوشی و رضا پر نہیں ہوتی' شاید وہ رشتے ایسے ہی ہوتے ہیں پھپھو! یہ رشتہ جو میری مرضی کے بغیر میری زندگی میں شامل کر دیا گیا ہے' مجھے اس رشتے

کو نبھانے کے لیے پابند بھی کر دیا گیا ہے' سب چاہتے ہیں کہ میں اُف تک نہ کروں۔'' وہ خفگی سے بولا۔

''تمہاری کسی دلیل سے تمہیں یہ حق نہیں مل جاتا کہ تم اس رشتے کو تماشا بناؤ اور ایک بات یاد رکھنا کہ اگر زوبیہ کو تمہاری ذات سے کوئی تکلیف پہنچی تو میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔'' سفینہ کا انداز جتانے والا تھا۔

''ہاں! اس گھر میں سب کو صرف زوبیہ سے ہمدردی ہے' اس کی خوشی کی پرواہ ہے مگر میرا کسی کو احساس نہیں۔''

''دیکھو شاہ! زوبیہ مجھے اس لئے بہت عزیز ہے کہ وہ تمہاری زندگی میں ہے' اس کا تعلق تم سے ہے اور کیا تم نہیں جانتے کہ میری زندگی میں' میرے دل میں تمہاری کیا جگہ ہے۔'' وہ پیار سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولیں۔

''پھپھو! میں وعدہ نہیں کرتا' البتہ کوشش ضرور کروں گا کہ میں اس رشتے کو نبھا سکوں' کوشش کروں گا کہ آپ کو شکایت کا کوئی موقع نہ دوں۔'' شاہ دل ذرا نرم پڑ گیا۔ اسے معلوم تھا کہ سفینہ کیلئے وہ اتنا ہی اہم ہے کہ جتنا کہ شاید خود ان کی اپنی اولاد......

''شاہ دل! کوشش ضرور کرنا۔'' وہ اتنا کہہ کر واپس پلٹ کر کمرے میں چلی گئیں۔

❊❊❊

زوبیہ نے مدحت کے کمرے میں جھانکا تو انہیں تنہا پایا' اس لئے اجازت لے کر اندر چلی آئی۔ مدحت بیڈ پر بیٹھی کوئی کتاب پڑھ رہی تھیں۔

''مما! آپ نے بلایا تھا؟'' اس نے سوالیہ نگاہوں سے اپنی ماں کو دیکھا۔

''آؤ یہاں میرے پاس بیٹھو۔'' مدحت نے مزید کھسک کر بیڈ پر اس کیلئے جگہ بنائی تو زوبیہ خاموشی سے ان کے پاس بیٹھ گئی۔

مدحت نے کتاب بند کر کے ایک جانب رکھ دی اور زوبیہ کی جانب متوجہ ہوئیں۔

''زوبیہ! آج تم نے سب لوگوں کی موجودگی میں جس طرح بات کی' مجھے بالکل اچھا نہیں لگا' دیکھو زوبیہ! جہاں تک مجھے یاد ہے' میں نے کبھی اپنی بیٹیوں کو یہ نہیں سکھایا کہ وہ اپنے رشتوں کو اپنی ضد کی بھینٹ چڑھا دیں' آج تمہارا شاہ دل کے ساتھ جو رویہ تھا' ایک لڑکی کو اپنے شوہر کے ساتھ ایسا رویہ اختیار کرنا زیب نہیں دیتا۔'' مدحت کے لہجے میں خفگی تھی۔

''مما! آپ کہنا کیا چاہتی ہیں؟''

''زوبیہ! میں جانتی ہوں کہ اس شادی میں تمہاری مرضی شامل نہیں تھی لیکن اب اگر

شادی ہو ہی گئی ہے تو اس رشتے کو اپنی زندگی میں ہی نہیں اپنے دل میں بھی جگہ دو' اس رشتے کے تمام تقاضوں کو سمجھو اور انہیں پورا کرو کیونکہ یہ تمہارا فرض ہے۔ اب تک تم صرف اپنے لئے جیتی رہی ہو' اب تمہیں اپنی ذمہ داری اور رشتوں کی اہمیت کا احساس ہونا چاہئے۔'' مدحت نے ایک اچھی ماں کی طرح اس کے فرائض یاد دلائے۔

''مما......! رشتہ نبھانا کیا صرف میری ذمہ داری ہے۔ شاہ دل کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے؟'' زوبیہ نے انہیں سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

''زوبیہ! اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مرد رشتوں کی اہمیت کو سمجھنے میں وقت لگا دیتا ہے لیکن بروقت اپنے رشتوں اور ذمہ داریوں کو سمجھے' یہ ذمہ داری عورت کی ہوتی ہے' مرد چار دیواری بناتا ہے لیکن اسے گھر عورت بناتی ہے۔'' مدحت نے سلیقے سے سمجھایا۔

''پتہ نہیں تمام لیکچرز عورت کو ہی کیوں ملتے ہیں' جیسے مرد کی تو کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔'' زوبیہ نے خفگی سے سوچا مگر خاموش رہی۔

''میں امید کرتی ہوں زوبیہ کہ تم اس رشتے کا ایک اچھا مستقبل بناؤ گی اور کسی کو بھی شکایت کا موقع نہیں دو گی۔'' مدحت کا انداز وارننگ دینے والا تھا۔

''جی۔'' زوبیہ سعادت مندی سے بولی تو مدحت کو کافی حد تک اطمینان ہوا۔

❊❊❊

زوبیہ کمرے میں آئی تو شاہ دل غصے میں بھرا بیڈ پر بیٹھا سگریٹ پھونک رہا تھا۔ زوبیہ اسے نظر انداز کر کے صوفے کی طرف بڑھ گئی۔ اس کا بھی موڈ خراب تھا۔

''یہ تم کیا پھپھو کے کان بھرتی رہتی ہو' کیا میں بہت برا ہوں' تمہیں بہت پریشان کر رکھا ہے اور تم بہت تکلیف میں ہو؟'' شاہ دل نے اسے شاکی نگاہوں سے دیکھا۔

''یہ آپ کی پرسنل فیلنگز ہیں' میں اس میں کیا کر سکتی ہوں۔'' وہ بے رخی سے بولی۔

''زیادہ ایکٹنگ کرنے کی ضرورت نہیں ہے' میں جانتا ہوں جتنی معصوم دکھتی ہو' اتنی ہو نہیں۔''

''اگر مجھے ایکٹنگ کرنے کا شوق ہوتا تو میں ایک اچھی بیوی کی ایکٹنگ کرتی لیکن میں منافقت نہیں کر سکتی' شاید یہ میرا ویک پوائنٹ ہے۔'' وہ سچائی سے بولی۔

''حالانکہ تم ایک ایسے انسان کی اولاد ہو جس نے اپنی زندگی میں منافقت کے سوا کچھ نہیں کیا۔'' جہانزیب علی اعوان کے متعلق بات کرتے ہوئے ہمیشہ شاہ دل کے لہجے میں تلخی ہوتی تھی۔

"پلیز میرے پاپا کے متعلق کچھ مت کہیے گا۔" زوبیہ تڑپ گئی۔

"کیوں سچ برداشت نہیں ہوتا؟" شاہ دل کا لہجہ سلگ رہا تھا۔

"اگر سچ ہو تو اسے برداشت کرنے کی نوبت آتی ہے۔ اب یہی دیکھ لیں کہ میرا آپ کا رشتہ بدصورت ہی سہی لیکن چونکہ سچ ہے' اس لیے برداشت کر رہی ہوں۔" وہ طنز سے بولی۔

"برداشت تو مجھے کرنا پڑ رہا ہے' صرف پھپھو کی وجہ سے ورنہ اب تک تمہیں اپنی زندگی سے نکال چکا ہوتا۔" شاہ دل کا لہجہ آگ لگانے والا تھا۔

"تو یہ آپ کی پرابلم ہے' ورنہ آپ کی زندگی سے نکل کر جتنی خوش میں ہوں گی' اس خوشی کو لفظوں میں بیان نہیں کر سکتی۔" زوبیہ لاپروائی سے بولی۔

"تم خوش ہو یہی تو میں نہیں چاہتا کیونکہ برسوں سے میری پھپھو کی زندگی میں خوشی تو دور' ان کے ہونٹوں پر مسکان بھی نہیں آئی' تم خوشی اور ہنسی کو ترس جاؤ' یہی میری خواہش ہے۔" شاہ دل کا لہجہ اب بھی سلگ رہا تھا۔ "دیکھو زوبیہ بیگم! وقت کا انصاف......کل میری پھپھو کی زندگی' ان کی خوشیاں تمہارے باپ کے ہاتھ میں تھیں اور آج تمہاری زندگی کے تمام تر حقوق کا مالک میں ہوں' چاہوں تو تمہارا آج سنوار دوں اور چاہوں تو تمہارا کل بگاڑ دوں۔" وہ جیسے زوبیہ کو اس کی بے بسی اور اپنی طاقت کا احساس دلا رہا تھا۔

"جس نفرت کی آگ میں آپ برسوں سے جل رہے ہیں اور مجھے جلا دینا چاہتے ہیں' ذرا دھیان رکھیے گا کہ اس آگ میں کہیں آپ کے وہ جذبات واحساس جل کر راکھ نہ ہو جائیں جو انسان ہونے کی دلیل ہوا کرتے ہیں۔" زوبیہ نے اس مرتبہ اس انداز میں کہا کہ شاہ دل چند لمحے کیلئے الجھ گیا مگر فوراً سر جھٹک دیا۔ ہنہ......! بات کم کرتی ہے' ڈائیلاگ زیادہ بولتی ہے۔ شاہ دل نے اسے گھورتے ہوئے سوچا۔

زوبیہ نے اسے گھورتے دیکھا تو رخ پھیر کر سو گئی۔

❋❋❋

آفاق اپنے دوست ظفر کے ساتھ سائیکلوجی ڈیپارٹمنٹ میں آیا تھا' کیونکہ یہاں اس کی منگیتر سدرہ تھی' جو اس کی کزن بھی تھی' تبھی وہاں آفاق کی ملاقات کرن سے ہوئی تھی۔ آج اس نے بغور کرن کو دیکھا تو یاد آیا کہ وہ عباد کی بہن ہے' اس لئے ایک مرتبہ دیکھنے کے بعد اس نے کرن پر دوسری نگاہ ڈالنا بھی گوارا نہیں کی تھی۔ نجانے کیوں آفاق کو اس سے نفرت سی محسوس ہو رہی تھی حالانکہ یہ وہی لڑکی تھی' جسے پہلی بار دیکھنے کے بعد وہ تمام رات سو نہ سکا تھا اور کرن......! اس نے تو پہلی بار کسی کی خاطر رات جاگ کر گزاری تھی' لیکن وہ اپنے احساسات کو

نام دیتے ہوئے خوف محسوس کر رہی تھی کیونکہ مسئلہ یہ تھا کہ اس کا تعلق اس خاندان سے تھا جو ان کے گھرانے سے نہ صرف تمام تعلقات ختم کر چکے تھے بلکہ دل میں شدید نفرت رکھتے تھے۔

❋❋❋

کتنے بہت سے دن گزرے۔ سدرہ اور ظفر کے حوالے سے ان کی ملاقاتیں بھی ہوتی رہیں۔ ہر مرتبہ آفاق سوچتا تھا کہ وہ ظفر کے ساتھ نہیں جائے گا مگر اپنے قدموں کو روکنا خود اپنے ہی اختیار میں نہ تھا۔ یہی حال کرن کا تھا۔ ہر مرتبہ ارادہ کرتی کہ اب جب وہ ظفر کے ساتھ سدرہ سے ملنے آئے گا تو وہ کسی بہانے سے اٹھ جائے گی مگر پتہ نہیں کیوں ہر مرتبہ وہ وہیں بیٹھی رہ جاتی' کیوں......؟ شاید اس کی وجہ خود اسے معلوم نہ تھی۔ آج سدرہ اور ظفر بہت خوش تھے کیونکہ آج شام ان دونوں کا نکاح تھا' انہوں نے خاص طور سے کرن اور آفاق کو مدعو کیا تھا' دونوں نے ہامی بھر لی۔

❋❋❋

کرن آج بڑے سلیقے سے تیار ہوئی تھی۔ آج اسے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے آج کی شام اس کی زندگی کی خوبصورت ترین شام ہو۔ وہ سدر کے گھر میں داخل ہوئی تو لان میں ہی اسے اپنے بہت سے کلاس فیلوز مل گئے۔

"تم لوگ اتنی جلدی آ گئے؟" وہ حیران ہوئی۔

"بھئی سدرہ میڈم کا حکم تھا کہ ہم اس کے گھر کو سجائیں اس لئے خدمت میں حاضر ہو گئے۔" اشفاق ہنستے ہوئے بولا۔

نکاح کی تقریب شروع ہوئی تو کسی نے آ کر اسے بتایا کہ باہر اس کو کوئی بلا رہا ہے۔ وہ باہر آئی تو لان میں آفاق اس کا منتظر تھا۔ یہ کرن کیلئے حیران کن بات تھی۔

"آپ......؟" وہ حیران لہجے میں بولی۔

"ہاں! میں نے ہی تمہیں بلایا ہے۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔

"جی......؟" اس نے سوالیہ نگاہوں سے آفاق کو دیکھا۔

"کیا ہم وہاں بیٹھ کر بات کر سکتے ہیں۔" آفاق نے کچھ دور لگی چند کرسیوں کی جانب اشارہ کیا۔

"جی۔" وہ اتنا کہہ کر اس کے ساتھ چل پڑی۔ تھوڑی دیر بعد دونوں کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ تو کیا اس کی دعائیں قبول ہونے کی گھڑی آ گئی تھی' کیا اسے اس کے من کی مراد ملنے والی تھی۔ آفاق کے حوالے سے اس نے اب تک جو خواب آنکھوں میں سجائے تھے' کیا آج کوئی ایسا

لمحۂ اقرار کا وہ پل زندگی میں آنے والا تھا جو اس کے تمام خوابوں کی تعبیر دیدے گا؟ وہ بہت کچھ سوچ رہی تھی لیکن جب آفاق نے بولنا شروع کیا تو اپنی زندگی کی سب سے بڑی حقیقت‘ اسے اپنی حماقت لگی۔ وہ کہہ رہا تھا۔

”مجھے تمہید باندھنا کبھی پسند نہیں رہا‘ اس لئے میں جو کہنا چاہتا ہوں‘ صاف صاف اور سیدھے الفاظ میں کہوں گا‘ میں جانتا ہوں تم میرے لئے اپنے دل میں کچھ فیلنگز رکھتی ہو۔“

آفاق کے اس انکشاف نے کرن کو بری طرح چونکا دیا۔ شاید یہ شخص حقیقتاً اس کے رگ و پے میں سرائیت کر چکا ہے۔ ورنہ وہ راز کیسے اتنی آسانی سے پالیتا جو اس نے اپنے دل کے نہاں خانوں میں چھپا رکھا تھا۔ اسے خوشگوار حیرت ہوئی تھی مگر اس کے اگلے جملے نے اس کی دھڑکنوں کو ساکت کر دیا تھا۔

”ایک دو مرتبہ مجھے بھی ایسا لگا کہ شاید میں تم سے محبت......لیکن جب غور کیا تو معلوم ہوا کہ وہ صرف پسندیدگی ہے‘ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں‘ میں اسے بچپنا نہیں کہہ سکتا‘ ویسے بھی ہم دریا کے دو کناروں کی طرح ہیں جو کہیں بھی جا کر ایک نہیں ہوتے‘ یوں بھی میں محبت پر اتنا یقین نہیں رکھتا کیونکہ میں حقیقت پسند انسان ہوں‘ محبت صرف ایک خواب کی مانند ہوتی ہے‘ حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا‘ تم میری دوست ہو‘ اس لئے میں چاہتا ہوں تم بھی میری طرح حقیقت کی دنیا میں رہو تا کہ آسودہ زندگی گزار سکو‘ بلیومی ہمارے درمیان دوستی کے سوا نہ تو کچھ ہے اور نہ ہو سکتا ہے‘ آج کے بعد جب بھی ہم ملیں گے‘ اچھے دوستوں کی طرح‘ ٹھیک ہے نا......؟“ اس مرتبہ آفاق نے اس کی رائے جاننا چاہی جو اب تک سر جھکائے سب کچھ سن رہی تھی۔

کرن نے سر اٹھایا تو اس کا چہرہ کسی بھی قسم کے تاثر سے پاک تھا۔ آفاق حیران رہ گیا‘ شاید اس لئے کہ یہ اس کی توقع کے برخلاف تھا۔ ایک پل کیلئے تو اسے یوں محسوس ہوا کہ جیسے کرن نے اس کی بات سنی ہی نہ ہو۔ اس کے بعد اس نے پوری تقریب میں کرن کو بہت نارمل دیکھا۔

❋❋❋

کرن گھر لوٹی تو زویا اس کی منتظر تھی۔ ”بھابی! آپ اب تک جاگ رہی ہیں؟“ کرن نے بڑے خوشگوار انداز میں پوچھا۔

”تم لیٹ ہو گئیں تو میں ذرا پریشان ہو گئی تھی‘ ابھی تھوڑی دیر پہلے ممانی جان بھی میرے ساتھ تھیں‘ بڑی مشکل سے میں نے انہیں سونے کیلئے بھیجا ہے لیکن جانے سے پہلے کہہ گئیں کہ کرن آ جائے تو انہیں اطلاع کر دوں۔“ زویا نے مسکراتے ہوئے بتایا‘ پھر بولی۔ ”اچھا

تقریب کیسی رہی؟“

”بھابی! کیا سب کچھ یہیں کھڑے کھڑے پوچھ لیں گی؟“ کرن کو ہنسی آ گئی پھر وہ زویا کا ہاتھ پکڑ کر اسے اندر لے آئی۔ اب وہ دونوں کرن کے کمرے میں تھیں۔

”بھابی! انتظام تو بہت ہی زبردست تھا‘ سدرہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی اور پتہ ہے میڈم کی زبان کو آج بھی بریک نہیں لگ رہے تھے‘ سب کہہ رہے تھے کہ کم از کم آج تو شرما لو‘ آج تمہارا نکاح ہے مگر اس پر کوئی اثر نہ تھا‘ وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی جیولری اتار رہی تھی‘ ہاتھوں سے زیادہ اس کی زبان تیز چل رہی تھی۔

”ہاں! وہ ہے بھی تھوڑی پگلی سی۔“ زویا سدرہ سے مل چکی تھی‘ اس لئے اس کی عادات سے بخوبی واقف تھی‘ پھر دونوں بہت دیر تک باتیں کرتی رہیں اور زویا کے جانے کے بعد کرن کھل کے روئی تھی۔ آج کا دن اس کی زندگی کا بدترین دن تھا۔

❋❋❋

رضیہ کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی‘ اس لئے بی جی نے نیناں کو بھیج دیا۔ اس سے بہتر دیکھ بھال بھلا ان کی اور کون کر سکتا تھا۔ سہانی نے فون کر کے شیراز کو رضیہ کی طبیعت کے بارے میں بتایا تو وہ وقت سے پہلے ہی آفس سے لوٹ آیا۔ گھر میں نیناں کو دیکھ کر وہ حیران ہو گیا تھا۔ نیناں اس سے ٹکراتے ٹکراتے بچی تھی‘ وہ بڑی خوشگوار حیرت سے نیناں کو دیکھ رہا تھا مگر نیناں نے نگاہوں کا زاویہ بدل لیا۔ نجانے کیوں اب اسے شیراز سے عجیب سی جھجک محسوس ہوتی تھی۔

”تم کب آئیں؟“ شیراز کا لہجہ خوشگوار بھی تھا اور بے تکلف بھی۔

”صبح۔“ نیناں نے مختصراً کہا۔

”سہانی نے فون کیا مگر بتایا نہیں کہ تم آئی ہوئی ہو۔“ وہ حیران تھا۔

”سہانی نے آپ کو کب فون کیا‘ مجھے معلوم نہیں ہوا۔“

”تمہیں معلوم ہونا چاہئے‘ یہ گھر تمہارا ہے اور اپنے گھر کے متعلق ہر خبر رکھنا تمہارا فرض!“ نیناں نے اسے حیران ہو کر دیکھا۔ وہ سنجیدہ تھا مگر اس سے پہلے کہ وہ اپنی حیرت کا اظہار کرتی‘ شیراز مزید بولا۔ ”فہد کہاں ہے؟“

”سو رہا ہے۔“ نیناں نے جلدی سے کہا۔ ”ٹھیک ہے‘ میں امی سے مل کر آتا ہوں۔“ وہ اتنا کہہ کر چلا گیا۔

نیناں حیران تھی۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ شیراز دوبارہ اس گھر میں اس کی اہمیت کو تسلیم کر رہا ہے۔ شاید اس لئے کہ وہ حقیقت پسند تھا۔ نیناں نے خود ہی قیاس کیا۔

***

رات کھانے کے بعد جب نیناں نے گھر جانے کی اجازت مانگی تو لاؤنج میں موجود چائے پیتے تمام لوگوں نے قدرے حیرت سے اسے دیکھا۔ سب کی نگاہیں ٹی وی اسکرین سے ہٹ گئیں۔

''بیٹی! اتنی رات کو جانے کی کیا ضرورت ہے' یہ بھی تو تمہارا گھر ہے۔'' آفندی صاحب نے پیار سے کہا۔

''ہاں نیناں! یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔'' رضیہ نے شوہر کی تائید کی۔

''ویسے بھی بھابی اتنی رات تو ہو چکی ہے' اگر جانا ضروری ہے تو میں آپ کو صبح چھوڑ آؤں گا۔'' فراز نے آفر کی۔

''بی جی نے کہا تھا' میں رات تک لوٹ آؤں۔'' وہ جھجک کر بولی۔ ابھی اس نئے رشتے کیلئے خود کو تیار کرنا ایک مشکل مرحلہ تھا' اس لئے شاید نیناں یہاں سے نکل جانا چاہتی تھی۔

''ٹھیک ہے...... اگر بی جی نے کہا ہے تو کچھ سوچ سمجھ کر ہی کہا ہوگا' میرا خیال ہے کہ فراز تم اُسے چھوڑ آؤ۔'' رضیہ نے کہا۔

''جی بہتر......!'' فراز تو تھا ہی سدا کا سعادت مند۔

''فراز بھائی! میں چھوڑ آتا ہوں۔'' شیراز جلدی سے بولا۔ سب چونکے مگر شیراز کو محسوس نہیں ہوا۔ نیناں جھجک سی گئی۔

''ٹھیک ہے تم ہی چھوڑ آؤ۔'' آفندی صاحب نے کھلے دل سے کہا۔ نیناں کے پاس بھی کوئی راہ فرار باقی نہ بچی تھی۔

***

دوسرے روز آفاق لائبریری میں آیا تو کرن وہاں تنہا بیٹھی کوئی کتاب پڑھ رہی تھی۔ وہ میز کی دوسری جانب بیٹھ گیا۔ کرن کی نگاہ آفاق پر پڑی تو اس نے بڑے خوشگوار انداز میں اسے سلام کیا۔

''آپ ٹھیک ہیں نا......؟'' وہ بے اختیار پوچھ بیٹھا لیکن ایک جھجک سی درمیان میں تھی۔

''نہیں۔'' وہ بے اختیار کہہ گئی۔ آفاق نے چونک کر اسے دیکھا۔ وہ مزید بولی۔ ''بھئی کل رات جتنا سدرہ اور ظفر کے نکاح میں تھکے تھے' اس کے بعد کم از کم میں تو ہرگز ٹھیک نہیں رہ سکتی تھی۔'' کرن نے وضاحت کرنے کے ساتھ ساتھ زبردستی کی ہنسی ہونٹوں پر سجالی۔ آفاق

خاموش رہا۔ چند لمحے یونہی بیت گئے' پھر وہ خود ہی بولا: ''کل جو میں نے کہا' وہ سن کر یقیناً آپ مجھ سے نفرت کر رہی ہوں گی' میں نے آپ کو کل بہت ہرٹ کیا۔'' وہ نادم تھا' اس کا ضمیر اسے چین نہیں لینے دے رہا تھا' اس نے ایک معصوم لڑکی کا دل توڑا تھا۔ یہ احساس جرم اسے بے چین کر رہا تھا۔

''کل آپ نے بہت کچھ کہا' میں خاموش رہی لیکن آج میں کچھ بتانا چاہتی ہوں' غور سے سنئے' یہ سچ ہے کہ میرے دل میں آپ کیلئے فیلنگز ہیں' مگر بالکل ویسی ہی جیسی سدرہ اور ظفر کیلئے ہیں کیونکہ جتنے اچھے دوست وہ میرے ہیں' اتنے ہی اچھے دوست آپ بھی ہیں' اس سے زیادہ آپ نے اگر کچھ سوچا سمجھا ہے تو وہ غلط ہے' آپ صرف میرے لئے ایک اچھے دوست ہیں اس سے زیادہ کچھ نہیں۔'' وہ سنجیدگی سے بولی۔ وہ آفاق کیلئے تنہائی میں راتوں کو رو تو سکتی تھی مگر اپنی نسوانی انا اس کے قدموں میں نہیں بچھا سکتی تھی۔ کرن کا لہجہ اتنا مضبوط تھا کہ آفاق کے تمام الفاظ بے معنی ہو کر رہ گئے۔

***

زوبیہ اور شاہ دل نے کسی نہ کسی طرح سے ہنی مون ٹرپ کینسل کروادیا۔ سفینہ سب سمجھتی تھیں مگر خاموش تھیں۔ اس وقت شاہ دل اور زوبیہ دونوں تیار ہو کر ڈائننگ ٹیبل پر آئے' تبھی سفینہ نے کہا کہ آج وہ زوبیہ کو آفس جاتے وقت کالج چھوڑ دے۔ وہ گاڑی تک تو اس کے ساتھ خاموشی سے چلا آیا مگر سفینہ کے نگاہوں سے اوجھل ہوتے ہی شاہ دل اس پر برسنے لگا۔ ''بچپن سے میں تمہیں اسکولوں' کالج میں لے کر جاتا تھا۔'' شاہ دل نے گرم نگاہوں سے اسے دیکھا۔

''مجھے آپ کے ساتھ جانے کا کوئی شوق نہیں' یہ آپ کی سفینہ پھپھو کی خواہش ہے' میری فرمائش نہیں جو مجھ پر اس طرح سے برس رہے ہیں' اگر مجھ سے پوچھیں تو آپ کے ساتھ آنا جانا تو دور کی بات ہے' مجھے تو آپ کے متعلق سوچنا یا آپ کے حوالے سے کسی سے بات کرنا بھی پسند نہیں ہے۔'' زوبیہ نے اسے چونکا دیا۔ ''یہاں تک کہ میرے کسی خواب' کسی تمنا' کسی خوشی' کسی دعا کا رشتہ بھی آپ سے منسلک نہیں ہے' اس لئے پلیز خود کو اس خوش فہمی کے گرداب سے نکالئے کہ میں آپ سے کوئی رشتہ رکھنا چاہتی ہوں۔'' وہ بڑے حوصلے سے بولی۔

''محروم رہ جانے والے اکثر لفظوں کا سہارا لیتے ہیں' ظاہر کرتے ہیں کہ جو نہیں ملا' اس کی انہیں ضرورت نہیں تھی' ظاہر ہے اب یہ کیسے کہیں کہ وہ خود اس لائق نہیں تھے۔'' شاہ دل کے لہجے میں گہرا طنز تھا۔

''محروم کون ہے اور کون نہیں...... اس بات کو جانے دیں' ورنہ بات بہت آگے بڑھ

جائے گی۔'' زوبیہ نے اتنا کہہ کر بیٹھنے کیلئے گاڑی کا دروازہ کھولنا چاہا' تب ہی شاہ دل نے مضبوطی سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ ''اگر واقعی تمہارے پاس کچھ کہنے کو ہے تو کہو' میں سننا چاہتا ہوں۔'' حسب معمول وہ غصے میں آ گیا۔

''مسٹر شاہ دل! غور سے سنئے اگر عورت محروم رہ جائے تو وہ اپنی زندگی کی ہر رات کی ویرانی پر آنسو بہاتی ہے' اپنی ذات کے نامکمل رہ جانے کا سوگ مناتی ہے' اپنے خوابوں کے اجڑنے کا ماتم کرتی ہے اور بس......! لیکن اگر مرد محروم رہ جائے تو لوگ اس کی مردانگی پر انگلیاں اٹھاتے ہیں جو مرد کیلئے ایسی تکلیف وتحقیر کا باعث بن جاتا ہے جو عورت کی تکلیف سے کئی گنا زیادہ ہوتی ہے۔'' وہ پل میں شاہ دل کو آئینہ دکھا گئی۔ آج جذباتی ہو کر زوبیہ نے وہ بات کہی تھی جو شاہ دل کی مردانہ انا پر تازیانے کی طرح لگی تھی' اس لئے وہ بلبلا اٹھا۔ ''تم خود کو کیا سمجھتی ہو' تمہیں کیا لگتا ہے کہ آج تک میرے دل میں تھوڑی سی ہمدردی تھی' اسی لئے میں نے کبھی کوئی انتہائی قدم نہیں اٹھایا لیکن بہرحال اگر کوئی خود ہی اپنا دشمن ہو جائے تو کوئی بھلا کیا کر سکتا ہے' تمہیں خود بھی احساس نہیں کہ تم نے اپنے حق میں کتنا برا کیا ہے۔'' شاہ دل نے اپنا غصہ ضبط کیا اور آ کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔

زوبیہ اس کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ اسے اب احساس ہو رہا تھا کہ اس نے زیادہ بڑی بات کہہ دی ہے مگر جب معافی مانگنی چاہی تو خود اس کی انا زوبیہ کی راہ میں دیوار بن گئی۔ گاڑی اپنے سفر پر رواں دواں ہو گئی۔

❋❋❋

ہر انسان اپنی زندگی میں ایک جیسے رشتوں کیلئے جیتا ہے' لیکن ہر رشتے کے بننے اور ٹوٹنے کی وجہ الگ ہوتی ہے۔ زوبیہ اور شاہ دل کے درمیان آج جو رشتہ بنا تھا' اس کی بنیاد نہ تو محبت تھی' نہ احساس اور نہ ہی کوئی بے بس کر دینے والا لمحہ......اس رشتے کی بنیاد صرف اور صرف شاہ دل کی ضد تھی' وہ زوبیہ کو احساس دلانا چاہتا تھا کہ وہ اس کیلئے تسخیر کیا گیا ایسا قلعہ ہے جس کی دیوار میں وہ جب چاہے نقب لگا سکتا ہے' اس کی زندگی میں اپنی اہمیت کا احساس دلا کر......!

شاہ دل بیڈ پر زوبیہ کے قریب بیٹھا سگریٹ پی رہا تھا۔ اس نے گھور کر نفرت بھری نگاہ سے شاہ دل کو دیکھا' جس کے ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔

''میں نے نہیں سوچا تھا کہ میں کبھی تم سے کوئی رشتہ قائم کروں گا' ان فیکٹ میں تو کوئی ایسا جواز تلاش کر رہا تھا کہ جس کی بنا پر میں بآسانی تمہیں طلاق دے سکوں لیکن یہ بات الگ ہے' اب تم اس رشتے سے تب تک آزاد نہیں ہو گی جب تک مجھے میرے خاندان کا وارث نہیں دو

گی۔'' شاہ دل سنجیدگی سے بولا۔

''تمہیں کیا لگتا ہے مسٹر شاہ دل کہ تم نے کہہ دیا اور میں فوراً تمہاری خواہش کے آگے سر جھکا دوں گی' ہرگز نہیں' تم مجھ سے رشتہ جوڑ سکتے ہو لیکن زبردستی میرے دل میں اپنے لئے محبت اور اس رشتے کیلئے عزت پیدا نہیں کر سکتے جس رشتے سے میں دنیا میں سب سے زیادہ نفرت کرتی ہوں' اس رشتے سے میں کسی نئے رشتے کو جنم نہیں لینے دوں گی۔'' زوبیہ مضبوط لہجے میں بولی۔

''وقت بتائے گا۔'' اس کے برعکس شاہ دل پرسکون تھا۔

❋❋❋

زویا اسپتال کے بیڈ پر لیٹی خلا میں نجانے کیا تلاش کر رہی تھی۔ اس کی ذات میں سناٹے اتر آئے تھے' خاموشی تھی' تاریکی تھی اور اس بھیانک تاریکی میں وہ ننھا سا جگنو نجانے کہاں گم ہو گیا تھا' وہ جگنو جس کی روشنی کو اپنے پورے وجود میں بکھرتا محسوس کیا تھا' جو چاند کا روپ لے کر اس کے آنگن میں اترنے والا تھا' ہاں وہ جیتا جاگتا وجود جس کی دھڑکنیں اس کی دھڑکنوں سے جڑی تھیں' جس کی سانسوں کی ڈور اس کی سانسوں سے بندھی تھی۔

زویا کا اچانک سیڑھیوں سے پاؤں پھسل گیا تھا اور اس حادثے نے اس کے بچے کی جان لے لی' وہ اس دنیا میں آنے سے پہلے اس کائنات سے رشتہ توڑ گیا تھا۔

صادقہ' کمال احمد اور عباد اسے اسپتال لائے تھے لیکن زویا کو ہوش آنے کے بعد اس کا سامنا کرنے کی ہمت کسی میں بھی نہ تھی' آخر عباد نے ہی حوصلہ کیا اور اس کے پاس آیا۔ عباد نے اس کے قریب بیڈ پر بیٹھ کر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ ''زویا! میں جانتا ہوں اس وقت تم کس اذیت سے گزر رہی ہو لیکن پھر بھی میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ حوصلہ رکھو کیونکہ آزمائشیں انسانوں پر ہی آتی ہیں۔''

عباد کا اس وقت خود پھوٹ پھوٹ کر رونے کو جی چاہ رہا تھا مگر وہ ضبط کئے ہوئے تھا' پر اس کی سرخ آنکھیں اور ان آنکھوں کے بھیگتے کنارے اس کے دل کی کیفیت عیاں کر رہے تھے۔

''عباد! اس کی دھڑکنوں کا شور میری دھڑکنوں میں شامل تھا' اس کی دھڑکنیں خاموش ہو گئیں' مگر میری دھڑکنیں نہیں خاموش ہوئیں' وہ میری سانسوں کے ساتھ سانس لیتا تھا تو پھر کیوں اس کی سانسیں رک گئیں اور میری سانسیں اب تک چل رہی ہیں' میں کیسی ماں ہوں عباد......! میں کیسی ماں ہوں؟ جو ادھوری ہونے کے بعد بھی جی رہی ہے' اس کی جگہ مجھے موت کیوں نہیں آئی' مرنا تو مجھے چاہئے' مجھے جینے کا حق نہیں ہے' میں جو اپنی متاع حیات کی حفاظت نہیں کر پائی' یہ سب

میری لاپروائی کی وجہ سے ہوا ہے' مجھے کوسیں عباد! میں آپ کی امانت کو نہیں سنبھال سکی۔'' عباد اس سے کیا کہتا' وہ تو خود ایک ناقابل بیان اذیت سے گزر رہا تھا۔

عباد نے اسے رونے دیا تاکہ اس کا دل کچھ تو ہلکا ہو سکے۔

***

زویا اسپتال سے گھر آ گئی مگر اس کا دکھ جوں کا توں تھا۔ ڈاکٹروں نے کہا تھا کہ وہ اب کبھی ماں نہیں بن سکتی۔ سب پر بجلیاں ٹوٹ پڑیں' صادقہ کا دل بجھ سا گیا لیکن ان کی تقدیر میں اپنے بیٹے کا وارث دیکھنا نہیں لکھا تھا۔

کمال احمد اور کرن' زویا کیلئے بہت دکھی تھے اور عباد وہ تو غم سے چور تھا' اس نے نجانے کتنے سپنے دیکھے تھے' اس کا باپ نہیں دوست بن کر رہے گا' اسے فلاں اسکول میں پڑھائے گا' فلاں فیلڈ میں بھیجے گا اور نجانے کیا کیا...... لیکن پل میں اس کے تمام سپنے ٹوٹ کر بکھر گئے تھے۔ اس رات عباد' کمال احمد کی گود میں سر رکھ کر بچوں کی طرح رویا تھا' کمال احمد کا دل جیسے پھٹا جا رہا تھا۔

زویا کو فی الحال اس بات سے بے خبر رکھا گیا تھا کہ اب وہ کبھی کسی نئی زندگی کو جنم نہیں دے سکتی تھی کیونکہ ڈاکٹروں کا خیال تھا کہ وہ اس وقت یہ صدمہ برداشت کرنے کی حالت میں نہیں ہے۔

***

سر ناصر شاہ' زوبیہ کے کالج میں نیا اضافہ تھے۔ تمام اسٹوڈنٹس انہیں بے حد پسند کرتے تھے' اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اسٹوڈنٹس کی نفسیات کو بخوبی سمجھتے تھے۔ کہنے کو وہ ہسٹری جیسا خشک مضمون پڑھاتے تھے لیکن ان کا انداز ایسا تھا کہ نا چاہتے ہوئے بھی پڑھنے والا اس مضمون میں دلچسپی لینے پر مجبور ہو جاتا۔ ناصر شاہ' زوبیہ کو ایک قابل اسٹوڈنٹ ہونے کی وجہ سے بہت پسند کرتے تھے اس لئے اکثر وہ اپنی چھوٹی موٹی پریشانیاں ان کے ساتھ بانٹ لیتی تھی۔ انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ شاہ دل اور زوبیہ کی شادی ایک سمجھوتہ ہے' زوبیہ دل سے اس شادی کو تسلیم نہیں کرتی' اس لئے وہ اکثر اسے سمجھاتے رہتے تھے' اس وقت بھی وہ اسٹاف روم میں بیٹھے اسے سمجھا رہے تھے: ''دیکھو زوبیہ! جو رشتے زندگی میں شامل ہو جاتے ہیں' انہیں نظر انداز کرنا ایسا ہوتا ہے جیسے انسان حقیقتوں سے نگاہیں چرالے اور حقیقتوں سے الگ ہو کر جینا آسان نہیں ہوتا' یہ راہ بڑی کٹھن ہوتی ہے' ہو سکتا ہے کہ میری باتیں تمہیں اچھی نہ لگیں لیکن میں جو کہہ رہا ہوں' تمہیں اپنی بیٹی سمجھ کر کہہ رہا ہوں' محبت زندگی میں بہت ضروری ہوتی ہے' اب شادی سے پہلے ملے یا بعد میں۔''

''سر......! آپ نے سمجھوتے کی بڑی خوبصورت ڈیفینیشن دی ہے۔'' وہ طنز سے بولی۔

''اگر ہر چیز میں انسان حسن دیکھے اور ہر معاملے میں مثبت پہلو کو مدنظر رکھے تو زندگی بہت آسان ہو جاتی ہے۔'' ناصر شاہ نے بڑی نرمی سے کہا۔

''سر! میرے پیریڈ کا وقت ہو گیا ہے' میں اجازت چاہتی ہوں' کل آؤں گی' مجھے آپ سے کچھ نوٹس چاہئیں۔'' زوبیہ اتنا کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

''ٹھیک ہے۔'' ناصر شاہ نے اتنا کہا اور اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔ زوبیہ روم سے باہر آ گئی۔ کہہ دینا الگ بات ہے لیکن سہنا الگ بات ہے' مجھ سے پوچھو کہ میں اس سرپھرے کو کیسے برداشت کر رہی ہوں۔

***

رات شاہ دل اُسے خلافِ معمول خاموش لگا ورنہ تو زوبیہ اس کے سامنے ہو اور وہ طنز کا کوئی تیر نہ پھینکے' یہ ناممکن تھا۔ وہ کمرے میں بے چینی سے ٹہل رہا تھا' یوں لگ رہا تھا کہ جیسے وہ کچھ کہنے کیلئے ہمت پیدا کر رہا ہو یا پھر بے ترتیب لفظوں کو ترتیب دے رہا ہو۔ زوبیہ بظاہر بیڈ پر بیٹھی کتاب پڑھ رہی تھی مگر اس کی نگاہیں شاہ دل کی حرکات و سکنات پر تھیں۔ وہ بیڈ پر اس کے قریب آ کر بیٹھا تو سگریٹ سلگا لی۔

''کیا بات ہے آپ کے ترکش میں طنز کا کوئی تیر باقی نہیں بچا جو آج اس قدر خاموش ہیں؟'' زوبیہ نے طنزاً کہا۔

''زوبیہ......! تم' تم زویا کو فون کر لو۔'' شاہ دل نے ٹھہر ٹھہر کر کہا تو وہ گھبرا سی گئی۔

''سب ٹھیک تو ہے نا......؟'' اس نے سوالیہ نگاہوں سے شاہ دل کو دیکھا۔

''نہیں۔'' اس کے ایک لفظ نے زوبیہ کی روح کو لرزا دیا۔

''کیا ہوا......؟'' وہ شاہ دل کے قریب آ گئی۔

''زویا کا مس کیرج ہو گیا ہے۔'' وہ دھیمے لہجے میں بولا۔

''کیا......؟'' زوبیہ نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

''آفاق اور کرن یونیورسٹی میں ساتھ پڑھتے ہیں' اسی نے آفاق کو بتایا تھا مجھے بھی اسی کے توسط سے پتہ چلا ہے' میں جانتا ہوں تمہارا زویا سے ملنا بہت مشکل ہے لیکن کم از کم تم اسے فون تو کر سکتی ہو' اس کی بہن ہو تم...... اس سے بات کرو گی تو اسے اچھا لگے گا' ایسا لگے گا کہ اس کا کوئی اپنا ہے جو اس دکھ کی گھڑی میں اس کے ساتھ ہے۔'' شاہ دل اس وقت بہت مختلف انسان

لگ رہا تھا۔

''میں کیا کہوں گی اسے' جبکہ میں جانتی ہوں کہ میرا کوئی حرفِ تسلی اس کے دل پر لگے زخم کا مرہم نہیں بن سکتا' اس کے دکھ کے سامنے میرا حوصلہ کم پڑ جائے گا' مجھ سے نہیں ہوگا' مجھ سے نہیں ہوگا'' وہ شدت سے رونے لگی۔ شاہ دل نے اسے بمشکل سنبھالا تھا۔

❁❁❁

زوبیہ سے بات کر کے زویا کے دل کو بڑی ڈھارس ملی تھی۔ بہت وقت کے بعد لگا تھا کہ اس کا دکھ سمیٹنے والا ابھی کوئی اپنا ہے' وہ اکیلی نہیں ہے' کتنے لوگوں نے اسے تسلی دی' اس کے ساتھ روئے مگر زویا کے دل کا بوجھ ہلکا نہیں ہوا' نہ وہ کھل کر روئی لیکن جب عباد نے اسے زوبیہ کا فون کہہ کر ریسیور تھمایا تو صرف اس کی آواز سن کر ہی زویا پھوٹ پھوٹ کر روئی تھی' زویا کے دل کو اب کچھ قرار نصیب ہوا تھا۔

آج اسے مدحت کی بھی بہت یاد آ رہی تھی اور ماں تو چیز ہی ایسی ہے کہ خوشی ہو یا غم...... دونوں کیفیات میں اس کا ساتھ' اس کی موجودگی بہت اہم ہوتی ہے۔

❁❁❁

اعوان پیلس میں تمام لوگ ڈائننگ ہال میں موجود تھے تبھی شیراز بھی آن موجود ہوا۔ وہ رضیہ کے کہنے پر نیناں کو لینے آیا تھا اور یہ بات جب اس نے بی جی اور بابا صاحب سے کہی تب نیلماں فوراً بولی۔ ''بابا صاحب میں چلی جاؤں' کتنے دنوں سے رضیہ خالہ سے نہیں ملی۔'' اس نے اس انداز میں کہا کہ بابا صاحب نے دوسرا سوال کیے بنا اجازت دے دی۔ شیراز کو اچھا نہیں لگا تھا مگر بابا صاحب کے حکم کے بعد اس کے کچھ کہنے کی گنجائش باقی نہیں رہی تھی' مگر پھر بھی شیراز نے ایک کوشش کی۔ ''بابا صاحب! امی کہہ رہی تھیں کہ میں فہد کو ضرور ساتھ لاؤں۔''

''آپ فکر مت کریں' میں اسے سنبھال کر لے جاؤں گی۔'' اس مرتبہ نیلماں نے کسی کو بھی بولنے کا موقع دیئے بنا کہا۔ نیلماں کا اتنے اصرار سے جانا سب کو ہی عجیب لگ رہا تھا۔

''میرے بچے کو سنبھال کر لے جانا' اس کا خیال رکھنا۔'' نیناں نے بطورِ خاص شیراز کو ہدایت دی تھی اور اس نے حامی بھر لی۔

❁❁❁

شیراز اور نیلماں گاڑی میں بیٹھے تھے۔ فہد نیلماں کی گود میں سو رہا تھا۔ گاڑی میں مکمل خاموشی تھی' شیراز بہت دھیمی رفتار میں گاڑی چلا رہا تھا۔

''آپ گاڑی اتنی آہستہ کیوں چلا رہے ہیں؟'' نیلماں نے یونہی پوچھ لیا۔

''اگر بچے ساتھ ہوں تو گاڑی تیز نہیں چلانی چاہیے ورنہ بچے خوف زدہ ہو جاتے ہیں اور پھر یہ خوف ان کے دل میں مستقل رہتا ہے۔'' شیراز نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

''یہ آپ سے کس نے کہا؟'' وہ حیران تھی۔

''نیناں نے......!'' اس کے منہ سے بے اختیار نکل گیا' حالانکہ وہ نیلماں کی موجودگی میں نیناں کا ذکر نہیں کرنا چاہتا تھا۔

''نیناں کی کہی ہر بات آپ کو خوب یاد رہتی ہے لیکن میرے متعلق ہر بات بھول جاتے ہیں' چاہے وہ میری محبت ہو یا کوئی عام سی بات......!'' نیلماں نے شکوہ بھری نگاہوں سے شیراز کو دیکھا۔

''تم ہر بات میں منفی پہلو کیوں تلاش کر لیتی ہو؟'' شیراز خفگی سے بولا۔

''اس کے ذمہ دار بھی آپ ہیں۔'' نیلماں نے اس کے سر الزام دھرا۔

❁❁❁

"اگر مجھ پر الزام لگانے سے تمہیں تسکین ملتی ہے تو ٹھیک ہے' جتنے چاہے الزام لگا لو لیکن ایک بات یاد رکھنا میری ذات پر الزام لگانے سے ہماری تقدیر بدل نہیں جائے گی کیونکہ بہرحال حقیقت اپنی جگہ اٹل ہوتی ہے لیکن پتہ نہیں کیوں تم یہ بات سمجھنا نہیں چاہتیں۔"

اس کا موڈ سخت خراب ہو گیا۔ ایک پل کیلئے نیلماں کا جی چاہا کہ فہد کو اٹھا کر پھینک دے۔ "اچھا طریقہ ڈھونڈا ہے تقدیر کو موردِ الزام ٹھہرا کر اپنی ذات کو بری الذمہ کر لینے کا۔" وہ طنز سے بولی۔

"تم جو چاہے سمجھو۔" شیراز اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا۔ نیلماں نے بھی اس سے مزید کوئی بات نہیں کی۔ راستہ یونہی کٹ گیا۔

گھر پہنچ کر نیناں کی جگہ نیلماں کو پا کر رضیہ کو خوشی تو نہیں ہوئی مگر انہوں نے ظاہر نہیں ہونے دیا۔ خوشدلی سے نیلماں کو خوش آمدید کہا۔ شیراز اسے چھوڑ کر آفس چلا گیا۔

نیلماں' رضیہ سے باتیں کرنے لگی۔ وہ عدم دلچسپی سے اسے جواب دیتی رہی۔ نیناں نہ سہی فہد تو موجود تھا' اس لئے ان کی تمام تر توجہ کا محور اسی کی ذات تھی۔ یہ بات نیلماں کو پسند نہیں آئی۔

***

آج پھر اینہ آ ٹپکی تھی۔ پہلے تو انہوں نے زویا کو خوب تسلی دی پھر صادقہ کو لے کر ان کے کمرے میں آ گئی۔ صادقہ کو احساس ہو گیا کہ وہ کوئی خاص بات کرنا چاہتی ہیں۔ دونوں بہنیں بیڈ پر آمنے سامنے بیٹھ گئیں' درمیان میں ہمیشہ کی طرح پاندان کھلا ہوا رکھا تھا' آج موسم سرد تھا' دوپہر ہونے کے باوجود فضا میں خنکی سی تھی۔

"میں نے جب زویا کے متعلق سنا تو بڑا افسوس ہوا' ہائے ہائے نصیب ہی خراب ہیں ورنہ آج عباد کا چاند سا بیٹا آپ کی گود میں کھیل رہا ہوتا۔" اینہ نے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں آپس میں رگڑتے ہوئے اظہارِ افسوس کیا تو صادقہ کا زخم پھر سے تازہ ہو گیا۔ آنکھوں میں نمی اتر

آئی۔

"کیا کریں' اب مقدر سے تو نہیں لڑ سکتے۔" وہ اپنے دوپٹے کے کونے سے آنکھیں رگڑتے ہوئے بولیں۔

"ایسا نہ کہو آپا! اچھی امید رکھو' خدا نے چاہا تو زویا کی گود پھر سے بھر جائے گی۔" اینہ نے یونہی رسماً کہا ورنہ ایسا وہ کب چاہتی تھیں۔ ان کے خیال میں تو زویا ان کی بیٹی عبیرہ کی جگہ بیٹھی تھی' بھلا اس کیلئے دل سے دعا کیسے نکل سکتی تھی۔

"اب کاہے کی امید بہنا......! ساری امیدیں تو اسی لمحہ دم توڑ گئیں جب ڈاکٹر نے یہ خبر سنائی کہ اب زویا کبھی ماں نہیں بن سکتی۔" ایک مرتبہ پھر ان کی آنکھیں بھیگ گئیں اور زویا جو چائے لے کر اندر آنے والی تھی' اس کے سر پر تو جیسے آسمان ٹوٹ پڑا۔ ہاتھ سے ٹرے چھوٹ کر گری تو تمام برتن اس کی امیدوں کی طرح ٹوٹ کر کرچی کرچی ہو گئے۔

اتنا بڑا سانحہ گزر گیا تھا لیکن اب بھی من میں ایک آس کا دیا روشن تھا جس کی ٹمٹماتی لو سے اس کی امیدیں زندہ تھیں لیکن یہ کیا ہو گیا تھا' سب کچھ ٹوٹ کر بکھر گیا تھا' وہ تہی داماں نہیں' بنجر بھی ہو گئی تھی۔ زویا کے آنسو روکے نہیں رک رہے تھے۔

یہ قدرت نے اسے کیسی سزا دی تھی کہ وہ تمام عمر اپنی تکمیل کیلئے ترستی رہے' قسمت کی یہ کیسی ستم ظریفی تھی۔ بے اختیار وہ چیخ چیخ کر رونے لگی۔ صادقہ اور اینہ دوڑ کر کمرے سے باہر نکلی تھیں' باہر آ کر دیکھا تو زویا کی حالت ابتر ہو رہی تھی۔

***

شیراز آفس سے شام ڈھلے لوٹا تھا۔ اس عرصے میں اس نے جان بوجھ کر گھر میں فون نہیں کیا تھا' حالانکہ دو سے تین مرتبہ فون کرنا اس کا معمول تھا لیکن نیلماں کی موجودگی میں فون کر کے وہ کوئی مسئلہ کھڑا نہیں کرنا چاہتا تھا' وہ نہیں چاہتا تھا کہ اب کوئی اس کے اور نیلماں کے متعلق جانے۔ شیراز بزدل ہرگز نہ تھا لیکن نیلماں اس سے منسوب ہو کر بدنام ہو جائے' یہ اسے منظور نہیں تھا۔ ویسے بھی اب جو حالات درپیش تھے' ان میں اس کی اور نیلماں کی بات سامنے آنا' کسی کیلئے بھی اچھا نہ تھا' اس نے بڑی مشکل سے خود کو نیناں سے شادی کیلئے تیار کیا تھا' نہیں چاہتا تھا کہ وہ پھر سے کمزور پڑ جائے اور سب کچھ بکھر جائے۔

رضیہ سو رہی تھیں' اس لئے وہ سیدھا فہد کے کمرے میں گیا۔ صبح وہ فہد کو نیلماں کے ساتھ وہیں چھوڑ کر گیا تھا۔ نیلماں اسے دیکھتے ہی گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی اور بے وجہ مسکرائی۔ شیراز نے بغور دیکھا تو وہ اسے پریشان لگی۔

"خیریت تو ہے' پریشان لگ رہی ہو؟" شیراز نے سوال کیا لیکن نیلماں کے جواب دینے کی نوبت نہیں آئی کیونکہ شیراز کی نگاہ بیڈ پر سوئے فہد پر پڑی تھی جس کے ماتھے پر چوٹ کا نشان بڑا واضح تھا۔

وہ تڑپ کر اس کے قریب آیا پھر پلٹ کر نیلماں کو دیکھا۔

"اسے یہ چوٹ کیسے لگی؟" شیراز نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"وہ صبح سے ہی......!" وہ کوئی بہانہ بنانا چاہتی تھی۔

تبھی شیراز نے تیزی سے اس کی بات کاٹ دی۔ نیلماں ایک دم سہم گئی۔ شیراز نے باری باری تمام نوکروں کو پکارا' سب کے سب چراغ کے جن کی طرح اگلے ہی پل اس کے سامنے تھے۔

"فہد کو چوٹ کیسے لگی' سچ سچ بتاؤ اور اگر اس معاملے میں جھوٹ بولنے کی کوشش کی تو سب کی نوکری جائے گی۔" شیراز نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا۔

تب ایک ملازم نے ہمت کی۔ "صاحب! وہ نیلماں بی بی جب باہر فون سننے گئی تھیں تو بابا کو کمرے میں اکیلا چھوڑ گئی تھیں تب وہ بستر سے نیچے گر پڑے۔" اس بیچارے نے نوکری کے ڈر سے سب کچھ سچ اگل دیا۔ اس دوران نیلماں نے ملازم کو آنکھیں بھی دکھائیں مگر وہ بھی اپنے نام کا ایک ہی تھا' پورا سچ بول کر دم لیا۔

"ٹھیک ہے' تم لوگ جاؤ۔" شیراز نے اتنا کہا تو سب کمرے سے باہر نکل گئے۔ اب وہ نیلماں کی جانب پلٹا۔ "اگر ذمہ داری اٹھا نہیں سکتیں تو اسے لانے کا بھی تمہیں کوئی حق نہیں تھا' نیناں نے اسے ہمارے بھروسے پر یہاں بھیجا تھا' اب بتاؤ میں اسے کیا جواب دوں گا؟" وہ سوالیہ نگاہوں سے نیلماں کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی غلطی تھی اس لئے وہ خاموش تھی۔

"میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا کہ اگر تم میرے لئے دل میں نفرت یا شکایتیں رکھتی ہو تو وہ صرف میری ذات تک محدود رکھو کیونکہ جرم صرف میرا ہے لیکن تم......!" وہ کہتے کہتے رک گیا۔

"آپ کو لگتا ہے کہ میں نے جان بوجھ کر فہد کو تکلیف پہنچائی ہے' اس لئے کہ وہ نیناں کا بیٹا ہے؟" وہ پل میں اس کی گفتگو کا مفہوم جان گئی۔

"تم ہی بتاؤ' مجھے کیا سمجھنا چاہئے؟" شیراز اس وقت سخت غصے میں تھا۔

"مجھ پر شک کر رہے ہیں' الزام لگا رہے ہیں اور پھر پوچھ رہے ہیں کہ آپ کو کیا سمجھنا چاہئے' کیا اب تک آپ نے مجھے اتنا ہی جانا ہے؟ آپ کو لگتا ہے کہ میں اتنی گر سکتی ہوں کہ ایک

بچے کو اپنے انتقام کا نشانہ بناؤں؟" نیلماں کو دکھ ہو رہا تھا۔ شیراز خاموش رہا تو نیلماں مزید بولی۔

"آج زندگی میں پہلی مرتبہ خود سے سوال کرنے کو جی چاہ رہا ہے کہ میں نے اس شخص سے محبت کیوں کی جس کو میری محبت تو دور کی بات ہے' میری ذات ہی قابل اعتبار نہیں لگتی......افسوس ہو رہا ہے اس بات پر کہ مجھے آپ سے محبت کیوں ہوئی؟" نیلماں بہت دکھی تھی۔ وہ مزید وہاں نہیں رکی' خاموشی سے کمرے سے باہر نکل گئی۔

شیراز کو اپنے رویئے پر ندامت سی محسوس ہوئی تھی مگر وہ بھی کیا کرتا۔ فہد کے معاملے میں وہ بہت حساس تھا' اسے تکلیف میں دیکھنا شیراز کیلئے ممکن نہ تھا۔

❋❋❋
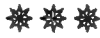
زوبیہ نے پچھلے دنوں گھر کے مسائل کی وجہ سے ہسٹری کے کئی لیکچر مس کئے تھے اس لئے وہ ناصر شاہ کی مدد لے رہی تھی۔ وہ فری ہوتی تو ناصر شاہ سے ضروری پوائنٹس ڈسکس کر کے نوٹس تیار کر لیتی۔ اس وقت بھی وہ اسی سلسلے میں اسٹاف روم میں موجود تھی۔ ناصر شاہ کی میز پر کافی چیزیں بکھری ہوئی تھیں۔

چپراسی چائے لے آیا تو زوبیہ جگہ بنانے میں اس کی مدد کرنے لگی۔ ایسے میں میز پر رکھا بٹوہ فرش پر گر کر کھل گیا۔

زوبیہ نے سوری کہتے ہوئے جلدی سے نیچے جھک کر بٹوہ اٹھایا مگر اس سے پہلے کہ وہ اسے بند کرتی' زوبیہ کی نگاہ بٹوے میں لگی تصویر پر ٹھہر گئی۔ تصویر پرانی ضرور تھی لیکن اس قدر واضح تھی کہ زوبیہ کو پہچاننے میں ذرا سی بھی دقت نہیں ہوئی' بلاشبہ وہ سفینہ ہی تھیں۔ ایسی ایک تصویر وہ شاہ دل کے البم میں بھی دیکھ چکی تھی مگر سفینہ کی تصویر ناصر شاہ کے بٹوے میں کیوں تھی؟ اس کا دماغ الجھ گیا۔

تبھی ناصر شاہ نے اسے پکارا تو زوبیہ چونکی اور "سوری" کہتے ہوئے جلدی سے بٹوہ ان کی جانب بڑھا دیا' جسے ناصر شاہ نے سرعت سے تھام لیا۔

"چلئے میں آپ کو بقیہ پوائنٹس سمجھا دوں۔" ناصر شاہ نے بٹوہ جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔

"سر! کیا میں آپ سے ایک بات پوچھ سکتی ہوں؟" زوبیہ کے لہجے میں جھجک تھی۔

"سر! یہ سوال آپ کی ذات سے متعلق ہے۔ شاید آپ کو میری جرأت اچھی نہ لگے لیکن یوں سمجھ لیں کہ میرے لئے یہ جاننا بڑا ضروری ہے کہ آپ کے بٹوے میں جو تصویر لگی ہے' آپ کا ان سے کیا تعلق ہے؟"

ناصر شاہ کے تاثرات یکدم بدل گئے۔ ان کیلئے یہ غیر متوقع سوال تھا۔

''میں بتانا ضروری نہیں سمجھتا اور نہ ہی یہ پسند کرتا ہوں کہ کوئی میرے ذاتی معاملے میں اتنی دلچسپی لے۔'' وہ ذرا سخت لہجے میں بولے۔

''سر......! اس دنیا میں ہر انسان کی زندگی کسی نہ کسی سے جڑی ہوتی ہے اور شاید اس باب کے بنا آپ کی زندگی کی کتاب مکمل نہیں ہو پائے گی۔'' وہ پریقین تھی۔

''اس وقت میں آپ سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتا' اس لئے پلیز آپ فوراً یہاں سے چلی جائیں۔'' ناصر شاہ کا دماغ سلگ رہا تھا۔

''ٹھیک ہے سر......! ابھی میں چلی جاتی ہوں لیکن میں یہی سوال لے کر دوبارہ آؤں گی اور تب تک آتی رہوں گی جب تک میں اس بارے میں جان نہیں لیتی۔'' وہ اتنا کہہ کر اسٹاف روم سے باہر نکل گئی لیکن ناصر شاہ کو بری طرح الجھا گئی۔

❋ ❋ ❋

رات بھر زوبیہ کو ٹھیک سے نیند نہیں آئی تھی۔ وہ ناصر شاہ اور سفینہ کے متعلق سوچتی رہی۔ اگر واقعی اس کی بنیاد اتنی ہی مضبوط ہے' جتنی میں نے سوچی ہے تو سفینہ آنٹی کی زندگی میں بہت کچھ بدل سکتا ہے' انہیں دوبارہ ان کے حصے کی تمام خوشیاں مل سکتی ہیں' ان کی زندگی سنور سکتی ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس طرح سے کسی کو زندگی کا مقصد مل جائے' شاید پاپا کے سر سے بے وفائی کا الزام ہٹ جائے اور شاید مما اور سفینہ کے درمیان جو ایک اَن دیکھی دیوار ہے' مما کی جانب سے ہلکی سی بدگمانی ہے' شاید وہ نہ رہے۔ زوبیہ نے کروٹیں بدلتے بدلتے ڈھیروں امیدیں ناصر شاہ سے وابستہ کر لیں۔ شاہ دل اس کے برابر میں بے خبر سو رہا تھا لیکن زوبیہ کی آنکھوں میں نیند کا شائبہ تک نہ تھا' وہ بے چینی سے صبح ہونے کا انتظار کر رہی تھی۔

❋ ❋ ❋

عباد اسے زبردستی اپنے ساتھ واک کیلئے قریبی پارک میں لے آیا تھا۔ جب سے زویا کو یہ معلوم ہوا تھا کہ اب وہ کبھی ماں نہیں بن سکتی' تب سے وہ خاموش سی ہو گئی تھی' کسی نے بات کی تو جواب دے دیا ورنہ گھنٹوں ہونٹ سیئے بیٹھی رہتی۔ جب سے یہ حادثہ ہوا تھا تب سے اس کے اور عباد کے درمیان گنی چنی باتیں ہی ہوتی تھیں۔

پتہ نہیں کیوں دونوں کو ہی یہ رشتہ ادھورا سا لگنے لگا تھا۔ محبت' رقابت' قربت' بھروسہ سب کچھ ویسا ہی تھا لیکن پھر بھی کہیں نہ کہیں وہ کمی محسوس کر رہے تھے۔

''عباد! جو خواب ہم دونوں نے ایک ساتھ دیکھا تھا' کیا اس کی ٹوٹی کرچیاں آپ

کے دل میں بھی چبھتی ہیں؟'' زویا نے چلتے چلتے بڑھے کھوئے ہوئے انداز میں سوال کیا۔

''جو ہونا تھا ہو گیا اب اس کا ماتم کیسا؟'' وہ کرب سے مسکرایا تو وہ چلتے چلتے رک گئی۔

''مطلب جو ہونا تھا؟'' اس نے قدرے الجھ کر عباد کو دیکھا۔

''یاد ہے زویا! ایک مرتبہ تم نے کہا تھا کہ مجھے تمہارے اپنوں کی تکلیف کا احساس اس لئے نہیں کہ کبھی میں کسی اپنے کو کھونے کے درد سے نہیں گزرا' میرا دامن کبھی محبتوں سے خالی نہیں ہوا' میں نے جو چاہا' پا لیا اور تم نے کہا تھا کہ ایک نہ ایک دن مجھے یہ احساس ضرور ہو گا اور وہ احساس مجھے تم دلاؤ گی اور وہ وقت آ گیا ہے۔'' عباد کے لہجے میں طنز تھا۔

''اس وقت شاید غصے اور جذبات میں آ کر میں نے یہ سب کہہ دیا تھا لیکن اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ میں نے جان بوجھ کر اس بچے کو گنوا دیا ہے' کیا کوئی ماں ایسا کر سکتی ہے؟'' وہ سوالیہ نگاہوں سے عباد کو دیکھ رہی تھی۔ اسے یقین نہیں ہو رہا تھا کہ اس کے سامنے وہ شخص کھڑا ہے جو بنا کہے اس کی ہر بات سمجھ لیتا تھا' جو دعویٰ کرتا تھا کہ زویا اس کی دھڑکنوں میں بستی ہے اور اس کا ہر درد عباد کے دل سے ہو کر گزرتا ہے' اس دکھ کی گھڑی میں جسے اس کے سب سے زیادہ قریب ہونا چاہئے تھا' وہ اس سے کتنے فاصلے پر تھا' ایسا تو زویا نے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔ وہ اس کیلئے دل میں بدگمانی کو جگہ دیئے ہوئے تھا جس نے کبھی کہا تھا کہ ''زویا! اس دل میں تمہاری محبت اتنی ہے کہ اب کسی اور جذبے کی گنجائش باقی نہیں ہے۔'' پتہ نہیں وہ سچ تھا یا یہ......؟

''زویا! کچھ رشتے ایسے ہوتے ہیں جو زندگی میں جگہ تو پا لیتے ہیں کبھی سمجھوتہ بن کر یا کبھی کسی اور وجہ سے لیکن عمر بھی ان رشتوں میں چاہت اپنی جگہ نہیں بنا پاتی اور نتیجتاً وہ رشتے ٹوٹ کر بکھر جاتے ہیں جیسے تمہارا اور ہمارے بچے کا رشتہ یا میرا اور تمہارا......!'' عباد کہتے کہتے رک گیا۔

''آپ کیا کہنا چاہتے ہیں کہ میرے دل میں آپ کے لیے یا میری اولاد کیلئے کوئی چاہت نہیں؟'' وہ صدمے کی سی کیفیت میں تھی۔ اسے عباد سے یہ امید نہ تھی۔ زویا کے سوال میں وہ خاموش تھا۔ وہ پھر گویا ہوئی۔ ''دنیا میں کون سی ماں ایسی ہو گی جس کو اپنی اولاد اپنے وجود کے حصے سے محبت نہ ہو' آپ نے اتنی بڑی بات کیسے کہہ دی' کیوں کہہ دی......؟'' زویا نے اسے بے حد دکھ سے دیکھا۔

عباد کے دل میں یہ شک کا بیج امینہ نے بویا تھا۔ اسے احساس دلایا تھا کہ زویا کیلئے اس سے اور اپنے بچے سے زیادہ پیچھے چھوٹ جانے والے رشتوں کی اہمیت ہے' وہ صرف اس کے ساتھ سمجھوتے کی زندگی گزار رہی ہے اور جس طرح وہ زویا کو اس کے اپنوں سے چھین کر لایا تھا'

یہ بات اب بھی اس کے دل میں موجود ہے اور شاید اس نے عباد کو سزا دینے یا اس سے بدلہ لینے کیلئے اسے زندگی بھر کا روگ دیا ہے۔ پہلے تو عباد اس بات پر خفا ہو جاتا لیکن بہر حال امینہ نے اپنی کوشش جاری رکھی۔ کہتے ہیں اگر پتھر پر بھی مسلسل پانی پڑتا رہے تو اس میں شگاف ہو جاتا ہے' عباد تو پھر انسان تھا' آہستہ آہستہ اسے بھی امینہ کی باتوں پر یقین آنے لگا کیونکہ محبت جو انسان کا ایمان ہوتی ہے' وہ اب کمزور پڑنے لگی تھی اور جب ایمان کمزور پڑ جائے تو حالات اور گمان دونوں اس پر حاوی ہونے لگتے ہیں۔ عباد کی بھی کیفیت ایسی ہی تھی۔

''عباد......!'' وہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔

تبھی اس نے زویا کی بات قطع کرتے ہوئے کہا: ''گھر چلتے ہیں' دیر ہو گئی ہے۔'' وہ اتنا کہہ کر آگے بڑھ گیا۔ زویا اس کی بے حسی پر حیران تھی۔

❋❋❋

نیناں کتنی مرتبہ فہد کیلئے فون کر چکی تھی۔ اس لئے رضیہ کے کہنے پر شیراز اسے چھوڑنے آیا تھا۔ نیناں بے چینی سے لان میں ٹہل رہی تھی' فہد کو دیکھتے ہی وہ بے اختیار اس کی جانب لپکی اور اسے شیراز کی گود سے لے لیا' تبھی اس کی نگاہ فہد کی چوٹ پر پڑی۔ ''یہ اسے کیا ہوا؟'' نیناں نے سوالیہ نگاہوں سے شیراز کو دیکھا۔

تب اس نے جھجکتے ہوئے نیناں کو نیلماں کی لاپروائی کے بارے میں بتایا تھا۔

''میں نے فہد کو آپ کے بھروسے پر بھیجا تھا اس لئے پلیز نیلماں کو الزام مت دیں' صاف صاف یہ کہیں کہ آپ ذمہ داری نبھانے میں چوک گئے......بہر حال آج کے بعد آپ پر بھروسہ کرنے کی غلطی ہرگز نہیں کروں گی۔'' وہ اتنا کہہ کر فہد کو لئے اندر چلی گئی' یہاں تک کہ اس نے شیراز کو معافی مانگنے کا موقع بھی نہیں دیا تھا۔

❋❋❋

اگلے روز زوبیہ پھر اسٹاف روم میں ناصر شاہ کے سامنے تھی۔

''دیکھئے! اگر آپ دوبارہ کل والے موضوع پر گفتگو کرنا چاہتی ہیں تو میں اس بارے میں آپ سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔'' وہ زوبیہ کو دیکھتے ہی ذرا خفگی سے بولے اور دوبارہ کاغذات کو دیکھنے لگے۔

''ٹھیک ہے سر......! آپ مجھ سے اس بارے میں بات نہیں کرنا چاہتے تو مت کیجئے لیکن اسے ضرور دیکھئے۔'' زوبیہ نے ویسی ہی تصویر ان کے سامنے رکھ دی جیسی ناصر شاہ کے بٹوے میں تھی۔ ''یہ تصویر تمہارے پاس کیسے تم ان کی کیا لگتی ہو' آئی مین ان سے تمہارا

رشتہ......؟'' وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

''میں آپ کے تمام سوالوں کا جواب دوں گی مگر اس سے پہلے آپ کو مجھے اپنے اور ان کے رشتے کی نوعیت بتانی ہوگی۔'' زوبیہ نے تصویر کی جانب اشارہ کیا۔ ''ہوسکتا ہے سر کہ اسی بہانے جو راہ اندھیرے میں کہیں گم ہوگئی ہے' وہ پھر سے دکھائی دے جائے۔'' امید کا دیا زوبیہ کے دل میں روشن تھا' جس کی روشنی اس کی آنکھوں میں دکھائی دے رہی تھی۔ ''بیٹھ جاؤ۔'' اس مرتبہ ناصر شاہ کے لہجے میں نرمی تھی۔

زوبیہ خاموشی سے ان کی میز کے دوسری طرف بیٹھ گئی۔ تب ناصر شاہ نے بولنا شروع کیا۔ ''سفینہ اور میں کالج میں ساتھ پڑھتے تھے' میں نے جب اسے دیکھا میرے لئے کسی اور کو دیکھنا تو دور کی بات ہے' کسی اور کے متعلق سوچنا بھی گناہ تھا پھر مجھے کب اس سے محبت ہوگئی' اس بات کی خبر مجھے خود بھی نہیں ہوئی اور جب محبت کا ادراک ہوا تو یہ انکشاف ہوا کہ وہ کسی اور کی امانت ہے' بچپن سے ہی اپنے کزن جہانزیب علی اعوان سے منسوب ہے۔'' وہ بول رہے تھے۔ زوبیہ بے صبری سے ناصر شاہ کی گفتگو اختتام پذیر ہونے کی منتظر تھی۔

''جی چاہا کہ ایک مرتبہ میں اسے اپنے احساسات کے متعلق بتادوں مگر پھر یہ سوچ کر خاموش رہا کہ نجانے وہ میری فیلنگز کو کس نظر سے دیکھیں' پھر زندگی میں سب کو سب کچھ مل جائے' یہ بھی تو ضروری نہیں جن سے محبت ہو' ان کی خوشیاں سب سے زیادہ اہم ہوتی ہیں' بس اسی لئے میں نے اپنے ہونٹ سی لئے لیکن میری زندگی میں ایک بھی لمحہ ایسا نہیں گزرا جب میرا دل اس محبت کے احساس کو بھول پایا ہو اور آج بھی میری زندگی اور میرے دل میں اس محبت کے سوا اور کچھ نہیں۔'' ناصر شاہ سچائی سے بولے۔ ایک انجان لڑکی کے سامنے برسوں بعد انہوں نے اتنا کچھ کہا تھا' شاید اس لئے کہ اس کے پاس سفینہ کا حوالہ تھا۔ زوبیہ کو ناصر شاہ سے دلی ہمدردی محسوس ہوئی۔

''میں نے سب کچھ تمہیں بتا دیا' اب تم بتاؤ کہ سفینہ سے تمہارا کیا رشتہ ہے؟'' وہ زوبیہ کی جانب سوالیہ نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔

''میں' میں جہانزیب علی اعوان کی بیٹی ہوں۔'' وہ بڑی ہمت سے بولی۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ یہ سننے کے بعد ناصر شاہ کا ردعمل کیا ہوگا۔

''مطلب تم سفینہ کی بیٹی ہو؟'' ناصر شاہ نے اسے بغور دیکھا۔

''پاپا نے سفینہ آنٹی سے شادی نہیں کی تھی۔'' زوبیہ کے اس انکشاف پر ناصر شاہ کے دل پر اک قیامت سی ٹوٹ پڑی۔ انہیں دوبارہ سوال کرنے کیلئے اپنے بکھرتے حوصلوں کو یکجا کرنا

پڑا۔

"تمہارے پاپا نے سفینہ سے شادی کیوں نہیں کی؟"

"آپ نے تمام عمر سفینہ آنٹی کی یادوں کے ساتھ زندگی بسر کی حالانکہ زندگی میں ایک پرخلوص ساتھ بہت معنی رکھتا ہے؟" زوبیہ نے جواب دینے کے بجائے ان سے سوال کر ڈالا۔

"جب لوگوں سے محبت ہو' ان سے الگ ہو کر ان کی یادوں کے سہارے تو زندگی گزاری جا سکتی ہے لیکن ان یادوں میں کبھی کسی اور کو شریک کر کے منافقت کرنا محبت کی توہین ہے۔" ناصر شاہ صاف گوئی سے بولے۔

"پاپا بھی منافقت نہیں کرنا چاہتے تھے' اس لیے انہیں مما کا ہاتھ تھامنے کیلئے سفینہ آنٹی سے رشتہ توڑنا پڑا' اب ہم جتنا کچھ بھی کہیں' محبت بہرحال اپنی جگہ ایک اٹل حقیقت ہے۔"

ناصر شاہ خاموش ہو گئے تھے۔ زوبیہ کو ان کی خاموشی بہت محسوس ہوئی۔

"کیا سوچ رہے ہیں سر......! کچھ کہیں گے نہیں؟" وہ سوالیہ نگاہوں سے انہیں دیکھ رہی تھی۔

"کیا میرے پاس اب بھی کچھ کہنے کو باقی ہے؟" ناصر شاہ نے پلٹ کر سوال کیا۔

"سر! شاید آپ کو میری گفتگو گستاخانہ اور بے موقع لگے لیکن میں پھر بھی ایک بات ضرور کہوں گی کہ اگر ہم کسی سے بہت محبت کریں اور زندگی کی راہوں میں اسے تنہا پائیں' وہ بھی اس وقت جب وہ کسی ادھوری زندگی جی رہا ہو' لاحاصل انتظار کو زندگی سمجھ رہا ہو تو بنا کسی شرط بغیر کسی خوف کے اپنا ہاتھ اس کی جانب بڑھا دینا چاہئے' اسے بتانا چاہئے کہ کوئی ہے جسے اس کے ہنسنے اور رونے سے فرق پڑتا ہے' کوئی ہے جو آج بھی بس اسی کیلئے ہے' کم از کم ایسا کرنے سے کوئی پچھتاوا تو باقی نہ رہے گا' منزل تب ہی ملتی ہے جب صحیح وقت پر صحیح راستے کا انتخاب کیا جائے۔" زوبیہ نے گویا ناصر شاہ کو خوشیوں کی نوید دی تھی' منزل تک پہنچنے کا راستہ دکھایا تھا۔

زوبیہ چلی گئی اور ناصر شاہ تادیر اسی کی کہی باتوں کے متعلق سوچتے رہے۔

❋ ❋ ❋

عباد اور زویا کے درمیان نجانے کیوں ان دیکھی دیواریں کھڑی ہو گئی تھیں۔ قربتیں اب فاصلوں میں تبدیل ہو گئی تھیں' ان کے درمیان چند گنے چنے جملوں کا تبادلہ ہوتا تھا' یوں لگتا تھا کہ جیسے دو اجنبی بحالت مجبوری ایک چھت تلے رہ رہے ہوں' ایسا تو تب بھی نہیں ہوا تھا جب وہ اور زویا حقیقتاً اجنبی تھے۔ زویا اپنے بیڈ سے اٹھ کر اپنے کمرے کی کھڑکی میں آ کھڑی ہوئی۔ مغرب کا وقت ہو چکا تھا لیکن اب تک عباد نہیں لوٹا تھا' زویا نے کھڑکی سے باہر دیکھا آسمان رنگ

بدل رہا تھا' پرندے اپنے آشیانوں کی طرف لوٹ رہے تھے' تمام مناظر آہستہ آہستہ تبدیل ہو رہے تھے۔

ایک وقت تھا جب عباد اس کی چھوٹی سے چھوٹی بات کی پرواہ کرتا تھا۔ "یہ کیسا رنگ پہنا ہے' کپڑے کیوں نہیں بتدیل کئے' زویا تم کھانا کیوں نہیں ٹھیک سے کھاتیں؟" اور آج وہ وقت تھا کہ وہ ایک جوڑا دو دو دن تک پہنے رکھتی مگر عباد تبدیل کرنے کو نہ کہتا' اس کے سامنے سے بھوکی اٹھ جاتی' اسے پرواہ نہ ہوتی اور جو بیمار پڑ جاتی تو بڑے آرام سے پیسے تھما کر ڈاکٹر کے پاس جانے کا مشورہ دیتا۔ آج بھی اس کی طبیعت صبح سے ہی خراب تھی لیکن اسے کوئی پرواہ نہ تھی۔

اس سانحے کے بعد صادقہ کا رویہ پہلے جیسا ہو گیا تھا' شاید وہ ان کی نگاہ میں تب تک ہی معتبر تھی' جب تک انہیں اس سے وارث ملنے کی امید تھی' اب تو زویا خود کو ایسی شے محسوس کر رہی تھی' جو بے مصرف گھر کے کونے میں پڑی ہو' جسے کسی وقت بھی گھر سے اٹھا کر باہر پھینکا جا سکتا ہے۔

کرن اور کمال احمد اپنے تئیں اس کا بہت خیال رکھتے تھے لیکن عباد کا نعم البدل تو نہیں ہو سکتے تھے پھر بھی ان کی موجودگی میں اس کا غم کافی ہلکا ہو جاتا۔

وہ اپنی سوچوں میں گم تھی۔ جب عباد کمرے میں داخل ہوا تو وہ اس کے قریب چلی آئی۔

"آ گئے آپ......؟" زویا نے مسکرانے کی کوشش کی۔ وہ بیڈ پر بیٹھا جوتے اتار رہا تھا۔

"اگر یہاں موجود ہوں تو نظر آ رہا ہوں۔" عباد کے لہجے میں ترشی تھی۔

"عباد! آپ کو یاد ہے کہ آخری مرتبہ آپ نے کب مجھ سے ڈھنگ سے بات کی تھی؟" وہ دکھی تھی لیکن لہجہ نرم تھا۔ عباد خاموش رہا تو وہ مزید بولی۔ "ایک وقت تھا کہ آپ میری ذرا سی تکلیف پر تڑپ جاتے تھے' گھنٹوں میرے سرہانے بیٹھے رہتے تھے لیکن آج وہ سب تو دور کی بات ہے' آپ کو یہ پوچھنے کی فرصت نہیں کہ میں ٹھیک بھی ہوں یا نہیں' حالانکہ آپ جانتے تھے کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں' پتہ ہے سارا دن' میری نگاہیں فون پر تھیں کہ ابھی آپ کا فون آئے گا اور آپ میری طبیعت کے متعلق جاننے کی کوشش کریں گے مگر آپ کو تو جیسے کوئی پروا ہی نہیں۔" وہ ناراضی سے بولی۔

"زویا! میں وہاں فارغ نہیں ہوتا کہ گھر پر فون کرتا رہوں' اور یہ ثابت کرنے کیلئے کہ اب بھی مجھے تمہاری پروا ہے' کیا میں سارا کام کاج چھوڑ کر گھر بیٹھ جاؤں۔" عباد ایک دم سے غصے میں آ گیا۔ زویا کیلئے یہ لب و لہجہ بڑا انجان تھا۔

"میں نے ایسا تو نہیں کہا' میں صرف یہ کہنا چاہتی ہوں کہ ہم دونوں کا دکھ یکساں ہے اس لئے ہمیں ایک دوسرے کا دکھ بانٹنا چاہئے کیونکہ جتنا نقصان آپ کا ہوا ہے' اس سے کہیں زیادہ نقصان میرا ہوا ہے اور......!"

اس سے پہلے کہ وہ بات مکمل کر پاتی' عباد غصے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا: "واہ یہ تم عورتوں کا بڑا پلس پوائنٹ ہے' ہمیشہ سارا زور "میرا" پر ہی ہوتا ہے' خود کو ماتا کی مورت اور مرد کو پتھر سمجھتی ہو' مطلب سارا دکھ' ساری فیلنگز ماں کو ہوتی ہیں' باپ میں احساس نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔" عباد جیسے بپھر گیا۔

"آپ مجھے غلط سمجھ رہے ہیں' میرا کہنے کا مطلب یہ نہیں تھا۔" وہ اندر ہی اندر لرز اٹھی تھی۔

"تمہیں تو خود کو ہر الزام سے بری الذمہ کرنے کی پرانی عادت ہے۔" وہ طنزاً بولا۔

"آپ کے دل میں جو بات ہے' کھل کر کہہ دیں' ہم دونوں کیلئے بہتر رہے گا۔" زویا جیسے ان روز وشب سے تھک سی گئی تھی۔

"تو سنو زویا! میرے بچے کو تمہاری وہ تمام بددعائیں لگ گئیں جو کبھی میری دیوانگی کے سبب تمہارے دل سے نکلی تھیں' میں نے تم سے تمہارے رشتے چھینے تو تم نے مجھ سے میرا بچہ چھین کر حساب برابر کر دیا تو پھر اب کس بات کا رونا' اب کیسا پچھتاوا' اب کس بات کا سوگ منا رہی ہو تم' تم تو خوش ہو کہ تم نے عباد کمال کی بے وقوفی کا اسے منہ توڑ جواب دیا ہے۔" عباد نے زویا کو شانوں سے پکڑ کر جھنجھوڑ ڈالا۔ "اب مجھے لگنے لگا ہے کہ یہ سب انجانے میں نہیں ہوا شاید تم بھی یہی چاہتی تھیں۔" امینہ اسے زویا سے پوری طرح بدظن کرنے میں کامیاب ہو گئی تھیں۔

"عباد! میں اپنی لاپروائی کو مانتی ہوں مگر خدا کیلئے مجھ پر اتنا بڑا الزام مت لگائیں۔" وہ تڑپ اٹھی۔

نجانے کیسے اسے اس لمحے زویا کے دکھ کا احساس ہوا تھا۔ "دیکھو زویا! میں تمہیں نہ تو کوئی الزام دینا چاہتا ہوں اور نہ ہی کوئی تکلیف پہنچانا' لیکن شاید اس گھڑی میری ذات ایک ایسا نوک دار پتھر بن گئی ہے کہ جس سے صرف زخم مل سکتے ہیں اور کچھ نہیں کچھ بھی نہیں۔" عباد جیسے خود ٹوٹ رہا تھا۔

زویا نے آگے بڑھ کر اس کے شانے پر سر رکھ دیا۔ "سب ٹھیک ہو جائے گا عباد! سب ٹھیک ہو جائے گا۔" زویا نے تسلی دی۔

"کاش! سب ٹھیک ہو جائے۔" عباد حسرت سے بولا۔

***

سفینہ ٹیرس پر تھیں۔ جب زوبیہ بھی اٹھ کر ان کے پیچھے چلی آئی۔ "نیچے سب ٹی وی لاؤنج میں بیٹھے فلم دیکھ رہے ہیں' تم فلم چھوڑ کر کیوں چلی آئیں؟" سفینہ نے اسے قدرے حیرت سے دیکھا۔

"بس ایسے ہی آنٹی آپ سے باتیں کرنے کو جی چاہ رہا تھا۔" زوبیہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس سے اچھی کیا بات ہو سکتی ہے' ویسے بھی میں بور ہو رہی تھی۔" وہ بڑی خوشدلی سے بولیں۔ دو پل دونوں کے درمیان خاموشی حائل رہی۔ اس مدت میں زوبیہ نے اپنے الفاظ ترتیب دے لئے تھے۔

"تمہاری پڑھائی کیسی جا رہی ہے؟" سفینہ نے پوچھا۔

"بہت اچھی' ابھی کچھ دنوں میں ایگزامز ہونے والے ہیں' امید ہے رزلٹ بہت اچھا آئے گا۔" زوبیہ نے تیزی سے کہا۔

"خدا تمہیں ہر آزمائش میں کامیاب کرے۔" انہوں نے دل سے دعا دی۔

"میں بھی یہی کوشش کر رہی ہوں کہ ہر آزمائش سے گزر سکوں پھر چاہے وہ پڑھائی میں ہو یا رشتوں میں...... آنٹی میری دلی خواہش ہے کہ میں منجدھار میں پھنسے رشتوں کو کنارہ دے سکوں۔" اس کا انداز ایسا تھا کہ سفینہ کو گمان تک نہ ہوا کہ زوبیہ ان کے اور ناصر شاہ کے رشتے کی بات کر رہی ہے۔ انہیں لگا کہ زوبیہ کا اشارہ اس کے اور شاہ دل کے رشتے کی طرف ہے۔

"میں بھی دل کی گہرائیوں سے چاہتی ہوں کہ اس رشتے کو کنارہ مل جائے' تم اور شاہ دل اپنی زندگی میں خوش رہو' مجھے اور کیا چاہئے۔" سفینہ نے پیار سے زوبیہ کا چہرہ دیکھا۔

"لیکن آنٹی! ہمیں آپ سے اور بھی بہت کچھ چاہئے۔" زوبیہ نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیا......؟" سفینہ چونک گئیں۔

"میرا مطلب آپ کی مسکان اور دعائیں۔" وہ ہنستے ہوئے بولی۔

"تمہارا خیال ہے میں مسکراتی نہیں؟" وہ حیران تھیں۔

"مسکراتی ضرور ہیں' آنٹی لیکن وہ مسکراہٹ ادھوری ہوتی ہے' آپ کی زندگی اور آپ کی خواہشوں کی طرح آپ کی زندگی میں کی گئی اب تک کی دعاؤں کی طرح......!"

سفینہ کے چہرے کے تاثرات بدل رہے تھے مگر زوبیہ اس سے بے پرواہ بول رہی تھی۔

"آنٹی آپ کا دل نہیں چاہتا کہ آپ یادوں کے سہارے نہیں خود اپنے لیے جئیں اور کوئی ہو جسے آپ کی خوشی سے غم سے فرق پڑے اور......!" تبھی سفینہ نے اس پر اک گرم نگاہ ڈالی۔ زوبیہ کی زبان کو بریک لگ گئے۔

"تمہیں نہیں لگتا کہ تمہیں مجھ سے ایسی گفتگو نہیں کرنی چاہئے۔" سفینہ نے اسے گویا اس کی حد کا احساس دلایا تھا۔

"میں جانتی ہوں شاید آپ کو میری یہ باتیں اچھی نہ لگیں لیکن بہرحال آپ بھی جانتی ہیں اور میں بھی کہ یہ سچ ہے اور کہنے نہ کہنے سے سچ بدل نہیں جاتا۔" زوبیہ ضدی انداز میں بولی۔

"زوبیہ! ڈونٹ کراس یور لیمٹس......!" اس مرتبہ سفینہ نے سختی سے اسے ٹوک دیا اور اس سے پہلے کہ زوبیہ کچھ اور کہتی' وہ تیزی سے سیڑھیاں اترتی ہوئی نیچے چلی گئیں۔

"آنٹی! آپ کی زندگی ادھوری ہے اور اس کا احساس میں آپ کو دلا کر چھوڑوں گی۔" زوبیہ پرعزم تھی۔

٭٭٭

فہد کی طبیعت صبح سے خراب تھی۔ ذاکرہ نے چاہا کہ رضیہ کو اطلاع دے دیں مگر نیناں نے یہ کہہ کر منع کر دیا کہ وہ رضیہ کو پریشان نہیں کرنا چاہتی جبکہ حقیقتاً وہ شیراز کو لاعلم رکھنا چاہتی تھی کیونکہ اس نے فہد کے معاملے میں جس لاپروائی کا ثبوت دیا تھا' اس کے بعد نیناں کو لگا تھا کہ جیسے شیراز کو اس کے بھروسے' اس کی تکلیف کی کوئی پروا نہ تھی اور ایسا انسان اس بات کا مستحق نہیں تھا کہ وہ اس کے ساتھ اپنا دکھ بانٹتی۔

جب وہ فہد کو ڈاکٹر کے پاس لے جانے کو تیار کھڑی تھی تب رضیہ اور شیراز بھی آ گئے۔ نیناں کو یقین تھا کہ ذاکرہ نے کسی طرح ان دونوں کو مطلع کیا ہے۔ رضیہ نے فہد کو اس کی گود سے لے لیا پھر کبھی وہ اس کی گردن کو چھو کر دیکھتیں اور کبھی اس کی پیشانی کو......رضیہ کی تڑپ ان کی آنکھوں سے بہنے والے آنسوؤں سے عیاں تھی۔

"شیراز! تم نیناں کے ساتھ اسے ڈاکٹر کے پاس لے جاؤ۔" رضیہ نے تحکمانہ انداز میں کہا۔

نیناں جانا تو نہیں چاہتی تھی لیکن رضیہ کو نہیں کہنا بھی اس کے بس میں نہ تھا' اس لئے وہ شیراز کے ساتھ آ گئی۔ جاتے وقت تو سفر خاموشی سے کٹا' آتے وقت شیراز نے راستے میں ہی گاڑی روک دی۔ جگہ ایسی تھی کہ اردگرد سے اکادکا گاڑیاں ہی گزر رہی تھیں۔

"فہد کی طبیعت خراب تھی لیکن تم نے مجھے اطلاع دینا بھی گوارا نہیں کیا؟" شیراز نے

قدرے خفگی سے اس سے سوال کیا۔

"امی نے پھپھو کو اطلاع دے تو دی تھی پھر شکوہ کیسا؟" نیناں نے بے رخی سے کہا۔

"حالانکہ اطلاع دینا تمہارا فرض ہے۔" شیراز نے گویا جتایا۔

"پلیز مجھے میرے فرائض اور ذمہ داریوں کا احساس ہرگز مت دلائیں کیونکہ جو خود لاپروا ہوں' وہ اس طرح کی باتیں کرتے اچھے نہیں لگتے اور ویسے بھی آپ کو فہد کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں' میں اس کی ماں ہوں اور اس کے پاس ہوں' اس کی فکر کرنے اور اس کا خیال رکھنے کیلئے۔" نیناں نے قدرے تلخی سے کہا۔

"کیا جتانا چاہتی ہو کہ میں اس کا کچھ نہیں ہوں' اس کے تمام رشتے صرف تمہاری ذات سے منسوب ہیں۔" شیراز نے اسے شاکی نگاہوں سے دیکھا۔

نیناں خاموش رہی۔

"تمہیں کیا لگتا ہے کہ میں نے جان بوجھ کر فہد کے ساتھ ایسا کیا' کیا میں اتنا گرا ہوا ہوں؟"

نیناں کی نگاہیں شیراز کو چبھتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ وہ بولی۔ "میں صرف ایک بات جانتی ہوں کہ آپ کیلئے فہد بھلے صرف آپ کے خاندان کا وارث ہو لیکن میری جان ہے' اگر اسے کچھ ہو گیا تو میں بھی مر جاؤں گی۔" وہ یکدم سے رو پڑی۔

"اگر تمہیں میری وجہ سے تکلیف پہنچی ہے تو آئی ایم سوری' بٹ بلیومی! میں نے جان بوجھ کر کچھ نہیں کیا۔"

نیناں کی آنکھوں میں آنسو تھے جو شیراز نے اپنی انگلیوں کی پوروں سے چن لئے۔ شیراز کی انگلیوں کا لمس اپنے رخساروں پر محسوس کر کے اسے عجیب سا احساس ہوا تھا۔

نیناں نے نگاہوں کا زاویہ بدل لیا۔ شیراز نے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

بظاہر کچھ نہیں ہوا تھا مگر کہیں نہ کہیں کوئی نہ کوئی تبدیلی ضرور آئی تھی۔

٭٭٭

ناصر شاہ کے واحد دوست پروفیسر افتخار تھے جن سے وہ اپنی زندگی اور اپنے دل کا ہر راز بلاجھجک کہہ دیتے تھے۔ آج بھی ان کے ڈرائنگ روم میں بیٹھے ناصر شاہ انہیں زوبیہ کی کہی تمام باتوں سے آگاہ کر رہے تھے۔

"میرا خیال ہے تقدیر تم پر مہربان ہو گئی ہے' اسی لئے اچانک منزل تمہارے سامنے آ گئی ہے۔" پروفیسر افتخار نے ساری بات سننے کے بعد کہا۔

”ڈر لگتا ہے افتخار کہ کہیں یہ میری خوش گمانی نہ ہو‘ سفینہ کو کھونے کے بعد جب میں نے اپنے ماں‘ باپ کو بھی کھو دیا تو اس گھڑی قسمت سے کچھ بھی پانے کی امید ہمیشہ ہمیشہ کیلئے دم توڑ گئی‘ اب اتنے برسوں بعد نئی امید کو دل میں جگہ دیتے ہوئے ڈر سا لگ رہا ہے‘ لگ رہا ہے کہ جیسے ابھی آنکھ کھلے گی اور یہ انکشاف ہوگا کہ میں خواب دیکھ رہا تھا۔“ ناصر شاہ یقین و بے یقینی کے دوراہے پر کھڑے تھے۔

”میں تمہاری کیفیت سمجھ سکتا ہوں ناصر! انسان تمام عمر جس ایک لمحے کی خواہش شدت سے کرتا ہے‘ جب وہی لمحہ اچانک زندگی میں منزل بن کر آ جائے تو یقین کرنے میں وقت لگتا ہے لیکن اتنا وقت مت لگاؤ کہ منزل تمہاری نگاہوں سے اوجھل ہو جائے‘ تم نے پہلے ہی بہت سا وقت گنوا دیا ہے‘ اب اور نہیں‘ اب اس یقین کے ساتھ آگے بڑھو کہ جو تمہیں مل رہا ہے‘ وہ صرف تمہارا ہے اور ہمیشہ سے ہی تمہارا تھا۔“ پروفیسر افتخار نے ان کا حوصلہ بڑھایا۔

”میں جانتا ہوں افتخار کہ وہ مجھ سے محبت نہیں کرتی لیکن میں یہ ضرور چاہوں گا کہ کم از کم اس کے دل میں میری محبت کی عزت ہو تاکہ ہمارے رشتے کی کوئی تو بنیاد بن سکے۔“ ناصر شاہ نے دھیمے لہجے میں کہا۔

”پھر اس کا سب سے اچھا طریقہ یہی ہے کہ تم سفینہ سے مل لو۔“ پروفیسر افتخار نے رائے دی۔

”ہاں! اب یہ بہت ضروری ہے۔“ ناصر شاہ نے زیر لب کہا تو پروفیسر افتخار دھیرے سے مسکرا دیئے۔

* * *

گھر سے سب کے جانے کے بعد صادقہ سیدھی زویا کے کمرے میں آئی تھیں جہاں وہ بیڈ پر گم صم سی بیٹھی تھی۔ صادقہ نے سخت ناگواری سے اسے دیکھا اور ذرا تیز آواز میں بولیں۔

”بی بی! نقصان صرف تمہارا نہیں ہوا‘ ہمارا بھی ہوا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ تم نے اس دکھ کو کاموں سے نجات پانے کا ذریعہ بنا لیا ہے۔“ ان کے لہجے میں ہمدردی نام کو نہیں تھی۔

”کوئی کام تھا مجھے آواز دے لیتیں ممانی جان!“ اس نے نرمی سے کہا۔

”آواز کیوں دوں‘ کارڈ نہ چھپوا دوں۔“ صادقہ نے طنز سے کہا۔

”ممانی جان! آپ مجھ سے اتنی ناراض کیوں ہیں‘ آخر میں نے ایسا کیا کیا ہے؟“ وہ رو دینے کو تھی۔

”ہماری نسل کی حفاظت نہ کر سکیں اور کہتی ہو: میں نے کیا کیا ہے۔“ صادقہ نے اس کی نقل اتاری۔

زویا کی آنکھوں میں نمی بڑھ گئی۔ ”یہ تو اللہ کی مرضی ہے‘ اس میں میرا کیا قصور......؟“ اس کی آواز لرز رہی تھی۔

”یہ مگرمچھ کے آنسو اپنے شوہر کے سامنے بہایا کرو جن سے وہ پگھل جاتا ہے‘ میرے اوپر اس دکھاوے کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔“ صادقہ کا لہجہ پتھریلا تھا۔

”آپ ایک ماں ہیں پھر بھی دوسری ماں کے آنسوؤں کو جھوٹا کہہ رہی ہیں؟“ زویا صدمے کی سی کیفیت میں تھی۔

”میں ماں ہوں‘ ڈائن نہیں جو تمہاری طرح اپنے بچے کو کھا جائے۔“ ایک اور سنسناتا تیر زویا کے وجود میں پیوست ہو گیا اور اس سے پہلے کہ وہ مزید اس کی ممتا پر سنگباری کرتیں‘ زویا اپنے کمرے سے نکل کر خاموشی سے کچن میں چلی آئی‘ جہاں ڈھیر سارے برتن اس کے منتظر تھے۔

وہ چپ چاپ برتن دھونے لگی۔ صادقہ بھی اس کے پیچھے ہی چلی آئیں اور سبزی لے کر برآمدے میں تخت پر بیٹھ گئیں‘ ان کی بڑبڑاہٹ جاری تھی۔

”پتہ نہیں کونسی منحوس گھڑی تھی جب یہ میرے گھر میں آئی‘ میرے گھر پر اس کی نحوست کا ایسا سایہ پڑا ہے کہ اب اس گھر سے خوشیاں کوسوں دور بھاگتی ہیں۔“ وہ بولتی رہیں۔ زویا خاموشی سے سن رہی تھی۔ یوں بھی اس کے پاس جواب میں کہنے کو کچھ نہ تھا۔

سردیوں کی دھوپ صحن میں پھیلتی جا رہی تھی۔ کوئی دوپہر بارہ بجے کا عمل تھا کہ امینہ بھی چلی آئیں۔ صادقہ نے زویا کو صفائی کرنے کیلئے بھیج دیا‘ امینہ ان کے پہلو سے لگ کر بیٹھ گئیں۔

”آپا! اب آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ عبیرہ تو فکر سے ہلکان ہو رہی تھی‘ بڑی ضد کر رہی تھی کہ خالہ کو دیکھے ہوئے اتنے دن ہو گئے‘ پتہ نہیں خالہ اپنا خیال کیسے رکھ رہی ہوں گی اور وہ یہ بھی کہہ رہی تھی کہ عباد کو میری طرف سے بڑی تسلی دینا۔“ امینہ نے اپنی بیٹی کی شان میں قصیدے پڑھے۔

”عبیرہ واقعی بہت اچھی بچی ہے‘ مجھے ہمیشہ سے بڑی پسند ہے‘ وہ تو میرے بیٹے کی مت ماری گئی کہ وہ زویا کو لے آیا‘ ورنہ آج سب کچھ عبیرہ کا ہوتا۔“ صادقہ نے حسرت سے کہا۔

”آپا! ویسے دیر تو اب بھی نہیں ہوئی‘ عبیرہ اب بھی اس گھر کے لوگوں سے بڑی محبت کرتی ہے‘ اسے تو آج بھی عباد کی بڑی پروا ہے‘ کتنے رشتے آئے مگر اس نے ٹھکرا دیئے‘ کہتی ہے جو محبت مجھے میرے خالہ‘ خالو کے گھر میں مل سکتی ہے‘ ویسی محبت بھلا اور کون دے پائے گا۔“ امینہ

گرم لوہے پر چوٹ مارنے کو تیار تھیں۔

''اب کیا ہوسکتا ہے؟'' صادقہ نے ہاتھ روک کر انہیں سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

''دیکھو آپا! میں بھی جانتی ہوں اور آپ بھی کہ اب زویا کبھی ماں نہیں بن سکتی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ اپنے پوتے' پوتیوں کی حسرت سینے میں لئے اس دنیا سے چلی جائیں۔'' امینہ نے گویا اپنی بات مضبوط کرنے کیلئے ان کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا۔

صادقہ ایک دم سے تڑپ اٹھیں۔ ''کیا کریں' ہماری تو قسمت ہی خراب ہے۔'' وہ حسرت ویاس سے آہ بھر کر بولیں۔ ہاتھ مسلسل آلوؤں پر چھری چلا رہے تھے۔

''آپا! تقدیر کے علاوہ تدبیر بھی کوئی چیز ہوتی ہے' اللہ اگر آزمائش میں ڈالتا ہے تو خود ہی اس آزمائش سے نکلنے کا راستہ بھی دکھاتا ہے۔'' امینہ نے گھما پھرا کر بات کی۔

''دیکھو امینہ......! جو کہنا ہے جلدی کہو اور صاف لفظوں میں کہو' میں پہلے ہی بہت پریشان ہوں۔''

''بھئی سیدھی بات ہے کہ اگر آپ چاہتی ہیں کہ آپ اپنے پوتے پوتیوں کا منہ دیکھیں اور اس خاندان کا نام لیوا کوئی ہو تو عباد کی دوسری شادی کر دیں۔'' امینہ نے گویا دھما کا کیا تھا۔

صادقہ کتنی دیر تک حیرت سے امینہ کا منہ تکتی رہیں' پھر بولیں۔ ''امینہ! ہوش میں تو ہو' جانتی ہو کہ تم کیا کہہ رہی ہو؟''

''آپا! میں نے یہ بات بقائمی ہوش وحواس کی ہے اور آپ کو دیکھ کر تو یوں لگ رہا ہے کہ جیسے خوانخواستہ میں نے کوئی غیر شرعی بات کہہ دی ہو؟'' امینہ کا منہ اتر گیا۔

''بات یہ نہیں' معاملہ یہ ہے کہ تم یہ بات نظر انداز کر گئیں کہ عباد' زویا کو کتنا چاہتا ہے' اس کی خاطر وہ ''اعوان پیلس'' والوں کو اپنا دشمن بنا بیٹھا ہے' اس کے رہتے وہ دوسری شادی کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔'' صادقہ نے انہیں حقیقت سے روشناس کرایا۔

''ارے وارث چیز ہی ایسی ہے کہ بڑے بڑے مجنوں کبھی مجبوراً تو کبھی بے بسی کا راگ الاپ کر دوسری شادی کا طوق اپنے گلے میں ڈال لیتے ہیں اور بعد میں سب محبت وحبت دھری رہ جاتی ہے۔'' امینہ پر یقین تھی۔

''چلو اگر عباد کو میں جیسے تیسے راضی کر بھی لوں تو کمال احمد کبھی اس بات کی اجازت نہیں دیں گے کہ زویا کے سر پر کوئی پرائی عورت آ کر بیٹھ جائے۔'' اس مرتبہ صادقہ کے لہجے میں خوف سا تھا۔

''ارے دوسری' تیسری کا کیا سوال' جب لڑکی گھر کی ہے تو پرائی کیسے ہوئی؟'' امینہ نے جلدی سے کہا۔

''میں سمجھی نہیں۔'' صادقہ نے قدرے الجھن سے امینہ کو دیکھا۔

''اب آپا! عبیرہ تو آپ کی اپنی دیکھی بھالی بچی ہے' اگر وہ اس گھر کو کوئی خوشی دے سکے تو مجھے بہت خوشی ہوگی' بس آپ اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیں۔'' وہ چاپلوسی سے بولیں۔ ان کی اتنی خوشامد کی وجہ یہ تھی کہ عبیرہ نہ تو زیادہ پڑھی لکھی تھی' سلیقہ مند تھی اور نہ کوئی حسن کی دیوی...... اور اس کی زبان درازی سے تو خود امینہ بھی نالاں تھیں' کتنے رشتے آئے مگر سب کو معمولی شکل و صورت کی' پھوہڑ لڑکی کو اپنے گھر کی بہو بنانا منظور نہ تھا۔

''برا مت ماننا امینہ! میں کمال صاحب کے مشورے کے بنا تمہیں کوئی تسلی بخش جواب نہیں دے سکتی۔'' صادقہ نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا۔

''کوئی بات نہیں آپا! گھر کی بات ہے' میں بعد میں آ جاؤں گی لیکن ہاں آپ ذرا اس ڈھنگ سے بات کیجئے گا کہ کمال بھائی کے پاس انکار کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔'' امینہ نے کھڑے ہوتے ہوئے صلاح دی اور پھر چادر اوڑھ کر چلی گئیں مگر جاتے جاتے صادقہ کیلئے سوچ کے نئے در کھول گئیں۔

❋ ❋ ❋

صبح سویرے سفینہ لان میں بیٹھی چائے پی رہی تھی' تبھی زوبیہ ان کے پاس چلی آئی۔ اسے دیکھتے ہی سفینہ کے چہرے پر ناراضی کے تاثرات آ گئے۔

''میں آپ سے کچھ بات کرنا چاہتی ہوں۔'' زویا نے خود ہی پہل کی۔

''اب بھی کچھ کہنا باقی ہے؟'' سفینہ نے اسے طنز سے دیکھا۔

''آنٹی میرا مقصد آپ کو ہرٹ کرنا نہیں تھا' میں صرف اتنا چاہتی ہوں کہ آپ بھی سب لوگوں کی طرح اپنی زندگی جئیں' اچھا تو یہی ہوتا ہے کہ عمر بھر ایک دکھ کو جینے کے بجائے انسان ہزاروں خوشیوں کو دامن میں بھرے' زندگی آسان ہو جاتی ہے۔'' زوبیہ نے رات والے انداز میں بڑی جلدی جلدی اپنی بات کہی۔

''جب دکھ عزیز ہو جاتے ہیں تو دل میں خوشیوں کی تمنا نہیں رہتی' میرا بھی یہی حال ہے' میری زندگی ساکت ندی کی طرح ہے' اس میں ارتعاش پیدا کرنے کی کوشش مت کرو۔'' سفینہ کے لہجے میں برہمی تھی۔

''خواہش وتمنا دل سے جنم نہیں لیتے بلکہ ساتھ سے جنم لیتے ہیں۔ ایسا آپ ہی نے

مجھ سے کہا تھا۔'' زوبیہ نے اسے یاد دلاتے ہوئے کہا۔

''ہاں! لیکن وہ میں نے تمہارے اور شاہ دل کے رشتے کو مدنظر رکھتے ہوئے کہا تھا۔'' سفینہ نے جلدی سے کہا۔

''گویا یہ سب آپ نے مجھے مطمئن کرنے کیلئے کہا تھا' اس میں کوئی سچائی نہیں؟'' زوبیہ نے انہیں شاکی نگاہوں سے دیکھا۔

''زوبیہ! پلیز میں اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔'' سفینہ بیزار ہونے لگیں۔

''ٹھیک ہے' اب ہم اس بارے میں کوئی بات نہیں کریں گے لیکن کیا آپ میرے ساتھ شاپنگ پر بھی نہیں چلیں گی؟'' زوبیہ نے معصومیت سے کہا۔

''نہیں!'' وہ اب بھی خفا تھیں۔

''پلیز' پلیز چلئے نا۔'' زوبیہ نے ان کے گلے میں بانہیں ڈال کر بڑے لاڈ سے کہا تو کچھ دیر مسلسل انکار کے بعد سفینہ کو ہاں کرنی ہی پڑی۔

❋❋❋

ہلکی ہلکی بوندا باندی ہو رہی تھی۔ نیناں ٹیرس پر چلی آئی اس کے ساتھ نیلماں بھی تھی۔

''کہتے ہیں اگر زندگی میں خوشیاں ہی خوشیاں بکھری ہوں تو پھر کائنات کی ہر شے میں حسن دکھائی دینے لگتا ہے' یہ سچ ہے یا جھوٹ......؟'' نیلماں نے اسے بغور دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

''ظاہر ہے سچ ہے......محبت ہو یا خوشی انسان کی زندگی' اس کی سوچ' اس کا دیکھنے کا ڈھنگ یہاں تک کہ اس کی ذات کو ہی بدل دیتی ہے۔'' نیناں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''آپ کو شیراز سے محبت ہے یا وہ آپ کی زندگی میں خوشی بن کر آئے ہیں؟'' نیلماں کا لہجہ طنزیہ تھا۔

نیناں نے چونک کر اسے دیکھا۔ ''یہ کیسا عجیب سوال ہے؟'' نیناں نے حیرت سے پوچھا۔

''جتنا عجیب آپ دونوں کا رشتہ ہے' یہ سوال بھی اتنا ہی عجیب ہے اور سب سے عجیب بات یہ ہے کہ دو بھائیوں کے درمیان ایک عورت یعنی ایک بھائی سے زندگی نبھانے کے عہد اور پھر دوسرے بھائی سے وفاؤں کا اقرار۔'' نیلماں کا لہجہ چبھتا ہوا تھا۔

''شٹ اپ نیلماں......! تم ہوش میں تو ہو' تمہیں مجھ سے اس طرح بات کرنے کا حق کس نے دیا؟'' نیناں تڑپ اٹھی تھی۔

''ہاں! تمام حق تو تمہیں ہی ہیں' تم چاہو تو کسی کی زندگی' کسی کی محبت چھین لو اور کوئی اُف تک نہ کرے' کیا یہی تمہارا انصاف ہے؟'' وہ آپ سے تم پر اتر آئی۔

''میں نے کس کی زندگی' کس کی محبت چھینی ہے؟'' نیناں حیران تھی۔

''میری' ہاں شیراز اور میں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں لیکن تمہاری وجہ سے مجھے اپنی محبت سے دستبردار ہونا پڑا' تم حقیقتاً ظالم ہو۔'' نیلماں رو رہی تھی۔

نیناں کو یوں لگا کہ آسمان ابھی اس کے سر پر آ گرے گا اور اس کی سانسیں تھم جائیں گی۔ اب اسے نیلماں کے سابقہ رویئے کی وجہ سمجھ میں آئی تھی۔ اب معلوم ہوا کہ وہ اس سے ایکدم کیوں نفرت کرنے لگی تھی۔ نیناں کو لگا کہ اس کی ٹانگوں سے جان نکل رہی ہے اس لئے وہ فلور پر بیٹھتی چلی گئی۔

احساسِ جرم اسے اپنے حصار میں لے چکا تھا۔

❋❋❋

نیناں نے تمام حقیقت فوری طور سے بابا صاحب کو بتا دی تھی کیونکہ وہ کسی طرح نیلماں کی مجرم بن کر نہیں رہنا چاہتی تھی۔ اسے دیر میں خبر ہوئی تھی مگر بہرحال اب بھی اس کے پاس وقت تھا۔ بابا صاحب نے تمام حقیقت سے آفندی صاحب اور رضیہ کو آگاہ کر دیا۔ ان دونوں کے پاؤں تلے سے تو جیسے زمین ہی نکل گئی' ایسا تو ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا' شیراز نے ان سے اتنی بڑی بات چھپائی' دونوں کو یقین نہیں آ رہا تھا۔

❋❋❋

"باباصاحب! کیا معلوم نیناں کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہو؟" رضیہ نے جھجک کر کہا۔ باباصاحب کے کمرے میں کافی دیر بعد کوئی آواز گونجی تھی۔ اپنی بات ختم کرنے کے بعد باباصاحب خاموش تھے' بی جی سر جھکائے بیٹھی تھیں اور آفندی صاحب یقینی و بے یقینی کی کفیت سے دوچار تھے' ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس موقع پر انہیں کیا کہنا چاہئے اور کیا نہیں' البتہ شیراز کا اس طرح سے سب کچھ چھپانا ان کو ناگوار گزرا تھا۔

"تم جانتی ہو رضیہ کہ نیناں بہت سمجھدار لڑکی ہے' وہ ہوا میں تیر نہیں چلاتی' اگر اس نے ہمارے سامنے بیٹھ کر یہ بات کہی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس بات میں سچائی ہے اور باقی مکمل سچائی شیراز اور نیلماں خود بتائیں گے۔" باباصاحب نے رضیہ کو تسلی دی۔ مگر بے چین تمام لوگ ہو گئے تھے۔

❋ ❋ ❋

باباصاحب آج پہلی بار "آفندی ہاؤس" آئے تھے۔ یہ بات صرف فراز اور شیراز کیلئے ہی نہیں گھر کے ملازمین کیلئے بھی حیران کن تھی' حالانکہ باباصاحب کے چہرے پر کوئی تاثر نہ تھا لیکن پھر بھی ان کی اچانک آمد شیراز کو کسی انہونی کا احساس دلا رہی تھی اور جب شیراز کو تنہا ڈرائنگ روم میں بلوایا گیا تو اس کا دل بڑے عجیب سے انداز میں دھڑکا۔

ڈرائنگ روم میں آفندی' رضیہ اور باباصاحب موجود تھے۔ تینوں صوفوں پر براجمان تھے' باباصاحب کا اشارہ پاتے ہی شیراز بھی ایک سنگل صوفے پر بیٹھ گیا۔ کیا ہونے والا تھا' شیراز نہیں جانتا تھا لیکن اس کا دل گواہی دے رہا تھا کہ جو بھی ہوگا' وہ اس کیلئے ہرگز خوشگوار نہیں ہوگا۔ ایک انجانا سا خوف تھا جو آہستہ آہستہ اسے اپنی گرفت میں لے رہا تھا۔ زیادہ فکر یہی تھی کہ کہیں ان لوگوں کو اس کے اور نیلماں کے بارے میں پتہ نہ چل جائے۔

"تمہاری نیلماں کے ساتھ کوئی کمٹمنٹ ہے؟" باباصاحب نے بنا تمہید باندھے بڑے پراعتماد لہجے میں پوچھا۔ یوں لگ رہا تھا کہ جیسے وہ سوال نہ کر رہے ہوں بلکہ یاد دلا رہے ہوں۔

شیراز کی آنکھیں لمحہ بھر کیلئے پتھرا سی گئیں اور سانسیں بالکل ساکت ہو گئیں۔ اب اس میں اتنی ہمت نہ تھی کہ باباصاحب سے پوچھ سکتا کہ انہیں کیسے پتہ چلا۔ ان کا پریقین لہجہ......وہ جھوٹ بھی نہیں بول سکتا تھا اور اگر جھوٹ بولنے کی کوشش میں پکڑا جاتا تو ایک اور آفت آ جاتی۔ شیراز کا اس وقت وہ عالم تھا کہ آگے کنواں اور پیچھے کھائی...... بڑی مشکل سے شیراز کے ہونٹوں پر "جی" آیا تھا جس پر رضیہ نے قدرے ناگواری سے شیراز کو دیکھا۔

"اگر ایسی بات تھی تو تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا؟" باباصاحب نے بغور دیکھا۔

"اس وقت حالات ایسے تھے کہ میں چاہ کر بھی یہ بات نہیں بتا سکا مگر اب میں نے آپ کے فیصلے کو قبول کر لیا ہے۔" شیراز نے گویا احسان جتایا۔

"ہم نے زندگی میں اپنا کوئی فیصلہ نہیں بدلا لیکن اب سب کچھ جانتے ہوئے اگر تمہیں اپنے فیصلے پر زبردستی عملدرآمد کیلئے مجبور کیا تو یہ غلط ہوگا اور یہ احساس ہمیں نیناں نے دلایا ہے۔" باباصاحب نے شیراز کو چونکا دیا مگر وہ کچھ بول نہیں سکا۔

"نیلماں بھی ہمیں نیناں سے کم عزیز نہیں ہے' اس لئے اس کا دل ٹوٹے یہ ہمیں گوارا نہ ہوگا' اس لئے اچھا یہی ہے کہ تم اپنی کمٹمنٹ پوری کرو۔" باباصاحب نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

شیراز حیران سا ان کی صورت دیکھ رہا تھا جبکہ آفندی اور رضیہ نے باباصاحب کے فیصلے کی تائید کی تھی۔

❋ ❋ ❋

رات کے گہرے سناٹے چاروں اور بکھرے تھے۔ سب اپنے اپنے کمروں میں سونے جا چکے تھے جبکہ صادقہ اپنی تمام تر ہمتیں مجتمع کر کے کمرے میں داخل ہوئیں۔ کمال احمد کرسی پر بیٹھے کسی کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے۔ صادقہ بیڈ پر جا بیٹھیں' پھر بڑی ہمت سے انہیں پکارا۔

"کمال صاحب! مجھے آپ سے ایک بات کرنی تھی۔" وہ کہہ تو گئیں مگر لہجے میں عجیب سی جھجک تھی۔ کمال احمد نے چہرے کے آگے سے کتاب ہٹا دی اور ان کی جانب متوجہ ہوئے: "جی......!"

"ہو سکتا ہے جو میں کہنے جا رہی ہوں' وہ آپ کو اچھا نہ لگے لیکن میرے فیصلے کو حقیقت پسندی سے دیکھئے گا کیونکہ میں نے یہ فیصلہ کسی کو دکھ دینے کیلئے نہیں بلکہ حالات کے تحت کیا ہے۔" انہوں نے تمہید باندھی۔ کمال احمد خاموشی سے سن رہے تھے۔

"زدیا کے ساتھ جو حادثہ ہوا ہے' اس کے بعد اب وہ اس خاندان کو وارث نہیں دے سکتی لیکن میں کبھی نہیں چاہوں گا کہ ہمارا خاندان اس طرح بے نام و نشان رہ جائے۔" صادقہ کہہ

کر خاموش ہوئیں تو کمال احمد نے نرمی سے کہا: ''جانتا ہوں لیکن یہ خدا کی قدرت ہے' ہم صبر کے سوا کیا کر سکتے ہیں؟'' ان کے لہجے میں دکھ تھا۔

''کچھ تو کر ہی سکتے ہیں۔'' صادقہ نے آہستہ سے کہا۔

''آپ جو کہنا چاہتی ہیں' صاف صاف کہئے۔'' کمال احمد اس مرتبہ ضرورت سے زیادہ سنجیدہ تھے۔

''دیکھئے اگر ہم عباد کی دوسری شادی کر دیں تو شاید ہم بھی اپنے پوتے' پوتیوں کو اپنی گود میں کھلا پائیں۔'' صادقہ نے بڑی حسرت سے کہا۔

''صادقہ بیگم! مجھے آپ کی خواہش کا احساس ہے لیکن کیا آپ جانتی ہیں کہ آپ کیا کرنے جا رہی ہیں۔ آپ زویا کے حق کی تقسیم کرنے جا رہی ہیں اور ایک عورت کیلئے یہ مرحلہ کتنا تکلیف دہ ہوتا ہے' آپ کو اس کا احساس تک نہیں جبکہ آپ خود ایک عورت ہیں۔'' کمال احمد کی نگاہوں میں تاسف تھا۔ صادقہ خاموش رہیں تو وہ مزید بولے: ''آپ کو پتہ ہے کہ آپ زویا کو ایک ایسی غلطی کی سزا دے رہی ہیں جو اس سے سرزد نہیں ہوئی' یہ حادثہ تو کسی کے ساتھ بھی ہو سکتا تھا اور یہ جو آپ دوسری شادی کی بات کر رہی ہیں تو آپ کیا یقین سے کہہ سکتی ہیں کہ آنے والی لڑکی واقعی آپ کو وہ خوشی دے گی جو آپ چاہتی ہیں؟'' انہوں نے سوالیہ نگاہوں سے صادقہ کو دیکھا۔

''آپ ہی تو کہتے ہیں کہ امید سے دنیا کا وجود ہے' خدا نے چاہا تو میری مراد ضرور پوری ہوگی۔'' وہ پریقین تھیں۔ ''اور دیکھئے کمال صاحب! آج تک میں نے آپ کی ہر بات مانی' ہر فیصلے میں ساتھ دیا یہاں تک کہ اپنی مرضی کے برخلاف عباد کو رہنے کی اجازت دی' زویا کو قبول کیا' اب اس معاملے میں آپ کو میری سننی ہوگی پھر میں جو کروں گی' اس گھر کے بھلے کیلئے کروں گی' میں عباد کی دشمن ہوں اور نہ زویا کی...... بھلے عباد کی دوسری بیوی بھی ہوگی مگر زویا کی جگہ وہی رہے گی' جواب ہے۔'' صادقہ کا انداز یقین دلانے والا تھا۔

''اگر عباد اور زویا اس بات پر راضی ہیں تو ٹھیک ہے لیکن اگر انہوں نے انکار کیا تو خدارا ان سے زبردستی مت کیجئے گا اور جہاں تک میرا سوال ہے' میں تو اب بھی یہی کہوں گا کہ آپ اپنی بہو پر نہیں بیٹے پر بھی ظلم کر رہی ہیں' اسے دو کشتیوں کا سوار بنا رہی ہیں بہر حال جو آپ کی مرضی...... میں آپ کے فیصلے کے خلاف نہیں بولوں گا' لیکن معاف کیجئے صادقہ بیگم! میں اس فیصلے کے حق میں بھی نہیں ہوں۔'' کمال احمد صاف گوئی سے بولے۔

صادقہ کو بُرا تو لگا مگر وہ اسی میں خوش تھیں کہ کمال احمد نے فیصلے کا اختیار انہیں دے

دیا۔ اب اگلا مرحلہ عباد کو راضی کرنا تھا۔

❋❋❋

سفینہ کی دو تین مرتبہ ناصر شاہ سے ملاقات ہو چکی تھی اور اتفاق تھا کہ ایسے میں ہمیشہ ان کے ساتھ زوبیہ ہی ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ بھی انہیں نہیں لگا کہ یہ زوبیہ کی پلاننگ بھی ہو سکتی ہے۔ ہاں! اس دن سفینہ کو بہت عجیب لگا جب زوبیہ' ناصر شاہ کو بابا صاحب سے ملوانے لے آئی۔ حوالہ اس نے یہی دیا تھا کہ وہ زوبیہ کے ہسٹری کے پروفیسر ہیں۔ اس میں کوئی قابل اعتراض بات نہیں تھی اس لئے سب ان سے خوشدلی سے ملے۔

بابا صاحب کو ان کے لہجے کا دھیما پن اور ٹھہرا ہوا لہجہ بہت اچھا لگا' ان کی بات چیت سے ہی سب نے اندازہ لگا لیا کہ وہ اچھے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں' بابا صاحب نے انہیں کھانے پر روک لیا اور جاتے وقت انہیں دوبارہ آنے کو کہا تھا۔

ناصر شاہ کے جانے کے بعد بھی سب انہی کے متعلق گفتگو کرتے رہے۔ زوبیہ کا انہیں یہاں لانے کا مقصد ہی یہ تھا کہ سب ان سے مل لیں تاکہ پھر وہ اس گھر میں آتے آتے ایک دن سفینہ کی زندگی میں بھی آ جائیں۔ سب کچھ زوبیہ کو اکیلے کرنا پڑ رہا تھا۔ ان دنوں وہ زویا کو بہت مس کرتی تھی' اسے وہ دن بہت یاد آتے جب چھوٹی چھوٹی باتوں کیلئے ایک دوسرے کی مدد درکار ہوتی تھی۔

زوبیہ نے کاموں سے فراغت پاتے ہی ٹیرس پر جا کر زویا کو فون کیا تھا اور تمام باتیں زویا کو بتائیں۔ وہ اس کے مضبوط ارادے اور نیک نیتی پر اسے داد دیئے بنا نہ رہ سکی۔ زویا نے اس کا حوصلہ بڑھایا اور جب وہ فون بند کر کے پلٹی تو اپنے پیچھے سفینہ کو کھڑے پا کر وہ بری طرح سے لرز اٹھی۔

''آنٹی! آپ کب آئیں؟'' زوبیہ نے خود کو نارمل ظاہر کرنے کی کوشش کی مگر اندر ہی اندر وہ ڈر رہی تھی کہ کہیں اس کا بھانڈا تو نہیں پھوٹ گیا۔

''تو تم اب تک میرے ساتھ کھیل' کھیل رہی تھیں؟'' سفینہ کے لہجے میں تاسف تھا۔

''نہیں آنٹی! میں تو بس......!'' وہ صفائی دینا چاہتی تھی مگر اس سے پہلے ہی سفینہ بول پڑیں۔

''تمہیں یہ حق کس نے دیا کہ میری زندگی کے فیصلے کرتی پھرو' اب تم یہ سوچو گی کہ میرے لئے کیا بہتر ہے اور کیا نہیں۔'' وہ سخت خفا تھیں۔ زوبیہ نے نگاہ جھکالی۔ وہ پھر گویا ہوئیں۔

''مجھے تم سے یہ امید ہرگز نہیں تھی' لیکن تمہیں یہی کرنا تھا آخر تم ہو تو جہانزیب علی اعوان کی بیٹی

نا!'' آج پہلی مرتبہ اس نے سفینہ کے لہجے میں اپنے لئے نفرت محسوس کی تھی۔ اس نے دکھ سے سفینہ کو دیکھا۔

''اس شخص نے مجھے زخم دیئے اور تم ان زخموں کو کرید رہی ہو۔'' ان کی آنکھوں میں نمی اتر آئی۔

زوبیہ ان سے بہت کچھ کہنا چاہتی تھی مگر شاید وہ کچھ نہیں سننا چاہتی تھیں' اس لئے مزید وہاں نہیں رکی تھیں۔

یہ کیا ہو گیا۔ میں تو ان کی خوشیاں تلاش کرنے نکلی تھی' کیا خبر تھی کہ قطرہ قطرہ ان کیلئے غم سمیٹ رہی ہوں' یا اللہ! یہ مجھ سے کیا ہو گیا' یہ میں نے کیا کر دیا؟ زوبیہ کو ڈھیروں پچھتاووں نے آ گھیرا۔

***

شیراز نے کئی مرتبہ نیناں کو فون کرنے کی کوشش کی مگر ہر مرتبہ اس کا موبائل آف ملا۔ گھر کے نمبر پر کوشش کی تو نیناں کے علاوہ باقی سب کی آوازیں سنائی دیں۔ شیراز نے بیزار ہو کر ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا اور ٹی وی لاؤنج میں چلا آیا۔ صوفے پر بیٹھ کر وہ بظاہر ٹی وی دیکھنے لگا مگر دھیان نیناں میں تھا' وہ یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ اب وہ اسے کس حق سے اور کیوں فون کر رہا ہے؟ لیکن پتہ نہیں کیوں ایسا لگ رہا تھا کہ اس وقت اس سے بات کرنے سے ضروری اور کوئی کام ہی نہ ہو۔

بے دھیانی میں شیراز کے ہاتھ سے بٹن دبا اور والیم کھلتا چلا گیا۔ لاؤنج میں ایسا شور برپا تھا جیسے دو فوجوں کے درمیان جنگ کا سماں ہو مگر شیراز کے اندر اتنا سناٹا' اتنی خاموشی تھی کہ شور کا احساس تک نہیں ہوا۔

فراز ٹی وی لاؤنج میں داخل ہوا تو بے اختیار اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لئے۔ ٹی وی پر نگاہ ڈالی تو شیراز کا سب سے ناپسندیدہ سنگر بے ہنگم ڈانس کے ساتھ بے تکا گانا گا رہا تھا۔ فراز نے آ کر اس کے ہاتھ سے ریموٹ لیا تھا' شیراز چونک گیا۔ فراز اس کے برابر ہی بیٹھ گیا۔

''تم تو بہت ہلکی آواز میں ٹی وی دیکھنے کے عادی ہو۔ پھر آج کیا ہوا کہ اپنے ناپسندیدہ سنگر کا پروگرام بھی اتنی تیز آواز میں دیکھ رہے ہو؟'' فراز حیران تھا۔

''ہاں! بس وہ پتہ ہی نہیں چلا۔'' شیراز کے الفاظ جیسے خود اس کی گرفت میں نہیں آ رہے تھے۔

''مجھے ایسا کیوں لگ رہا شیراز کہ تم اب بھی کنفیوژ ہو' جیسے تم فیصلہ نہ کر پا رہے ہو کہ

تمہیں زندگی میں کیا چاہئے۔'' فراز کے اتنے صحیح تجزیئے پر وہ دل ہی دل میں حیران ہوا تھا۔

''ویسے اب تو تمہارا کنفیوژن ختم ہو جانا چاہئے کیونکہ تمہیں وہ مل رہا ہے جو تم نے چاہا تھا' اب تم اپنی زندگی اپنے فیصلوں کے مالک ہو' تم اس رشتے سے بھی آزاد ہو گئے جو سب زبردستی تمہاری زندگی میں شامل کرنا چاہتے تھے' ایک اَن چاہا رشتہ جو بننے سے پہلے ہی ٹوٹ گیا اور آج نہیں تو کل ٹوٹنا تھا ہی کیونکہ بے بنیاد رشتوں کا انجام یہی ہوتا ہے۔'' فراز نے سنجیدگی سے کہا تو شیراز اسے خالی خالی نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ یوں جیسے اس کے سمجھ میں نہ آ رہا ہو کہ فراز کس کے متعلق بات کر رہا ہے کیونکہ اس وقت اس کا دھیان صرف اور صرف نیناں کی طرف تھا۔ وہ فہد کی طبیعت کے متعلق سوچ سوچ کر پریشان تھا کہ نجانے اس وقت فہد کیسا ہو گا؟

''فراز بھائی! اعوان پیلس چلیں؟'' فراز کی ڈھیر ساری باتوں کے جواب میں اس نے مختصر سا سوال کیا۔

فراز نے قدرے حیرت سے اسے دیکھا جیسے شیراز نے کوئی انہونی بات کہہ دی ہو۔

''کیا بات ہے' آپ مجھے ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں؟'' شیراز نے پوچھا۔

''وہاں کیوں جانا ہے؟'' فراز کی حیرت برقرار تھی۔

''فہد کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی نا اس لئے بس اسے دیکھنے کیلئے۔'' نجانے کیوں شیراز کو اپنے کہے ہوئے الفاظ بڑے کھوکھلے سے لگ رہے تھے۔

''دوسروں سے انسان ہزاروں جھوٹ کہے لیکن خود سے اگر صرف ایک سچ کہہ لے تو اس کی زندگی کی تمام مشکلات کا حل نکل آئے مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ انسان اپنے آپ سے سب سے زیادہ جھوٹ بولتا ہے۔'' فراز نے بڑے سلیقے سے اسے احساس دلایا تھا کہ وہ جس راہ پر جا رہا ہے' وہاں اس کیلئے کچھ نہیں کیونکہ اس کی منزل تو کہیں اور ہے۔

''آپ کا کہنے کا مطلب ہے کہ نیلماں میرا غلط انتخاب ہے؟'' اس نے فراز کی باتوں سے یہی نتیجہ اخذ کیا۔

''کیا غلط ہے اور کیا صحیح...... یہ تم جانتے ہو کیونکہ یہ سراسر تمہارا فیصلہ ہے' اس میں کسی کا عمل دخل نہیں اور اگر فیصلہ کر سکتے ہو تو تمہیں اس فیصلے کی خوبیوں اور خامیوں کا اندازہ بھی ہونا چاہئے' یہ کوئی اور تمہیں نہیں بتا سکتا۔'' اس مرتبہ فراز کا لہجہ کافی غصیلہ تھا۔ شیراز خاموش ہو گیا۔

''میں گاڑی نکالتا ہوں' تم باہر آ جاؤ۔'' فراز اتنا کہہ کر لاؤنج سے باہر نکل گیا۔

کیا واقعی وہ خود سے جھوٹ بولنے کی کوشش کر رہا تھا؟ شیراز خود سے الجھتا ہوا باہر کی جانب بڑھا۔

❋ ❋ ❋

شیراز ''اعوان پیلس'' آتو گیا مگر نجانے کیوں اسے سب کی نگاہیں عجیب سی لگ رہی تھیں۔ یوں لگتا تھا کہ جیسے نیلماں کے علاوہ پورا اعوان پیلس اسے نفرت سے دکھ رہا ہو۔

وہ سب کے درمیان بیٹھ کر متلاشی نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا مگر نیناں اسے کہیں دکھائی نہیں دی۔ ایک ملازم سے پوچھنے پر پتہ چلا تھا کہ نیناں' بابا صاحب کی لائبریری میں ہے۔

وہ لائبریری میں آیا تو نیناں میز پر بے ترتیب رکھی کتابوں کو مختلف شیلف میں رکھ ہی تھی۔ شیراز کو اپنے سامنے دیکھ کر وہ حیران ہوئی تھی۔ ''آپ اس وقت یہاں...... پھپھو تو ٹھیک ہے نا' انکل اور فراز بھائی......؟'' نیناں نے ایک ہی سانس میں سب کا پوچھ لیا۔

شیراز کو دکھ ہوا تھا' اس لئے شکوہ سوال بن کر لبوں تک آ گیا۔ ''کیا اخلاقاً بھی یہ نہیں پوچھ سکتیں کہ میں کیسا ہوں؟'' وہ چلتے چلتے میز کی دوسری جانب رکا تھا۔

''ضرورت کیا ہے اس فضول سوال کی جبکہ میں جانتی ہوں کہ جسے زندگی میں چاہت مل جائے' اسے کائنات کی تمام خوشیاں مل جاتی ہیں اور آپ کو آپ کی چاہت مل گئی۔'' نیناں نے بہت نارمل سے لہجے میں کہا۔ اس دوران وہ مسلسل کتابیں ترتیب دینے میں مصروف رہی۔ شیراز اس کے قریب آ کھڑا ہوا۔

''مجھے نظر انداز کرنے کے تمہارے پاس سو بہانے ہیں۔'' شیراز بے اختیار کہہ گیا۔

''اگر جانے انجانے میں آپ کو نظر انداز کر بھی دوں تو فرق کیا پڑتا ہے' میں بدلوں گی نہ آپ' اور سب کچھ پہلے جیسا رہے گا۔'' وہ اب بھی نارمل تھی۔

''کچھ بھی پہلے جیسا نہیں رہتا' تبدیلی تو آ ہی جاتی ہے۔'' وہ عجیب سے لہجے میں بولا۔

نیناں بالکل خاموش تھی۔ اب اس نے کام کرنا بھی چھوڑ دیا تھا' البتہ ہاتھ میں ایک کتاب تھی۔

''زندگی میں ہر چیز کا جواب انسان کی خاموشی نہیں دے سکتی' کچھ ہوتا ہے جو ہمیشہ باقی رہتا ہے خواہ دنیا کے سامنے رہے یا ہمارے وجود میں رہے۔'' شیراز کا لہجہ بڑا بدلا بدلا تھا۔ پھر اس نے ایک دم نیناں کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

وہ چونک اٹھی مگر چاہ کر بھی مزاحمت نہیں کر سکی۔ شیراز بول رہا تھا۔ ''ہر سوال کا جواب ہوتا ہے مگر کبھی وہ جواب ہمارا دل دیتا ہے اور کبھی وقت......! کچھ سوالات کے جوابات ہمیں اپنی ذات میں تلاش کرنے پڑتے ہیں' میرے پاس وقت بہت کم ہے' اگر میں اپنے سوال کا جواب نہیں ڈھونڈ سکا تو تمہیں جواب دینا ہوگا۔'' شیراز نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ آج نیناں نے اپنے

لئے اس کی آنکھوں میں کچھ ایسا دیکھا تھا جس پر صرف نیلماں کا حق تھا' شاید اسی لئے اس نے سرعت سے رخ پھیر لیا تھا۔

❋ ❋ ❋

زوبیہ صبح کچن میں آئی تو سفینہ کو اکیلے پایا۔ ملازمین ڈائننگ ٹیبل پر ناشتہ لگا رہے تھے تبھی موقع غنیمت جان کر زوبیہ ان کے قریب چلی آئی۔

''آنٹی! میں جانتی ہوں کہ آپ مجھ سے بہت ناراض ہیں' میرے ہزار مرتبہ معافی مانگنے پر بھی آپ مجھے معاف نہیں کریں گی' لیکن پھر بھی میں آپ سے معافی مانگ رہی ہوں۔''

سفینہ پتھر کی مورت کی طرح خاموش تھیں۔ زوبیہ کا تسلسل نہیں ٹوٹا۔ ''آنٹی! میں جانتی ہوں کہ مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوئی ہے اور میری غلطی یہ ہے کہ میں اپنی حیثیت بھول گئی' اپنا مقام فراموش کر بیٹھی لیکن آنٹی! اس غلطی کا موقع مجھے آپ نے فراہم کیا۔'' سفینہ نے پلٹ کے اسے قدرے حیرت سے دیکھا۔

''آپ نے مجھے اتنا پیار دیا کہ میں جہانزیب علی اعوان کے بجائے آپ کی بیٹی بن گئی' ان کے اور آپ کے متعلق سوچنے لگی' اگر آپ بھی شاہ دل کی طرح ہر روز مجھے اس تلخ حقیقت کا احساس دلاتیں جو ہم سب کے درمیان وجۂ نفرت ہے تو میں ایسی جرأت کبھی نہ کرتی۔'' زوبیہ کی آنکھوں میں نمی اتر آئی۔ سفینہ اب بھی خاموش تھی۔

''آپ کو لگتا ہے کہ میں نے آپ کی زندگی کا فیصلہ کرنے کی کوشش کی ہے لیکن سچ یہ ہے کہ ناصر شاہ ایک عمر سے بے منزل راستے پر سفر کر رہے تھے' فقط اک محبت کی خاطر میں نے صرف اس راہ کا پتہ بتایا جہاں ان کی منزل تھی' آپ کو پاپا سے یہی شکایت ہے کہ انہیں آپ کی محبت کا احساس تھا' نہ وفاؤں کا پاس' صرف اسی لئے آپ آج تک انہیں دل سے معاف نہیں کر پائیں اور آج آپ بھی زندگی کے اسی موڑ پر کھڑی ہیں جہاں کبھی پاپا تھے اور آپ کی جگہ پر ایک ایسا شخص کھڑا ہے جس نے بنا کسی شرط کے کئی مسافتیں طے کی ہیں جبکہ ان کے پاس منزل کا کوئی یقین بھی نہیں تھا' جس طرح آپ نے پاپا کا انتظار کیا' بالکل اسی طرح ناصر شاہ نے بھی آپ کا انتظار کیا ہے' کہتے ہیں جو خود درد سے گزرا ہو' وہ دوسروں کو کبھی درد نہیں دیتا' یہی سوچ کر میں انہیں یہاں تک لائی کہ کسی ایک انسان کو تو اس کی منزل مل جائے' میری نیت بالکل صاف تھی' بہرحال آج کے بعد میں بھی آپ کے ذاتی معاملات میں دخل اندازی نہیں کروں گی' لیکن آخری مرتبہ اتنا ضرور کہوں گی کہ ناصر شاہ کو خالی ہاتھ مت لوٹایئے گا ورنہ یقین جانیئے آپ تمام عمر خود کو معاف نہیں کر پائیں گی۔'' زوبیہ چند لمحوں کو خاموش ہوئی پھر بولی۔ ''میں جانتی ہوں مجھے یہ سب

کہنے کا کوئی حق نہیں' لیکن معاف کیجئے گا آنٹی! آپ کو بھی کسی کے جذبات واحساسات سے کھیلنے کا کوئی حق نہیں۔" وہ ہمیشہ کی طرح صاف گو اور نڈر تھی۔ "اگر آپ ان سے محبت نہیں کر سکتیں تو کم از کم ان کے انتظار کو مان تو دے سکتی ہیں۔" وہ ملتجی تھی۔ ایک بار پھر سفینہ کے لب خاموش تھے۔

"میں جانتی ہوں' میرے کچھ بھی کہنے سے آپ کا فیصلہ نہیں بدلے گا لیکن پھر بھی میں دعا کروں گی کہ ناصر شاہ کو اس کی منزل مل جائے۔" زوبیہ اتنا کہہ کر چلی گئی اور سفینہ کے سوچنے کو بہت کچھ چھوڑ گئی۔ اس گھڑی نجانے کیوں سفینہ اپنا محاسبہ کرنے لگی تھیں۔

٭٭٭

آج اتوار کا دن تھا۔ زویا اور کرن گھر کی صفائی ستھرائی میں لگی ہوئی تھیں' تبھی موقع پا کر صادقہ' عباد کو اپنے کمرے میں لے گئیں جہاں کمال احمد کرسی پر براجمان چہرے کے آگے اخبار پھیلائے بیٹھے تھے۔

"خیریت تو ہے نا امی......! آپ نے مجھے یہاں اس طرح کیوں بلایا ہے' آخر وہ کونسی بات ہے جو کرن اور زویا کے سامنے نہیں ہو سکتی؟" عباد ان کی اس قدر رازداری پر ذرا پریشان سا ہو گیا اور پھر صادقہ نے بڑے سلیقے سے اس کی دوسری شادی کا ذکر چھیڑ دیا۔

وہ یکدم اٹھ کھڑا ہوا۔ "نہیں امی! یہ ہرگز نہیں ہو سکتا' میں زویا پر ایسا ظلم نہیں کر سکتا' اسے اتنی بڑی سزا نہیں دے سکتا' کبھی نہیں۔" وہ اٹل لہجے میں بولا۔

"عباد! زندگی میں آج تک ہر فیصلہ تم نے اپنی مرضی سے کیا ہے' ہم سے پوچھنا تو دور رائے لینا بھی ضروری نہیں سمجھا' اس کے باوجود ہم نے کبھی اف تک نہیں لیکن لیکن اب تمہیں ہماری بات ماننی پڑے گی' کل تک سوال تمہاری ذات کا تھا تو ہم خاموش رہے' لیکن اب سوال خاندانی وراثت کا ہے' کیا چاہتے ہو تم کہ ہمارا خاندان ختم ہو جائے؟" صادقہ نے عباد کو خفگی سے گھورا۔

"امی! میں یہ کیوں چاہوں گا۔" وہ زچ ہو کر بولا۔

"بیوی سے تو بہت ہمدردی ہے مگر ماں پر ترس نہیں آتا' اپنی خواہشات پوری کرنے کیلئے تو ہزاروں کی دشمنی مول لے لیتے ہو' ماں کیلئے ایک بے ضرر سی قربانی نہیں دے سکتے' ہاں بھئی جب اولاد جوان ہو جائے تو وہ صرف اپنے بارے میں سوچتی ہے' ماں' باپ خواہ مخواہ خوش فہمیوں میں مرے جاتے ہیں کہ ان کا اولاد پر کوئی حق ہے اور اولاد کو اس بات کا لحاظ ہے کہ ماں' باپ نے انہیں کتنے جتنوں سے جوان کیا ہے' کتنی قربانیاں دی ہیں۔" وہ رونے لگیں۔ عباد

بیزاری سے اٹھ کر باہر نکل گیا۔

"دیکھ رہے ہیں کمال صاحب!" تھک ہار کر انہوں نے شوہر کو پکارا۔

"میں نے آپ سے پہلے ہی کہا تھا کہ جوان اولاد پر اپنی مرضی مسلط کرنے کی کوشش مت کریں' وہ اپنی مرضی کی مالک ہوتی ہے۔" کمال صاحب نے نرمی سے کہا۔

"ایک تو اس گھر میں ہر کوئی مجھے سمجھانے بیٹھ جاتا ہے۔" وہ بڑبڑاتی ہوئی کمرے کی چیزیں بے وجہ ادھر ادھر کرنے لگیں جو ان کے شدید غصے کی علامت تھی۔

کمال احمد مسکراتے ہوئے دوبارہ اخبار پڑھنے میں مصروف ہو گئے۔

٭٭٭

رضیہ بیگم اپنے سامنے وہ زیورات پھیلائے بیٹھی تھیں جو انہوں نے شیراز کی دلہن کیلئے بنوائے تھے۔ وہ ہال میں اکیلی بیٹھی تھیں' تبھی شیراز بھی ان کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔

"آؤ' آؤ شیراز! میں ابھی تمہیں ہی بلوانے والی تھی' یہ نیلماں کیلئے کچھ زیورات بنوائے ہیں' تم بھی دیکھ لو۔" وہ زیورات کے ڈبے ایک ایک کر کے کھولتے ہوئے بڑی عجلت میں بولیں۔

"میں دیکھ کر کیا کروں گا' پہننے تو نیلماں کو ہیں' میرا خیال ہے آپ اسے ہی دکھائیں۔" وہ نرمی سے بولا۔

"رشتہ طے ہونے کے بعد لڑکیاں اپنے سسرال نہیں آتیں۔ اس لئے بابا صاحب نے اسے یہاں آنے کیلئے منع کیا ہے اور ویسے بھی تم جتنا نیلماں کو جانتے ہو' اس حساب سے اس کی پسند و ناپسند سے تو واقف ہو گے نا؟" رضیہ کا لہجہ چبھتا ہوا تھا۔

شیراز نے قدرے چونک کر انہیں دیکھا۔ یوں لگ رہا تھا کہ جیسے رضیہ اس سے بدگمان سی ہیں۔

"امی! میں نیلماں کو اتنا ہی جانتا ہوں جتنا باقی تمام لوگ۔" وہ جیسے رضیہ کو اپنی صفائی پیش کر رہا تھا۔ شیراز کو یوں لگ رہا تھا کہ جیسے وہ کوئی مجرم ہو۔ رضیہ کی نگاہیں' ان کا لہجہ الزام سے کم نہ تھا۔

"میں نے تم سے کوئی وضاحت نہیں مانگی' جتنا کہا ہے' اتنا کرو بس میرا وقت ضائع مت کرو۔" رضیہ کے لہجے میں برہمی تھی۔

"امی! کیا آپ مجھ سے ناراض ہیں؟" شیراز اس وقت بڑی اذیت محسوس کر رہا تھا۔

"میں پاگل ہوں کہ بے وجہ ناراض ہو جاؤں؟" رضیہ اپنے سابقہ انداز میں بولیں۔

"شاید آپ نیناں......!"

اور اس سے قبل کہ وہ اپنی بات مکمل کر پاتا' رضیہ نے اسے بری طرح ٹوک دیا۔

"خبردار! جو تم اس کا نام بھی اپنی زبان پر لائے' اب اس کا اور تمہارا ایسا کوئی تعلق نہیں جو تم اس قدر بے تکلفی سے اس کا نام لو' بہتر ہوگا کہ اب تم اسے سعد کے حوالے سے دیکھو اور اس کے اور سعد کے رشتے کو یاد رکھو۔" ان کے لہجے میں سختی تھی۔ شیراز کو لگا کہ جیسے وہ اسے جتا رہی ہیں۔ یہ وہ بخوبی سمجھتا تھا کہ ان کے دل میں کیا ہے؟

"جی......" وہ اتنا کہہ کر وہاں سے اٹھ گیا تو رضیہ نے بڑی حسرت سے تمام زیورات کو دیکھا۔ کاش یہ زیورات میری نیناں کا مقدر ہوتے۔

✵✵✵

صادقہ نے عباد کو راضی کرنے کی بہت کوشش کی مگر اس کی نہیں' ہاں میں نہیں بدلی تھی۔ نتیجتاً صادقہ نے کھانا کھانا چھوڑ دیا۔ کمال احمد کو ان کی یہ بلیک میلنگ پسند نہ آئی' انہوں نے اپنے تئیں بہت سمجھایا مگر اس مرتبہ صادقہ نے ان کی بھی ایک نہ سنی۔ عباد نے صبح صبح انہیں منانے کی بہت کوشش کی لیکن وہی "ڈھاک کے تین پات" وہ بھی عباد کی ماں تھیں' اس لئے انہوں نے بھی اپنی ضد نہ چھوڑی۔

عباد ان کے کمرے سے باہر آیا تو چہرے پر بڑی سخت بیزاری تھی۔ زویا اور کرن ڈائننگ ٹیبل پر ناشتہ لگا رہی تھیں' تبھی عباد کو باہر کی طرف جاتے ہوئے دیکھ کر زویا نے پکارا:

"عباد! ناشتہ تو کر لیجئے۔" اس کے لہجے میں نرمی تھی۔

"میری ماں بھوکی ہے اور تمہارا خیال ہے کہ میں کھانا کھا لوں گا' لیکن بہرحال تمہیں ان سب کی کیوں پروا ہونے لگی' وہ میری ماں ہیں' تمہاری تو نہیں کہ ان کے بھوکا رہنے سے تمہیں تکلیف ہو۔" عباد ایکدم سے اس پر برسنے لگا۔ زویا بت بنی عباد کو دیکھ رہی تھی' جبکہ کرن کو اس کا انداز بڑا ناگوار گزرا تھا مگر اس وقت وہ میاں' بیوی کے درمیان نہیں بولنا چاہتی تھی' اس لئے خاموش تھی۔

عباد اب بھی بول رہا تھا۔ "اگر تمہیں اتنی بھوک لگ رہی ہے تو تم کھا لو کسی نے تمہیں منع نہیں کیا ہے۔" وہ اتنا کہہ کر دروازے سے باہر نکل گیا۔

زویا کی آنکھوں میں نمی اتر آئی۔ کرن نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

"کچھ نہیں ہوا کرن' تم بیٹھو نا ناشتہ کرو' تم نے ابھی یونیورسٹی بھی تو جانا ہے۔" زویا نے جلدی جلدی اپنے آنسو صاف کئے اور زبردستی ہونٹوں پر مسکراہٹ سجائی۔

"اتنا مت مسکرائیں بھابی! آپ کے آنسو اور صاف دکھائی دینے لگتے ہیں۔" اس نے زویا کو دکھ سے دیکھا۔

"کاش! یہ آنسو تمہارے بھائی کو بھی دکھائی دیتے۔" زویا نے بڑی حسرت سے کہا۔

کرن کا دل دکھ کر رہ گیا۔

✵✵✵

آفس پہنچ کر شیراز کو خیال آیا تھا کہ وہ فائل تو گھر میں بھول آیا جس میں اس نے پریزنٹیشن کیلئے امپورٹنٹ پوائنٹس لکھے تھے۔ باہر بارش کا موسم تھا لیکن گھنٹے میں میٹنگ بھی شروع ہونے والی تھی' دل چاہا کہ کسی کو بھیج دے لیکن آفندی صاحب نے ہمیشہ یہ اصول رکھا تھا کہ آفس اور گھر میں فاصلہ رکھتے تھے۔ یہی بات انہوں نے اپنے بیٹوں کو بھی سکھائی تھی' اس لئے فائل لینے کیلئے وہ خود گھر آیا تھا لیکن راستے میں بارش اتنی زیادہ تیز ہوگئی کہ شیراز کے تمام کپڑے گیلے ہو گئے۔ سہانی سے سامنا ہوا تو اس نے پہلا سوال یہی کیا۔ "امی گھر پر ہی ہیں؟"

"وہ جی بیگم میمونہ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے' انہیں پوچھنے گئی ہیں۔" سہانی نے اطلاع دی تو شیراز سر ہلا کر آگے بڑھنے لگا۔

تبھی سہانی نے پوچھا: "صاحب! چائے بنا دوں۔"

"نہیں! مجھے جلدی جانا ہے' میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔" وہ اتنا کہہ کر تیزی سے اپنے کمرے کی جانب بڑھا۔ شیراز جونہی کمرے میں داخل ہوا' چونک اٹھا' کوئی اس کی الماری کے کپڑے نکال نکال کر باہر پھینک رہا تھا۔ شیراز کی جانب اس کی پشت تھی' اس لئے وہ چہرہ نہیں دیکھ پایا لیکن کپڑے جس بیدردی سے اس کے بیڈ پر پھینکے جا رہے تھے' وہ انداز شیراز کو غصہ دلا گیا۔ "کون ہو تم......اور تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرے کمرے میں آ کر یہ سب کرنے کی؟"

شیراز نے بڑی سختی سے کہا۔

اس کے ہاتھ ساکت ہو گئے مگر وہ پلٹی نہیں کیونکہ وہ شیراز کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔

شیراز کا غصہ مزید بڑھ گیا' وہ تیزی سے اس کے قریب آیا اور بازو سے پکڑ کر جھٹکا دیا' اگلے پل نیناں اس کے سامنے تھی۔

شیراز کا تمام غصہ ہوا ہو گیا۔ "تم......!" نیناں کو دیکھ کر اسے خوشگوار حیرت ہوئی۔

نیناں نے جلدی سے اپنا بازو اس کی گرفت سے آزاد کیا اور دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔

نیناں کی نظریں جھکی تھیں۔ "آئی ایم سوری! میں آپ کی اجازت کے بنا آپ کے کمرے میں

آ گئی' پھپھو نے مجھ سے کہا تھا کہ جو کپڑے لانڈری کیلئے جانے ہیں' وہ نکال دوں مگر یہاں آئی تو سب کچھ بے ترتیب ہوا تھا' اس لئے مجھے یہ سب کپڑے نکالنے پڑے۔'' وہ کسی مجرم کی طرح نگاہیں جھکائے اپنی صفائی پیش کر رہی تھی۔

''تمہارے بنا سب کچھ بے ترتیب تو ہونا ہی تھا۔'' وہ دھیمی آواز میں بولا تو نیناں نے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا۔ شیراز کو یوں لگا کہ کمرے میں ایک دم سے بہت سے دیپ جل اٹھے ہوں۔ نیناں کی نگاہیں اس کی نگاہوں سے ملیں تو اسے یوں لگا کہ جیسے اس کے دل میں پل رہے تمام جذبات اس کی آنکھوں میں سمٹ آئے ہوں۔

نیناں کا دل پہلی مرتبہ بہت زور سے دھڑکا تھا۔ ''آپ تو بالکل بھیگ گئے ہیں' میں آپ کو ٹاول دیتی ہوں۔'' نیناں نے نگاہوں کا زاویہ بدلتے ہوئے جلدی سے کہا اور الماری سے ٹاول نکال کر شیراز کی جانب بڑھایا۔ شیراز نے تولیہ تھام لیا۔

''میں ابھی آئی۔'' کہہ کر نیناں کمرے سے باہر چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد نیناں ٹرے تھامے اندر آئی تو شیراز کپڑے تبدیل کر چکا تھا۔ نیناں نے ٹرے صوفے کے آگے دھری میز پر رکھ دی جس میں گرما گرم چائے کے ساتھ سینڈوچ بھی تھے۔

''تم نے اتنی زحمت کیوں کی' میں صرف چائے پیوں گا۔'' شیراز نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ نیناں میز کی دوسری جانب بیٹھ کر چائے بنانے لگی۔

''صبح بھی ناشتہ کر کے نہیں گئے' کم از کم اب تو کچھ کھالیں۔'' نیناں نے نرمی سے کہا۔

''تمہیں کیسے پتہ کہ میں ناشتہ کر کے نہیں گیا؟'' شیراز حیران تھا۔

''مجھے معلوم ہے جس دن آپ کی میٹنگ ہوتی ہے' آپ ٹینشن میں آ جاتے ہیں' ایسے میں ناشتہ تو دور کی بات آپ ڈھنگ سے چائے بھی نہیں پیتے۔'' ایک ہلکی سی مسکان اس کے ہونٹوں پر آ گئی' جو شیراز کو بہت اچھی لگی۔

''نیناں! کیا میں تمہاری زندگی میں اتنا اہم ہوں کہ تم میرے متعلق یہ سب کچھ یاد رکھو؟'' شیراز نے بڑی سنجیدگی سے سوال کیا۔

نیناں نے ایک پل کیلئے چونک کر اسے دیکھا مگر اگلے پل خود کو سنبھالتے ہوئے مسکرائی۔ ''اس گھر کا ہر فرد' ہر رشتہ میرے لئے اہمیت رکھتا ہے کیونکہ اس گھر کے تمام رشتے سعد سے وابستہ ہیں' یہاں تک کہ اس گھر کی چھوٹی سے چھوٹی چیز مجھے سعد کے ہونے کا احساس دلاتی ہے۔'' نیناں نے دونوں مرتبہ سعد کے نام پر زور دیا۔

''یہ سعد بھائی کا نام بار بار لے کر تم کیا جتانا چاہتی ہو کہ اب ان کی یادوں کے سوا

تمہاری زندگی میں کچھ نہیں ہے یا یہ کہ تمہاری زندگی اسی قدم پر رک گئی ہے جہاں سعد بھائی تم سے الگ ہوئے تھے۔'' شیراز کو نجانے کیوں غصہ آ گیا۔

''حقیقت یہی ہے۔'' نیناں نے اس کے سامنے چائے کی پیالی رکھتے ہوئے پرسکون انداز میں کہا۔

شیراز بھڑک اٹھا۔ ''یہ حقیقت نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جب ہمارا کوئی اپنا اس دنیا سے چلا جاتا ہے تو ہم اس کیلئے روتے ہیں' سوگ مناتے ہیں شاید کچھ پل کیلئے ہماری زندگی بھی رک جاتی ہے لیکن صرف کچھ پل کیلئے......!'' شیراز نے ان لفظوں پر زور دے کر کہا اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ ''شاید اس گھڑی میں تمہیں سفاک لگوں مگر حقیقت یہی ہے کہ کوئی بھی دکھ زندگی سے بڑا نہیں ہوتا' جانے والے چلے جاتے ہیں لیکن زندگی متحرک رہتی ہے' انسان سانس لیتا ہے' روتا ہے' ہنستا ہے اور زندگی کا کوئی نہ کوئی موڑ ایسا آتا ہے کہ جہاں کوئی احساس بیدار ہونے لگتا ہے' کوئی نیا جذبہ دل میں جگہ پا لیتا ہے' اگر ہم اس سے فرار پانے کیلئے آنکھیں بند کر لیں تو خواب بن کر آنکھوں میں اتر آتا ہے۔ خوف زدہ ہو کر آنکھیں کھول دیں تو حقیقت بن کر سامنے آ جاتا ہے۔ بڑا عجیب ہے یہ جذبہ......سکون بھی دیتا ہے اور بے سکونی بھی......ہمت بھی دیتا ہے اور بے بسی بھی......!'' وہ بڑے جذب کے عالم میں بولا۔

نیناں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اب دونوں آمنے سامنے تھے۔ ''یہ فقط آپ کا نظریہ ہے لیکن بہرحال ہر انسان کی زندگی کی حقیقت دوسرے انسان سے مختلف ہوتی ہے' اب یہ دو اور دو کا فارمولا تو نہیں کہ جواب چار ہی آئے گا۔'' نیناں نے کمزور سی دلیل دی۔

''کوئی خواب اور کوئی حقیقت دو انسانوں کے وجود کے بنا تکمیل نہیں پاتا' میں جانتا ہوں میں تمہارا خواب نہیں لیکن تم میری زندگی کی حقیقت ہو۔'' وہ اس قدر پر یقین تھا کہ نیناں چاہ کر بھی اسے جھٹلا نہیں پائی۔ نیناں کا دل عجیب سے انداز میں دھڑک رہا تھا' اس لئے وہ مزید وہاں نہیں رکی مگر جونہی اس نے جانے کیلئے قدم بڑھائے' شیراز اس کی راہ میں حائل ہو گیا۔ نیناں چونکی تھی۔

''آج کے بعد تم مجھ سے یہ امید مت رکھنا کہ میں کبھی سعد بھائی کے حوالے سے تمہیں دیکھوں گا کیونکہ اب یہ میرے لئے ممکن نہیں۔'' وہ بولا تو نیناں سناٹے میں آ گئی۔ کہنا تو بہت کچھ چاہتی تھی مگر اب کچھ بھی کہنے کی ہمت نہ بچی تھی اس لئے وہ سائیڈ سے ہو کر کمرے سے نکل گئی۔ شیراز ہلتے پردوں کو دیکھتا رہا۔

❋❋❋

زوبیہ اور سفینہ کے درمیان بات چیت بالکل بند تھی۔ یہ بات شاہ دل نے بھی محسوس کی تھی اس لئے اس نے سفینہ سے پوچھ لیا مگر وہ ٹال گئیں' لیکن شاہ دل بھلا کہاں ٹلنے والا تھا' اس نے سفینہ کو اپنی قسم دے کر پوچھا تو مجبوراً انہوں نے زوبیہ اور ناصر شاہ کے متعلق بتایا' ساتھ منع بھی کیا تھا کہ وہ زوبیہ کو کچھ نہ کہے مگر وہ بھی اپنے نام کا ایک ہی تھا۔ سفینہ کے کمرے سے اٹھ کر وہ سیدھا اپنے کمرے میں آیا۔ شام کا وقت تھا' زوبیہ ابھی ابھی باتھ لے کر باہر آئی تھی' شاہ دل کو موجود پا کر اسے خوشی ہوئی۔

یوں بھی آج کا دن بہت اچھا تھا' آج کے دن اسے بہت بڑی خوشخبری ملی تھی اور وہ یہ سب سے پہلے شاہ دل کو ہی سنانا چاہتی تھی' لیکن شاہ دل اس سے پہلے ہی بول پڑا۔ ''تم اپنے آپ کو سمجھتی کیا ہو' تم ہوتی کون ہو پھپھو کی زندگی کا فیصلہ کرنے والی؟'' شاہ دل بہت غصے میں تھا۔

زوبیہ کی خوشی غارت ہو گئی۔ کیا بدقسمتی تھی کہ وہ پل جسے وہ یادگار بنانا چاہتی تھی' اسی لمحے اسے اپنے بے گناہ ہونے کی صفائی دینی پڑ رہی تھی۔

''شاہ دل! میں نے جو کیا' نیک نیتی سے کیا' ان کی زندگی کو خوشیوں سے بھرنے کے کیلئے کیا' بلیو می میرا ارادہ انہیں دکھ پہنچانے کا ہرگز نہیں تھا۔'' وہ بڑی نرمی سے اپنی صفائی دے رہی تھی۔

''ہاں! تم لوگ تو کسی کو دکھ دے ہی نہیں سکتے' البتہ دوسروں کا مذاق اڑانے میں تم لوگوں کو بڑا مزہ آتا ہے۔'' اس کے لہجے میں حقارت تھی۔ زوبیہ نے بڑے صدمے کی سی کیفیت میں اسے دیکھا۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر شاہ دل نے اسے بولنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ ''تم لوگ خود کو انسان سمجھتے ہو اور باقی سب کو پتھر...... جس پر جتنی بھی چوٹیں لگائی جائیں' وہ سہہ جاتا ہے لیکن میری پھپھو کوئی پتھر نہیں جیتی جاگتی انسان ہیں۔''

''صرف کہنے کی حد تک ورنہ آپ لوگوں کو اس بات کا احساس نہیں ہے' اگر ہوتا تو آپ لوگوں کو یہ بھی یاد رہتا کہ ایک جیتے جاگتے انسان کی ضروریات صرف روٹی' کپڑا اور مکان نہیں ہوتا' جینے کیلئے کچھ ایسے رشتوں کا زندگی میں ہونا بہت ضروری ہوتا ہے جو انسان کی تکمیل کیلئے ضروری ہوتے ہیں' یہ تو قانونِ قدرت ہے' اسے میں یا آپ نہیں بدل سکتے اور آپ لوگوں کو کیا لگتا ہے کسی کے دکھ میں اس کے ساتھ رونے سے کوئی کسی کا ہمدرد نہیں بن جاتا یا چند ہمدردی کے بول کہنے سے ہم یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ ہم اس کے دکھ کو محسوس کر سکتے ہیں' مسیحائی تو وہ ہوتی ہے کہ کسی کا دکھ رونے کے بجائے اس کا دکھ جی کر دیکھئے' خود کو اس جگہ پر رکھ کر دیکھے اور وہی کرے جو وہ خود اپنے لئے کر سکتا ہے' میں نے بھی وہی کیا' اگر میں سفینہ آنٹی کی جگہ ہوتی تو وہی

کرتی' اگر آپ کو لگتا ہے کہ میں نے ان کیلئے سوچ کر کوئی بہت بڑی غلطی کی ہے تو آپ مجھے اس کیلئے کچھ بھی چاہیں سزا دے سکتے ہیں' لیکن پلیز صرف ایک مرتبہ میری سوچ کو مثبت نظریئے سے دیکھیں' پلیز سفینہ آنٹی کی ادھوری زندگی کے متعلق سوچئے۔'' وہ ملتجی تھی۔

رات کا وقت تھا اس لئے زوبیہ بے حد دھیمی آواز میں بات کر رہی تھی مگر شاہ دل بولا تو اس کی آواز بہت تیز تھی۔ ''مجھے کس کے متعلق کیا سوچنا چاہئے اور کیا نہیں' یہ کم از کم تمہیں مجھے بتانے کی ضرورت ہرگز نہیں۔'' شاہ دل کے لہجے میں حقارت تھی۔

زوبیہ نے چونک کر اسے دیکھا۔ ''اس جملے کا مطلب کیا ہے؟'' اس نے سوالیہ نگاہوں سے شاہ دل کو دیکھا۔

''مطلب یہ کہ میرے نزدیک صرف انہی لوگوں کی بات کی اہمیت ہوتی ہے جن کا وجود میری زندگی میں اہم ہوتا ہے اور میری زندگی میں اپنا مقام تم اچھی طرح سے جانتی ہو' اچھا ہو گا کہ تم اسے یاد بھی رکھو۔'' شاہ دل نے گویا وارننگ دی۔

زوبیہ کے دل میں ٹیس سی اٹھی مگر اس نے جلد ہی خود پر قابو پا لیا اور عین شاہ دل کے مقابل آ کھڑی ہوئی۔ اب دونوں کمرے کے وسط میں کھڑے تھے۔ ''میں جاننا چاہتی ہوں شاہ دل کہ آپ کی زندگی میں میری کیا جگہ ہے؟'' سب کچھ جانتے ہوئے بھی وہ بڑی جرأت سے پوچھ رہی تھی۔

شاہ دل ایک پل کیلئے حیران ہوا' پھر اسی انداز میں بولا۔ ''مجھ سے کیوں پوچھ رہی ہو' تم نہیں جانتیں کیا؟'' اس مرتبہ زوبیہ نے اس کے لہجے میں طنز محسوس کیا تھا مگر وہ اسی انداز سے بولی: ''نہیں! میں نہیں جانتی' آپ کو بتانا پڑے گا۔''

''اگر تم میری زندگی یا میری بیوی کی حیثیت سے میرے کمرے میں موجود ہو تو صرف سفینہ پھپھو کی وجہ سے' ورنہ میرے لئے آج بھی تم جہانزیب علی اعوان کی بیٹی ہو اور کچھ نہیں' میں اپنی زندگی میں ایک بے بنیاد رشتے کا بوجھ اٹھا کر جی رہا ہوں۔'' اس کے لہجے میں اکتاہٹ تھی۔

زوبیہ کے لب خاموش تھے مگر اندر سے ایک آواز سنائی دی تھی' شاید سینے میں کوئی چیز ٹوٹی تھی۔ ہاں وہی دل جس میں زوبیہ نے اس رشتے کو جگہ دی تھی۔ اب وہ کچھ نہیں بول پائی' خاموشی سے جا کر بیڈ پر لیٹ گئی' اب اسے نہ کچھ جاننے کی خواہش تھی اور نہ کچھ پوچھنے کی ہمت باقی بچی تھی۔

شاہ دل نے بھی صوفے پر بیٹھ کر سگریٹ سلگا لیا۔ وہ جب بھی بہت ڈسٹرب ہوتا تھا' بے تحاشا سگریٹ کا استعمال کرتا تھا' زوبیہ نے کئی مرتبہ منع کیا تھا' مگر شاہ دل نے اس کی بات پر

کبھی دھیان نہیں دیا' جیسے اس کی بات کی کوئی اہمیت نہ ہو اور اسی لئے زوبیہ نے اب کہنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ کتنی عجیب بات تھی کہ آج زوبیہ اپنے جیون ساتھی کو ان کی زندگی میں ان کا رشتہ مکمل ہونے کی خوشخبری سنا کر شاہ دل کی آنکھوں میں خوشیوں کی چمک اور آنے والے جیون کے نئے خواب دیکھنا چاہتی تھی مگر اس کیلئے تو اس رشتے کی ہی کوئی اہمیت نہیں تھی تو کسی اور رشتے کو دل میں جگہ کیسے دیتا۔ زوبیہ تھکے تھکے قدموں سے چلتی ہوئی بیڈ تک آئی تھی۔ اسے لگ رہا تھا کہ ذرا جو اس کے قدم ڈگمگائے تو اس کا وجود ریزہ ریزہ ہو کر ہواؤں میں بکھر جائے گا۔ اس گھڑی وہ جس اذیت سے گزر رہی تھی' وہ ناقابل بیان تھی مگر شاہ دل اس کے کرب سے بے خبر تھا۔

***

رات زویا صحن میں ہی ٹہل رہی تھی جب دروازے پر دستک ہوئی۔ زویا نے آگے بڑھ کر بڑی بے صبری سے دروازہ کھولا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ یہ وقت عباد کے ہی آنے کا ہے۔

''السلام علیکم!'' زویا نے ہمیشہ کی طرح بڑی خوش دلی سے سلام کیا' مگر جواب دینے کے بجائے عباد نے فقط اتنا پوچھا: ''امی نے کھانا کھایا؟'' جواباً زویا نے نفی میں سر ہلایا تو عباد کا موڈ بگڑ گیا۔

وہ اندر کی جانب بڑھا۔ عباد کا رخ صادقہ بیگم کے کمرے کی جانب تھا' زویا بھی اس کے پیچھے چلی آئی۔ اندر صادقہ بیڈ پر منہ پھلائے بیٹھی تھیں' جبکہ کمال احمد قریب ہی کرسی پر بیٹھے صادقہ کو سمجھا رہے تھے۔ عباد اور زویا بھی قریب چلے آئے' صادقہ نے انہیں دیکھتے ہی منہ پھیر لیا۔

عباد بیڈ پر ان کے قدموں میں بیٹھ گیا۔ ''امی! اگر آپ کو میری کوئی بات بری لگی ہے تو مجھے معاف کر دیں' آپ جانتی ہیں امی! میں آپ کی ناراضی برداشت نہیں کر سکتا' پلیز امی کچھ کھا لیں۔''

''مجھے بھوک نہیں اور تمہیں میری پروا کب سے ہونے لگی' تم جاؤ اپنی بیوی کی فکر کرو۔'' صادقہ قدرے خفگی سے گویا ہوئیں۔

زویا نے انہیں بڑے دکھ سے دیکھا' البتہ کمال احمد کے لہجے میں ناگواری تھی۔ ''صادقہ بیگم! اب اپنی یہ بے وجہ کی ضد چھوڑ بھی دیجئے' کم از کم اس بات کا ہی خیال کیجئے کہ آپ زویا پر ہی نہیں' اپنے لخت جگر اور عبیرہ پر بھی ظلم کر رہی ہیں' اس رشتے کا کیا انجام ہوگا' آپ نے سوچا ہے؟'' کمال احمد انہیں آنے والے وقت کی مشکلات کا احساس دلا رہے تھے۔

''صاف صاف یہ کیوں نہیں کہتے کہ آپ کی اور آپ کی اولاد کی نظر میں میری یا

میرے فیصلے کی کوئی اہمیت ہی نہیں تو پھر ٹھیک ہے مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں' میں جیوں یا مروں کسی کو فرق ہی کیا پڑتا ہے۔'' وہ جیسے بے حد دلبرداشتہ تھیں۔

''ٹھیک ہے امی! جو آپ چاہتی ہیں' میں کرنے کو تیار ہوں لیکن اس سے پہلے آپ کو کھانا کھانا ہوگا۔'' عباد نے دل پر پتھر رکھ کر کہا۔ وہ ماں کے آگے مجبور ہو گیا تھا۔

زویا اور کمال احمد سناٹے میں آ گئے۔ شاید وہ عباد سے اتنی جلدی صادقہ کی خواہش کے سامنے جھک جانے کی توقع نہیں کر رہے تھے۔ زویا سے وہاں نہ ٹھہرا گیا تو وہ اپنے کمرے میں چلی آئی' تھوڑی دیر بعد عباد بھی اس کے پیچھے آیا تھا۔ عباد کمرے میں داخل ہوا تو وہ بیڈ پر پڑی رو رہی تھی۔

وہ دروازہ بند کر کے زویا کے قریب آ بیٹھا۔ وہ اسی طرح روتی رہی۔ ''زویا! میں جانتا ہوں' میرا اس طرح دوسری شادی کا فیصلہ کر لینا تمہیں بہت برا لگا ہے مگر میں کیا کرتا' زویا میں امی کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا' میری کچھ ذمہ داریاں ہیں' کچھ فرائض ہیں جنہیں بہرحال مجھے نبھانا ہے' انہوں نے زندگی میں ہم بہن' بھائیوں کیلئے بہت سی قربانیاں دی ہیں' زندگی میں پہلی مرتبہ انہوں نے مجھ سے کسی خواہش کا اظہار کیا ہے اور تم جانتی ہو کہ میں یہ سب اپنی مرضی سے نہیں بلکہ صرف اور صرف امی کی خوشی کیلئے کر رہا ہوں۔'' وہ جیسے وضاحت دے رہا تھا جبکہ زویا بس رو رہی تھی' تب عباد چڑ کر بولا۔ ''اب روتی رہو گی یا کچھ کہو گی بھی......؟''

''آپ کے خیال میں مجھے کیا کرنا چاہئے' آپ کو مبارکباد دینی چاہئے' خوشی سے اونچے اونچے قہقہے لگانے چاہئیں یا شکریہ ادا کرنا چاہئے کہ آپ نے میری وفاؤں کا صلہ بہت اچھے انداز میں دیا ہے۔'' وہ ایکدم سے پھٹ پڑی۔ عباد خاموش تھا مگر وہ جیسے دل کی تمام بھڑاس نکال دینا چاہتی تھی۔ ''آج آپ نے کتنی آسانی سے کہہ دیا کہ آپ مجبور اس لئے ہوئے کیونکہ آپ اپنی ماں کو کھونا نہیں چاہتے تھے' کبھی میں بھی اسی مقام پر کھڑی تھی' مجھے بھی آپ کے اور اپنے ماں' باپ اپنے بہت سارے رشتوں کے درمیان انتخاب کا مرحلہ درپیش تھا' تب میں بھی مجبور ہو کر پیچھے ہٹ گئی تھی مگر اس وقت آپ کو میری وفا پر شک ہونے لگا تھا۔'' عباد اب بھی خاموش تھا مگر وہ خاموش نہیں ہوئی۔ ''آپ نے ایک مرتبہ اپنی ماں کا دل دکھایا تو دوسری مرتبہ اس کا ازالہ کرنے کا موقع مل گیا' صرف اس لئے کہ آپ مرد ہیں مگر آپ کی ضد کی وجہ سے جو داغ میرے خاندان کے دامن پر لگا' کیا میں کبھی اسے مٹا پاؤں گی؟ جو آنسو جو دکھ میں نے اپنوں کو دیئے ہیں' ان کا ازالہ ہو سکتا ہے؟ کتنی عجیب بات ہے مرد ہر خطا کے بعد معافی کا حقدار ہوتا ہے اور عورت بے گناہ ہو کر بھی سزا کی حقدار ٹھہرتی ہے' مرد کے پاس اپنی غلطیاں سدھارنے کے کئی مواقع

ہوتے ہیں اور عورت کے پاس لوٹنے کا کوئی راستہ نہیں ہوتا' یہ آپ نے مجھے کس بند گلی میں لا کر کھڑا کر دیا ہے؟'' وہ عباد کا گریبان پکڑے سسک سسک کر رونے لگی۔ عباد نے مزید کچھ نہیں کہا۔ وہ اس کا دکھ سمجھتا تھا مگر محض اس کی خاطر ماں جیسے رشتوں کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ وقت اس سے قربانی کا تقاضا کر رہا تھا اور اسے وہ قربانی دینی تھی۔ عباد دل ہی دل میں اپنا فیصلہ مضبوط کر چکا تھا مگر وہ زویا کو دکھی نہیں دیکھ سکتا تھا اس لئے بڑی نرمی سے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر بولا۔ ''دیکھو زویا! یہ رشتہ جوڑنا میری مجبوری ہے لیکن تمہارا اور میرا رشتہ مجبوری کا نہیں کیونکہ تم میری بیوی نہیں محبت بھی ہو' تمہاری جگہ میری زندگی اور میرے دل میں کوئی نہیں لے سکتا۔'' عباد کا انداز یقین دلانے والا تھا۔ زویا روئے جا رہی تھی تب وہ ایکدم سے چڑ گیا۔ ''پلیز زویا اسٹاپ اٹ...... میں شادی کر رہا ہوں' تمہیں چھوڑ تو نہیں رہا جو تم اس طرح رو رہی ہو' اگر تمہیں کوئی اس طرح ماتم مناتے دیکھے گا تو سمجھے گا کہ میں تم پر ظلم کے پہاڑ توڑ رہا ہوں۔''

۞ ۞ ۞

''میرے ہوتے ہوئے آپ زندگی میں کسی اور عورت کو لا رہے ہیں پھر بھی کہتے ہیں کہ مجھ پر ظلم نہیں کر رہے؟'' وہ حیرت سے عباد کو دیکھ رہی تھی۔

''تو ٹھیک ہے میں تم پر یہ ظلم نہیں کرتا، تم امی کی خوشی پوری کر دو تم دے دو مجھے اولاد............ مجھے بھی دوسری شادی کرنے کا کوئی شوق نہیں۔'' عباد کے الفاظ میں ایک طمانچہ تھا جو اس نے زویا کے منہ پر دے مارا، اس نے کتنی آسانی سے ایک پل میں احساس دلایا تھا کہ وہ بنجر زمین ہے جس سے امید کا رشتہ نہیں ہوتا، اب کہنے کو کچھ باقی نہیں رہا تھا اور نہ سننے کو...... زویا ایک دم خاموش ہو گئی۔

اس کی چپ نے عباد کو احساس دلایا تھا کہ اس نے زویا کو کتنی تکلیف پہنچائی ہے۔ عباد نے بڑی نرمی سے زویا کے شانے پر ہاتھ رکھا جسے زویا نے بیدردی سے جھٹک دیا۔ ''آپ کو جو کرنا ہے، کریں مجھ پر ترس کھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔'' وہ اتنا کہہ کر عباد کے پاس سے اٹھ کر کھڑکی کے قریب جا کھڑی ہوئی۔

عباد بیڈ سے اتر کر اس کے قریب چلا گیا۔ ''دیکھو زویا! میرا مقصد تمہیں ہرٹ کرنا ہرگز نہیں تھا، میں صرف تمہیں حقیقت سے روشناس کرانا چاہتا تھا، پلیز زویا میری پوزیشن کو سمجھو، میں زندگی کے اس موڑ پر کھڑا ہوں جہاں میں اپنے آپ کو بہت بے بس سمجھتا ہوں، میں امی کو ناراض کر سکتا ہوں اور نہ ہی تم سے دور ہونا چاہتا ہوں، ہمارا معاشرہ ایسا ہے کہ رشتے کی قیمت رشتہ ہی ہوتا ہے۔'' وہ اس انداز میں بولا کہ زویا نے چونک کر اسے دیکھا تھا، وہ کہہ رہا تھا۔ ''جب تم میری زندگی میں آئی تھیں تو میں نے گھر چھوڑ دیا، ماں جیسے رشتے کی قربانی دی اور اب ان کی محبت کی، ان کی ممتا کی قیمت مجھے رشتے سے چکانی ہے، یہ سمجھوتہ تو ہمیں کرنا ہی پڑے گا، تم سمجھ رہی ہو نا؟''

''سمجھ گئی، آپ کی ہر کہی ان کہی بات میں بخوبی سمجھ گئی، اب میں کبھی آپ سے کوئی سوال نہیں کروں گی کیونکہ اب اس کی ضرورت نہیں رہی اور ضرورت تو شاید آپ کو اب میری بھی

نہیں رہی ہے نا۔'' زویا ایک دم بہت دکھی ہوگئی۔

عباد نے اسے دونوں شانوں سے تھام لیا۔ ''نہیں زویا! تم میری زندگی ہو، میری محبت ہو اور میرا سب کچھ ہو، تمہیں میری زندگی میں وہی حیثیت حاصل ہے اور رہے گی جو ہمیشہ سے تھی، میں تمہیں بہت چاہتا ہوں زویا!'' اس نے اتنا کہہ کر زویا کو اپنے قریب کرلیا مگر نجانے کیوں آج زویا کو اس کے الفاظ اور اس کی قربت سب کھوکھلے لگ رہے تھے مگر وہ خاموش تھی اور عباد اس خاموشی سے مطمئن تھا۔

❋ ❋ ❋

فہد بیڈ پر سو رہا تھا جبکہ نیناں کھڑکی میں کھڑی شیشے سے باہر برستی بارش کو دیکھ رہی تھی۔ اس کا سارا دھیان شیراز کی طرف تھا۔ اس کا وہ جملہ ابھی تک نیناں کے کانوں میں گونج رہا تھا کہ ''آج کے بعد تم مجھ سے یہ امید مت رکھنا کہ اب کبھی میں سعد بھائی کے حوالے سے تمہیں دیکھوں گا کیونکہ اب یہ میرے لیے ممکن نہیں۔'' کیوں کہا اس نے، کیا بتانا چاہ رہا تھا؟ کیا اسے احساس نہیں کہ ہمارا رشتہ کس نوعیت کا ہے؟ نیناں خود سے سوال کر رہی تھی مگر اسے جواب نہیں مل رہا تھا کہ شیراز کے دل میں کیا ہے؟ ساری غلطی میری ہے مجھے بار بار وہاں نہیں جانا چاہیے، ورنہ اس طرح کی عجیب وغریب باتیں ہوتی رہیں گی، میں اب وہاں نہیں جاؤں گی، کبھی بھی نہیں، اس نے مضبوط ارادہ کیا اور فہد کے ساتھ آ کر لیٹ گئی مگر نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی اور اپنی اس کیفیت پر وہ خود حیران تھی۔ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ یہ بے چینی کیوں ہے؟ وہ کیا ہے جو ہونا چاہیے مگر نہیں ہے اور جو ہے تو کہاں ہے؟ وہ کیا ہے جو بڑی شدت سے محسوس ہو رہا ہے مگر نگاہوں سے اوجھل ہے، یا خدا جو ہے جیسا ہے ٹھیک ہے مگر کچھ ایسا ہرگز نہ ہو جو مجھے میرے اپنوں کی ہی نہیں خود اپنی نگاہوں میں بھی نامعتبر ٹھہرا دے...... نجانے کیوں وہ لرز اٹھی تھی۔ ایک عجیب سا ڈر محسوس ہو رہا تھا۔ کسی طوفان کے آنے کا ڈر...... وہ بے سکون ہو کر اٹھ گئی۔ یا خدا! میرے دل کو سکون دے، نیناں نے ایک بار پھر اپنے رب کو بڑی شدت سے پکارا۔ رات بیتی جا رہی تھی مگر آنکھوں میں نیند اب بھی نہ اتری تھی۔

❋ ❋ ❋

شاہ دل رات صوفے پر ہی سو گیا تھا۔ آنکھ کھلی تو صبح کے سات بج رہے تھے، آج آفس جلدی جانا تھا، اس لئے وال کلاک پر نظر پڑتے ہی اٹھ بیٹھا، ارد گرد نگاہ دوڑائی، زوبیہ موجود نہیں تھی، یہ صبح صبح کہاں چلی گئی؟ شاہ دل نے خود سے سوال کیا تب ہی اس کا موبائل بج اٹھا۔ شاہ دل نے متلاشی نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا تو موبائل بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر رکھا دکھائی دیا، وہ اٹھ

کر سائیڈ ٹیبل کے قریب آیا اور موبائل اٹھا کر سننے لگا پھر بولا۔ ''ہاں کل غفار صاحب کا فون آیا تھا، کہہ رہے تھے کہ کسی پروجیکٹ کے سلسلے میں ملنا چاہتے ہیں، میں نے کہہ دیا کہ شام کو مل لیجئے گا۔'' دوسری جانب سے کچھ کہا گیا۔ تب شاہ دل دوبارہ بولا۔ ''اچھا وہ آج شام یورپ جا رہے ہیں پھر ٹھیک ہے انہیں کہہ دو کہ وہ مجھ سے دو بجے مل لیں۔ اتنا کہہ کر شاہ دل ایک مرتبہ خاموش ہو کر سامنے والے کی بات سننے لگا۔'' ہاں ٹھیک ہے، مختار صاحب کو بھی بلا لو ساتھ ساتھ تمام معاملات طے ہو جائیں گے، میں تمہیں ان کا نمبر دے دیتا ہوں، بات کرلو۔'' شاہ دل نے اتنا کہہ کر سائیڈ میز کی دراز کھولی اور ایک پنک سا کارڈ نکال کر اسے دو تین نمبر لکھوانے لگا۔ دراز اب تک کھلی تھی۔

فون بند کر کے جیسے ہی اس نے کارڈ واپس رکھنا چاہا تب اس کی نگاہ دراز میں پڑے سفید لفافے پر پڑی، جس پر زوبیہ کا نام لکھا تھا، شاہ دل نے لفافہ نکال لیا اور اسے الٹ پلٹ کر دیکھا، یہ تو ہاسپٹل کا لگتا ہے۔ زوبیہ ٹھیک تو ہے۔ یہ سوچ کر اس نے قدرے گھبرا کر لفافہ کھولا تھا، لیکن لفافہ کھولتے ہی اس کی گھبراہٹ خوشی میں بدل گئی، لفافے میں زوبیہ کی امید سے ہونے کی خبر تھی۔ اسی وقت زوبیہ اس کیلئے چائے لیے کمرے میں آئی تھی۔

''تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں کہ تم امید سے ہو؟'' شاہ دل نے قدرے خفگی سے اسے دیکھا۔

''اوہاں...... سوری میں بتانا بھول گئی۔'' وہ نارمل لہجے میں کہتی ہوئی بستر کی چادر ٹھیک کرنے لگی۔

تب شاہ دل نے ذرا جھک کر اسے بازو سے پکڑا اور اپنے سامنے کرلیا۔ ''کیا یہ اتنی معمولی سی بات ہے جو تم بھول گئیں؟ شاہ دل کی خفگی کچھ اور بڑھ گئی۔

زوبیہ نے بڑی آہستگی سے اپنا بازو اس کی گرفت سے آزاد کیا اور اسی طرح نارمل انداز میں بولی۔ ''بھول جانا میری ہمیشہ کی عادت ہے، کبھی آپ کی زندگی میں اپنا مقام بھول جاتی ہوں اور کبھی اپنے اور آپ کے درمیان کے اس رشتے کیلئے جس کا مقدر فقط تہی داماں رہنا ہے، اپنا آپ بھول جاتی ہوں۔'' نا چاہتے ہوئے بھی اس کی پلکیں بھیگنے لگیں۔

''دیکھو زوبیہ! کل جو ہوا میں نے جان بوجھ کر نہیں کیا، سچویشن ہی ایسی تھی، بہرحال ہمارے درمیان جو بھی ہوا، اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ ہم ذرا ذرا سی بات پر ایک دوسرے کو اپنی خوشی اور غم سے علیحدہ کردیں؟ شاہ دل کے لہجے میں نرمی تھی۔

''مجھے لگتا ہے مما نے مجھے آواز دی ہے۔''

زوبیہ اتنا کہہ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔ شاہ دل جانتا تھا کہ زوبیہ اس سے خفا ہے لیکن اسے یہ بھی معلوم تھا کہ اگر اس وقت اس نے زوبیہ کو منانے کی کوشش کی تو وہ مزید بگڑ جائے گی، اس لئے یہ مسئلہ بعد کیلئے اٹھا رکھا اور سب کو خوشخبری سنانے چل دیا۔

❋❋❋

''اعوان پیلس'' نے زوبیہ کے ماں بننے کی خوشخبری پر کسی تہوار سے زیادہ خوشیاں منائی تھیں، مٹھائیاں تقسیم ہوئیں، غریبوں میں کپڑے اور کھانا تقسیم کیا گیا، یہاں تک کہ نوکروں کو ایک مہینے کی مزید تنخواہ دے دی گئی، زوبیہ کو ڈھیروں دعائیں ملیں۔

سفینہ نے یہ خبر سنی تو تمام گلے شکوے بھول کر زوبیہ کو گلے سے لگا لیا، پھر کسی نے اس کی بلائیں لیں، کسی نے سہاگ کی سلامتی کی دعائیں دیں اور کوئی اسے اس کی بچے کی صحت کیلئے احتیاطی تدابیر بتانے لگا۔ بہرحال سب اپنے اپنے انداز میں خوشی کا اظہار کر رہے تھے جبکہ زوبیہ سب کو خوش کرنے کیلئے ان کی تمام گفتگو توجہ سے سننے کا اشارہ کر دیتی تھی، ورنہ اس کا دھیان یہاں ہرگز نہ تھا، وہ تو بس یہی سوچ رہی تھی کہ جس کی ماں شاہ دل کی زندگی میں کوئی مقام نہیں رکھتی، وہ خود شاہ دل کیلئے کتنا اہم ہو سکتا ہے۔

ڈائننگ ٹیبل پر پہلی بار شاہ دل کی پوری توجہ اس پر تھی۔ آج پہلی بار وہ چیزیں اٹھا کر دے رہا تھا تا کہ اسے کوئی تکلیف نہ ہو۔ زوبیہ کو خوشی ہوئی، چلو شاہ دل تم ایک اچھے شوہر تو نہ بن سکے البتہ مجھے تم میں ایک اچھا باپ ضرور دکھائی دے رہا ہے۔ زوبیہ نے دل ہی دل میں کہا اور ناشتے کی طرف متوجہ ہو گئی۔

❋❋❋

عباد اتنا بڑا فیصلہ کر کے بڑے پرسکون انداز میں سو رہا تھا جیسے اب سب کچھ ٹھیک ہو گیا ہو مگر زویا تمام رات جاگتی رہی، نجانے کیوں اسے لگ رہا تھا کہ ایک اور آزمائش اس کی زندگی میں آنے والی ہے، اسے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ ابھی ایک دم سے تیز ہوا کا جھونکا آئے گا اور سب کچھ بکھیر کر رکھ دے گا، اور اس کے اور عباد کے درمیان کا رشتہ اور شاید خود اس کی ذات کو بھی...... زویا نماز سے فارغ ہو کر کچن کی طرف چلی آئی اور ناشتے کی تیاری کرنے لگی۔ پتہ نہیں جب عبیرہ آ جائے گی تو عباد کو میرے ہاتھ کا ناشتہ بھی اچھا لگے گا یا نہیں۔ ایک سہما سا خیال چپکے سے زویا کے دل کے کسی کونے میں آ کر بیٹھ گیا۔

نہیں، عباد مجھ سے اتنی محبت کرتے ہیں کہ وہ کبھی میرے ساتھ ناانصافی نہیں کر سکتے، وہ کبھی ہم دونوں کی محبت پر کسی اور کی محبت کو حاوی نہیں ہونے دیں گے کیونکہ میری محبت ان کی

زندگی ہے، آج تک کسی انسان نے اپنی محبت سے زیادہ جگہ کسی اور جذبے کو نہیں دی اور بھلا زندگی سے زیادہ اہم اس دنیا میں کیا شے ہو سکتی ہے۔ وہ خود کو عباد کی محبت کا یقین دلاتے دلاتے بھول گئی تھی کہ دلیلوں سے خود کو قائل کر لینے کے بعد میں جو یقین وجود میں آتا ہے۔ وہ نہایت کھوکھلا ہوتا ہے، وہ یقین تیز ہوا میں رکھا ہوا دیا ہوتا ہے جس کی لو زیادہ دیر تک اپنے وجود کے بچاؤ کیلئے ہوا سے لڑ نہیں سکتی۔ وہ اپنی سوچوں میں گم تھی مگر ہاتھ مسلسل انڈا پھینٹنے میں مصروف تھے۔

تبھی کرن اٹھ کر کمرے سے باہر آئی، صحن کے آخری سرے پر لگے بیسن کے سامنے جا کھڑی ہوئی اور نل کھول کر بے تحاشا پانی منہ پر ڈالا، کلی کی اور تار پر لٹکا تولیہ اتار کر چہرہ رگڑتی ہوئی کچن کے سامنے آ ٹھہری۔ زویا کو یوں بے دھیانی میں انڈا پھینٹتے دیکھا تو اندر چلی آئی۔

''بھابی!'' اس نے دھیرے سے پکارا۔

زویا نے بے حد چونک کر اسے دیکھا مگر اگلے لمحے جلدی سے مسکراتے ہوئے بولی۔ ''کرن! تم اتنی جلدی اٹھ گئیں، آج تو تمہیں لیٹ جانا تھا نا؟''

زویا نے خود کو نارمل ظاہر کرنے کی کوشش کی اور ڈبل روٹی نکال کر پلیٹ میں رکھنے لگی۔

کرن بغور اسے دیکھتی رہی۔ پھر بڑی نرمی سے بولی۔ ''بھابھی! آپ ٹھیک ہیں نا؟''

''تمہیں نہیں لگ رہی کیا؟'' زویا اس سے نگاہیں ملائے ہوئے بولی۔

''جس عورت کا شوہر اس کے ہوتے ہوئے کسی اور کو زندگی میں لانا چاہتا ہو، وہ عورت ٹھیک کیسے رہ سکتی ہے؟'' کرن کا دل دکھ رہا تھا۔

''وہ ایسا خوشی سے تو نہیں کر رہے ہیں، مجبور ہیں۔'' زویا نے عباد کا بچاؤ کیا تھا۔

''شروع شروع میں ہر مرد مجبور ہوتا ہے لیکن بعد میں جب دوسری بیوی اولاد عطا کر دیتی ہے تو پہلی بیوی کے ہونے کا احساس کرنا پڑتا ہے۔ وہ احساس جو پہلے خود بخود ہوتا ہے۔ اس محلے میں ایک فہمیدہ باجی ہیں، ان کے شوہر بھی ان سے بے حد محبت کرتے تھے، اولاد کی وجہ سے انہوں نے اپنے شوہر کو مجبور کیا کہ وہ دوسری شادی کر لیں اور جب انہوں نے دوسری شادی کر لی تو پہلے تو ان کے درمیان چھوٹی چھوٹی غلط فہمیاں پیدا ہونے لگیں جو آہستہ آہستہ جھگڑوں میں تبدیل ہو گئیں اور پھر ایک وقت ایسا آیا کہ وہ اپنی دوسری بیوی اور بچوں کو لے کر یہ شہر تو کیا ملک چھوڑ گئے اور فہمیدہ باجی پاگل سی ہو گئیں، وہ اب بھی کہتی ہیں کہ وہ شخص آج بھی ان سے محبت کرتا ہے اور ایک نہ ایک دن صرف ان کی محبت کی خاطر لوٹ کر آئے گا مگر کاش وہ جان پاتیں کہ

جانے والے تب لوٹتے ہیں جب پیچھے رہ جانے والوں کے لئے دل میں کوئی احساس سمیٹ کر ساتھ لے جاتے ہیں، لیکن جب وہ احساس ہی مر چکا ہو تو پھر کوئی واپس نہیں لوٹتا۔" کرن کی آنکھوں میں نمی تھی لیکن لہجہ مضبوط تھا۔

زویا اندر ہی اندر میں کانپ اٹھی تھی مگر وہ اگلے پل سنبھل کر بولی۔ "عباد ایسے نہیں ہیں، وہ بہت اچھے انسان ہیں، ان کے دل میں میرے لئے جو چاہت ہے، اس کا تم اندازہ بھی نہیں لگا سکتیں۔"

زویا نے مضبوط لہجے میں بات کرنے کی کوشش کی مگر آواز کی لرزش کرن نے واضح طور سے محسوس کی۔

"آپ کی آواز کی لرزش سے ظاہر ہے کہ آپ کو بھی عباد بھائی کی چاہت کا اندازہ اب ہوا ہے۔" کرن کے لہجے میں طنز تھا۔

زویا جلدی سے بولی۔ "تم فہمیدہ باجی کی وجہ سے خواہ مخواہ کے وہموں کو دل میں جگہ دے رہی ہو، ہر کوئی اپنے حصے کی خوشی اور غم لاتا ہے، سب کی تقدیر ایک جیسی نہیں ہوتی۔" زویا کو اس گھڑی خود بھی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کرن کو سمجھا رہی ہے یا خود کو......

تب کرن بڑی سنجیدگی سے بولی۔ "پتہ نہیں بھابی کیوں مجھے ایسا لگتا ہے کہ جیسے تمام عورتوں کی تقدیر کاتب تقدیر نے ایک ہی وقت میں ایک ہی قلم سے اور ایک ہی روشنائی سے لکھی ہو، بس تحریر کی ترتیب بدل دی ہو، اب یہی دیکھئے نا کہ بعض لوگوں کو خوشیاں پہلے ملتی ہیں اور غم بعد میں ....کسی کو پانے کے بعد کھونے کا احساس ہوتا ہے اور کوئی تمام عمر اسے کھونے سے خوف زدہ رہتا ہے جو اس کا کبھی تھا ہی نہیں، اسی لئے میں تو کہہ رہی ہوں کہ سب کچھ سب کی زندگی میں ہوتا ہے جلد یا بدیر.........!"

زویا بولی۔ "تم بھی صبح صبح کیا باتیں لے کر بیٹھ گئیں، چلو میرے ساتھ ناشتہ لگواؤ، ابھی سب کے اٹھنے کا ٹائم ہو رہا ہے۔" زویا نے عجلت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ کرن جانتی تھی کہ وہ حقیقت سے نگاہیں چرانا چاہتی ہے۔ سو وہ بھی خاموش ہوگئی۔

میں بھی کیا کروں کرن! میں ایسی بند گلی میں کھڑی ہوں جہاں سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے، میں چاہوں یا نہ چاہوں میں اپنی زندگی کا یہ تماشا دیکھنے پر مجبور ہوں کیونکہ مجھے سہارا دینے کے لئے میرا کوئی اپنا میرے پاس نہیں اور عباد نے تو میرے لوٹنے کی کوئی راہ باقی نہیں چھوڑی، جس پر چل کر پھر سے کسی اپنے کو پانے کی امید جاگ سکے، حقیقت پسند انسان وہ ہوتا ہے جسے اپنی بے بسی کا پوری طرح احساس ہو، میں جانتی ہوں کہ میں بہت بے بس اور

تنہا ہوں، زویا اندر ہی اندر رو رہی تھی مگر کرن کو اب بھی اس کے چہرے پر سکوت اور ہونٹوں پر خاموشی کی مہر لگی دکھائی دے رہی تھی۔

❋❋❋

یونیورسٹی آکر بھی کرن بیزار سی تھی۔ صبح سے اب تک اس نے کوئی کلاس نہیں لی تھی، بار بار زویا کا چہرہ آنکھوں کے سامنے آرہا تھا اور اس سے ہمدردی بھی ہو رہی تھی اور اسے زویا پر غصہ بھی آرہا تھا۔ غصہ اس لئے کہ اس نے عباد کو اتنی آسانی سے دوسری شادی کی اجازت دے دی، کوئی احتجاج نہیں کیا جس کی وجہ سے عباد اتنا مطمئن تھا، پھر اگلے لمحے یہ سوچ کر ترس بھی آتا کہ زویا کی زندگی میں جو ہو چکا ہے، اب اسے احتجاج کرنے کا حق بھی کہاں ہے اور پھر جب عباد نے ہی اسے اتنا بڑا فیصلہ کرتے ہوئے نظر انداز کر دیا تو پھر وہ حق کس سے مانگے۔ یا خدا! زویا کی مشکلات آسان کر دے۔ کرن نے شدت سے دعا کی۔ وہ کینٹین میں تنہا بیٹھی تھی، تبھی سدرہ بھی آگئی۔

"میڈم! کیا آج آپ کا کوئی کلاس لینے کا ارادہ نہیں ہے؟" سدرہ کرسی گھسیٹ کر ٹیبل کی دوسری جانب بیٹھ گئی۔

"بس ایسے ہی دل نہیں چاہ رہا۔" کرن کا انداز ٹالنے والا تھا۔

"خیریت......؟ دل کو کیا ہوا، کہیں کسی میلے وغیرہ میں تو نہیں کھو گیا؟" سدرہ نے خوشی سے کہا۔

"سدرہ! پلیز میں مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں۔" کرن نے اسی انداز میں کہا۔

"ارے میری جان! کسی سے دل لگا کر دیکھو، موڈ کیا انسان کی ذات تک بدل جاتی ہے اور یہ جو محبت ہوتی ہے نا یہ مذاق نہیں ہوتی، زندگی کا سب سے بڑا سچ ہوتی ہے، محبت ہی تو ہے جو انسان کو تھام لے تو پھر اسے کسی سہارے کی خواہش نہیں رہتی ہے نہ ضرورت......سچ میں محبت انسان کا نصیب بدل دیتی ہے۔" سدرہ نے بڑے جذبے کے عالم میں کہا۔

تب کرن بھڑک اٹھی۔ "تم اس محبت کی بات کر رہی ہو جو تم نے سنی اور پڑھی ہے لیکن مجھ سے اس محبت کے بارے میں پوچھو جو میں نے دیکھی ہے سدرہ! محبت کا چہرہ بہت سے پرفریب پردوں کے پیچھے چھپا ہوتا ہے، ہر بار پردہ ہٹنے پر ہم چونک جاتے ہیں کیونکہ ہر مرتبہ ہمارے سامنے پہلے سے کہیں زیادہ بگڑی صورت ہوتی ہے، محبت زندگی کا سب سے بدصورت سچ ہے۔" سدرہ حیرانی سے اسے دیکھ رہی تھی جبکہ وہ بولے جا رہی تھی۔ "محبت کے بھروسے پر جو سفر کی ابتداء کرتے ہیں، ان کی راہیں تمام عمر بے منزل ہی رہتی ہیں، جن لوگوں کے دلوں میں محبت

گھر کر جاتی ہے، وہ تمام عمر قدم قدم پر بے سہارا ہو جاتے ہیں، ان کی راہ میں ہر موڑ پر اک نئی مشکل کھڑی ملتی ہے۔" کرن کی آنکھوں کے سامنے زویا کا سراپا لہرا گیا تو دکھ کچھ اور سوا ہو گیا۔

"یہ ایک رات میں ایسا کیا ہو گیا کہ محبت کے متعلق تمہارا نظریہ ہی بدل گیا؟" سدرہ حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"کیونکہ ایک رات میں، میں نے محبت کو اس کے اصلی چہرے کے ساتھ دیکھا ہے۔" کرن کے لہجے میں تلخی تھی۔

"مطلب......؟" سدرہ نے نا سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھا۔

"عباد بھائی دوسری شادی کر رہے ہیں۔" اس نے نم آنکھوں سے سدرہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا......؟" سدرہ کو جیسے جھٹکا سا لگا۔

"ہاں، وہ عباد بھائی جو زویا بھابی کیلئے ہر آزمائش سے گزرنے کو تیار تھے، آج خود ان کے لئے سب سے بڑی آزمائش بن گئے، وہ جو زویا بھابی کیلئے تمام قانون توڑ سکتے تھے، آج انہوں نے ہی زویا بھابی کا دل توڑ ڈالا اور وہ مان بھی جو انہیں عباد بھائی پر تھا۔" کرن بہت دکھی تھی۔

سدرہ نے دھیرے سے اس کے ہاتھ کی پشت پر اپنا ہاتھ رکھ دیا کیونکہ اس کے پاس کوئی ایسا حرف تسلی نہیں تھا جو کرن کا دکھ کم کر سکتا۔

✵✵✵

رضیہ شام کو اپنی فیملی کے ساتھ زوبیہ کو مبارکباد دینے آئی تھیں۔ ہال میں بڑی رونق تھی، اونچے اونچے قہقہے گونج رہے تھے، ملازمین منہ میٹھا کرانے کے ساتھ ساتھ چائے وغیرہ بھی سرو کر رہے تھے۔ نیلماں، شیراز کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی تھی، جبکہ شیراز کی نگاہیں نیناں کو تلاش کر رہی تھیں، کیوں.........؟ یہ وہ خود بھی نہیں جانتا تھا۔ کہتے ہیں سامنے والے کے دل کی بات جاننا بہت مشکل کام ہوتا ہے جبکہ درحقیقت اپنے دل کی بات جاننا، اپنی ذات میں چھپے بھیدوں سے واقف ہونا مشکل ترین ہوتا ہے۔ شیراز بھی ایسی ہی کیفیت سے گزر رہا تھا۔

وہ زندگی کے ایسے مقام پر کھڑا تھا جہاں وہ خود سے نہیں کہہ پا رہا تھا کہ اسے اپنی زندگی سے کیا چاہئے۔ اس نے نیلماں کو زندگی میں لانے کی خواہش کی تھی جو بڑی آسانی سے پوری ہو گئی تھی مگر اس خواہش کی تکمیل کے بعد بھی تشنگی باقی تھی، اب بھی جیسے بہت کچھ ادھورا تھا، کچھ تھا جو اب تک گرفت میں نہیں آیا تھا مگر چھوٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا، عجیب سی کشمکش تھی۔

نیلماں جب اس کے سامنے ہوتی تو ایک جامد چپ ہونٹوں پر آٹھہرتی اور نیناں جب

اس کے سامنے ہوتی تو غیر ارادی طور پر اس سے وہ کچھ کہہ جاتا جو اس نے کہنے کا سوچا بھی نہیں تھا، وہ بھی جو شاید اسے نہیں کہنا چاہیے تھا، نجانے وہ اس کے بارے میں کیا سوچ رہی ہو گی؟ نہیں مجھے اس سے معافی مانگنی چاہیے۔ شیراز نے دل ہی دل میں ارادہ کیا اور اٹھ کر ہال سے باہر نکل آیا۔ لان میں آیا تو نیناں کچھ نئے پودے لگوا رہی تھی، کچھ کی جگہ تبدیل ہو رہی تھی۔

شیراز اس کی پشت پر آن ٹھہرا مگر وہ بے خبری ہدایات دے رہی تھی۔ مالی وغیرہ بھاگ بھاگ کر کھاد لا رہے تھے، گملوں کو ترتیب سے رکھ رہے تھے جو بطور خاص بابا صاحب نے منگوائے تھے۔

تبھی شیراز بے ارادہ بولا۔ "تبدیلی زندگی میں بہت ضروری ہوتی ہے نا؟"

نیناں چونک کر پلٹی۔ شیراز اس کے سامنے تھا۔ پتہ نہیں کیوں پچھلے کچھ دنوں سے جب بھی وہ نیناں کو دیکھتا تو اس کی نگاہوں کی تپش سے نیناں کا وجود سلگنے لگتا تھا، یوں محسوس ہوتا جیسے اس کا وجود موم سے بنا ہو اور شیراز کی نگاہیں اسے پگھلانے کی پوری قدرت رکھتی ہوں۔

"آپ لوگ یہ سب جلدی کر لیں۔" نیناں نے کام کرنے والوں کو ہدایت دی اور دھیرے دھیرے آگے کی جانب قدم بڑھائے۔

شیراز بھی اس کے ہمقدم تھا۔ "تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔" شیراز نے اس کے سنگ چلتے ہوئے نیناں کو متوجہ کیا۔

"زندگی میں ضروری صرف وہی ہوتا ہے جسے زندگی میں اہمیت حاصل ہوتی ہے، تبدیلی تبھی آتی ہے جب کوئی تبدیلی کا خواہشمند ہو اور وہاں آتی ہے جہاں تبدیلی کی گنجائش ہو۔" نیناں کا انداز جتانے والا تھا۔ اب بھی دونوں کے قدم محو سفر تھے۔

"انسان اپنی زندگی میں تبدیلیاں خود نہیں لاتا، یہ تو قدرتی عمل ہے، انسان چاہے یا نہ چاہے یکسانیت اس کی زندگی کا حصہ نہیں رہ سکتی کیونکہ ایک انسان کی ذات پر ہر کیفیت اثر انداز ہوتی ہے، وہ سدا نہ تو محبت کر سکتا ہے اور نہ ہی نفرت.........خزاں ہو یا بہار ہر موسم انسان کی زندگی میں اچھی یا بری تبدیلی ضرور لاتے ہیں، اس لئے انسان کی کیفیات بدلیں یا زندگی میں تبدیلیاں آئیں، اس میں انسان کی خواہش اور گنجائش کا عمل دخل نہیں ہوتا، ہم خواہ مخواہ کتنے بھی منافق بنیں، سچائیوں سے بھاگ نہیں سکتے۔" شیراز نے لفظ "منافق" پر زور دیا۔

نیناں کے قدم ٹھہر گئے۔ "آپ کا مطلب ہے کہ میں سچائی سے بھاگ رہی ہوں اور میں منافق ہوں۔" وہ ایک دم غصے میں آ گئی۔

"تمہارے نزدیک جس کے دل میں کچھ اور زبان پر کچھ اور ہو، اسے کیا کہتے ہیں، جو

لوگ اپنے دل کی آواز سن کر ان سنی کر دیتے ہیں، انہیں کیا کہا جاتا ہے، اور جو لوگ وقت و حالات کی نذر ان رشتوں کو کر دیں جو زندگی کی حقیقت ہوں، انہیں کیا کہا جاتا ہے؟'' شیراز نے گرم نگاہوں سے اسے دیکھا۔

''میرے دل سے، میرے دل کی ہر آواز کا رشتہ سعد سے ہے اور میری زندگی کی سب سے بڑی حقیقت سعد ہیں۔'' بات کرتے کرتے نجانے کیوں نیناں کی نگاہیں جھکیں اور آنکھیں نم تھیں۔ آواز میں اتنی لرزش تھی کہ خود اسے بھی اپنے الفاظ واضح طور سے سنائی نہیں دے رہے تھے، اندر سے جیسے اسے کوئی جھٹلا رہا تھا، جھٹلا رہا تھا اس کی ہر بات...... ہر تاویل کو اتنا کچھ کہنے کے باوجود سوالیہ نشان سامنے تھا، جیسے اب بھی بہت کچھ کہنے کو باقی رہ گیا ہو، اک بے بسی، ایک لاچاری تھی، وہ بے اختیار دونوں ہاتھ منہ پر رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی اور یہ انسان کی زندگی کا وہ مقام ہوتا ہے جب محبت مکمل طور پر اسے اپنی دسترس میں لے لیتی ہے اور وہ ہزار کوشش کے باوجود اس کی گرفت سے نکل نہیں پاتا۔

وہ گھبرا کر اندھا دھند بھاگنے لگتا ہے اور جب تھک کر رکتا ہے تو محبت اس کی راہ میں ہاتھ باندھے کھڑی ہوتی ہے اور انسان کی اس نادانی پر مسکرا رہی ہوتی ہے۔ اس وقت یہ سب نیناں کے ساتھ ہو رہا تھا۔

وہ دونوں ٹہلتے ٹہلتے بہت دور آ گئے تھے، اس لئے اس وقت ارد گرد کوئی نہ تھا، شیراز نے بے اختیار ہو کر روتی ہوئی نیناں کو سنبھالنے کی خاطر اسے شانوں سے تھاما مگر نیناں نے بے دردی سے اس کے ہاتھ جھٹک دیئے۔ شیراز کو ذرا سی حیرت بھی نہ ہوئی۔

''مجھے تمہاری ہمدردی نہیں چاہئے، میں اتنی کمزور ہرگز نہیں ہوں کہ غیروں کو خود پر ترس کھانے کا موقع دوں۔'' وہ گویا جتا رہی تھی کہ اب ان دونوں کے درمیان کوئی تعلق نہیں ہے۔

''کسی چیز اور کسی تعلق کو تبھی جتایا جاتا ہے جب وہ ہوتا ہے۔'' شیراز کے ہونٹوں پر بڑی مطمئن سی مسکان تھی جس پر نیناں سلگ اٹھی۔

''شیراز آپ کو نہیں لگتا کہ آپ بات کرتے کرتے اکثر میرے اور اپنے رشتے کی حد بھول جاتے ہیں، بھول جاتے ہیں کہ کچھ رشتوں میں فاصلہ رہنا ضروری ہوتا ہے ورنہ بہت سے رشتوں کا مقام بدل جاتا ہے، یہ بات جتنی جلدی ممکن ہو سمجھ لیں ورنہ سب کچھ بکھر جائے گا اور یہ میں برداشت نہیں کر پاؤں گی، آپ کو تو پتہ نہیں اپنی زندگی سے کیا چاہئے لیکن مجھے اپنی زندگی میں جو چاہیے وہ میرے پاس ہے، عزت جو مجھے سعد کی وجہ سے ملی، وہ مقام جو فہد کی وجہ سے مجھے سب کی نگاہوں میں معتبر کئے ہوئے ہے۔ مجھے زندگی سے زیادہ عزیز ہے۔ اس کے سوا مجھے

اور کچھ نہیں چاہئے اور اگر ان دونوں چیزوں کو کھویا تو میں مر جاؤں گی۔'' نیناں کی آنکھیں اب بھی برس رہی تھی۔ شیراز خاموش تھا۔ ''میری یادیں، میری زندگی ہیں، انہی یادوں میں کسی کو شریک نہیں کرنا تو دور، ان پر کسی کی پرچھائیں پڑنا بھی امانت میں خیانت کے مترادف سمجھتی ہوں۔'' وہ گویا شیراز کو باور کرا رہی تھی کہ اب اس کی زندگی میں یادوں کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔

''یادیں زندگی کا حصہ ہوتی ہیں، لیکن زندگی فقط یادوں کے سہارے نہیں گزاری جا سکتی کیونکہ یادیں ہنسا سکتی ہیں، رلا سکتی ہیں مگر جب کوئی ڈگمگائے تو بڑھ کر تھامتی نہیں ہیں، کوئی روئے تو بڑھ کر اس کے آنسو نہیں پونچھتی ہیں، اندھیرے میں بھٹک جائے تو ہاتھ تھام کر صحیح راستے کا انتخاب نہیں کرتیں، بکھرے ہوئے انسان کو سمیٹ نہیں سکتیں کیونکہ زندگی کی سب سے بڑی حقیقت دو لوگوں کا ساتھ ہوتی ہے اور جیتی جاگتی حقیقت کو نظر انداز کر کے بے جان یادوں کو اہمیت دینا بہادری نہیں بزدلی ہے اور.........!''

اس سے پہلے کہ وہ کچھ مزید کہتا، نیناں نے اس کی بات قطع کرتے ہوئے کہا۔ ''یہ میری زندگی ہے، اب اسے بہادری سے گزاروں یا بزدلی سے آپ کو اس سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہئے۔'' نیناں کے لہجے میں اجنبیت تھی۔

''ٹھیک ہے تو پھر میں بھی دیکھتا ہوں کہ تم کب تک اپنی یادوں کے ساتھ جیتی ہو، کب تک تم فطرت کے تقاضوں کو نظر انداز کر کے اپنے اصولوں کے تحت زندگی بسر کرتی ہو۔'' وہ یہ کہہ کر وہاں رکا نہیں۔

نیناں کی نگاہوں نے نا چاہتے ہوئے بھی دور تک اس کا پیچھا کیا تھا۔

❋❋❋

زوبیہ آرام کرنے کے بجائے اپنے کمرے میں آ گئی لیکن لیٹنے کو جی نہیں چاہا تو صوفے پر بیٹھ کر بے وجہ میگزین کی ورق گردانی کرنے لگی، تبھی نیناں بھی چلی آئی اور اس کے قریب آ کر بیٹھ گئی۔

''کیا بات ہے آنکھیں کیوں لال ہو رہی ہیں؟ لگتا ہے جیسے رو کر آئی ہو خیریت......؟''

زوبیہ نے سرسری نگاہ میں اس کی کیفیت کو بھانپ لیا، شاید اس لئے کہ وہ دونوں کزنز کے علاوہ اچھی سہیلیاں بھی تھیں، دونوں نے ایک دوسرے کا ہر دکھ بانٹا تھا، بہت کم ایسا ہوا تھا کہ انہیں ایک دوسرے سے کوئی بات چھپانی پڑی تھی، وہ شاید یہ بھی انہی لمحات میں سے ایک لمحہ تھا۔

''نہیں، ایسی بات نہیں شاید آنکھ میں کچھ پڑ گئی ہے۔'' نیناں نگاہیں چراتے ہوئے

بولی۔ زوبیہ جانتی تھی کہ وہ جھوٹ بول رہی ہے مگر اس نے مزید کوئی سوال نہیں کیا۔

چند لمحے دونوں کے درمیان خاموشی حائل رہی تب نیناں بولی۔ "میری چھوڑو یہ بتاؤ کہ اتنی بڑی خوشخبری ملنے کے بعد بھی تم اداس کیوں ہو؟"

"پتہ نہیں کیوں نیناں! خوشی میرے روم روم میں بس گئی ہے لیکن پھر بھی مجھے ایسا لگتا ہے کہ جیسے میں خوشی کی تلاش میں اب تک بھٹک رہی ہوں، یہ سب کچھ ہونے کے باوجود اب بھی بہت کچھ ہے جو ادھورا ہے۔" وہ عجیب سے لہجے میں بولی۔

"نیناں چونک گئی۔" یہ تم کیا کہہ رہی ہو زوبیہ.........! بھلا کوئی عورت ماں بننے کے بعد بھی ادھوری رہتی ہے۔؟"

"بہت سے رشتوں کا ادھورا پن کیا صرف ایک رشتہ پورا کرسکتا ہے؟" زوبیہ نے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"لیکن تمہاری زندگی میں کوئی رشتہ بھی تو ادھورا یہاں تک کہ شاہ دل اور تمہارا رشتہ تھی.........!"

"ہمارا رشتہ بھی مکمل نہیں۔" وہ تیزی سے نیناں کی بات کاٹ کر بولی۔ "کیونکہ ہمارے رشتے میں تشنگی باقی ہے کیونکہ اس رشتے میں محبت کے سوا سب کچھ ہے، ضرورت، انتقام، نفرت، شکوے اور بہت کچھ......ہمارے رشتے میں قربتیں ہیں لیکن دلوں کے بیچ ایک دیوار ہمیشہ کھڑی رہتی ہے۔ ایک ایسی دیوار جس کا گرنا تو دور کی بات، اس میں نقب لگانا بھی آسان نہیں اور میں جانتی ہوں کہ میری عمر گزر جائے گی اور میں اس دیوار میں نقب نہیں لگا پاؤں گی۔"

زوبیہ کے لہجے میں ایسا دکھ تھا جو آج سے قبل نیناں نے کبھی محسوس نہیں کیا تھا مگر پھر بھی وہ اس کا حوصلہ بڑھانے کی خاطر بولی۔ "زوبیہ سب ٹھیک ہو جائے گا تم ہمت رکھو، رشتوں میں اتار چڑھاؤ تو آتے ہی رہتے ہیں، اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ انسان مایوس ہو کر بیٹھ جائے۔"

اس مرتبہ زوبیہ مسکرا کر خاموش ہو گئی لیکن اس کی مسکراہٹ میں جو کرب تھا نیناں کو گھائل کر گیا۔ اب تو اس میں مزید کچھ کہنے کی ہمت نہ رہی تھی۔

✵✵✵

عباد کے ہاں کرنے کی دیر تھی، صادقہ نے ذرا سی تاخیر کیے بنا ڈھیروں کی خریداری کی، مٹھائی کا آرڈر دیا اور اینہ کو خبر دی کہ دو دن بعد وہ عبیرہ کی رسم کرنے آ رہی ہیں۔ وہ تو نہال ہی ہو گئیں اور عبیرہ کو یوں لگا کہ جیسے اس کے نام لاٹری نکل آئی ہو۔

صادقہ دو بہت مہنگے جوڑے اور ایک سونے کا سیٹ بیڈ پر رکھے بڑی چاہت سے

انہیں دیکھ رہی تھی اور کمال احمد سے رائے بھی مانگ رہی تھیں۔ کمال احمد خاموشی سے کرسی پر بیٹھے انہیں دیکھ رہے تھے۔

"آپ نے بتایا نہیں یہ سب آپ کو کیسا لگا؟" صادقہ اس کی رائے کو جاننے میں بضد ہوئیں۔

"صادقہ بیگم! یہ سب کرنا ضروری ہے کیا؟" کمال احمد قدرے ناگواری سے گویا ہوئے۔

"آپ کی اس بات کا مطلب کیا ہے، اب بیٹے کی خوشیاں منانے کیلئے بھی ضروری اور غیر ضروری کو مدنظر رکھنا پڑے گا؟" صادقہ خفا ہو گئیں۔

تب وہ بڑی نرمی سے بولے۔ "صادقہ بیگم! آپ شاید بھول رہی ہیں کہ یہ آپ کے بیٹے کی دوسری شادی ہے۔"

"ہاں تو پہلی شادی بھی کوئی شادی تھی، عباد کے سر پر سہرا تک نہیں سجا، بارات گئی نہ رسم و رواج کے ساتھ دلہن بیاہ کر لائے کیا شادیاں ایسے ہوتی ہیں، پھر بھی کمال صاحب! میں نے صرف آپ کے کہنے پر سب کچھ بھول کر وقت کے ساتھ سمجھوتہ کیا۔ کبھی اپنے ارمان پورے نہ ہونے کا شکوہ نہیں کیا اور اب جب قسمت سے مجھے ایک اور موقع ملا ہے تو آپ چاہتے ہیں کہ میں اب بھی اپنی خوشی پوری نہ کروں۔" صادقہ خفا تھیں۔

"صادقہ بیگم! آپ کو اس بات کا احساس بھی ہے کہ آپ کی یہ خوشیاں، یہ ارمان زویا کو پل پل کی موت دے رہے ہیں، وہ ہر لحہ ایک ناقابل بیان اذیت سے گزر رہی ہے، پہلے یہ ستم کیا کم ہے کہ اس کا شوہر اس کے ہوتے ہوئے کسی اور کو اپنی زندگی میں شریک کر رہا ہے، رہی سہی کسر آپ پوری کر رہی ہیں۔" کمال احمد اس کے لئے دکھی تھے۔

"کمال صاحب! سب چیزوں کا خیال مجھے بھی ہے، اتنی بے حس نہیں ہوں جتنا آپ لوگوں نے مجھے سمجھ لیا ہے لیکن آپ لوگوں کو اس بات کا احساس کیوں نہیں کہ عباد کی دوسری شادی سہی مگر عبیرہ کی تو پہلی شادی ہے، اگر اس کی شادی سادگی سے ہو گئی تو لوگ کیا کہیں گے، اور اینہ کی ایک ہی تو بیٹی ہے، جس کی شادی کیلئے اس نے دن رات خواب دیکھے ہیں، آپ لوگوں کے نزدیک اس کے خوابوں کی کوئی تعبیر نہیں؟" صادقہ بیگم نے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

کمال احمد جواباً خاموش رہے اور اٹھ کر باہر آ گئے۔

زویا کچن میں بیٹھی آٹا گوندھ رہی تھی، چہرے پر گہری اداسی اور آنکھوں میں خالی پن سا تھا اور تن پر ملگجے سے کپڑے.........وہ کچن میں چلے آئے اور بڑے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ

رکھا۔ زویا نے پلکیں اٹھا کر خالی خالی نگاہوں سے کمال احمد کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں کا ادھورا پن انہیں تڑپا گیا۔ وہ قدرے نرمی سے گویا ہوئے۔ "میں جانتا ہوں کہ تمہارے ساتھ ظلم کر رہا ہوں پھر بھی کچھ نہیں کر سکتا، ہو سکتے تو مجھے معاف کر دینا۔" کمال احمد کے لہجے میں ندامت تھی۔

زویا تڑپ گئی۔ "نہیں ماموں جان! اس میں بھلا آپ کا کیا قصور۔ میری تقدیر ہی میرے ساتھ عجیب و غریب کھیل کھیل رہی ہے۔" زویا بہت افسردہ تھی۔

"خدا تمہیں ہمت عطا فرمائے۔" وہ اتنا کہہ کر چلے گئے اور زویا ضبط کے تمام بندھن توڑ بیٹھی۔

❋❋❋

رات وہ لاؤنج میں تنہا بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھی تب ہی شاہ دل بھی وہاں آ گیا۔ وہ اس کے قریب صوفے پر آ بیٹھا مگر زوبیہ متوجہ نہیں ہوئی تب اس نے خود ہی پہل کی۔

"میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ آج صبح صبح مجھے اتنی اچھی خبر ملے گی، میں بتا نہیں سکتا کہ تم نے مجھے کتنی خوشی دی ہے، ایسی خوشی جس کا کوئی مول ہی نہیں، آج میں خود کو دنیا کا سب سے زیادہ خوش قسمت انسان تصور کر رہا ہوں، حقیقتاً مجھے اب تک یقین ہی نہیں ہو رہا کہ یہ خوشی میری زندگی کا حصہ بنی ہے۔ تھینکس......!" شاہ دل نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا مگر زوبیہ بڑی توجہ سے ٹی وی دیکھ رہی تھی۔ زبان یوں بند تھی کہ جیسے نہ بولنے کی قسم کھا رکھی ہو، چہرہ ہر قسم کے تاثرات سے پاک تھا۔

"زوبیہ! تم خوش نہیں ہو کیا؟" شاہ دل کو اس کی خاموشی بہت کھل رہی تھی، وہ زوبیہ کا ہاتھ چھوڑ کر اسے بغور دیکھنے لگا۔

"آپ خوش ہیں، اتنا ہی کافی ہے۔" زوبیہ اتنا کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئی لیکن اس سے پہلے کہ وہ دو قدم بڑھاتی، شاہ دل اٹھ کر اس کے سامنے آ گیا۔

"نہیں زوبیہ! فقط میرا خوش ہونا ہی کافی نہیں ہے تمہیں بھی خوش ہونا چاہئے اور اگر تم خوش نہیں ہو تو کیوں؟" وہ بے حد سنجیدہ تھا۔

"میری خوشیوں اور غموں سے تو دور کی بات، مجھ سے بھی آپ کا کوئی واسطہ نہیں ہونا چاہئے ویسے بھی ہمارے بیچ تعلق بھی کیا ہے؟"

زوبیہ کی بے رخی پر شاہ دل بری طرح سے چونک اٹھا۔

"کیا مطلب ہے تعلق نہیں......!" ایک پل کیلئے شاہ دل کو وہ پاگل لگی۔

"اوہو! سوری میں بھول گئی کہ میں آپ کے ہونے والے بچے کی ماں ہوں۔" اس

مرتبہ بھی زوبیہ کے لہجے میں رکھائی تھی۔

"اس سے پہلے تم میری بیوی بھی ہو۔" شاہ دل نے قدرے غصے سے بولا۔

"بیوی نہیں صرف وہ عورت جو آپ کی پھپھو کی مرہون منت آپ کی زندگی میں اب تک ہے لیکن حقیقتاً وہ بہت غیر اہم ہے، میں آپ کے کمرے میں پڑے اس سامان کی طرح ہوں جس کی ضرورت ہو تو اس پر پڑی گرد کو بھی اہمیت نہیں دی جاتی، بس ضرورت پوری کر لی جاتی ہے اور اگر ضرورت نہ ہو تو ایک کونے میں پڑا وہ سامان بھلے کتنا بھی چمکے، ہمیشہ نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔" اس کی آنکھوں میں نمی اتر آئی۔

شاہ دل نادم تھا، اس لئے لہجے میں نرمی در آئی۔ "زوبیہ مجھے احساس ہے کہ میں نے کئی مرتبہ تمہارے ساتھ زیادتی کی ہے لیکن میں بھی کیا کروں زوبیہ! پہلے سفینہ پھپھو کو جو تمہارے پاپا کی وجہ سے دکھ اٹھانے پڑے اور پھر جس طرح سے تمہیں میری زندگی میں زبردستی شامل کیا گیا جبکہ ہمارے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت تو دور کی بات عزت بھی نہ تھی، ایسے میں کیا تم مجھے سے کوئی امید رکھ سکتی ہو؟"

"آپ کے متعلق تو میں بہت اچھی طرح جانتی ہوں کہ آپ مجھ سے کتنی نفرت کرتے ہیں لیکن باوجود اس کے کہ اس بات کی آپ کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں، میں اپ کو ایک بات ضرور بتانا چاہتی ہوں، مجھے یہ دعویٰ نہیں کہ میں آپ سے بڑی شدت سے محبت کرتی ہوں لیکن ہاں اتنا ضرور ہے کہ میں آپ سے نفرت نہیں کرتی اور یہ میری مجبوری نہیں میرے دل کا تقاضا ہے۔" وہ صداقت سے بولی۔

شاہ دل نے قدرے حیرت سے اسے دیکھا اور بولا۔ "زوبیہ! جو بیت گیا، میں اسے تو نہیں بدل سکتا، ہاں آئندہ کوشش ضرور کروں گا کہ میری ذات سے تمہیں کوئی تکلیف نہ پہنچے۔"

"باوجود اس کے ہمارا ماضی ہماری کوئی کوشش کامیاب نہیں ہونے دے گا، میں پھر بھی آپ پر اعتبار کرتی ہوں۔" وہ سچائی سے بولی تو شاہ دل مطمئن ہو گیا لیکن زوبیہ سب کچھ کہنے کے بعد بھی خود کو مطمئن نہیں کر پائی تھی۔

❋❋❋

رات ابھی اتنی زیادہ نہیں بیتی تھی مگر عباد بے سدھ سو رہا تھا اور زویا بے پناہ تشنگی اپنی ذات میں سمیٹے اب تک جاگ رہی تھی۔ سارے دن کی تھکن کے باوجود نیند اس کی آنکھوں سے اوجھل تھی، کئی بار اس تنہائی سے گھبرا کر اس نے سوچا کہ عباد کو اٹھا دے، عباد سے بہت ساری باتیں کرے، اس کے سینے سے لگ کر وہ تمام آنسو بہا ڈالے جو اب تک وہ ضبط کئے ہوئے تھی، اس کے

ہاتھوں میں اپنے ہاتھ دے کر اسے اپنی ناقابل بیان اذیت سے آگاہ کرے جس سے وہ ہر لحہ گزر رہی تھی۔ اسے بڑی حسرت تھی کہ وہ اپنی مجبوریاں بیان کرنے کی بجائے صرف ایک مرتبہ اس کے دل کا حال جاننے کی کوشش کرے مگر اسے تو اپنی مجبوریوں کے سوا کسی اور چیز کا احساس تک نہ تھا۔

ایک وقت تھا کہ عباد اس رات گئے تک باتیں کرتا، زویا کو نیند بھی آتی تو وہ اسے سونے نہ دیتا۔ زویا ہنس کر کہتی، ''جناب! کیا تمام وقت آپ آفس میں فارغ بیٹھے رہتے ہیں جو گھر آ کر اتنے فریش ہوتے ہیں؟'' جواب میں وہ زویا کا ہاتھ تھام کر کہتا۔ ''تھک جاتا ہوں جان! بہت تھک جاتا ہوں مگر تمہارا یہ چہرہ تمہاری یہ مسکان بس ایک پل میں میری تمام تھکن کا وجود مٹا دیتی ہے اور جب تمہارا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتا ہوں تو اپنے زندہ ہونے کا احساس ہوتا ہے۔'' اور اس پل زویا اپنے آپ کو دنیا کی خوش قسمت ترین عورت تصور کرتی۔ عباد کے کہے لفظوں سے بڑا سچ اور کوئی نہ تھا اور آج وہ دونوں تو تھے لیکن وہ تمام الفاظ خاموش تھے یوں جیسے وہ کبھی وجود میں آئے ہی نہ تھے۔ پتہ نہیں کیوں زویا کو اپنا اندر بہت خالی خالی سا لگ رہا تھا۔ وہ شخص جسے اس کا ہاتھ تھام کر زندہ ہونے کا احساس ہوتا تھا، آج وہ اسی کے فیصلے کی وجہ سے پل پل مر رہی تھی مگر اسے زویا کی تڑپ کا احساس تک نہ تھا۔ آج پھر وہ تمام رات جاگتی رہی تھی۔

***

زویا ناشتہ بنا رہی تھی، تبھی کرن اس کے پاس چلی آئی۔ ''یہ نیا تماشا کیا ہے؟'' وہ کافی غصے میں تھی۔

زویا نے حیرت سے اسے دیکھا۔ ''کس بارے میں بات کر رہی ہو؟'' وہ مصروف انداز میں بولی۔ ''امی آپ کا کمرہ عبیرہ کو دینا چاہ رہی ہے اور آپ نے ان کے فیصلے کے متعلق کچھ بھی نہیں کہا۔'' کرن کو اس کی خاموشی کھل رہی تھی۔

''عبیرہ بھی اس گھر میں اسی حیثیت سے آ رہی ہے جس حیثیت سے میں یہاں ہوں اور ویسے بھی میں نے جب اپنی زندگی کا سب سے قیمتی رشتہ اس کے ساتھ بانٹنے کا حوصلہ کر لیا ہے تو پھر اس بات پر کیا دھیان دوں کہ اسے کتنی دیواریں اور کتنے دروازے مل رہے ہیں۔'' وہ افسردگی سے بولی۔

کرن کا دل دکھ کر رہ گیا مگر وہ بھی اسی انداز میں بولی۔ ''میں مانتی ہوں بھابی! آپ کے لیے ان تمام چیزوں کی اہمیت نہیں ہے لیکن پھر بھی انسان کو اپنے دل کی بے حسی کو اپنی زندگی کی بے حسی نہیں بنانا چاہیے ورنہ لوگ بڑی بے دردی سے اس کے جذبات اور احساسات سے کھیل جاتے ہیں۔'' کرن کی نگاہوں میں پل بھر کیلئے آفاق کا سراپا لہرا گیا مگر اسے خود کو سنبھالنا

آتا تھا۔'' بھابی! خدا نہ کرے لیکن اگر آپ اسی طرح سب کی ہاں میں ہاں ملاتی رہیں تو وہ دن دور نہیں کہ عباد بھائی آپ کے نزدیک بھی آپ کی حیثیت کٹھ پتلی سے زیادہ نہیں رہے گی اور اگر ایسا ہوا تو عبیرہ کو آپ دونوں کے رشتے پر حاوی ہونے میں ذرا سی بھی دقت نہیں ہوگی، پلیز بھابی...... اتنی کمزور مت بنیں کہ آپ کیلئے اپنا رشتہ سنبھالنا مشکل ہو جائے۔'' کرن ملتجی تھی۔

''کوشش کروں گی کہ عباد کبھی میری محبت کو فراموش نہ کریں، مجھے یاد رکھیں۔'' زویا کا لہجہ عجیب سا تھا، وہ کچھ نہیں بولی اور زویا سر جھکائے اپنے کام میں دوبارہ مصروف ہو گئی۔

ابھی عبیرہ نے اس گھر میں قدم نہیں رکھا تو بھابی کے دل پر قیامت گزر رہی ہے اور جب وہ اس گھر میں آ جائے گی تب جانے کیا ہوگا۔ کرن بہت خوف زدہ سے انداز میں آنے والے وقت کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ پتہ نہیں کیوں اسے بہت ڈر لگ رہا تھا۔

***

اعوان پیلس میں چاروں اور خوشیاں ہی خوشیاں تھیں اور سفینہ کی خوشی تو قابل دید تھی اور اس خوشی کی وجہ شاہ دل تھا جسے تمام عمر انہوں نے اپنے سگے بیٹے کی طرح چاہا تھا اور اب وہ باپ بننے والا تھا اور شاید بابا صاحب کو یہی موقع لگا اور انہوں نے سفینہ کو اپنے کمرے میں بلا کر ناصر شاہ کی بابت پوچھا اور ساتھ ہی ساتھ انہیں سمجھایا بھی کہ وہ انہیں رد کر کے بہت بڑی غلطی کر رہی ہیں اور ان کی ایک ہاں پر ناصر شاہ کی آگے زندگی کا دارومدار ہے، اگر سفینہ اپنی ضد پر اڑی رہیں تو یہ ان کے پر خلوص جذبوں اور بے لوث انتظار کی توہین ہوگی۔ سفینہ نے تھوڑا وقت مانگا تھا اور جب تنہائی میں بہت ایمانداری سے سوچا تو انہیں احساس ہوا کہ وہ ناصر شاہ کو اسی پر اذیت راستے پر دھکیل رہی ہیں جس پر برسوں پہلے جہانزیب علی اعوان نے انہیں دھکیل دیا تھا اور پھر ان کی زندگی کا ہر پل کتنا تکلیف دہ ہو گیا تھا، یہ بھلا سفینہ سے زیادہ کون بہتر طور سے جان سکتا تھا۔

انہیں زوبیہ کی بات یاد آئی، وہ ٹھیک کہتی تھی کہ سفینہ، ناصر شاہ کو اس تکلیف و اذیت سے بچا سکتی تھی جو اب تک انہوں نے اٹھائی تھیں۔

اور پھر اچانک ہی انہوں نے ناصر شاہ سے شادی کا فیصلہ کر لیا تھا، جس نے سنا، حیران رہ گیا مگر سب ہی ان کے فیصلے سے خوش تھے، زوبیہ کو تو سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کایا کیسے پلٹ گئی۔ بہر حال اس کیلئے تو اتنا ہی کافی تھا کہ سفینہ کو ان کی خوشیاں اور ناصر شاہ کو ان کی منزل مل گئی تھی۔ اور سب سے بڑھ کر اس کے پاپا کے سر سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یہ الزام ہٹ رہا تھا کہ انہوں نے سفینہ کی خوشیوں کے تمام راستے بند کر دیئے تھے۔ اب انہیں کوئی کچھ نہیں کہہ پائے گا۔

وہ بہت خوش تھی۔

اس خبر کو سنانے کیلئے اس نے زویا کو فون کیا تھا اور آگے سے ان سے جو خبر سنی، وہ زوبیہ کو لمحہ بھر کے لئے ساکت کر گئی۔ اس نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ عباد، زویا کی موجودگی میں دوسری شادی کر سکتا ہے۔ وہ عباد جو زویا کے بنا گزرے لمحات کو اپنی زندگی کے روز و شب کو شمار ہی نہیں کرتا تھا۔

وہ گم صم سی ہاتھ میں موبائل لئے بیڈ پر بیٹھی تھی تبھی شاہ دل کمرے میں آیا۔ اسے آفس سے دیر ہو رہی تھی اور وہ ٹائی کے لئے پریشان تھا، مگر جب وہ زوبیہ کو پکارتا ہوا کمرے میں آیا اور اسے یوں گم صم سا دیکھا کر قریب چلا آیا اور دھیرے سے زوبیہ کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ وہ چونک کر شاہ دل کو دیکھنے لگی۔

"کیا بات ہے، تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا........؟" شاہ دل پریشان ہو گیا۔

"پتہ نہیں زویا ٹھیک ہے یا نہیں۔" زوبیہ نم آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے کھوئے کھوئے سے انداز میں بولی۔

شاہ دل اس کے قریب بیٹھ گیا۔ "زوبیہ نے اس انداز میں یہ خبر سنائی کہ جیسے کسی کی موت کی خبر سنا رہی ہو۔"

شاہ دل کو دھچکا لگا۔ "عباد دوسری شادی......؟" شاہ دل نے بے یقینی سے کہا۔

"ہاں، عباد دوسری شادی کر رہا ہے، زویا کو زمانے بھر میں رسوا کرنے کے بعد اب وہ دوسری شادی کر رہا ہے۔" زوبیہ بہت دکھی تھی۔

"مگر وہ تو بہت زیادہ زویا کو چاہتا تھا پھر اس پر اتنا بڑا ظلم کیسے کر سکتا ہے؟" شاہ دل حیران تھا۔

"اس دنیا میں کوئی کسی سے محبت نہیں کرتا، سب محبت کرنے کا دکھاوا کرتے ہیں۔" زوبیہ کا لہجہ شکی تھا۔

"مجھے آفس سے دیر ہو رہی ہے، میں چلتا ہوں۔" شاہ دل نے اتنا کہا سائیڈ ٹیبل سے بریف کیس اٹھایا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ زوبیہ کو نجانے کیوں اس کا رویہ عجیب سا لگا تھا۔

❁ ❁ ❁

بابا صاحب نے طے کیا تھا کہ دو ہفتے بعد فقط خاندان والوں کی موجودگی میں بڑی سادگی سے سفینہ اور ناصر شاہ کا نکاح کر دیا جائے۔ تقریب چھوٹی سہی مگر سب کیلئے بہت خاص تھی۔ اس لئے سب ہی تیاریوں میں مصروف تھے۔

❁ ❁ ❁

"ہر کیوں کا جواب نہیں ہوتا، جیسے کوئی کسی سے اچانک محبت کیوں کرنے لگتا ہے؟ جب دو لوگوں کے درمیان پہلے ہی سے کوئی رشتہ موجود ہو، ان کے بیچ کوئی اور احساس جگہ کیوں پا جاتا ہے، کیوں انسان اس راستے پر چل پڑتا ہے جو بے منزل ہوتا ہے؟ تو پھر اس ایک کیوں پر اتنا اضطراب کس لئے؟" شیراز کا لہجہ طنزیہ تھا۔ نیناں نے نگاہیں جھکا لیں مگر وہ بول رہا تھا۔ "اور جہاں تک راس آنے کی بات ہے تو آپ مجھے ایسے لگنے لگا ہے کہ جیسے مجھے یہ زندگی ہی راس نہیں اور شاید مرا تو مرنا بھی......!"

"شیراز........!" اس نے بڑے خوف زدہ انداز میں بے اختیار شیراز کے بازو پر ہاتھ رکھا۔ آنکھوں میں نمی سی اتر آئی تھی، یوں لگ رہا تھا کہ جیسے اس کی اس بات سے نیناں کو بے حد تکلیف پہنچی ہو۔

شیراز نے اس کا ہاتھ اپنے بازو سے ہٹا دیا۔

"شاید پھر کسی یاد نے تمہارے دل کو چھوا ہے اسی لئے آنکھیں بھر آئیں۔" اس کا لہجہ طنزیہ تھا۔ "جو کہنا ہے وہ کہو، فضول باتوں میں وقت ضائع کیوں کر رہی ہو؟"۔

نیناں کی حالت عجیب سی تھی۔ بہت کچھ کہنا چاہتی تھی مگر کہہ نہیں پا رہی تھی۔ پتہ نہیں کیوں اسے لگ رہا تھا کہ گزرے لمحے میں جو ہوا، وہ معمولی نہیں غیر معمولی تھا۔ شیراز کے اس طرح کہنے پر وہ کیوں لرز گئی تھی، کیوں اس کی آنکھیں نم ہو گئی تھیں؟ ان عام سے سوالات کا جواب اس کے پاس نہیں تھا۔ اس کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا پھر اس نے بڑی ہمت سے کہا۔

"زویا کے متعلق بات کرنی تھی۔" وہ جھجک کر بولی۔

شیراز واپس صوفے پر بیٹھ گیا اور ٹیبل پر رکھے سگریٹ کیس سے ایک سگریٹ نکال لی اور لائٹر سے اسے شعلہ دکھایا، سگریٹ سلگ اٹھی۔ شیراز نے ایک کش لے کر اسے انگلیوں میں تھام لیا اور نیناں کی جانب سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔ "زویا کو کیا ہوا؟"

نیناں اس کے سامنے والے صوفے پر آ بیٹھی۔ "عباد دوسری شادی کر رہا ہے۔" آخر ہمت کر کے اس نے وہ خبر شیراز کو سنائی جو وہ کب سے سنانے کیلئے بے چین تھی۔

"واٹ.........؟" شیراز حیران رہ گیا۔ نیناں نے اثبات میں سر ہلا کر تصدیق کی۔

"مگر کیوں.........؟" شیراز نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"اولاد کیلئے۔" نیناں نے سنجیدگی سے کہا تو شیراز خاموش ہو گیا۔

"میں چاہتی ہوں کہ آپ عباد کو سمجھائیں کو وہ جو کر رہا ہے غلط کر رہا، اسے احساس دلائیں کہ زویا اس سے کتنی محبت کرتی ہے۔" وہ ملتجی تھی۔

"اس سے کیا ہوگا؟" شیراز نے سوالیہ نگاہوں سے نیناں کو دیکھا۔

"شاید اسے احساس ہو جائے کہ وہ محبت سے منہ موڑ کر مجبوریوں کو پاؤں کی زنجیر بنا کر غلط کر رہا ہے، محبت تو بہت کم لوگوں کو نصیب میں ہوتی ہے، اس کی قدر نہ کرنے والے بدنصیب کہلاتے ہیں......عیرہ سے وہ محبت نہیں کرتا اور بنا محبت کے کسی کے ساتھ رشتہ قائم کرنے کا مطلب دوسرے کو فریب دینا اور خود بھی تمام عمر خود فریبی میں مبتلا رہنا ہے، زندگی کی سچائی سے بھاگتے بھاگتے انسان تھک جاتا ہے مگر سچائی تو ہمارے اندر اس طرح اپنے پنجے گاڑھے ہوتی ہے کہ اس سے فرار ناممکن ہے۔" نیناں کھوئے کھوئے سے انداز میں بولی۔

شیراز ایک پل کیلئے حیران ہوا پھر سنبھل کر بولا۔ "یہ تم نے کون سی کتاب میں پڑھا؟"

اس کے سوال پر نیناں نے چونک کر اسے دیکھا۔ "آپ کو کیا لگ رہا ہے کہ میں رٹے رٹائے ڈائیلاگز بول رہی ہوں۔" نیناں کے لہجے میں خفگی تھی۔

"دو صورتوں میں انسان ایسی باتیں کرتا ہے تب جب برسوں سے دل میں پل رہے کسی جذبے میں اچانک بہت ہی شدت آ جائے یا پھر دوسروں کو یہ جتانے کیلئے وہ کتنا سچا، کتنا حساس ہے۔ دل میں دوسروں کیلئے وہ کتنے نرم جذبے رکھتا ہے۔" اس نے کرسٹل کی ایش ٹرے میں ایش گرایا اور مزید بولا۔ "جو لوگ یادوں کے ساتھ جیتے ہیں، ان کے تمام جذبات مر جاتے ہیں اور جب جذبات ہی مردہ ہو جائیں تو احساس کیلئے جگہ ہی کہاں بچتی ہے، یوں بھی پتھروں میں احساس نہیں ہوتا، وہ تو صرف زخم دینا جانتے ہیں زندگی یا محبت نہیں۔"

'کاش شیراز! تم سمجھ پاتے کہ پتھروں میں شگاف ڈالنے کیلئے تو پانی کا تسلسل ہی کافی ہوتا ہے پھر بھلا محبت کی پگھلا دینے والی حرارت سے وہ کیسے محفوظ رہ سکتے ہیں۔' وہ کہنا چاہتی تھی مگر کہہ نہ سکیں۔ کہا تو بس اتنا۔ "آپ عباد کو سمجھائیں گے نا؟ میں نے سوچا ہے کہ ہم دونوں ساتھ چل کر ان سے بات کرتے ہیں، اسی پارک میں جہاں ہم نے زویا اور عباد کو ملوایا تھا۔"

"سوری میں نہیں جا سکتا، میرے پاس کرنے کیلئے اور بہت سے کام ہیں اور ویسے بھی

یہ ان کا ذاتی معاملہ ہے، اب میں تمہاری خوشی کیلئے بابا صاحب کو تو ناراض نہیں کر سکتا۔" وہ اتنا کہہ کر اٹھا اور اندر کی جانب بڑھ گیا، نیناں کو اس کی بات سے دکھ پہنچا تھا۔ اس نے طے کر لیا تھا کہ وہ ایک بار عباد سے بات ضرور کرے گی۔

❋ ❋ ❋

فراز اور آفندی صاحب جا چکے تھے۔ اب ڈائننگ ٹیبل پر صرف شیراز اور رضیہ بیگم موجود تھیں۔ نیناں انہیں سرو کر رہی تھی، ڈائننگ روم میں مکمل خاموشی تھی تبھی رضیہ بولیں۔ "میں سوچ رہی تھی نیناں کہ آج ہم جلدی شاپنگ کیلئے چلیں تاکہ تسلی سے شاپنگ ہو سکے، دیر میں جاتے ہیں تو گھر کی فکر لگی رہتی ہے۔"

نیناں نے بے اختیار شیراز کی جانب دیکھا کہ وہ کوئی بہانہ بنا دے، مگر وہ اسے جلانے کو بولا۔

"امی! آپ ٹھیک سوچ رہی ہیں، میرا خیال ہے کہ آپ جلدی چلی جائیں، یوں بھی شاپنگ فرصت سے نہ کی جائے تو اس کا مزہ ہی کیا۔"

"پھپھو! میں آج نہیں آ سکتی۔ دراصل مجھے کہیں اور جانا ہے۔" وہ جھجک کر بولی۔

"آخر ایسی کونسی جگہ ہے جہاں جانے کیلئے آپ امی کی بات نظر انداز کر رہی ہیں؟" شیراز پھر اسی انداز میں بولا۔

اور اس سے قبل کہ وہ کچھ کہتی، رضیہ جلدی سے بولیں۔ "شیراز فضول باتیں مت کرو، تمہیں جہاں جانا ہے، جا سکتی ہو، شاپنگ تو چلتی رہے گی۔" وہ پیار سے نیناں کو دیکھتے ہوئے بولیں۔ تبھی ملازمہ نے آ کر بتایا کہ رضیہ کا فون آیا ہے تو وہ "ایکسکیوزمی" کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"اگر ساتھ نہیں دے سکتے تو کم از کم میرے لئے مشکلات تو کھڑی مت کریں۔" نیناں نے اسے شکوہ کناں نگاہوں سے دیکھا۔

تب وہ سنجیدگی سے بولا۔ "مشکلات میں نہیں، تم خود اپنے لئے کھڑی کر رہی ہو، تمہیں اندازہ نہیں کہ اگر اس بات کی خبر بابا صاحب کو ہو گئی تو کیا قیامت آئے گی۔"

"آپ کو میری فکر کیوں ہو رہی ہے؟" نیناں نے اسے بغور دیکھا، شاید وہ کچھ جاننا چاہتی تھی۔

"ظاہر ہے تم اس گھر کی بہو ہو، ہمارے خاندان کے وارث کی ماں ہو یعنی اس گھر کی عزت ہو تو اب ہمیں تمہاری فکر کرنی پڑے گی نا۔" اتنا کہہ کر شیراز نے کپ ہونٹوں سے لگا لیا،

جبکہ نگاہیں نیناں کے چہرے کا احاطہ کئے ہوئے تھیں۔

نیناں کی آنکھوں کی چمک یوں معدوم ہوگئی گویا کسی نے جلتے دیئے کو ایک دم سے بجھا دیا ہوا۔

تب شیراز اٹھ کر اس کے قریب آ کھڑا ہوا۔

''کیا ہوا، تم مجھ سے کچھ اور ایکسپیکٹ کر رہی تھیں؟'' شیراز نے بڑے پر یقین لہجے میں سوال کیا۔

وہ اندر تک لرز گئی۔ اف خدایا! نجانے شیراز کیسے میرے دل کی ہر بات جان لیتا ہے مگر اگلے پل سنبھل کر بولی۔ ''میں نے خواہ مخواہ لوگوں سے توقعات رکھنا چھوڑ دی ہیں۔'' بات کرتے نیناں نے نگاہوں کا زاویہ بدلا۔ ''اور بائی داوے ایک بات صاف صاف بتا دوں کہ میں جو کرنے کی ٹھان لیتی ہوں، وہ کر گزرتی ہوں، پھر چاہیے اس کیلئے مجھے کتنا ہی نقصان کیوں نہ اٹھانا پڑے۔''

''او کے بیسٹ آف لک!'' شیراز نے سنجیدگی سے کہہ کر موبائل اٹھایا اور دروازے کی جانب بڑھ گیا۔

نیناں حیران ہوئی۔ اسے لگا تھا کہ شیراز اس بات سے خفا ہوگا مگر وہ تو یوں چلا گیا کہ جیسے نیناں کے نفع ونقصان سے اسے کوئی فرق نہیں پڑتا ہو، اس پل وہ دلبرداشتہ ہوگئی تھی۔

***

نیناں نے پارک میں داخل ہوتے ہی ادھر ادھر نگاہیں دوڑائیں۔ عباد اسے بینچ پر بیٹھا دکھائی دے گیا، نیناں قریب چلی آئی، عباد نے کھڑے ہو کر اسے سلام کیا اور نیناں کو بیٹھنے کا اشارہ کر کے خود ایک کونے میں ٹک گیا۔

دو پل دونوں کے بیچ خاموشی حائل رہی پھر عباد نے ابتدا کی۔ ''آپ نے مجھے بلایا، خیریت تو ہے؟''

''میں نے سنا ہے کہ تم دوسری شادی کر رہے ہو۔'' نیناں نے وقت ضائع کئے بنا بات شروع کی۔ عباد کو اس کا سوال اچھا تو نہیں لگا مگر پھر بھی اس نے کسی قسم کے ردعمل کا اظہار کرنے کی بجائے اثبات میں سر ہلایا۔

اس جواب سے نیناں کا حوصلہ بڑھا تھا، اس لئے وہ مزید بولی۔ ''تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے کیونکہ زویا تم سے بہت محبت کرتی ہے اور اپنی محبت کو اتنی بڑی آزمائش میں ڈالنے کا حق کسی کو نہیں۔'' نیناں ایک دم سے سنجیدہ ہوگئی تھی۔

''دیکھیں نیناں! یہ میرا اور زویا کا ذاتی معاملہ ہے اور ہماری ذاتیات میں کوئی دخل اندازی کرے، یہ میں سخت ناپسند کرتا ہوں۔'' عباد نے خود پر کنٹرول رکھتے ہوئے ناگواری کا اظہار کیا۔

اور شاید آپ بھول رہے ہیں کہ زویا سے ایک رشتہ ہمارا بھی ہے جسے آپ جھٹلا نہیں سکتے۔'' نیناں کا انداز یاد دلانے والا تھا۔

''مگر اس کے باوجود وہ رشتہ آپ کو ایسا حق نہیں دیتا کہ آپ مجھ سے سوال کر سکیں۔'' اس مرتبہ عباد کے لہجے میں سختی آ گئی تھی مگر نیناں پر اس کا کچھ اثر نہ تھا۔

''اگر بات غلط و صحیح کی ہو تو پھر حقوق کا دائرہ! اور حدیں نہیں دیکھی جاتیں، غیر جانبدار ہو کر غلطی کی نشاندہی کی جاتی ہے۔'' وہ اپنی ضد پر اڑی تھی۔

وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ ''بس نیناں! بہت ہو گیا، اس سے زیادہ میں نہیں سن سکتا اور آپ بھی مزید نہ کہیں تو اچھا ہے۔'' عباد قدرے سختی سے گویا ہوا۔

تبھی شیراز بھی نیناں کی پشت پر آن کھڑا ہوا، عباد کا اس جانب دھیان نہ تھا۔

''کیوں سچائی برداشت نہیں ہوئی؟'' نیناں تلخی سے گویا ہوئی۔

''میرے پاس بھی بہت سچائیاں ہیں، اتنی ہیں کہ آپ کی قوت برداشت ختم ہو جائے گی مگر میری سچائیاں ختم نہیں ہوں گی۔'' عباد کے لہجے کی تلخی قائم تھی۔

تب نیناں بڑی ہمت سے بولی۔ ''میں بھی تو سنوں کہ ایسی کون سی سچائیاں ہیں؟'' اس نے گویا عباد کو للکارا۔

''سچائی یہ ہے کہ آج جو بھی ہو رہا ہے، صرف اور صرف آپ کے بابا صاحب کی وجہ سے ہو رہا ہے، نہ وہ میرا اور زویا کا رشتہ توڑنے کی کوشش کرتے، نہ مجھے قانون کا سہارا لینا پڑتا اور نہ وہ میرے خلاف ہوتے اور آج اگر انہوں نے مجھے معاف کر دیا ہے تو اس معافی کی قیمت بھی مجھے چکانی پڑے گی، میں نے زویا کو سب کچھ دیا اور وہ مجھے ایک رشتہ بھی نہ دے سکی، اس لئے مجھے ایک ان چاہا رشتہ اپنی زندگی میں شامل کرنا پڑ رہا ہے۔'' عباد نے جتانے والے انداز میں کہا۔

''مطلب ساری غلطیاں زویا کی ہیں؟'' نیناں نے دکھ سے اسے دیکھا۔

''نہیں بلکہ اب تک، ہمارے ساتھ بلکہ جس جس کے ساتھ جو بھی برا ہوا ہے اور ہو رہا ہے، وہ صرف اور صرف بابا صاحب کی وجہ سے ہو رہا ہے، جو لوگوں کو انسان نہیں کٹھ پتلیاں سمجھتے ہیں، جو ان کے ہاتھوں کی حرکت کی محتاج ہیں، دیکھنا ایک دن ان کا یہ غرور اور تکبر سب کے ساتھ

ساتھ انہیں بھی برباد کردے گا اور.........!" وہ اپنی رو میں بول رہا تھا، تبھی شیراز اس کے سامنے آ گیا۔ نیناں نے حیرت سے دیکھا مگر وہ متوجہ نہیں تھا۔ "شٹ اپ عباد! تمہیں اندازہ بھی ہے کہ تم کس کے بارے میں بات کر رہے ہو؟" شیراز نے اسے بری طرح ٹوکا۔

"میں ایک جابر حاکم کے متعلق بات کر رہا ہوں، جس کے سینے میں دل نہیں پتھر ہے، میرا بس چلے تو انہیں جان سے مار دوں۔" عباد کے لہجے میں شدید نفرت تھی۔

شیراز سے برداشت نہیں ہوا تو بے اختیار عباد کا گریبان پکڑ لیا۔ اس نے شیراز سے جھٹکے سے اپنا گریبان چھڑایا۔

"آج تو صرف گریبان پکڑا ہے، اگر آئندہ بابا صاحب کے بارے میں کچھ بھی غلط کہا تو پھر دیکھنا کہ شیراز آفندی تمہارا کیا حال کرتا ہے۔" وہ بہت شدید غصے میں تھا۔

"وہ بھی دیکھ لیں گے، پہلے تو تمہیں اس طرح سرعام میرے گریبان پر ہاتھ ڈالنے کی سزا ملے گی، بس تھوڑا سا انتظار کرنا۔" عباد دھمکی آمیز لہجے میں بولا اور تیز تیز قدم اٹھاتا، ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

تب شیراز نے ایک گرم نگاہ نیناں پر ڈالی اور آگے کی سمت قدم بڑھائے۔ نیناں نے اس کی تقلید کی۔

تمام راستے نیناں نے کئی مرتبہ اس سے بات کرنے کی کوشش کی مگر شیراز کا انداز ایسا تھا کہ نیناں کی ہمت ہی نہیں پڑی کہ کچھ کہہ سکے اس لئے تمام سفر خاموشی سے کٹ گیا۔

***

شیراز اور نیناں ساتھ ساتھ گھر میں داخل ہوئے۔ رضیہ انہیں لاؤنج میں مل گئیں۔

"تم دونوں ساتھ ساتھ.........؟" شیراز تمہیں تو اس وقت آفس میں ہونا چاہیے تھا۔

رضیہ نے اسے بغور دیکھا نیناں کو لگا کہ بس ابھی اس غصے کی حالت میں شیراز ان کے سامنے ہی سب کچھ کہہ دے گا اور یہ سن کر نیناں نے بابا صاحب کی حکم عدولی کی ہے تو وہ سب کی نظروں میں کس قدر گر جائے گی۔ اس کا دل بڑی زور زور سے دھڑک رہا تھا مگر شیراز نے جو بھی کہا، وہ غیر متوقع تھا۔

"وہ امی! آج آفس میں جلدی کام ختم ہو چکا تھا، میں نے سوچا کہ گھر آ کر تھوڑا سا ریسٹ کر لوں اور جب واپس آ رہا تھا تو راستے میں نیناں مل گئی، اس لئے اسے بھی ساتھ لے آیا ہوں، میں تھک گیا ہوں، تھوڑا سا آرام کرنا چاہتا ہوں۔" شیراز نے جلدی جلدی سے بات ختم کی اور سیڑھیاں چڑھتا ہوا اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

رضیہ مطمئن ہو گئیں۔ سہانی کو آواز دی کہ وہ شیراز کے لئے چائے لے جائے، تبھی نیناں جلدی سے بولی۔ "پھپھی! میں چائے لے جاتی ہوں۔ سہانی دوپہر کے کھانے کی تیاری کر رہی ہے۔"

"ہاں لے جاؤ۔" رضیہ نے مسکراتے ہوئے کہا اور لاؤنج میں رکھے فون کی جانب بڑھ گئیں۔ ان کا ارادہ شاید کسی کو فون کرنے کا تھا۔

نیناں کچن میں آئی اور چائے بنا کر شیراز کے کمرے میں لے آئی۔ وہ کمرے میں نہیں تھا۔ شاید اسٹڈی روم میں ہو۔ یہی سوچ کر اس نے کمرے سے ملحق اسٹڈی روم میں جھانکا۔ شیراز کمپیوٹر کے آگے بیٹھا تھا۔ نگاہیں اسکرین پر جمی تھیں اور انگلیاں کی بورڈ پر تیزی سے حرکت کر رہا تھا۔ نیناں اندر چلی آئی، شیراز کو اس کی موجودگی کا احساس تھا لیکن اس کے باوجود اس نے نگاہ اٹھا کر نیناں کو نہیں دیکھا۔ تب اس نے خود ہی ہمت کی، چائے کی ٹرے چھوٹی میز پر رکھی اور اس کے قریب چلی آئی۔ "میں جانتی ہوں آپ مجھ سے ناراض ہیں، غصہ ہیں۔" وہ نگاہیں جھکائے کسی مجرم کی طرح کھڑی تھی۔

شیراز ایک دم سے بھڑک اٹھا۔ "میں بھلا ناراض ہونے والا کون ہوتا ہوں اور ویسے بھی مجھے کونسی بات اچھی لگتی ہے اور کون سی بری، اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔"

"سوری۔" نیناں بہت نادم تھی۔

شیراز ذرا نرمی سے گویا ہوا۔ "اب جو ہوا، وہ ہوا لیکن پلیز اب جو بھی ہو، آپ اپنی زبان بند رکھئے گا، مہربانی ہو گی۔" نا چاہتے ہوئے بھی اس کے لہجے میں تلخی اتر آئی۔

"کیا کچھ بہت برا ہونے والا ہے؟" نیناں خوف زدہ تھی۔

"برا تو ہو گا مگر کس حد تک، یہ میں نہیں جانتا بہرحال جو ہو گا، وہ میں سنبھال لوں گا، مگر تم خاموش رہنا پلیز کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ تم کسی مشکل میں پڑ جاؤ۔" وہ بے حد سنجیدہ تھا۔ نیناں نے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا۔

"اور اگر آپ کسی مشکل میں پڑ گئے تو؟"

"مجھے مشکلات سے گزرنے کی عادت ہو گئی ہے۔ ویسے بھی اگر ایک انسان بہت سے لوگوں کیلئے غیر اہم ہو تو ہر مشکل سے گزرنا اس کیلئے آسان ہو جاتا ہے۔" شیراز کے لہجے میں کرب تھا جسے نیناں نے بے حد شدت سے محسوس کیا مگر کہا تو صرف اتنا۔

"آپ کی چائے ٹھنڈی ہو رہی ہے، میں گرم کر کے لاتی ہوں۔" نیناں نے کپ اٹھایا اور باہر نکل گئی۔ اس دوران اس نے ایک مرتبہ بھی پلٹ کر شیراز کی طرف نہیں دیکھا تھا،

جس کا شیراز کو دکھ تھا۔

❋❋❋

شام کو ''آفندی ہاؤس'' بابا صاحب کا فون آیا تھا۔ انہوں نے سبھی کو ''اعوان پیلس'' بلایا تھا۔ نیناں کے چہرے کا تو رنگ اڑ گیا، جبکہ شیراز نے اپنی پریشانی چہرے سے بالکل ظاہر نہیں ہونے دی۔

رضیہ کے جانے کے بعد دونوں لان میں تنہا رہ گئے تو نیناں قدرے گھبرا کر بولی۔
''آپ کو کیا لگتا ہے بابا صاحب نے کیوں بلایا ہوگا، کیا انہیں سب کچھ پتہ چل گیا ہے؟'' اس کے لہجے میں بے حد خوف تھا۔

''شاید.........!'' وہ خود کشمکش میں تھا۔

''پتہ نہیں کیوں مجھے ڈر لگ رہا ہے۔'' نیناں نے پہلی مرتبہ اپنے دل کی کیفیت بلا جھجک اس کے سامنے بیان کی۔

''ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں، میں ہوں نا تمہارے......!'' نیناں نے چونک کر اسے دیکھا۔ شیراز ایک پل کیلئے رکا اپنا ٹوٹا ہوا سلسلہ جوڑا اور پھر بولا۔

''میرا مطلب ہے کہ ڈر تو تنہا انسان کو لگتا ہے اور تمہارے ساتھ تو تمہاری یادیں ہیں۔'' شیراز کے لہجے میں طنز تھا۔

''آپ کے پاس میرے لئے طنز کے تیروں کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے؟'' نیناں نے نم آنکھوں سے اسے دیکھا اور آگے بڑھنے لگی۔

تبھی وہ اس کے سامنے آ گیا۔ ''اور بھی بہت کچھ ہے کہنے کو، تمہیں دینے کو لیکن پتہ نہیں کیوں میرے دل کی آواز تم تک کیوں پہنچتی ہی نہیں، تمہارے دل کی طرح تمہارے دامن میں بھی میرے کسی احساس کو سنبھال کر رکھنے کی کوئی جگہ نہیں لیکن میرے دل میں اتنی جگہ ہے جہاں تمہارے تمام غم سما سکتے ہیں۔''

نیناں نے نگاہیں جھکا لیں۔ اس گھڑی اس کی کیفیت عجیب سی تھی، شیراز مسلسل بول رہا تھا۔

''کتنی عجیب بات ہے نا کہ تمہاری زندگی میں میرے سوا سب کچھ اہم ہے اور میری زندگی میں تمہارے علاوہ کسی چیز کی اہمیت نہیں، خود میری یا میری زندگی کی بھی نہیں۔'' وہ بڑے جذبے کے عالم میں بولا۔

بے اختیار اس نے شیراز کی آنکھوں میں دیکھا، نیناں کو اس کی آنکھوں میں بہت کچھ

دکھائی دیا تھا۔ وہ کچھ جو اگر کوئی اپنے دامن میں سمیٹ لے تو پھر کچھ اور پانے کی خواہش باقی نہ رہے، جسے پانے کے بعد انسان خود کو دنیا کا خوش قسمت ترین انسان سمجھنے لگے۔ اپنی نظروں میں اپنی ذات معتبر ہو جائے اور عمر بھر کی تشنگی مٹ جائے۔ مگر وہ تو خود اپنے ہاتھوں سے اپنا نصیب بگاڑنے پر مجبور تھی۔ اس نے نگاہوں کا زاویہ بدل کر ہمت سے کہا۔ ''خدا کرے کے کچھ ایسا نہ ہو کہ نیلماں پریشان ہو جائے، وہ آپ سے کتنی محبت کرتی ہے کہ آپ کو ذرا سی تکلیف میں بھی نہیں دیکھ سکتی، مجھے ڈر ہے کہ اگر خدانخواستہ بابا صاحب نے کوئی سخت سزا دی تو وہ رو رو کر برا حال کر لے گی، اس کی زندگی مشکل ہو جائے گی۔'' نیناں کی آواز لرز رہی تھی اور آنکھوں سے ایک تسلسل سے آنسو بہہ رہے تھے۔

''کتنی عجیب بات ہے کہ نیلماں کی تکلیف کا احساس تمہیں اتنی شدت سے ہو رہا ہے کہ ابھی سے تمہاری آنکھیں برسنے لگی، اپنی آنکھوں کے آنسو صاف کر لو، ایسا نہ ہو کہ لوگ یہ سمجھ بیٹھیں کہ تمہاری آنکھوں کی صورت بہنے والا درد نیلماں کا نہیں تمہارا ہے، ایسا نہ ہو کہ آنسوؤں کا یہ سمندر تمہارے آج اور کل کے درمیان حائل ہو جائے اور تمہارا اپنی یادوں سے رشتہ ٹوٹ جائے، اور میرے دل میں پھر سے کوئی امید کی شمع روشن ہو جائے۔'' شیراز بہت سنجیدہ تھا اور نیناں چاہ کر بھی کچھ نہ بول سکی۔

❋❋❋

شام گہری ہوتی جا رہی تھی۔ صادقہ برآمدے میں تخت پر بیٹھی عبیرہ کے دوپٹے پر گوٹا ٹانک رہی تھیں، کمال احمد صحن میں کرسی ڈالے بیٹھے ہوئے تھے اور کرن ان کے سر میں ہولے ہولے تیل کی مالش کر رہی تھی، جبکہ زویا حسب معمول کچن میں ہنڈیا پکا رہی تھی۔

تبھی دروازے پر دستک ہوئی۔ کرن نے دروازہ کھولا تو عباد تھا اور اس سے پہلے کہ وہ بھائی کو سلام کرتی، عباد تیز قدموں سے اندر داخل ہوا اور سب کو نظرانداز کرتے ہوئے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ کمال احمد نے قدرے ناگواری سے عباد کی طرف دیکھا۔ صادقہ کے چہرے پر بھی ناپسندیدگی کے تاثرات تھے۔

کرن کچن میں چلی آئی جہاں زویا حیران و پریشان کھڑی تھی۔

''یہ عباد بھائی کو دیکھا، لگتا ہے موڈ ضرورت سے زیادہ ہی خراب ہے، ابو اور امی کو سلام تک نہیں کیا، لگتا ہے ضرور کوئی بڑی بات ہوئی ہے ورنہ آج سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا، آپ ذرا جا کر دیکھیں۔''

''وہ ہنڈیا.........!''

"رہنے دیں میں دیکھ لوں گی، آپ پلیز جا کر دیکھئے، پتہ نہیں کیوں مجھے فکر ہو رہی ہے۔" کرن پریشان تھی۔

زویا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ فریج میں بوتل نکال کر کانچ کے گلاس میں ٹھنڈا پانی انڈیلا اور اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

زویا کمرے میں داخل ہوئی تو عباد کپڑے چینج کر چکا تھا اور اب بیڈ پر بیٹھا ہوا تھا۔ چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ زویا نے قریب آ کر دھیرے سے پکارا تو عباد نے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔

زویا کا دل سہم سا گیا مگر پھر ہم سے پوچھا۔ "کیا بات ہے عباد! آپ پریشان ہیں، کچھ ہوا ہے کیا؟"

"کیا جاننا چاہتی ہو تم 'نیناں اور شیراز کی دھمکیوں کا مجھ پر کیا اثر ہوا؟" عباد کے لہجے میں کڑواہٹ تھی۔

"عباد! آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں، میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا؟" زویا الجھ گئی۔

عباد اٹھ کھڑا ہوا۔ "اب تم اتنی بھی انجان نہیں ہو زویا بیگم! جتنی بننے کی کوشش کر رہی ہو، اگر تم مظلوم بن کر اپنی داستان غم نہ سناتی تو شیراز کی ہمت نہ تھی کہ وہ میرا گریبان پکڑتا۔" عباد بہت غصے میں تھا۔

"شیراز بھائی نے آپ کا گریبان پکڑا مگر وہ بابا صاحب کی اجازت کے بغیر آپ سے ملے کیسے اور نیناں.........؟ پلیز عباد صاف صاف بتایئے کہ ہوا کیا ہے؟" وہ اب بھی الجھ رہی تھی۔

"اب تو صرف جان دینے اور جان لینے کی کسر باقی رہ گئی ہے، لیکن اگر انہیں تمہارا تعاون حاصل رہا تو بہت جلد یہ نوبت بھی آ جائیگی، وہ کہتے ہیں نا کہ گھر کا بھیدی لنکا ڈھاتا ہے، جب میری ہی بیوی مجھے ظالم سمجھ کر لوگوں سے رحم کی بھیک مانگے گی تو پھر میرے ساتھ برا ہونا تو یقینی ہے۔" عباد سخت شاکی تھا۔

"مگر عباد! میری تو شیراز بھائی یا نیناں دونوں میں سے کسی سے کوئی بات نہیں ہوئی، ہاں زوبیہ سے سرسری سی بات ہوئی تھی مگر......"

"اس سے آگے کہنے کی کچھ ضرورت نہیں۔" عباد نے بڑی تیزی سے زویا کی بات قطع کی۔ زویا حیران رہ گئی۔ وہ مزید بولا۔ "آج کے بعد تم وہاں کسی سے بات نہیں کرو گی اور اگر تمہیں لگتا ہے کہ وہاں سب تمہارے بڑے ہمدرد ہیں اور یہاں تم پر بڑے مظالم ڈھا رہا ہوں تو تم بڑے

شوق سے اپنے مسیحاؤں کے پاس جا سکتی ہو، میں تمہیں نہیں روکوں گا، ویسے بھی تم خود ان کے بنا ادھورا محسوس کرتی ہو اور یہ بات تم مجھے کئی مرتبہ بتا بھی چکی ہو۔" وہ قدرے تلخی سے گویا ہوا۔ زویا کے دل پر تو ایک قیامت سی گزر گئی مگر پھر بھی وہ سنبھل کر بولی۔

"رشتے جوڑنا اور توڑنا شاید مردوں کیلئے کھیل ہوتا ہو گا لیکن عورت کیلئے ہر رشتہ زندگی کی حقیقت ہوتا ہے، کبھی کبھی آپ کے رویئے سے مجھے لگتا ہے کہ آپ کے دل میں میرے لئے کبھی جگہ نہیں تھی اور شاید کبھی ہو گی بھی نہیں، کیونکہ آپ کے دل میں تو صرف وہ باتیں رہ چکی ہیں جو میں نے شدید غم کے عالم میں کہی تھیں، پھر میری محبت وفا کیلئے گنجائش کہاں بچے گی۔" زویا کی آنکھیں سے آنسو بہہ رہے تھے، عباد خاموش تھا۔ گویا اس پر کسی بات کا کوئی اثر ہی نہ ہو۔ زویا بھی خاموش نہیں ہوئی۔ اس نے مزید کہا۔ "آپ کہتے ہیں کہ آپ کو مجھ سے محبت نہیں ہے لیکن پتہ نہیں کیوں مجھے آج کل لگنے لگا ہے جیسے آپ کو مجھ سے کبھی محبت تھی ہی نہیں، آپ نے جو کیا بابا صاحب کی ضد میں انہیں نیچا دکھانے کیلئے کیا۔" پتہ نہیں کیوں آج اس کا دل بہت گھبرایا ہوا تھا، یوں لگتا تھا کہ جیسے آج وہ سب کچھ کہہ دینا چاہتی ہو۔ "جب آپ مجھے اپنے ساتھ لائے تھے تو آپ نے کہا تھا کہ جہاں آپ ہیں، وہیں میرا گھر ہے، وہ گھر جہاں مجھے تمام عمر رہنا ہے وہ گھر جو تا عمر کیلئے صرف میرا ہے اور آج آپ کہہ رہے ہیں کہ میں اس گھر کو چھوڑ دوں، اگر مجھے یہاں سے بھی آسانی سے چلے جانا ہے تو پھر مجھے بتایئے کہ میرا گھر کون سا ہے؟ ایک رشتے کو زندگی دینے کیلئے میں نے کئی رشتوں کو موت دی ہے، اس کے باوجود آپ کو میری ایمانداری پر شک ہے، میری کسی بات پر یقین نہیں تو آپ سے بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں، اب جو آپ کو سوچنا ہے، وہ سوچیں کیونکہ میں اپنی صفائی پیش کرتے کرتے تھک چکی ہوں، یوں بھی جب دو لوگوں کے درمیان اعتماد ختم ہو جائے تو پھر ان کے بیچ کچھ باقی نہیں رہتا اور اگر آپ چاہتے کہ میں آپ کا گھر چھوڑ دوں میں ضرور چھوڑ دوں گی۔" وہ اتنا کہہ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔

عباد اس کے رویئے پر حیران تھا۔ آج سے قبل تو زویا کو کبھی اس قدر جذباتی ہوتے نہیں دیکھا تھا۔ زویا واپس کچن میں چلی آئی، کچھ ہوا ہے۔ اس بات کا احساس کمال احمد اور صادقہ کو ہوا تھا۔

کرن اس سے بہت کچھ پوچھنا چاہتی تھی مگر زویا کے چہرے پر چھائی اداسی کے سبب کچھ نہ پوچھ سکی۔ صادقہ کو تو ذرا پروانہ تھی جبکہ کمال احمد کچھ بول کر بات نہیں بڑھانا چاہتے تھے۔

❋❋❋

تمام لوگ ہال میں جمع ہو گئے۔ کسی کو معلوم نہیں تھا کہ بابا صاحب نے اب کونسا فیصلہ

سنانے کیلئے طلب کیا ہے۔ شیراز کا دل عجیب سے انداز میں دھڑک رہا تھا جبکہ نیناں کے دل کی گہرائیوں سے یہی دعا اٹھ رہی تھی کہ شیراز پر کوئی آنچ نہ آئے۔

سب باتیں کر رہے تھے اور نوکر شام کی چائے کے ساتھ مختلف لوازمات سرو کر رہے تھے۔ نیناں کی نگاہیں شیراز اور شیراز کی نگاہیں نیناں پر تھیں۔ اس بات سے بے خبر کی نیلماں کی نگاہیں ان دونوں پر تھیں۔ اور اسے یہ سب بالکل اچھا نہیں لگ رہا تھا مگر اس وقت کچھ کہنا ٹھیک نہیں تھا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ بعد میں نیناں سے بات کرے گی۔ اسے اس کی حدیں بتائے گی۔

بابا صاحب ہال میں داخل ہوئے تو سب خاموشی سے ان کی جانب دیکھنے لگے۔ بابا صاحب نے وقت ضائع کئے بغیر شیراز کو اپنے قریب بلایا۔ وہ اس کیلئے تیار تھا جبکہ نیناں کی دھڑکنیں تھم سی گئیں۔ رضیہ اور آفندی صاحب نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ وہ ایک دم سے شیراز کیلئے فکرمند سے ہوگئے، اتنا تو انہیں پتہ تھا کہ بابا صاحب نے یونہیں شیراز کو نہیں بلایا تھا۔ کوئی انہونی ہوئی ہے مگر کیا...... یہ سننا ابھی باقی تھا اس لئے سب سانس روکے بابا صاحب کے اگلے فیصلے کے منتظر تھے۔

''عباد نے ہمیں بتایا کہ تم اور نیناں اس سے ملنے گئے تھے، یہ سچ ہے یا جھوٹ.........؟'' بابا صاحب نے بنا تمہید باندھے اس سے سوال کیا۔ سب نے ایک دوسرے کی جانب حیرت سے دیکھا۔

''عباد سے ملنے گیا تھا اور نیناں اس لئے گئی تھی کہ وہ مجھے روک سکے۔'' شیراز نے جلدی سے کہا۔

''نیناں کو الہام ہوا تھا کیا؟'' بابا صاحب نے اسے بغور دیکھا۔ شیراز نے نگاہوں کا زاویہ بدل دیا اور اسی طرح بولا۔ ''وہ میں نے اس سے ذکر کیا تھا اس لئے۔''

''میں پوچھ سکتا ہوں کہ میری اجازت کے بغیر تم نے ایسا قدم کیوں اٹھایا؟'' وہ گرجدار آواز میں بولے۔

''مجھے پتہ چلا ہے کہ عباد دوسری شادی کر رہا ہے، میں نہیں چاہتا تھا کہ زویا پر ظلم ہو اس لئے میں اسے سمجھانے گیا تھا اور بس.........؟'' وہ دھیمی آواز میں بولا۔

''تمہیں شاید یاد نہیں کہ زویا عرصہ ہوا ہمارے لئے مرگئی ہے اور مرے ہوئے لوگوں کیلئے مغفرت کی دعا مانگی جاتی ہے تاکہ ان کے حق کیلئے آواز اٹھائی جائے۔'' بابا صاحب پہلے سے زیادہ غصے میں آگئے۔

''کہہ دینے سے نہ تو رشتے بنتے ہیں اور نہ ٹوٹتے ہیں، آپ کو شاید آج بھی لگتا ہو کہ جو ہوا، اس میں زویا بھی برابر کی شریک تھی، لیکن میری نظر میں وہ آج بھی بے قصور ہے اور میں ہی کیا یہ بات سب ہی جانتے ہیں، بس آپ کے ڈر سے کچھ نہیں کہہ پاتے۔'' شیراز کی بے باکی پر سب حیران تھے۔

''تو تم بابا صاحب سے نہیں ڈرتے؟'' بابا صاحب نے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

''میں آپ کی عزت اپنے والدین سے بھی زیادہ کرتا ہوں، آپ سے محبت کرتا ہوں لیکن اگر بات حق کی ہے تو پھر کوئی ڈر انسان پر حاوی نہیں ہوتا'' شیراز صاف گوئی سے بولا۔ سب کے سب سناٹے میں آگئے۔

زوبیہ نے قریب بیٹھے شاہ دل کو آہستگی سے کہا۔ ''شیراز کو کیا ہوگیا ہے، بابا صاحب سے اس طرح بات کیوں کر رہا ہے حالانکہ جانتا ہے کہ بابا صاحب اس گستاخی پر اسے کوئی سزا دے سکتے ہیں۔'' زوبیہ بہت پریشان تھی۔

''کچھ رشتے ایسے ہوتے ہیں جن کیلئے کچھ قربان کیا جاسکتا ہے۔ شیراز زویا کو بہنوں کی طرح چاہتا ہے اور نیناں تو اس کیلئے سب کچھ ہے۔'' شاہ دل نے سراہنے والے انداز میں شیراز کو دیکھا۔ زوبیہ کو پہلی بار لگا کہ شاہ دل نے اس سے نہ سہی کسی نہ کسی سے بڑی شدت سے محبت کی تھی، تبھی تو اس کے دل میں محبت کی اتنی قدر تھی، کاش شاہ دل وہ عورت میں ہوں۔ زوبیہ نے حسرت سے سوچا۔

''اس کا مطلب ہے شیراز تمہیں اپنی غلطی پر کوئی پچھتاوا نہیں؟'' بابا صاحب نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

''نہیں۔'' اس مرتبہ بھی وہ صاف گوئی سے بولا۔

بابا صاحب بھڑک اٹھے۔ ''تو ٹھیک ہے جب تک تمہیں اپنی غلطی پر پچھتاوا نہیں ہوتا، تمہارے لئے اعوان پیلس اور آفندی ہاؤس جانے والے تمام راستے آج سے بند ہیں کیونکہ باغیوں کیلئے ہمارے خاندان میں کوئی جگہ نہیں۔''

وہ گرجدار آواز میں بولے۔

سب لوگ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ سب اس کی حمایت میں کوئی نہ کوئی دلیل دینا چاہتے تھے لیکن اس سے قبل کہ کوئی کچھ کہتا، بابا صاحب نے قدرے اونچی آواز میں کہا۔ ''اب ہم اس معاملے میں کسی سے کچھ نہیں سننا چاہتے اور اگر کسی کو ہمارے فیصلے پر اعتراض ہے تو

وہ بھی بصد شوق یہ گھر چھوڑ کر جا سکتا ہے، ہمیں ایسے لوگوں کی کوئی ضرورت نہیں جن کے نزدیک ہمارے فیصلوں کی کوئی اہمیت نہ ہو۔" وہ اتنا کہہ کر تیز تیز قدموں سے ہال سے باہر نکل گئے۔

تب سب سے پہلے شاہ دل اور فراز آگے بڑھے تھے۔ "تم کہیں مت جانا، ہم بابا صاحب سے بات کرتے ہیں، وہ اب اتنے بھی سنگدل نہیں ہیں کہ اتنی چھوٹی سی بات کیلئے تمہیں معاف نہ کر سکیں۔" شاہ دل نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے تسلی دی۔

"ہاں شیراز ایک مرتبہ کوشش کرنے دو، کیا پتہ وہ مان جائیں۔" فراز بھی پرامید تھا۔

شیراز خاموش تھا۔

تب رضیہ بولیں۔ "پتہ نہیں ہمیشہ ایسا کیوں ہوتا ہے جب بھی ہماری نگاہیں بابا صاحب کے سامنے جھکتی ہیں اس کی وجہ تم ہی ہوتے ہو، کبھی کسی کا دل توڑتے ہو، کبھی کسی کا مان......... پتہ نہیں تمہیں ہمارے گھر میں پیدا کر کے خدا نے ہمیں کس بات کی سزا دی ہے اور آج تمہاری وجہ سے نیناں کی ذات پر حرف آ رہا تھا، تمہاری ذات سے اسے ہمیشہ دکھ ہی ملے ہیں۔" رضیہ کا دل رو رہا تھا مگر پھر بھی وہ اسے کوس رہی تھیں۔

"پاپا! پلیز امی کو سمجھائیں اتنی معمولی بات پر یوں ناراض ہونا ٹھیک نہیں ہے۔" فراز نے مدد طلب نگاہوں سے آفندی کی جانب دیکھا۔ وہ بھی کم غصے میں نہیں تھے۔ اس لئے کسی قدر بپھرے انداز میں بولے۔ "یہ معمولی بات نہیں ہے فراز! اس نے بابا صاحب کی حکم عدولی کر کے ان کی توہین کی ہے اور اس بات کیلئے میں بھی اسے معاف نہیں کر سکتا۔"

اور پھر سب نے مختلف انداز میں شیراز کو جتایا کہ اس نے کتنی بڑی غلطی کی ہے مگر اس نے کسی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے ہال سے باہر نکل گیا۔

نیناں اس کے پیچھے آئی تھی۔ وہ ایک تناور درخت کے تنے پر ہاتھ جمائے کھڑا تھا، شام رات کی چادر اوڑھ چکی تھی، چاروں طرف سناٹا تھا۔ نیناں اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

"کیوں شیراز! آپ نے مجھے بولنے کیوں نہیں دیا؟ اب سب آپ کو کتنا غلط کہہ رہے ہیں، یہاں تک کہ پھپھو اور آفندی انکل کو بھی لگتا ہے کہ یہ سب آپ نے کیا، آپ نے کیوں نہیں بتایا کہ یہ سب کچھ میرا کیا دھرا ہے، میرا دماغ خراب ہو گیا تھا، ابھی بھی کچھ نہیں بگڑا، آپ چل کر سب کو بتا دیں۔" نیناں نم آنکھوں سے اسے تکتے ہوئے بضد تھی۔

"تم جانتی ہو بتانے کے بعد کیا ہوگا؟ بابا صاحب تم پر پہرے لگا دیں گے، گھر کے لوگ تمہیں طعنے دیں گے اور پھر شاید تم اسی محل میں رہنے والوں کی نظر سے اتنی گر جاؤ کہ کوئی تم پر کبھی بھی اعتبار نہ کر سکے، تب تمہیں زندگی بوجھ لگنے لگے گی اور جب تم خود ہی اپنی زندگی سے

نفرت کرنے لگو گی تو فہد کو زندگی سے پیار کرنا کیسے سکھاؤ گی؟" شیراز نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

"آپ کو کیا لگتا ہے کہ اب جو ہو رہا ہے، وہ کبھی کسی کو پتہ نہیں چلے گا اور جب آپ کی غیر موجودگی میں آپ کیلئے پھپھو کو روتے ہوئے دیکھوں گی تو مجھ میں اتنا حوصلہ بھی نہیں ہوگا کہ انہیں تسلی ہی دے سکوں کیونکہ ان کی اولاد کو ان سے دور کرنے کی وجہ میں خود ہی ہوں، اس حساس جرم کے ساتھ میں کیسے جیوں گی؟" نیناں سے یہ برداشت کرنا مشکل ہو گیا۔

"میں صحیح کر رہا ہوں یا غلط......... یہ تو میں نہیں جانتا لیکن میں نے جو کیا اور کر رہا ہوں، وہ صرف اور صرف اس لئے کہ تمہیں کسی کے سامنے نگاہیں نہ جھکانی پڑیں، اس لئے نہیں کہ مجھے تمہاری آنکھوں میں آنسو دیکھنے پڑیں، اتنی بڑی سزا تو مجھے بابا صاحب نے بھی نہیں دی، جتنی تم دے رہی ہو۔" شیراز کی آنکھوں میں بہت سارے جذبات تھے، جنہیں اگر الفاظ مل جاتے اس گھڑی وہ الفاظ ہرگز بے اثر نہ جاتے، بلکہ نیناں کی روح میں اتر جاتے لیکن شیراز اب یہ سب اس کی زبان سے سننا چاہتا تھا، یہ تاثر اس کے الفاظ میں بھی چاہتا تھا۔ شیراز کے دل میں اب بھی امیدیں باقی تھیں۔

"میں نہیں جانتا کہ اب کبھی ہماری ملاقات ہوگی بھی یا نہیں لیکن.........!" وہ مزید کچھ کہنا چاہتا تھا تبھی لرز کر نیناں نے اس کی بات قطع کی۔ "ایسا مت کہیں پلیز!"

"اپنا خیال رکھنا۔" شیراز اتنا کہہ کر چلا گیا۔ نیناں اسے دور تک جاتا دیکھتی رہی۔

❋❋❋

زویا کی اب تک دوبارہ عباد سے بات نہیں ہوئی تھی، وہ عباد کی باتوں سے بہت ہرٹ ہوئی تھی اس لئے اس کے حلق سے ایک نوالہ تک نیچے نہیں اترا تھا۔ عباد کے علاوہ سبھی نے اسے کھانے کیلئے کہا تھا مگر اس نے ایک لقمہ تک نہیں لیا تھا، اسے دکھ تھا کہ عباد کو اس کی ذرا بھی پروا نہیں تھی، زویا کمرے میں آئی تو وہ بیٹھا کوئی کتاب پڑھ رہا تھا، زویا نے الماری کے نیچے سے بیگ نکالا اور اس میں اپنے کپڑے اور دوسرا سامان رکھنے لگی، عباد نے چند لمحے اسے دیکھا اور صوفے سے اٹھ کر زویا کی پشت پر آن کھڑا ہوا۔

زویا نے پلٹ کر اسے نہیں دیکھا تب عباد کو ہی متوجہ کرنا پڑا۔ "یہ پیکنگ کس لئے؟"

"آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے میں یہ گھر چھوڑ کر جا رہی ہوں۔" وہ بہت سنجیدگی سے بولی۔

"اچھا.........! کہاں جانے کا ارادہ ہے؟" عباد کا موڈ اب کافی بہتر ہو چکا تھا۔

"کہیں بھی جاؤں بھلے کسی فٹ پاتھ پر رہوں، آپ کو کیا فرق پڑتا ہے۔" زویا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"زویا.........!" وہ تڑپ اٹھا۔ "پلیز ایسا مت کہو۔" اسے دکھ ہوا تھا۔

"جن لوگوں کے گھر نہیں ہوتے، ان کیلئے فٹ پاتھ سے بہتر جگہ اور کیا ہو سکتی ہے۔"

زویا کے لہجے میں کرب تھا، عباد نے بے اختیار اس کو شانوں سے تھام لیا۔ "میں جانتا ہوں کہ میرے لفظوں سے میرے رویئے سے تمہیں بہت تکلیف پہنچی ہے لیکن میرا یقین کرو میں نے جو کہا غصے کی وجہ سے کہا تھا کہ میں یہ کبھی برداشت نہیں کر سکتا کہ کوئی اور ہماری ذاتی زندگی میں دخل اندازی کرے، نفرت ہوتی ہے جب کوئی یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ اسے تمہاری پرواہ مجھ سے زیادہ ہے۔" وہ صاف گوئی سے بولا۔

"آپ جو بھی کہیں لیکن آپ نے مجھ سے کہا تھا کہ میں یہ گھر چھوڑ دوں اور یہ بات میں نہیں بھول سکتی۔" اس کی خفگی اب بھی برقرار تھی۔ اب بھی اس کے آنسوؤں میں تسلسل تھا۔

"اگر معاف نہیں کر سکتیں تو سزا دے لو۔" عباد نے اپنی انگلیوں کے پوروں سے اس کے آنسو چنتے ہوئے کہا۔ وہ خاموش رہی۔

"اگر میری غلطی اتنی بڑی ہے تو میں ہاتھ جوڑتا ہوں۔"

اور اس سے قبل کہ وہ زویا کے آگے ہاتھ جوڑتا، زویا نے اس کے ہاتھ تھام لیے۔

"نہیں عباد! نہیں میں یہ کبھی نہیں چاہوں گی کہ آپ کسی کے سامنے جھکیں، میرے سامنے بھی نہیں کیونکہ جتنی تکلیف مجھے آپ کی باتوں سے ہوتی ہے، اس سے زیادہ مجھے آپ کے اس عمل سے ہو گی۔" زویا صداقت سے بولی۔

"اب معلوم ہوا کہ تمہاری جگہ اس دل میں اور کوئی نہیں لے سکتا۔" عباد نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔ زویا کی نگاہیں جھک گئیں۔ اب ایک دوسرے سے کوئی گلہ شکوہ نہیں رہا تھا۔

✵ ✵ ✵

شیراز گھر سے چلا گیا تھا۔ رضیہ چاہ کر بھی اسے روک نہیں پائیں کیونکہ وہ بابا صاحب کی حکم عدولی نہیں کر سکتی تھیں اور نہ آفندی ان کی بات کو جھٹلا سکتا تھا لیکن وہ اپنی ممتا کا کیا کرتیں جو تڑپ رہی تھی، مشکل ہی سے وہ خود کو سنبھالے بیٹھی تھیں۔

نیناں کو یوں لگ رہا تھا کہ جیسے کچھ کھو گیا ہو، جیسے زندگی کے اس کھیل میں اسے بہت بڑا گھاٹا ہوا ہو، بابا صاحب اور باقی تمام لوگ اسے ایک باغی کی نظر سے دیکھ رہے تھے۔

وہ لان میں تنہا بیٹھی اسی کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ "کہاں ہو گا شیراز......؟" پتہ

نہیں کھانا بھی کھایا ہو گا یا نہیں پھر شاید میری طرح اس کے حلق سے بھی نوالہ نہیں اتر رہا ہو گا۔ شیراز کی تکلیف کے بارے میں سوچ سوچ کر اسے بھی تکلیف ہو رہی تھی۔

رضیہ اسے کھانے کیلئے بلانے لان میں آئیں تو نیناں کو اس طرح دیکھ کر اسے عجیب سے لگا۔ یوں روتے ہوئے انہوں نے "اعوان پیلس" میں نیلماں کو بھی نہیں دیکھا تھا، پتہ نہیں کیوں رضیہ بے وجہ بے ارادہ موازنہ کرنے لگیں، لیکن اگلے ہی پل انہوں نے خود کو جھڑکا کہ وہ کیا فضول بات سوچ رہی ہیں۔ بھلا شیراز کے معاملے میں نیناں اور نیلماں کا موازنہ کیسے کیا جا سکتا ہے، شیراز کی زندگی میں دونوں کے مقام علیحدہ تھے، دونوں الگ الگ رشتوں سے اس کی زندگی کا حصہ بنی تھیں اور سب سے بڑھ کر دونوں کے دلوں میں شیراز کیلئے جذبات و احساسات کی نوعیت مختلف تھی۔

رضیہ اس کے قریب رکھی دوسری کرسی پر آ بیٹھیں تو نیناں نے سرعت سے آنسو صاف کرتے ہوئے مسکرانے کی کوشش کی۔

"میں جانتی ہوں آج جو ہوا، اس سے تم بھی ڈسٹرب ہو گئی ہو، غلطی نہ ہوتے ہوئے گنہگاروں کی فہرست میں شریک ہونا بڑا تکلیف دہ ہوتا ہے لیکن کیا کریں شیراز کی وجہ سے......!"

اس سے پہلے کہ وہ اپنی بات مکمل کرتیں، نیناں نے تیزی سے ان کی بات قطع کی۔ "پلیز پھپھو! بس کیجئے، پہلے ہی سب لوگ ان پر الزام لگا رہے ہیں، نفرت کر رہے ہیں، سزا دے رہے لیکن آپ، آپ تو ان کی ماں ہیں، انہیں سب سے زیادہ جانتی ہیں، آپ کو کیا لگتا ہے کہ وہ کیا کبھی بابا صاحب کے وقار کو ٹھیس پہنچا سکتے ہیں؟ بھلا اس میں ان کا کیا فائدہ ہے؟"

رضیہ خاموش ہو گئیں۔ نیناں بولتی رہی۔ "انسان دنیا میں دو لوگوں کی نفرت کبھی برداشت نہیں کر سکتا، ایک ماں کی جو زندگی دیتی ہے اور ایک اس انسان کی جو زندگی کے ہر راستے پر قدم سے قدم ملا کر چلنے کا وعدہ کر چکا ہو، ماں کا ہاتھ سر سے ہٹ جائے اور ساتھ دینے والا ہاتھ بیچ منجدھار میں چھوڑ دے تو دل پر کیسی قیامت گزرتی ہے، اس کا کوئی اندازہ بھی نہیں لگا سکتا۔"

رضیہ کو اتنا اندازہ ہو گیا تھا کہ نیناں، شیراز کے دکھ کو بڑی شدت سے محسوس کر رہی ہے۔ اس بات نے انہیں حیران بھی کیا تھا مگر رضیہ نے اپنی حیرت ظاہر نہیں ہونے دی۔

"پھپھو! پلیز آپ ان سے منہ مت موڑیں، آپ کی نفرت انہیں جیتے جی مار دے گی۔" وہ ملتجی تھی۔

"اس نے کام ہی ایسا کیا ہے، ہمیں بابا صاحب سے گزارش کرنے کے لائق بھی نہیں

چھوڑا، اب جب تک بابا صاحب اسے معاف نہیں کریں گے، کوئی بھی اس کیلئے کچھ نہیں کر سکتا اور اچھا ہوگا کہ تم اس کے بارے میں سوچ سوچ کر وقت برباد مت کرو۔" رضیہ نے اس انداز میں کہا کہ نیناں کو بہت برا لگا مگر وہ ان سے کچھ نہیں کہہ سکتی تھی، کیونکہ اس کے پاؤں میں رشتوں کی زنجیریں تھیں۔

❋❋❋

شیراز اپنے ایک دوست کے پاس آ گیا تھا۔ اس چھوٹے سے مکان میں دو کمرے تھے اور اس میں پہلے سے تین لڑکے کرائے پر رہ رہے تھے۔ انہوں نے شیراز کو کھلے دل سے خوش آمدید کہا تھا۔

شیراز اب بھی پریشان تھا کیونکہ اس کیلئے آفندی صاحب کے آفس میں کیا احکامات جاری کیئے گئے تھے، اس سے اب تک وہ بے خبر تھا نجانے صبح کیا دھماکہ ہونے والا تھا۔ تمام رات اسی پریشانی کی نذر ہوگئی۔

❋❋❋

کرن گیٹ سے کچھ دور سدرہ کا انتظار کر رہی تھی۔ تبھی اتفاق سے آفاق آ گیا۔ کرن نے اسے دیکھتے ہی مودبانہ انداز میں سلام پیش کیا، جواباً آفاق نے بنا سلام کا جواب دیئے گفتگو کا آغاز کیا۔

"عباد دوسری شادی کر رہا ہے، کیا یہ سچ ہے؟" آفاق نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"یہ ہمارے گھر کا معاملہ ہے اور اپنے ذاتی معاملات کو ڈسکس کرنے کی مجھے عادت نہیں ہے۔" کرن بے رخی سے بولی۔

"ذاتی معاملہ تب تک رہتا ہے جب تک یہ چاردیواری میں موجود رہے لیکن اب تمہیں اندازہ بھی نہیں کہ اس معاملے میں کتنے لوگ انوالو ہو چکے ہیں، زویا کی خاطر شیراز نے عباد کو سمجھانے کی کوشش کی تھی اور عباد نے یہ بات بابا صاحب تک پہنچا دی، آخر تمہارا بھائی چاہتا کیا ہے؟" آفاق کو غصہ آ رہا تھا۔

"شاید آپ کچھ بھول رہے ہیں کہ اعوان پیلس کے رہنے والے بڑی بیدردی سے زویا بھابی سے ہر تعلق توڑ چکے ہیں، یہ سوچے بنا کہ ان کے دل پر کیا گزری تو اب ان کی زندگی میں کیا ہو رہا ہے اور کیا نہیں، اس بات سے آپ لوگوں کو کیا فرق پڑتا ہے۔" کرن قدرے خفا تھی۔

"زویا کا ہر رشتہ چھوٹ جانے کی اور ہر درد کی وجہ صرف اور صرف تمہارا بھائی عباد ہے۔" آفاق نے قدرے حقارت سے کہا۔

"آپ میرے بھائی کو اس لئے غلط کہہ رہے ہیں کیونکہ آپ نے کبھی بھی کسی سے محبت نہیں کی، جو لوگ محبت کرتے ہیں، وہی جانتے ہیں کہ محبت ہر حد سے گزرنے کا نام ہے۔" سنجیدگی سے بولی۔

"تم کس بل پر یہ سب کہہ رہی ہو، تم نے بھی تو کسی سے محبت نہیں کی۔" آفاق نے اسے گھورا۔

"محبت ہر انسان کرتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ کسی کے لفظوں میں محبت ہوتی ہے مگر دل اس کے احساس سے آشنا نہیں ہوتا اور کسی کے لہو کر ہر بوند میں محبت ہوتی ہے مگر زبان اتنی زہر آلود ہوتی ہے کہ خود وہ اپنے اندر اٹھتی محبت کی آواز کو نہیں سن پاتا اور جو کچھ وہ خود نہیں سن پاتا، وہ بھلا کسی کو کیسے سنا سکتا ہے۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ مجھ میں محبت کرنے کی اہلیت نہیں ہے؟" آفاق کو غصہ آ گیا۔

جواباً کرن دھیرے سے مسکرائی۔ "آفاق صاحب! محبت کوئی ڈگری نہیں جسے کوئی انسان اپنی قابلیت کے بل بوتے پر حاصل کر لے۔ محبت تو.........!" وہ بہت کچھ کہنا چاہتی تھی مگر کہتے کہتے رک گئی۔ ایک پل کیلئے دونوں کے درمیان خاموشی حائل رہی۔ آفاق اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

"چھوڑیں رہنے دیں، آپ نہیں سمجھیں گے، آپ سمجھ بھی نہیں سکتے۔" وہ اتنا کہہ کر آگے بڑھنے لگی۔

تبھی آفاق اس کی راہ میں حائل ہوگیا۔

"تمہیں صرف اپنے بھائی کی محبت دکھائی دیتی ہے، وہ رسوائی نہیں جو اس کے غلط قدم کے سبب زویا اور ہمارے خاندان کے حصے میں آئی، تم سوچ بھی نہیں سکتیں کہ اس رسوائی نے ہماری زندگی کتنی مشکل کر دی ہے، لیکن میں یہ سب تم سے کیوں کہہ رہا ہوں، درد کا احساس تو اسے ہوتا ہے جسے چوٹ لگتی ہے۔ بہرحال وقت ہر ایک کا حساب و کتاب کر دیتا ہے، عباد سے بھی وقت حساب لے گا۔" آفاق اتنا کہہ کر چلا گیا۔

اب نجانے کیا ہونے والا تھا۔ کرن کا دل سہم گیا تھا۔

❋❋❋

تمام لوگ سٹنگ روم میں موجود تھے، موضوع شیراز تھا، سب بی جی کو مجبور کر رہے تھے

کہ وہ بابا صاحب کو شیراز کو سفینہ کی شادی میں شریک ہونے کی اجازت دلوادیں۔ سب سے پہلے مدحت بولیں۔ ''بی جی! شیراز نے پہلی مرتبہ بابا صاحب کی اجازت کے بنا کوئی قدم اٹھایا ہے اور پہلی خطا تو سب کی معاف ہوتی ہے اور کچھ نہیں تو انہیں رضیہ کا ہی خیال کرنا چاہئے۔ بھلے اس نے زبان سے ایک لفظ نہیں کہا مگر ایک ماں ہونے کے ناتے اس کے دل پر کیا گزر رہی ہوگی، پلیز بابا صاحب سے کہیے اس کی ممتا کی اتنی کڑی آزمائش نہ لیں۔''

''میرا بھی خیال ہے کہ بابا صاحب کو معاملے کو انا کا مسئلہ نہیں بنانا چاہئے۔'' ثمن بولیں۔

''ہاں بی جی! ایک مرتبہ آپ بابا صاحب سے بات کر کے دیکھئے۔ کم از کم اسے سفینہ کی شادی میں تو آنے کی اجازت ہونی چاہئے۔ ورنہ لوگ عجیب عجیب سوالات کریں گے، ہم کہاں تک ان کو جواب دیں گے۔'' ذاکرہ بھی پریشان تھیں۔

''ٹھیک ہے، میں ان سے بات کرتی ہوں، ہوسکتا ہے کہ وہ مان جائیں۔'' بی جی نے سب بات سننے کے بعد کہا۔

❋❋❋

''بی جی! بابا صاحب سے کہئے گا کہ اس گھر سے جانے سے قبل ان سے آخری مرتبہ کسی خواہش کا اظہار کر رہی ہوں، اگر ہو سکے تو وہ میری اس خواہش کو آخری خواہش سمجھ کر اس کا مان رکھ لیں۔''

سفینہ نے دھیمے لہجے میں بس اتنا ہی کہا۔ بی جی نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ سفینہ کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ شیراز کے اس طرح سے جانے کا صدمہ انہیں بھی تھا۔ لیکن سب کچھ ہونے کے باوجود اب بھی امید تھی کہ بابا صاحب اس کی بات رد نہیں کریں گے۔

❋❋❋

آفندی صاحب نے شیراز کو صاف الفاظ میں کہہ دیا تھا کہ وہ اب ان کے آفس میں باقی تمام لوگوں کی طرح رہے گا، مالکان کی طرح نہیں اور شیراز اس پر متفق ہوگیا تھا کیونکہ وہ کسی صورت اپنوں کا ساتھ نہیں چھوڑنا چاہتا تھا، وہ آفندی صاحب کے کمرے سے نکل گیا تو فراز نے مودبانہ انداز میں کہا۔ ''پاپا! پلیز شیراز کو اتنی چھوٹی غلطی کی اور کتنی سزا ملے گی؟''

''اگر پہلی غلطی کا احساس شدت سے نہ دلایا جائے تو انسان کو غلطیاں کرنے کی عادت پڑ جاتی ہے اور میں نہیں چاہتا کہ میرے بچے بابا صاحب کی نظروں میں اتنا گر جائیں کہ مجھے خود سے شرم آنے لگے۔'' آفندی صاحب نے اپنے سامنے میز پر رکھے فائل کھولتے ہوئے کہا۔ جس کا مطلب تھا کہ وہ مزید اس معاملے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتے۔ فراز کو برا تو لگا مگر وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا، اس لئے خاموشی سے کمرے سے باہر چلا گیا۔

❋❋❋

آخر بی جی نے بابا صاحب کو کسی نہ کسی صرح اس بات پر راضی کر لیا تھا کہ شیراز، سفینہ کی شادی میں شرکت کر لے۔ اس خبر سے سب ہی بہت خوش ہوئے تھے اور ان کا خوش ہونا ایک فطری سی بات تھی، لیکن نیناں کی خوشی قابل دید تھی، اس نے پورے گھر کی صفائی کروائی، پردے اور چادریں بدلوائیں اور اپنے ہاتھوں سے اس کے کمرے میں تازہ گلاب کے پھول

سجائے۔ یوں لگتا تھا کہ جیسے آج کوئی تہوار کا دن ہو۔ رضیہ شیراز کے کمرے میں آئیں تو حیران رہ گئیں۔ ''اتنا صاف ستھرا اور سجا سجایا کمرہ.........نیناں! آج تو تم نے واقعی بڑے دل سے کمرہ سجایا ہے، ہر چیز میں تمہاری محبت کا عکس دکھائی دے رہا ہے۔'' رضیہ نے عام سے لہجے میں کہا تھا مگر نیناں یوں جھینپ گئی کہ جیسے انہوں نے نیناں کے دل کا چور پکڑ لیا ہو۔ اس لئے جلدی سے بولی۔ ''پھپھو! آج آپ نے سب کو رات کے کھانے پر مدعو کر کے بہت اچھا کیا، اس سے شیراز کو احساس ہوگا کہ ان چند دنوں میں کوئی بھی ان کو نہیں بھولا، سب ہی ان کے لئے تڑپے ہیں، سب نے انہیں ہر پل یاد کیا ہے۔'' نیناں کی آنکھیں نم سی ہو گئیں۔

رضیہ نے قریب آ کر نرمی سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ نیناں چونک گئی۔ ''کیا بات ہے اس طرح رو کیوں رہی ہو؟'' رضیہ نے اسے حیرت سے دیکھا۔

''کچھ نہیں پھپھو! بس کچھ یاد آ گیا تھا۔'' نیناں نے جلدی سے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

''میں جانتی ہوں کہ تمہیں چھوٹی عمر میں اتنے دکھ ملے ہیں کہ جن کا حساب کرنے بیٹھو تو زندگی نکل جائے، لیکن میں یہ نہیں چاہتی کہ تم تمام عمر اس حساب کتاب میں پھنسی رہو، میں نہیں چاہتی کہ تمہاری زندگی یادوں کی نذر ہو جائے، اس لئے میں چاہتی ہوں کہ تم کوئی فیصلہ.......!''

''پھپھو!...........'' نیناں ان کی بات قطع کرتے ہوئے بولی۔ آواز میں لرزش تھی۔

''آج میں نے تم سے یہ بات کہنے کی بڑی مشکل سے ہمت کی ہے اس لئے مجھے کہنے دو، یہ تمہاری وفا کی انتہا ہے کہ تم نے اپنی زندگی کو سعد کی یادوں کی نذر کر دیا اور ایسا کر کے تم نے اسے رشتے کا حق ادا کر دیا ہے۔ اب تم پر اس رشتے ان یادوں کا کوئی قرض نہیں ہے اور اگر ہے تو وہ قرض میں یعنی سعد کی ماں تمہیں معاف کرتی ہے۔'' رضیہ بے حد سنجیدہ تھیں۔

''پھپھو! آپ یہ سب کچھ کیوں کہہ رہی ہیں، سعد کی یادیں میرے لئے بوجھ تو نہیں کہ جن سے آپ مجھے آزاد کرنا چاہتی ہیں۔'' نیناں حیران سی انہیں دیکھ رہی تھی۔

''دیکھو نیناں! زندگی میں لوگ آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں لیکن زندگی چلتی رہتی ہے۔ وہ کسی کیلئے نہیں رکتی، جو لوگ ٹھہر جاتے ہیں، وقت انہیں پیچھے چھوڑ کر آگے بڑھ جاتا ہے۔ تب انسان پچھتاوؤں کے ساتھ تنہا رہ جاتا ہے۔ مجھے کہتے ہوئے اچھا نہیں لگ رہا لیکن مجھے کہنا پڑ رہا ہے کیونکہ میں نہیں چاہتی کہ تمہاری زندگی میں کوئی پچھتاوا رہے، سعد اب تمہارا ماضی بن چکا ہے، اس کی یادیں تمہارے ساتھ ہوتے ہوئے بھی تم تنہا ہی رہو گی، تم اپنے دل میں تھوڑی سی

گنجائش پیدا کر لو، زندگی آسان ہو جائے گی تمہاری بھی اور فہد کی بھی......میری بچی! یہ زندگی اب تمہاری زندگی ہے اور تمہیں باقی دوسرے لوگوں کی طرح اسے اپنی مرضی سے گزارنے کا پورا حق ہے، تم جلد فیصلہ کرو اور اس بات کو بالائے طاق رکھ کر کہ لوگ کیا سوچیں گے، یہ ڈر بھی دل سے نکال دو کہ فہد کو کوئی بھی تم سے چھینے گا، وہ تمہارا بیٹا ہے، جہاں تم رہو گی، وہیں وہ بھی رہے گا۔'' رضیہ کو یہ سب کچھ کہتے ہوئے تکلیف تو ہوئی مگر پھر بھی کہہ گئیں کیونکہ وہ صرف سعد کی نشانی کو اپنے پاس رکھنے کیلئے اس پر اتنا بڑا ظلم نہیں کر سکتی تھیں۔

رضیہ کے جانے کے بعد نیناں کتنی دیر روئی تھی۔ کوئی بوجھ دھیرے دھیرے دل سے سرک رہا تھا، اسے یوں لگ رہا تھا کہ جیسے رضیہ نے اس کو نہیں، اس نے خود کو اپنے ہاتھوں سے آزاد کیا ہو۔

❋ ❋ ❋

شیراز لوٹ آیا تھا۔ سبھی خوش تھے۔ وہ بھی سب لوگوں کو اپنے گھر میں دیکھ کر بہت خوش ہوا، سب سے بڑی خوشدلی سے ملا مگر نیناں کا حال تک نہیں پوچھا۔ اسے حیرت ہوئی۔ کہاں تو شیراز نے اس کی خاطر اتنی بڑی سزا قبول کر لی تھی اور کہاں اب وہ اس سے ڈھنگ سے بات بھی نہ کر رہا تھا۔ نیناں کو عجیب تو لگ رہا تھا۔ دکھ بھی ہوا مگر اس نے ظاہر نہیں ہونے دیا۔

دعوت ختم ہونے کے بعد وہ لان میں درخت سے پشت ٹکائے تنہا کھڑی تھی، تبھی شیراز اس کے پاس چلا آیا۔ ''یہاں اکیلی کیوں کھڑی ہو، اتنی رات ہو گئی ہے، سونے کا ارادہ نہیں؟'' مسکراتے ہوئے بولا۔

''بس ویسے ہی نیند نہیں آ رہی تھی۔'' نیناں نے اتنا کہہ کر نگاہوں کا زاویہ بدل لیا۔

''تمہارے پاس تو نیند آنے کا بڑا اچھا طریقہ ہے۔'' شیراز مسکرایا۔

''میرے پاس......؟'' نیناں نے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

''اور کیا بھئی، کہتے ہیں کہ جب انسان کو سکون میسر آ جائے تو نیند خود بخود آنکھوں میں اتر آتی ہے اور تمہارا سکون تمہاری یادوں میں ہے، اپنی خوبصورت یادوں کا ہاتھ تھامو اور آنکھیں بند کر دو، نیند خود بخود آ جائے گی۔'' شیراز نے گویا طنز کیا۔

''طنز کر رہے ہیں؟'' نیناں کو دکھ ہوا۔

''خیر چھوڑو یہ بتاؤ کہ میری غیر موجودگی میں مجھے کس کس نے مس کیا؟'' شیراز نے کچھ جواب دینے کی بجائے موضوع ہی بدل دیا۔

نیناں نے بھی سرعت سے خود کو سنبھالا۔

”آپ کو کیا لگتا ہے کس نے آپ کو سب سے زیادہ مس کیا ہوا گا؟“ اس نے جواب دینے کی بجائے سوال کیا۔

”بھئی امی نے تو میرے لئے خوب آنسو بہائے ہوں گے، آخر میری ماں ہیں اور پاپا کبھی اپنی دل کیفیت کو ظاہر نہیں ہونے دیتے، فراز بھائی بالکل پاپا پر گئے ہیں اور تمہارے پاس تو پہلے ہی بے تحاشا یادیں ہیں، کسی بھی قیمت یاد کو اپنی جگہ سے ہٹا کر میری یاد کو تم جگہ دینے سے رہیں، ہاں ایک نیلماں ہے جس کے بارے میں مجھے یقین ہے کہ اس نے میری یاد میں رو رو کر برا حال کرلیا ہوگا، آخر مجھے اتنی شدت سے چاہتی جو ہے اور سچ کہوں تو مجھے بھی اس سے دور ہو کر احساس ہوا کہ جیسی محبت وہ مجھ سے کرتی ہے ویسی محبت کوئی بھی مجھ سے نہیں کرسکتا۔“ شیراز بولا تو نجانے کیوں ننیاں کو کیوں اچھا نہیں لگا، شاید اس لئے کہ ایک شمع اس کے دل میں بھی روشن تھی۔

”کہتے ہیں کہ دور رہ کر جذبوں میں شدت آجاتی ہے، قریب آنے کی تمنا بڑھ جاتی ہے، میں نے پہلے کبھی اس بات پر یقین نہیں کیا، لیکن آج یہ میری زندگی کی حقیقت ہے، اب یہی دکھ لو کہ پہلے میں نے اپنے دل کی بات فون پر نیلماں سے نہیں کی، لیکن آج میرا دل چاہتا ہے۔“ شیراز ایک دم سے اس کے قریب آ کر کھڑا ہوگا۔ نیناں اپنے آپ میں سمٹ گئی۔ شیراز اور اس کے درمیان بمشکل ایک قدم کا فاصلہ تھا۔

”میرا دل چاہتا ہے کہ میں اس کے قریب جا کر اس کا ہاتھ تھام کر......!“ اتنا کہہ کر اس نے نیناں کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ نیناں اندر ہی اندر لرز اٹھی۔ شیراز بولے جا رہا تھا۔
”اس کا ہاتھ تھام کر کہوں کہ وقت ہمیں کسی بھی راستے پر لے جائے، ہم دونوں ایک دوسرے کی منزل رہیں گے، میں نہیں جانتا کہ تمہیں میری چاہت پر بھروسہ ہے یا نہیں لیکن میں اتنا جانتا ہوں کہ میری چاہت تم ہو، میرا یقین کرو کہ تم جس راہ پر میرے سنگ چلوگی، میں اس راستے سے اپنی منزل کا یقین باندھ دوں گا اور تم جہاں رک جاؤ گی، میں اسے اپنی منزل سمجھ لوں گا، یہ ہاتھ میرے ہاتھ میں رہے تو دنیا فتح کرسکتا ہوں، میں نے اپنی زندگی تمہارے نام کردی ہے، کیا تم اپنے دل میں مجھے تھوڑی سی جگہ دے سکتی ہو؟“ وہ بڑے جذب کے عالم میں بول رہا تھا۔ اس کے لفظوں میں پاکیزگی اور جذبات میں اتنی شدت تھی کہ نیناں کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ بے اختیار اس کا دل چاہا کہ وہ ہاں کہہ دے، کہہ دے کہ شیراز میرے دل میں تم نے کہیں نہ کہیں تھوڑی سی جگہ بنالی ہے، میں تنہائی میں تمہارے بارے میں سوچنے لگی ہوں لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہہ پاتی، شیراز نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

نیناں کو یوں لگا کہ جیسے اسے کسی نے خواب سے جگا دیا ہو۔ اس نے جلدی سے نگاہوں کا زاویہ بدل لیا کہ کہیں وہ اس کے دل کا راز نہ پا جائے اور اس کے بعد جو شیراز نے کہا، اسے سن کر بہت تکلیف ہوئی تھی۔ ”اگر میں نیلماں سے یہ سب کہوں گا تو اسے یقین ہو جائے گا کہ میں اس سے کتنی شدت سے محبت کرتا ہوں، پلیز بتاؤ نا۔“
”اس سے سب کچھ کہہ کر دیکھ لو، مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہو، اب مجھے الہام تو ہوتا نہیں۔“ نا چاہتے ہوئے بھی اس کی لہجے میں ہلکی سی تلخی در آئی۔
”سنا ہے کہ تمام لڑکیوں کی فیلنگز ایک جیسی ہوتی ہے اس لئے تم سے یہ جاننا چاہتا تھا کہ اگر یہ سب کسی نے تمہارے لئے کہا ہوتا تو تمہارے احساسات کیا ہوتے، تمہیں ہر لفظ پر یقین ہوتا تم آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھام لیتیں؟“ اس نے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔
ایک پل کیلئے اس کی سانسیں رکنے لگیں۔ ”مجھے نیند آرہی ہے، میں سونے جا رہی ہوں۔“ وہ اتنا کہہ کر اندر کی جانب بڑھ گئی۔ میں جانتا ہوں نیناں کہ آج تم سو نہیں پاؤ گی۔ شیراز پر یقین تھا۔

❋ ❋ ❋

اور وہ دن بھی آ ہی گیا جب عبیرہ کو اس گھر میں دلہن بن کر آنا تھا۔ صادقہ کی ہدایات کا سلسلہ صبح سے ہی جاری ہوگیا۔ انہوں نے خاص طور سے زویا کو ہدایت کی تھی وہ عبیرہ کے استقبال میں کسی قسم کی کسر نہ چھوڑے اور سب سے زیادہ اذیت اسے اس وقت محسوس ہوئی جب اسے عبیرہ کیلئے سیج سجانی پڑی۔ آنسو تھے کہ رک نہیں رہے تھے۔ اس گھڑی وہ شدت سے خواہش کر رہی تھی کہ کاش یہ پل زندگی میں آنے سے پہلے وہ مر جاتی، پھول ہاتھ میں لئے تو یکدم ہاتھ جھٹک دیئے، تمام پھول فرش پر گر گئے۔
کرن اسی وقت کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ ”کیا ہوا بھابی......؟“ وہ نرمی سے بولی۔
”پتہ نہیں کیوں کرن ایسا لگ رہا ہے کہ جیسے یہ پھول نہیں انگارے ہیں، دیکھو میرے ہاتھوں میں کتنی جلن ہو رہی ہے دیکھو......!“ زویا اتنا کہ کہہ کر دونوں ہتھیلیاں اس کے سامنے کر دیں۔

کرن نے بے اختیار اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔ اس یوں لگ رہا تھا کہ جیسے ابھی زویا کی سانسیں رک جائیں گی اور وہ بے ہوش ہو کر فرش پر گر پڑی تھی۔ کرن کی چیخ نکل گئی۔

❋ ❋ ❋

زویا کی آنکھ کھلی تو وہ اپنے کمرے میں نہیں بلکہ گیسٹ روم میں تھی اور سب اس کے

بیڈ کے گرد جمع تھے۔ کمال احمد اور کرن کی آنکھوں میں ہمدردی تھی، عباد پریشان تھا اور صادقہ قدرے خفگی سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ زویا نے اٹھنے کی کوشش کی تبھی کرن نے کہا۔ ''لیٹی رہیں بھابی! ڈاکٹر نے کہا ہے کہ آپ بہت ویک ہوگئی ہیں، آپ کو آرام کی سخت ضرورت ہے اور کمزور کیوں نہیں ہوں گی ہر وقت کام کرتی ہیں، کھانے پینے پر دھیان نہیں دیتیں اور باقی کسی کے پاس اتنی فرصت کہاں ہے کہ اس بات کا احساس ہو۔'' کرن نے عباد کو خفگی آمیز نگاہوں سے دیکھا اور وہ نادم سا ہو گیا۔

''اگر اپنی بھابی کی قصیدہ خوانی ہوگئی ہو تو میرے ساتھ کام میں ہاتھ بٹا دو۔'' صادقہ یہ کہہ کر کمرے سے نکل گئیں۔

تب عباد بولا۔ ''تم جاؤ کرن! میں زویا کے پاس ہوں۔'' وہ اٹھ کھڑی ہوئی تو کمال احمد بھی اس کے ساتھ چل دیئے۔

''زویا! میں جانتا ہوں کہ آج جو ہو رہا ہے، اس سے تمہیں کتنی تکلیف ہو رہی ہے لیکن......!'' اس سے پہلے کہ عباد اپنی بات مکمل کرتا، زویا بول پڑی۔ ''حیرت ہے کہ اتنا کچھ ہونے کے بعد اب بھی آپ کے پاس کہنے کو کچھ باقی ہے۔ اب بھی آپ وضاحت دے رہے ہیں؟'' وہ ایک ناقابل بیان اذیت سے گزر رہی تھی۔

''زویا......!'' عباد نے پھر کچھ کہنا چاہا۔

''آپ پلیز یہاں سے چلے جائیں اور کوشش کیجئے گا کہ آج کا دن گزرنے سے پہلے میرے سامنے نہ آئیں اور میں امید کرتی ہو کہ آپ اب مزید میرے ضبط کو نہیں آزمائیں گے۔'' اتنا کہہ کر زویا نے رخ موڑ لیا۔ اس کی برداشت جواب دے چکی تھی۔ عباد چلا گیا تو اس نے ضبط کے سارے بندھن توڑ ڈالے۔

❋❋❋

رضیہ اور نیناں ہال میں صوفے پر بیٹھی تھیں۔ دونوں کے درمیان کئی شرٹیں تھیں، کچھ شیراز کی تھیں اور کچھ فراز کی۔ نیناں سوئی دھاگا لئے بڑی توجہ سے بٹن ٹانک رہی تھی، تبھی شیراز بھی وہیں چلا اور سامنے والے صوفے پر بیٹھ گیا۔

''کیا آج تم آفس نہیں جاؤ گے؟'' رضیہ نے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

''وہ آج آفس ذرا لیٹ جانا ہے۔'' شیراز نے میز پر سے نیوز پیپر اٹھاتے ہوئے کہا اور پھر ان کی طرف متوجہ ہوا۔ ''ویسے امی! یہ صبح صبح کیا ہو رہا ہے؟'' اس نے سوالیہ نگاہوں سے رضیہ کو دیکھا۔

''تم لوگوں کے بٹن ٹوٹ جاتے ہیں تو ایک طرف شرٹس ڈال دیتے ہو، وہ تو نیناں ہے جس کی توجہ ہر چیز پر رہتی ہے، پتہ نہیں اگر نیناں نہ ہوتی تو اس گھر کا اور تم لوگوں کا کیا ہوتا؟'' رضیہ نے فکرمندی سے کہا، نیناں مسکرا دی۔

''میرا خیال ہے کہ کبھی کسی کو یہ احساس نہیں دلانا چاہئے کہ وہ نہ ہوتا تو کیا ہوتا، بلکہ یہ یاد دلانا چاہئے کہ اگر وہ نہ ہوتا تو کوئی دوسرا ہوتا۔'' شیراز کا انداز جتانے والا تھا۔ نیناں نے اسے چونک کر دیکھا۔

''یہ صبح صبح کیا باتیں لے کر بیٹھ گئے ہو۔'' رضیہ نے ناگواری سے اسے دیکھا۔

''کچھ نہیں۔'' شیراز نے اتنا کہہ کر نیوز پیپر چہرے کے سامنے پھیلا لیا۔ رضیہ کسی کام سے اٹھ کر گئیں تو نیناں نا چاہتے ہوئے بھی بول پڑی۔ ''شیراز ہر انسان کی جگہ ہوتی ہے، کوئی کسی کی جگہ نہیں لے سکتا، زندگی میں بہرحال ہر چیز کا اپنا مقام ہوتا ہے۔'' نیناں نے اسے احساس دلایا کہ اس کے اپنی جگہ ہے جو کوئی نہیں لے سکتا۔

''چلو تم نے تو مانا کہ ہر چیز کا ایک اپنا مقام ہوتا ہے، ہر رشتے کی اپنی اہمیت ہوتی ہے، مطلب یادیں اپنی جگہ، جیتے جاگتے انسانوں کا ساتھ اپنی جگہ...... ماضی کبھی ہمارے حال کا حصہ نہیں بن سکتا، ہم چاہیں یا نہ چاہیں۔'' شیراز اسے بغور دیکھتے ہوئے بولا۔

نیناں جلدی سے نگاہیں چرا کر بولی۔ ''شیراز مجھے کچھ کام ہے، میں ابھی آئی۔'' وہ اتنا کہہ کر چل دی۔

''پتہ نہیں تم کب سمجھ پاؤ گی۔'' شیراز نے ہونٹوں سے گہری سانس خارج کی۔

❋❋❋

اگلی صبح زویا کیلئے کسی طور خوشگوار نہ تھی۔ اس نئی صبح سے زویا کے ادھورے پن کا سفر شروع ہوا تھا۔ اچانک جب اس کا سامنا عباد سے ہوا تو اسے نے یوں نگاہوں کا زاویہ بدلیا، جیسے اس کے سامنے کوئی اجنبی آ کھڑا ہے۔ عباد کو یہ بات بہت محسوس ہوئی۔

''کیا بات ہے زویا! تم مجھ سے ایسے نگاہیں کیوں چرا رہی ہو جیسے میں کوئی غیر ہوں۔''

''نہیں تو نہیں، ایسی کوئی بات نہیں۔'' وہ اسی طرح نگاہیں جھکائے جھکائے بولی۔ تب عباد نے اسے دونوں شانوں سے تھام لیا اور زویا کو لگا کہ جیسے اس کے وجود میں آگ سی لگی ہو۔ اس نے بے ارادہ عباد کے دونوں ہاتھ جھٹک دیئے۔ اس نے قدرے چونک کر زویا کو دیکھا مگر اس نے اب بھی عباد کی جانب نہیں دیکھا۔

''کیا بات ہے زویا! تم اس طرح سے کیوں ری ایکٹ کر رہی ہو؟'' اس مرتبہ عباد کے لہجے میں حیرت کے ساتھ ساتھ خفگی بھی تھی۔

''مجھے ناشتہ بنانا ہے۔'' وہ اتنا کہہ کر آگے بڑھنے لگی۔

تبھی عباد نے مضبوطی سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ''تم مجھے اپنے رویئے کی وجہ بتائے بغیر نہیں جاسکتیں۔'' اس کے لہجے میں خفگی بڑھ گئی۔

''پلیز عباد! میرا ہاتھ چھوڑ دیں، کوئی دیکھے گا تو کیا سوچے گا۔'' وہ عجیب سے لہجے میں بولی۔

''کیا ایک رات میں تم یہ بھول گئیں کہ تم میری بیوی ہو اور اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑنے کیلئے مجھے کسی کا ڈر خوف نہیں ہے۔'' اس نے زویا کے ہاتھ پر اپنی گرفت مضبوط کرتے ہوئے کہا۔

''کون کیا بھول گیا اور کسے کیا یاد ہے، اس بحث کو رہنے دیں، خوامخواہ میں وقت ضائع ہوگا اور اب تو آپ کا وقت بھی خود آپ کا اپنا نہیں ہے۔'' اس نے جھٹکے سے اپنا ہاتھ آزاد کرایا اور کچن کی طرف بڑھ گئی۔ عباد اسے حیرانگی سے دیکھتا رہا۔

❋❋❋

محلے کی عورتیں عبیرہ کو دیکھنے آئی تھیں۔ سبھی ڈرائنگ روم میں بیٹھی تھیں۔ عبیرہ بھاری بھرکم جوڑے میں ملبوس صادقہ بیگم کے قریب نگاہیں جھکائے بیٹھی تھی۔ زویا سب کیلئے چائے اور بسکٹ لے کر آئی اور میز پر لگانے لگی۔

تبھی ایک عورت بولی۔ ''ہائے...... ہائے! قسمت کی ستم ظریفی دیکھو، اپنے ہاتھوں اپنا سہاگ کسی اور کو سونپنا پڑا۔'' اس عورت نے اپنی طرف سے ہمدردی کی مگر زویا کے دل پر تو آرے چل گئے مگر وہ بڑے حوصلے سے ایک ایک کو چائے پیش کر رہی تھی۔ صادقہ کو خوشی کے موقع پر ایسی باتیں ناگوار گزریں اس لئے اپنے تاثرات چھپا کر خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولیں۔ ''ارے آپ لوگ چائے تو پی لیں، دیکھئے ٹھنڈی ہو جائے گی۔'' صادقہ نے انہیں متوجہ کیا۔

سب چائے پینے لگیں تو زویا خالی ٹرے اٹھائے کمرے سے باہر نکل گئی، اور سیدھی کچن میں چلی آئی جہاں کرن موجود تھی۔ زویا اپنے آنسو چھپانے کیلئے خوامخواہ فریج میں جھانکنے لگی۔ تب کرن بولی۔ ''آج تک یہ تو سنا تھا کہ لوگ دنیا سے اپنے غم چھپا لیتے ہیں لیکن آپ واحد شخص ہیں جو خود سے بھی اپنا درد چھپانا چاہتی ہیں، مگر دو چیزیں ایسی ہیں جنہیں اگر چھپانے کی

کوشش کی جائے تو وہ اور شدت سے عیاں ہو جاتی ہیں، ایک محبت اور ایک دکھ.........!'' کرن پیاز کاٹتے ہوئے نرمی سے بولی۔

''ایسی کوئی بات نہیں، تم خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہو اور ویسے بھی عباد نے جو بھی قدم اٹھایا ہے، مجھ سے پوچھ کر اٹھایا ہے، اس لئے ناراضی یا شکوے کی کوئی بات نہیں۔'' وہ نگاہیں چراتے ہوئے بولی۔

''آپ سے پوچھا نہیں گیا تھا صرف آپ کو فیصلہ سنایا گیا تھا، اطلاع دی گئی تھی۔'' کرن خفا ہو کر بولی۔

''کرن! جو گزر گیا، اسے دہرانے سے کوئی فائدہ نہیں اور یہ بات تم جانتی ہو اس کے باوجود پتہ نہیں یہ سب بار بار کیوں کہتی ہو، شاید تمہیں بھی مجھے تکلیف دے کر خوشی ہوتی ہے۔'' وہ یکدم سمندر کی مانند بپھر گئی۔ کرن کو بہت تکلیف ہوئی۔ وہ زویا کے قریب چلی آئی اور بڑی نرمی سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ ''سوری بھابی! میرا مقصد آپ کا دل دکھانا نہیں تھا، پلیز مجھے معاف کر دیں۔'' وہ نادم تھی۔

زویا خاموش ہوگئی۔ کرن کی آنکھیں حساس جرم سے بھیگ سی گئیں۔

❋❋❋

باہر بہت تیز بارش شروع ہو رہی تھی۔ نیناں پورے گھر کی کھڑکیوں، دروازوں کا جائزہ لیتی پھر رہی تھی کہ نوکروں کی چوک سے کوئی کھڑکی، دروازہ کھلا نہ رہ گیا ہو۔ تبھی راہداری سے گزرتے ہوئے اس نے شیراز کو کہیں جانے کیلئے تیار کھڑا دیکھا۔ نیناں اس کے کمرے میں چلی آئی۔ شیراز نے ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں اس کا عکس دیکھ لیا تھا مگر متوجہ نہیں ہوا۔ نیناں اس کی پشت پر آن ٹھہری اور قدرے جھجکتے ہوئے بولی۔ ''آپ کہیں جا رہے ہیں کیا؟''

''ہاں۔'' وہ مختصراً بولا اور بالوں میں برش چلانے لگا۔

''لیکن اتنی بارش میں......؟'' وہ اسی انداز میں بولی۔

وہ اس کی جانب پلٹا۔ ''کچھ ضروری کام ہے اس لئے جانا پڑ رہا ہے۔'' شیراز نے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل سے ریسٹ واچ اٹھا کر پہنتے ہوئے کہا۔

''مگر اتنی رات کو اس تیز بارش میں آخر آپ کو ایسا کون سا کام ہے؟'' نیناں نے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

''عادتاً کہہ رہی ہو یا پھر میری پرواہ ہو رہی ہے؟'' شیراز نے اس انداز میں اسے دیکھا کہ وہ نگاہوں کا زاویہ بدلنے پر مجبور ہوگئی۔

تب شیراز قدرے چڑ کر بولا۔ ''اگر کسی میں جواب دینے کی ہمت نہ ہو تو اسے سوال کرنے کا بھی حق نہیں۔'' وہ بے حد سنجیدہ تھا۔

''ہر انسان کا ایک دائرہ ہوتا ہے، جس کے اندر جب تک وہ رہتا ہے، معتبر رہتا ہے، ہم جس معاشرے میں رہتے ہیں، وہاں کے کچھ ضابطے ہیں، حدود ہیں، جن سے تجاوز کرنا مجھے زیب دیتا ہے نہ آپ کو۔''

''ہر رشتے اور ہر تعلق کی اہمت تب تک ہوتی ہے جتب وہ اپنے مقام پر رہیں۔ ورنہ وہ اپنا رنگ و روپ، کشش اور معتبر ہونے کا احساس کھو دیتی ہیں۔'' وہ سنجیدگی سے بولی۔

''یہ سب کہہ کر کیا جتانا چاہتی ہو؟'' شیراز نے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

''مجھے لگتا ہے کہ ہم دونوں کو ایک دوسرے سے آنکھ مچولی بند کر دینا چاہئے اور صرف سچ بولنا چاہئے، زندگی سہل ہو جائے گی۔'' اس نے آج ہمت کر کے کہہ ہی دیا۔

''میرا سچ یہ ہے کہ میں تمہیں اپنی زندگی میں شریک کرنا چاہتا ہوں۔'' وہ بے اختیار بولا۔

نیناں نے اسے چونک کر دیکھا۔ چند لمحے بڑی خاموشی سے بیت گئے۔ نیناں ذرا سنبھل کر بولی۔ ''زندگی میں ہر ایک کو ہر چیز نہیں مل جاتی، کچھ لوگ تو اپنی مرضی سے مر نہیں سکتے اور کچھ لوگ اپنی مرضی سے جی نہیں سکتے۔'' نیناں کی آنکھوں میں نمی تھی۔

شیراز کو آنسوؤں سے تکلیف ہوئی تھی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر نیناں کے آنسو اپنی انگلیوں کے پوروں سے صاف کر دیئے۔ تب نیناں اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ یوں لگتا تھا کہ جیسے وہ تمام آنسو بہا دینا چاہتی ہو۔ اس کے آنسوؤں میں شیراز نے بیک وقت بے بسی اور اک انجانی سی کسک محسوس کی تھی، کچھ کھونے اور کچھ نہ پا سکنے کی اذیت......

وہ کتنی دیر اس طرح سے روتی رہی پھر یکدم اس نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ شیراز نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

شیراز خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ خود پر اختیار حاصل کرنے کی کوشش کر رہی ہو، مگر بار بار سب کچھ اس کے اختیار سے باہر ہو رہا تھا۔ سب کچھ بکھر رہا ہو۔

''سوری مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا مجھے اس کا حق نہیں، پتہ نہیں کیوں ہو گیا، یہ مجھ سے کیوں ہو گیا سوری......!'' وہ اتنا کہہ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔

❋❋❋

عباد رات کو زویا کے کمرے میں آیا تو وہ بیڈ پر بیٹھی کوئی کتاب پڑھ رہی تھی۔ عباد اس کے قریب آ کر بیٹھ گیا مگر زویا نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ تب عباد نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ زویا نے تب بھی اس کی جانب نہیں دیکھا، کتنے پل خاموشی سے بیت گئے۔ آخر عباد نے ہی بولنے میں پہل کی۔ ''زویا! تم مجھ سے ناراض ہو تو پلیز کہہ دو، اس طرح خاموش مت رہو، تم جانتی ہو کہ تمہاری تکلیف میں برداشت نہیں کر سکتا۔''

''آپ سے کس نے کہا کہ میں آپ سے ناراض ہوں؟'' زویا نے انجان بن کر سوال کیا۔

''میں بے حس نہیں ہوں، ہر چیز کو محسوس کر سکتا ہوں، تمہیں کیا لگتا ہے، تمہاری یہ بے رخی، تمہارے رویئے کی تبدیلی میں محسوس نہیں کر پا رہا، کیا میں نہیں جانتا کہ اس خفگی کی وجہ کیا ہے؟''

تب زویا بڑے کھوئے ہوئے انداز میں بولی۔

''دنیا میں بہت کچھ ایسا ہوتا ہے جس کی وجہ نہیں ہوتی۔''

تب عباد اس کے سامنے آ بیٹھا۔ ''دیکھو زویا! مجھے احساس ہے کہ...... !'' اس سے پہلے کہ عباد اپنی بات مکمل کر پاتا، زویا نے اس کی بات قطع کرتے ہوئے کہا۔

''نہیں عباد! ندامت کہو کیونکہ احساس تو معمولی ہوتا ہے اسی لئے کسی کو ہوتا ہے اور کسی کو نہیں۔'' اس کے لہجے میں خالی پن تھا۔

عباد بھڑک اٹھا۔ ''کہہ دو کہ میں ظالم ہوں، بے حس ہوں، مجھے کسی بات کا کوئی احساس نہیں۔''

''میں آپ پر بے حسی کا الزام نہیں لگا سکتی کیونکہ آپ کی بے حسی میری تقدیر سے منسوب ہے اور تقدیر اٹل ہوتی ہے، اس میں انسان کا عمل دخل کہاں ہے، پھر کسی انسان سے کیسا شکوہ۔'' وہ کربناک لہجے میں بولی۔

''دیکھو زویا! جو ہوا تمہارے سامنے ہوا، اس کے باوجود اگر تم یہ چاہتی ہو کہ میں ہر وقت ایک مجرم کی طرح بار بار تمہیں صفائی دیتا رہوں تو میں یہ نہیں کر سکتا۔'' وہ ضدی لہجے میں بولا اور بیڈ سے نیچے اتر گیا۔

''عباد! ہم تو شاید اب زندگی کے اس مقام پر آ گئے ہیں جب ہم ایک دوسرے کو کچھ بھی نہیں دے سکتے۔'' وہ عجیب سے لہجے میں بولی اور اس سے قبل کہ عباد اس سے وضاحت مانگتا،

صادقہ کمرے میں چلی آئیں اور قدرے خفگی سے عباد سے مخاطب ہوئیں۔ ''اور اب تم عباد کا پیچھا چھوڑ دو، تم کیا چاہتی ہو کہ زندگی میں وہ کبھی خوش نہ رہے؟'' غصے میں بول رہی تھیں۔

زویا بیڈ سے اتر کر ان کے سامنے آگئی اور اپنی صفائی میں کچھ کہنے کیلئے لب وا کئے مگر صادقہ نے کچھ کہنے کا موقع نہیں دیا۔ ''تم کیا سمجھتی ہو کہ اپنی صورت سے، اپنی محبت اور خدمت سے اسے اپنے ساتھ باندھے رکھو گی تو اپنی یہ غلط فہمی دور کرلو کیونکہ عورت اور مرد کو جو چیز جوڑے رکھتی ہے وہ اولاد ہے اور تم تو بنجر زمین ہو، چاہو بھی تو اسے کچھ نہیں دے سکتیں، اس لئے تمہار لئے یہی کافی ہے کہ تم اس گھر میں رہ رہی ہو، عباد پر اب اپنا حق جتانے کی کوشش مت کرنا، اس بات کو جب تک یاد رکھو گی، اس گھر میں رہو گی اور اگر غلطی سے بھی بھول گئیں تو وہ اس دن گھر میں تمہارا آخری دن ہوگا۔'' وہ یہ کہہ کر چلی گئیں اور زویا کے کب سے رکے آنسو بہہ گئے۔

❋ ❋ ❋

نیناں اعوان پیلس میں آئی تھی۔ اسے زوبیہ کی بے حد فکر تھی کیونکہ گھر کے تمام لوگ سفینہ کی شادی کے انتظامات میں مصروف تھے، اس لئے وہ اکثر زوبیہ کے پاس آجاتی تھی۔

نیناں کمرے میں داخل ہوئی تو زوبیہ بیڈ پر بیٹھی سوئیٹر بن رہی تھی، نیناں اندر چلی آئی۔ ''ارے واہ زوبیہ......! تم تو بڑی سگھڑ ہوگئیں۔'' نیناں نے تعریفی انداز میں کہا اور اس کے قریب بیڈ پر پاؤں سمیٹ کر بیٹھ گئی۔

''اس میں میرا کوئی کمال نہیں، یہ مجھے سفینہ آنٹی نے سکھایا ہے، وہ کہتی ہے کہ ایک تو اس سے وقت گزرنے کا پتہ نہیں چلتا اور دوسرے اپنے بچے کا کام کرتے ہوئے ماں اسے اپنے بہت قریب محسوس کرتی ہے اور اس طرح ایک اٹوٹ رشتے کا احساس ہوتا ہے۔'' زوبیہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کا ہاتھ مستقل کام میں مصروف تھا۔

''ہاں ہے تو یہ حقیقت! ویسے فہد کی دفعہ مجھے بھی یہ نصیحت ملی تھی۔'' نیناں نے ہنستے ہوئے اپنا تجربہ بیان کیا۔ زوبیہ مسکرا رہی تھی۔ تب نیناں نے یکدم اس سے پوچھا۔ ''ویسے شاہ دل تمہارا خیال تو رکھتا ہے نا؟''

''بہت زیادہ۔'' زوبیہ نے مختصراً کہا اور نگاہیں اون کے گولے پر جما دیں۔ چند لمحے دونوں کے درمیان خاموشی حائل رہی پھر زوبیہ نے خاموشی کو توڑا۔ ''اور سناؤ آفندی ہاؤس میں سب کیسے ہیں؟''

''خدا کا شکر ہے، سب ٹھیک ہیں۔'' نیناں نے ادھورے سوئیٹر کو چھوتے ہوئے کہا۔

''اور شیراز......؟'' زوبیہ نے جھجکتے ہوئے پوچھا تو نیناں نے قدرے چونک کر اسے

دیکھا۔

''کیا مطلب......؟ میں نے بتایا نا سب ٹھیک ہیں تو پھر تم خصوصاً شیراز کے متعلق کیوں پوچھ رہی ہو؟''

پتہ نہیں کیوں نیناں کو یوں لگ رہا تھا کہ زوبیہ نے اس کے دل کی گہرائیوں میں پنہاں وہ راز تو نہیں جان لیا جو آج تک وہ خود سے بھی چھپاتی پھر رہی تھی۔

''اس لئے کہ میں اتنا اندازہ لگا سکتی ہوں کہ اب شیراز سب میں شامل نہیں ہے۔'' وہ اس قدر پر یقین تھی کہ نیناں اندر ہی اندر سے لرز اٹھی اور اس نے بڑی سرعت سے نگاہوں کا زاویہ بدل لیا۔

''تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے، جو تم سوچ رہی ہو، ویسا کچھ بھی نہیں ہے۔'' وہ جلدی سے بولی۔

''سوری لیکن تم شیراز کے جانے پر جس قدر روئی تھیں، اس کے سر الزام لگنے پر تمہیں کتنا غصہ آیا تھا، آج سے پہلے میں نے تمہیں کبھی بھی اتنے غصے میں نہیں دیکھا اور جتنی تم اس کی پروا کرتی ہو، اس سے تو کسی کو بھی یہ غلط فہمی ہوسکتی ہے کہ تمہارے دل میں اس کیلئے کہیں نہ کہیں تھوڑی سی جگہ بن گئی ہے اور دل میں جگہ بن جانے کا مطلب ہے کہ...... !''

اور اس سے قبل کہ وہ اپنی بات مکمل کرتی، نیناں نے اسے ٹوک دیا۔ ''پلیز زوبیہ! خاموش ہو جاؤ، میں نے کہا نا جو تم سوچ رہی ہو، ویسا کچھ نہیں ہے، شیراز کی جگہ میرے دل میں اتنی ہی ہے جتنی ہمیشہ سے تھی اور پروا بھی اتنی ہی کرتی ہوں جتنی پہلے کرتی تھی، کہیں کوئی تبدیلی نہیں آئی اور نہ آسکتی ہے۔''

''تم مانو یا نہ مانو تبدیلی آچکی ہے۔ ورنہ تم مجھ سے نگاہیں چرا رہی نہ ہوتیں، دیکھو نیناں! اب بھی مان لو، کہ تمہیں اپنی زندگی میں شیراز کی ضرورت ہے ورنہ دیر ہو جائے گی۔'' اس نے نیناں کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

''دیر ہو چکی ہے زوبیہ! کیونکہ اب وہ اور نیلماں اور ویسے بھی تم بھول رہی ہو کہ شیراز ایک مرتبہ مجھے اپنانے سے انکار کر چکا ہے اور دوسری مرتبہ میں اسے اپنی انا کی تذلیل کرنے کا موقع نہیں دوں گی، اپنی خواہش پر میں اپنی عزت نفس کو قربان نہیں کر سکتی۔'' وہ اٹل لہجے میں بولی۔

''اس وقت حالات جو تھے، تم جانتی ہو، ویسے تم اسی کو مورد الزام نہ ٹھہراؤ، تم بھی اس وقت اسے اپنی زندگی میں شامل کرنے کیلئے رضا مند نہ تھیں، پھر اس سے شکوہ کیسا، صاف صاف

لفظوں میں یہ کیوں نہیں کہتیں کہ تم اعتراف کرنے سے ڈرتی ہو، اس بات سے خائف ہو کہ لوگ کیا کہیں گے، کیا سوچیں گے تو میری بات غور سے سنو نیناں! انسان کو زندگی صرف ایک بار ملتی ہے اور محبت بھی صرف ایک بار دل پر دستک دیتی ہے اور اگر اسے یہ در بند ملے تو مایوس ہو کر لوٹ جاتی ہے اور پھر کبھی لوٹ کر واپس نہیں آتی۔" زوبیہ سمجھانے والے انداز میں بولی۔

"محبت ایک بار ہوتی ہے اور مجھے سعد سے...... !"

اس سے قبل وہ اپنی مکمل کر پاتی، زوبیہ نے اس کی بات قطع کر دی۔ "نہیں نیناں! تمہیں سعد بھائی سے محبت نہیں تھی، ایک فیصلہ ہوا جس کے آگے تم دونوں نے سر جھکا دیا اور پھر اس رشتے کو بڑی ایمانداری سے نبھایا بھی اور تم لوگوں کے رشتے میں خاص بات یہ تھی کی سعد بھائی تمہاری بہت قدر کرتے تھے اور تمہیں ان کی خوبیاں بھا گئیں اور بس! لیکن میرا یقین کرو کہ اس میں محبت کہیں بھی نہیں تھی کیونکہ محبت مختلف چیز ہے، محبت میں خوبیاں اور خامیاں نہیں دیکھی جاتی، بلکہ جذبات واحساسات کی شدت اہمیت رکھتی ہے، اب وقت آ گیا ہے کہ تم اس حقیقت کو تسلیم کر لو، چاہئے اور چاہے جانے کی خواہش فطری ہے اور انسان فطرت سے منہ نہیں موڑ سکتا' دیکھو کل سفینہ آنٹی کی شادی ہے اور اس کے بعد فراز اور آنسہ کی اور اس کے بعد یقیناً شیراز اور نیلماں کی شادی کا ذکر بھی ہوگا، تیاریاں تو تقریباً مکمل ہو چکی ہے، نیناں پلیز! ابھی وقت ہے، اگر تم چاہو تو......!"

اس سے قبل کہ وہ بات مکمل کر پاتی، نیناں تیزی سے اس کی بات قطع کرتے ہوئے بولی۔ "یہ ٹھیک ہے کہ میرے اور شیراز کے درمیان نا چاہتے ہوئے بھی ایک رشتہ بن سا گیا ہے، وہ محبت ہے یا کچھ اور میں نہیں جانتی لیکن میں ایک بات ضرور جانتی ہوں کہ اگر یہ بات بابا صاحب کو پتہ چلی تو انہیں دکھ ہوگا، سب لوگ مجھے حقارت کی نگاہ سے دیکھیں گے، یہ میں نہیں برداشت کر پاؤں گی اس لئے بہتر ہے جو ہو رہا ہے، اسے ہونے دو پلیز یوں بھی میں اتنی خودغرض نہیں ہوں کہ اپنی خوشیوں کیلئے نیلماں کی خوشیاں چھین لوں۔"

"تمہیں سب کا خیال ہے، سب کی عزت تو کسی کی خوشیوں کا لیکن تمہارا دل، تمہاری زندگی کہاں ہے، یہ سوچا ہے تم نے......؟" زوبیہ نے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"ہر ایک کو زندگی میں سب کچھ مل جائے، کیا یہ ضروری تو نہیں ہے؟" نیناں کے سوال میں کرب تھا۔

"ٹھیک ہے تم جو چاہتی ہو کرو لیکن یاد رکھنا نیناں کہ ایک دن تم پچھتاؤ گی اور تب تمہارے آنسو پونچھنے والا کوئی نہیں ہوگا۔" زوبیہ نے سمجھایا مگر نیناں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

❋❋❋

سفینہ "اعوان پلیس" سے آخرکار رخصت ہو کر چلی گئیں۔ بابا صاحب کو لگا ان کا کوئی بہت پرانا قرض ادا ہو گیا ہو، جہانزیب اور مدحت کو کسی احساس جرم سے رہائی مل گئی اور زوبیہ کو محسوس ہوا کہ آج وہ شاہ دل سے نگاہیں ملانے کے لائق ہوئی ہے۔ آج تمام گلے شکوے ختم ہو گئے تھے اور یہ فریضہ ادا ہوتے ہی سب کا دھیان اب فراز اور آنسہ کی شادی اور شیراز اور نیلماں کی جانب تھا، سب ہوٹل سے لوٹ کر شادی کی تقریب کے متعلق گفتگو کر رہے تھے اور نیناں نا چاہتے ہوئے بھی زوبیہ کی باتوں میں الجھی ہوئی تھی۔

❋❋❋

آج تک سنا تھا کہ وقت کے ساتھ رشتے بدل جاتے ہیں لیکن آج معلوم ہوا کہ وقت کے ساتھ ساتھ احساسات میں بھی تبدیل آ جاتی ہے۔ وہ عباد جو اس کے بنا ایک پل بھی نہ رہنے کا دعویدار تھا، اب اسے زویا کی یاد بھی تب آتی جب عبیرہ میکے جاتی۔

اور جب اسے یہ پتلا چلا کہ عبیرہ ماں بننے والی ہے تو وہ اس سے یوں بے پروا ہوا کہ جیسے اس سے کوئی رشتہ نہ ہو۔ اب وہ گھر کے کونے میں پڑی ہوئی ایک بیکار سی چیز بن کر رہ گئی۔ اکثر وہ سوچتی کہ جن لوگوں سے کسی کو فیض حاصل نہیں ہوتا، وہ اس دنیا میں زندہ کیوں رہتے ہیں؟ وہ بھی زندہ تھی مگر کیوں......؟ یہ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

وہ اکثر خلاؤں میں گھورتی، بے وجہ ٹہلنے لگتی، سوتے سوتے چونک کر جاگ جاتی اور جاگتے جاگتے خود سے بیگانہ ہو جاتی مگر کرن اور کمال احمد کے سوا کسی کو اس کی پرواہ نہیں تھی، پر وہ بھی کہاں تک اس کا خیال رکھتے مگر امینہ کو اب بھی خدشہ تھا کہ کہیں عباد کے دل میں زویا کی سوئی ہوئی محبت نہ جاگ اٹھے۔ وہ عبیرہ کا عباد اور اس گھر پر مکمل اختیار چاہتی تھیں، اسی لئے آج کل ان کے دماغ میں صرف ایک ہی بات تھی کہ زویا کو اس گھر سے کیسے نکالا جائے اور بہت دن سوچنے کے بعد آخر انہیں ایک تدبیر سوجھ ہی گئی۔

❋❋❋

امینہ دو دن سے کمال احمد کے گھر رہنے آئی ہوئی تھیں۔ سب کا خیال تھا کہ وہ عبیرہ کی دیکھ بھال کیلئے رک گئی ہے مگر انہوں نے تو عبیرہ کے ساتھ مل کر کچھ بہت ہی گھناؤنا کام کرنے کا ارادہ کر رکھا تھا، بس اب موقع ملنے کی دیر تھی اور پھر وہ موقع مل ہی گیا۔

رات بہت گہری ہو چکی تھی۔ باہر بڑی زوروں کی بارش برس رہی تھی، کمال احمد ابھی تک لوٹے نہ تھے، عباد عبیرہ کے ساتھ امینہ بیگم کے سسرالی رشتے داروں کے ہاں دعوت پر گیا ہوا

تھا کرن کمرے میں پڑھ رہی تھی، اس کے پرچے شروع ہو چکے تھے، صادقہ کی طبیعت کچھ ناساز تھی اس لئے امینہ ان کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ جب صادقہ سو گئیں تو امینہ چپکے سے اٹھ کر زویا کے کمرے میں داخل ہو گئیں۔

زویا نے بے چینی سے انہیں دیکھا۔

''آپ اس وقت یہاں......؟'' زویا نے قدرے حیرت سے انہیں دیکھا۔

''میں نے بے وقت آ کر تمہیں ناحق پریشان کیا ہے' مگر بات ہی ایسی تھی کہ میں چلی آئی۔'' وہ تمہید باندھنے کی انداز میں بولیں۔ ''دیکھئے امینہ خالہ! آپ کو جو کہنا ہے صاف صاف کہیے، میرا دل گھبرا رہا ہے۔'' نجانے کیوں زویا کو ڈر سا لگا۔

''دراصل بات یہ ہے کہ صادقہ بہن کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، دوا بھی ختم ہو گئی ہے، اگر دوا نہ ملی تو غضب ہو جائے گا، میں بوڑھی عورت ہوں، اس تیز بارش میں باہر نہیں جا سکتی اور ڈر لگتا ہے کہ کمال بھائی اور عباد کے آنے تک دیر نہ ہو جائے، تم میری بیٹی جیسی ہو، میری مدد کر سکتی ہو، بیٹی! خدا کیلئے۔'' انہوں نے ہاتھ جوڑ دیئے۔

ان کی التجا پر زویا تڑپ اٹھی۔ ''ایسا مت کہنا امینہ خالہ پلیز! مجھے بتائیے کہ میں آپ کیلئے کیا کر سکتی ہوں۔''

''زویا بیٹی! ہمارے گھر کے قریب ہی ڈاکٹر قدوس کا کلینک ہے۔ جواب یقیناً بند ہو گا، البتہ ان کے گھر سے دوا مل سکتی ہے۔ اس لئے جلدی جاؤ دیکھو، انکار مت کرنا کیونکہ اب خدا کے بعد صادقہ آپا کی زندگی اور موت تمہارے ہاتھ میں ہے، میری بہن کو بچا لو، میری بہن کو بچا لو۔'' وہ ایک مرتبہ پھر اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر رو پڑیں۔

''پلیز روئیے مت، میں ابھی کرن کے ساتھ جا کر دوا لے آتی ہوں۔'' زویا نے تسلی دی۔

''نہیں کرن کو اس بارے میں پتہ نہیں چلنا چاہئے۔'' وہ جلدی سے بولیں۔ زویا نے شاکی نگاہوں سے دیکھا تو وہ سنبھل کر بولیں۔ ''میرا مطلب ہے کہ وہ صادقہ آپا کے متعلق سنے گی تو پریشان ہو جائے گی، پڑھ نہیں پائے گی اور تم جانتی ہو کہ صبح اس کا پیپر ہے، پریشان رہے گی تو پیپر کیسے دے گی۔

''انہوں نے جلدی سے جواز تراشا۔ زویا مطمئن دکھائی دینے لگی۔

زویا چادر اوڑھ کر دروازے تک آئی تو امینہ اس کے ساتھ ساتھ تھیں۔ زویا نے دروازے میں رک کر کہا۔ ''امینہ خالہ! ماموں جان یا عباد آئیں تو انہیں بتا دیجئے گا کہ میں ممانی

جان کی دوا لینے گئی ہوں، ورنہ وہ لوگ پریشان ہو جائیں گے۔'' وہ تاکید کرتی ہوئی چلی گئی اور اس گھڑی امینہ کے ہونٹوں پر بڑی خبیث سی مسکراہٹ تھی۔ جو وہ چاہتی تھی وہ ہو گیا تھا اب انتظار کمال احمد اور عباد کے صحیح وقت پر لوٹنے کا تھا اور اس کے بعد زویا کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے عباد کی زندگی سے چلے جانا تھا۔ آنے والے وقت کے خیال سے ہی ان کا دل خوشی سے جھوم رہا تھا۔

✻ ✻ ✻

زویا سر پر چھتری تانے گھر سے نکل آئی۔ باہر بڑی زور کی بارش لگی ہوئی تھی، باہر مکمل سناٹا چھایا ہوا تھا، چاروں اطراف گہرا اندھیرا چھایا تھا، زویا کو ڈر لگ رہا تھا مگر وہ صادقہ کو تکلیف میں چھوڑ بھی نہیں سکتی تھی۔ آخر وہ عباد کی ماں اور اس کی ساس تھیں۔ اور آج تک وہ کوئی رشتہ نبھانے میں نہیں چوکی تھی تو پھر آج کیسے پیچھے رہ جاتی۔ اسے گھر ڈھونڈنے میں وقت لگا تھا اور جب گھر ملا تو اسے سخت مایوسی ہوئی، کیونکہ گیٹ پر تالا لگا ہوا تھا۔ وہ پلٹنے لگی، تبھی پاؤں میں کچھ چبھ گیا۔ اس کے ہونٹوں سے سی نکلی اور وہ پاؤں پکڑ کر کے اٹھی چند قدم بمشکل چلی، تبھی ایک سیاہ کار آ کر اس سے فاصلے پر رکی۔

زویا متوجہ ہوئی۔ گاڑی سے اترنے والے شخص کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں شناسائی اور ہونٹوں پر ہلکی سی مسکان ٹھہر گئی۔ وہ شاہ دل تھا۔ زویا اس کے قریب چلی آئی۔

''یہ اتنی رات کو اس طوفانی بارش میں تم یہاں کیا کر رہی ہو؟'' شاہ دل نے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔ زویا ذرا سی جھجکی پھر مسکراتے ہوئے بولی۔

''وہ کچھ ضروری کام تھا۔ اس لئے آنا پڑا۔''

''ضروری کام ہی سہی مگر تمہیں اس طرح اکیلے نہیں جانا چاہئے تھا، بہرحال چلو میں تمہیں تمہارے گھر چھوڑ دوں۔'' اس نے بڑی اپنائیت سے کہا۔

''نہیں میں خود چلی جاؤں گی۔'' وہ جلدی سے بولی۔

''تمہاری چپل ٹوٹ گئی ہے، پاؤں میں چوٹ لگی ہے اور اندھیری رات میں تم کہتی ہو کہ اکیلی چلی جاؤ گی۔'' وہ حیران تھا۔

''بلیومی میں اکیلی چلی جاؤں گی، آپ فکر مت کریں۔'' اس نے گویا تسلی دی۔

''میرے ساتھ نہیں جانا چاہتیں یا میرا تعلق اعوان پیلس سے ہے۔ اس لئے میرے ساتھ نہیں جانا چاہتیں؟'' اس نے سوالیہ نگاہوں سے زویا کو دیکھا۔

✻ ✻ ✻

"ایسی کوئی بات نہیں۔" اس نے جلدی سے کہا۔ وہ اس سے یہ چھپانا چاہتی تھی کہ عباد نے اسے "اعوان پیلس" کے لوگوں سے بات تک کرنے کیلئے منع کیا تھا۔

"دیکھو زویا! اتنی رات کو سنسان سڑک پر تنہا چھوڑ کر میں ہرگز نہیں جاؤں گا، اگر تم میری گاڑی میں نہیں بیٹھنا چاہتیں تو ٹھیک ہے، میں تمہارے ساتھ پیدل چلتا ہوں، اب تم بتاؤ کہ کیسے جانا پسند کرو گی؟" اس نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"میری اتنی پروا مت کرو، اب مجھے اس کی عادت نہیں رہی۔" اس کی آنکھوں میں نمی اتر آئی، اور شاہ دل کو ہمیشہ کی طرح اس کے آنسوؤں سے تکلیف ہوئی تھی۔ اسے یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ زویا کی زندگی میں سب کچھ ٹھیک نہیں ہے اور اس کا قیاس تھا کہ شاید عباد کی دوسری شادی کی وجہ سے وہ ڈسٹرب ہے اس لئے اس نے اس کے متعلق کوئی ذکر نہ کیا۔

"ہاں تو پھر تم نے کیا سوچا پیدل چلنا ہے یا......؟" شاہ دل نے اس کی رائے جاننا چاہی۔

"ٹھیک ہے۔" آخر اسے ہار ماننی پڑی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ شاہ دل بہت ضدی ہے، اس لئے بہتر یہی تھا کہ وہ اس کی بات مان لے۔ وہ فرنٹ ڈور کھول کر اس کے برابر بیٹھ گئی۔ شاہ دل نے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

✻✻✻

امینہ صحن میں بے چینی سے ٹہل رہی تھیں۔ تبھی دروازے پر دستک ہوئی۔ انہوں نے دوڑ کر دروازہ کھولا سامنے عباد اور عبیرہ کھڑے تھے۔

"کیا بات ہے امینہ خالہ! آپ نے دروازہ کیوں کھولا، کرن اور زویا کہاں ہیں؟" عباد نے سوالیہ نگاہوں سے انہیں دیکھا۔

"بیٹا! اب میں کیا کہوں، مجھے تو کہتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔" وہ نگاہیں جھکاتے ہوئے بولیں۔ عبیرہ قریب رکھی کرسی پر بیٹھ گئی۔ توجہ اس کی بھی امینہ پر تھی۔

"پلیز امینہ خالہ! بتائیے کہ آخر ایسی کون سی بات ہے؟" عباد پریشان ہو گیا۔

"وہ......وہ بیٹا! زویا کیلئے کسی آدمی کا فون آیا تھا کہہ رہا تھا کہ زویا نے اس سے ملنے کا وعدہ کیا تھا اور اب ہر حال میں اسے ملنے کیلئے آنا ہو گا، میں یہ سن کر لرز اٹھی، میں نے بیٹی سمجھ کر اسے سمجھانا چاہا کہ شادی شدہ عورتوں کو غیر مردوں سے مراسم رکھنا زیب نہیں دیتا تو کہنے لگی کہ میں نے اپنے لئے نئی راہیں تلاش کر لی ہیں۔ میں گھٹ گھٹ کر نہیں جی سکتی، اس نے یہ بھی کہا کہ اب اس کی زندگی میں تمہاری جگہ کوئی اور لے چکا ہے۔" وہ مصنوعی افسردگی سے بولیں، ورنہ دل میں تو لڈو پھوٹ رہے تھے۔

"مجھے......مجھے، یقین نہیں آ رہا کہ زویا یہ سب۔" وہ اک ناقابل بیان اذیت سے گزر رہا تھا۔

"یقین تو مجھے بھی نہیں آیا، جب وہ آدمی اسے گھر کے دروازے تک لینے آیا، اف توبہ زویا کی بے تابی کا نظارہ جو میں نے دیکھا تو میرے دل میں یہی خواہش ہوئی کہ کاش اپنے بھانجے کی عزت پامال ہوتے دیکھنے سے قبل موت کیوں نہ آ گئی۔" وہ آنچل میں منہ چھپا کر رونے لگیں۔

عباد عجیب کشمکش میں تھا۔ اس کی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آ رہا تھا، اس کا ذہن ماؤف ہو چکا تھا۔ تب ہی کسی نے داخلی دروازہ کھٹکایا۔ دروازہ عباد نے ہی کھولا۔

سامنے زویا تھی مگر اس سے پہلے کہ وہ زویا سے کچھ پوچھتا، اس کی نگاہ فاصلے پر کھڑے شاہ دل پر پڑی اور اس لمحے اسے اپنی رگوں میں لہو کے بجائے آگ دوڑتی محسوس ہوئی۔ "تو زویا یہ ہے تمہاری اصلیت......" اس نے نفرت سے دیکھا۔ وہ اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہتی تھی تبھی وہ بولا۔ "تم مجھ سے پہلے بھی جھوٹ بول چکی ہو، فریب دے چکی ہو لیکن اب بس......!" وہ سخت غصہ میں تھا اور یوں دروازے کے آگے کھڑا تھا کہ زویا چاہ کر بھی اندر نہیں جا پا رہی تھی۔ اسے شاہ دل کے سامنے شرمندگی ہو رہی تھی، اس لئے وہ دھیمی آواز میں بولی۔ "عباد! ہم آرام سے اندر بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔ آپ کی جو غلط فہمی ہے، میں اسے دور کر دوں گی۔"

"تم جیسی عورت کیلئے اس گھر میں کوئی جگہ نہیں ہے اور جو تم نے کیا ہے، اس کے بعد تمہیں اس گھر میں برداشت کرنا تو دور کی بات، میں تمہاری صورت بھی نہیں دیکھنا چاہتا۔" وہ نفرت سے بولا۔

"عباد! میں نے ایسا کیا کر دیا ہے جو آپ مجھ سے اس طرح بات کر رہے ہیں؟" زویا کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس طرح کیوں پیش آ رہا ہے۔

پریشان تو شاہ دل بھی ہو گیا تھا۔ اسے زویا کی ازدواجی زندگی کی بدصورتی اور ناپائیداری کا شدت سے احساس ہو رہا تھا اور شاید اسی لئے وہ زویا کو اس تکلیف میں چھوڑ کر نہیں جا سکتا تھا۔ وہ کچھ اور آگے بڑھ آیا۔

''میری غیر موجودگی میں طوفانی رات میں کسی غیر کے ساتھ ہو اور اس کے باوجود مجھ سے پوچھ رہی ہو کہ میں ایسا کیوں کر رہا ہوں؟'' عباد بھڑک اٹھا۔

شاہ دل سے برداشت نہیں ہوا تو وہ بول پڑا۔ ''ایسی بات نہیں ہے، عباد تم غلط سمجھ رہے ہو، یہ تو...... !''

اس سے قبل کہ شاہ دل اپنی بات مکمل کرتا، عباد نے تیزی سے اس کی بات قطع کی۔

''جانتا تھا کہ تم اس کی حمایت ضرور کرو گے، ظاہر ہے ایک چور دوسرے چور کا ساتھ نہیں دے گا تو پھر کیا کرے گا؟'' وہ طنزیہ لہجے میں بولا۔ شاہ دل نے یہ انداز صرف زویا کی خاطر برداشت کیا تھا ورنہ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ عباد کا گریبان پکڑ لے۔

''بہرحال تم جو بھی کرو، مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن جو بھی کرو، اس گھر سے باہر کرو، تم جیسی آوارہ عورت کیلئے اب اس گھر میں کوئی جگہ نہیں، چلی جاؤ یہاں سے۔'' اس نے فیصلہ کن آواز میں کہا۔

''ٹھیک ہے، میں بری ہوں، آپ کا ہر الزام مجھے منظور ہے لیکن تب تک آپ مجھے اس گھر سے نہیں نکال سکتے جب تک میرا آپ سے اور اس گھر سے رشتہ ہے۔'' زویا بڑی ہمت سے بولی۔

''تو یہ رشتہ بھی توڑ دیتا ہوں، میں سب کے سامنے بقائمی ہوش و حواس تمہیں طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں۔'' عباد نے بڑی سفاکی سے کہا۔

امینہ اور عبیرہ کو خوشگوار حیرت ہوئی جبکہ شاہ دل پر بجلی سے گری تھی اور زویا تو بالکل ساکت ہو گئی تھی۔ دروازہ بند ہونے کے بعد بھی اس کی نگاہیں اس پر ٹکی تھیں۔ شاہ دل کو اس کی حالت پر ترس آنے لگا۔

۞ ۞ ۞

شیراز پیکنگ میں مصروف تھا۔ تبھی نیناں اس کے کمرے میں چلی آئی۔ بیڈ پر سوٹ کیس کھلا رکھا تھا جس میں تہہ کئے ہوئے کپڑے رکھے تھے۔ باقی تمام کپڑے بیڈ پر بے ترتیبی سے پڑے ہوئے تھے۔ ''آپ کہیں جا رہے ہیں؟'' اس نے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

''ہاں......!''

''کہاں......؟''

''تم بھول رہی ہو، مجھے یہاں صرف سفینہ آنٹی کی شادی میں شرکت کرنے کی اجازت ملی تھی، ان کی شادی ہو گئی، اب میرا بھی جانے کا وقت ہو گیا ہے۔'' وہ سنجیدگی سے بولا۔

''آپ رک جائیے، میں بابا صاحب سے بات کروں گی پلیز۔'' وہ التجا بھرے لہجے میں بولی۔

''میں رک جاؤں مگر کس کے لئے؟'' اس نے سوالیہ نگاہوں سے نیناں کو دیکھا۔

''رضیہ پھپھو کیلئے، وہ آپ کے بنا نہیں رہ سکتیں اور میرا خیال ہے کہ آپ کے یہاں رکنے کی اس سے بڑی وجہ کوئی نہیں ہو سکتی۔'' وہ جلدی سے بولی اور اس سے پہلے کہ وہ جواب دیتا۔ اس کا موبائل بج اٹھا۔ شیراز نے سائیڈ کی ٹیبل سے موبائل اٹھا کر کان سے لگایا۔ دوسری طرف شاہ دل تھا اور اس نے جو خبر سنائی تو شیراز کے چہرے کے تاثرات تبدیل ہو گئے۔

''میں، میں بس ابھی آتا ہوں۔'' اس نے اتنا کہہ کر موبائل بند کیا۔

''کیا بات ہے، آپ اتنے پریشان کیوں ہیں، کچھ ہوا ہے کیا...... شاہ دل کیا کہہ رہا تھا؟'' نیناں نے پے در پے سوال کر ڈالے۔

''زویا کو طلاق ہو گئی ہے۔'' وہ بمشکل اتنا کہہ پایا۔ نیناں کا دل لرز اٹھا اور وہ بے یقینی سے شیراز کو دیکھنے لگی۔

۞ ۞ ۞

شیراز ہاسپٹل میں داخل ہوا تو شاہ دل اسے بے چینی سے راہداری میں ٹہلتا نظر آ گیا۔ وہ تقریباً دوڑ کر اس کے قریب پہنچا۔ شاہ دل کے قدم تھم گئے۔

''کیا ہوا شاہ دل! یہ سب کیسے ہو گیا، زویا کہاں ہے؟'' شیراز نے پریشانی کے عالم میں پے در پے سوالات کر ڈالے۔

''یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے شاید کہ اگر میں اسے چھوڑنے نہ جاتا تو یہ نوبت نہ آتی۔ اسے چھاؤں سے گھسیٹ کر کڑی دھوپ میں لانے والا میں ہوں، مجھ جیسا گھٹیا انسان شاید ہی دنیا میں کوئی ہو۔'' احساس جرم اسے بے حال کر رہا تھا۔ شیراز نے شاہ دل کو سنبھالنے کی خاطر بڑے ہمدردانہ انداز میں اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ چند لمحے یونہی بیت گئے پھر شیراز نے بڑی نرمی سے پوچھا۔ ''تمہاری موجودگی میں ایسا کیا ہوا تھا کہ عباد نے اسے کھڑے کھڑے طلاق دے دی تھی؟''

شاہ دل کو جتنا معلوم تھا، اس نے شیراز کو بتایا، کچھ بھی مخفی نہیں رکھا اور آخر میں اتنا

کہا۔ اور جب عباد نے تمام تعلق توڑ کر اپنے گھر کے دروازے اس پر بند کر دیئے تو پہلے تو وہ کھڑی شکوہ کناں نگاہوں سے دیکھتی رہی، پھر ایک دم سے بے ہوش ہوگئی، میں اسے ہاسپٹل لے آیا اور تمارے علاوہ میں یہ پرابلم کسی کے ساتھ شیئر نہیں کر سکتا تھا، اس لئے اتنی رات گئے تمہیں ڈسٹرب کیا ہے۔ وہ شرمندہ تھا۔

"فضول باتیں مت کرو، زویا میری بہن ہے بلکہ اگر تم مجھے اس معاملے سے دور رکھتے تو مجھے بہت برا لگتا۔" شیراز نے اس کے دل کا بوجھ ہلکا کیا۔

"شیراز! میری وجہ سے اس کی گرہستی اجڑ گئی، زندگی برباد ہوگئی، اس گناہ عظیم کیلئے وہ شاید تاعمر مجھے معاف نہ کرے۔" وہ اب بھی احساس ندامت میں گھرا تھا۔

"پلیز شاہ دل! سنبھالو خود کو میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ جو ہوا، اس کی وجہ تم ہرگز نہیں ہو، اگر تم نے اسے تنہا دیکھ کر اس کی مدد کی، اسے گھر چھوڑنے گئے تو یہ کوئی ایسی بات تو نہیں کہ عباد جیسا شخص جس نے پوری دنیا سے لڑ کر، ہر رشتے سے ٹکرا کر زویا کو حاصل کیا، وہ کسی قسم کی وضاحت طلب کئے بغیر اسے یوں کھڑے کھڑے طلاق دے دے، میں مان ہی نہیں سکتا، عباد نے ایسا جان بوجھ کر نہیں کیا بلکہ اس سے کروایا گیا ہے، کوئی چاہتا تھا کہ زویا اور عباد ایک ساتھ نہ رہیں۔"

"شیراز! ایسا کون ہے کہ جس نے اپنی تسکین کیلئے اس بے ضرر سی لڑکی کو اتنا بڑا روگ لگا دیا، اگر ایک مرتبہ اس کا پتہ چل جائے تو میں اسے شوٹ کر دوں گا۔" شاہ دل کو بہت غصہ آیا تھا۔

"کنٹرول یور سیلف.......... اس طرح مسائل ختم نہیں ہوتے بلکہ بڑھتے ہیں، اب یہ سوچو کہ اب آگے کیا کرنا ہے؟" شیراز نے پریشانی سے کہا۔

"وہی تو میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ اب کیا کریں، بابا صاحب کبھی بھی زویا کو "اعوان پیلس" میں رکھنے کیلئے راضی نہیں ہوں گے اور میں اسے اکیلا ہرگز نہیں چھوڑوں گا وہ اتنی آزمائشوں سے گزر چکی ہے کہ اب اگر اس کی زندگی میں کوئی اور آزمائش آئی تو شاید اس کی جان ہی لے کر جائے۔ میں اسے مزید تکلیف سے گزرنے نہیں دوں گا۔ اگر بابا صاحب کے نزدیک یہ گناہ ہے تو وہ مجھے بڑی خوشی سے سزا دے سکتے ہیں، میں ہر سزا بھگتنے کیلئے تیار ہوں۔" شاہ دل جذباتی سا ہوگیا۔

"فکر مت کرو، سب ٹھیک ہو جائے گا مگر اس وقت ضروری ہے کہ زویا کو ہوش آ جائے، ہم اس کی مرضی کے بنا کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے۔" شیراز نے سمجھایا۔ تبھی اس کا موبائل بج

اٹھا۔ اس نے موبائل کان سے لگایا۔ دوسری طرف نیناں تھی جو زویا کی طبیعت پوچھ رہی تھی۔

"ابھی ہوش نہیں آیا، نہیں، نہیں ہرگز نہیں۔ اس وقت رات کے تین بج رہے ہیں، تمہیں یہاں آنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور فی الحال گھر میں بھی کسی سے ذکر مت کرنا، پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، بس اپنا خیال رکھنا، خدا حافظ۔" اس نے جلدی جلدی کہہ کر فون بند کر دیا۔

❋❋❋

زویا کو صبح چار بجے ہوش آیا۔ وہ جب سے ہوش میں آئی تھی، چپ چاپ چھت میں لگے ہوئے پنکھے کو گھور رہی تھی۔ اس کی زبان نے ذرا سی بھی حرکت نہیں کی۔

ڈاکٹر نے انہیں زویا کے ہوش میں آنے کی اطلاع دی تو شیراز اور شاہ دل کے چہروں پر اطمینان دکھائی دینے لگا۔

"آپ لوگ چاہیں تو ان سے مل سکتے ہیں لیکن کوشش کیجئے گا کہ اس وقت ان کے سامنے ایسی بات نہ کی جائے جس سے انہیں تکلیف پہنچے۔" ڈاکٹر انہیں تاکید کر کے چلا گیا۔

"جاؤ شاہ دل تم اس سے مل لو تاکہ تمہاری پریشانی کم ہو۔" شیراز نے نرمی سے کہا۔

"نہیں شیراز! میرا اس وقت اس کے سامنے جانا ٹھیک نہیں ہے، نجانے اس کی دماغی حالت کیسی ہے، میں نہیں چاہتا کہ اب اسے مجھ سے کوئی تکلیف پہنچے۔" شاہ دل اب بھی گلٹی فیل کر رہا تھا۔

"ٹھیک ہے۔" حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے شیراز نے بھی زیادہ اصرار نہیں کیا اور آگے بڑھ گیا۔ جب وہ کمرے میں داخل ہوا تو زویا بیڈ پر لیٹی نجانے خلاؤں میں کیا تلاش کر رہی تھی۔ شیراز اس کے بیڈ کے قریب آ کر ٹھہر گیا۔

پھر اس نے جھک کر آہستہ سے زویا کے سر پر ہاتھ رکھا۔ "کیسی ہو زویا......؟" لہجے میں بھائیوں جیسی شفقت تھی۔ جواباً زویا نے شیراز کو خالی خالی نگاہوں سے دیکھا۔

"میں شیراز ہوں تمہارا بھائی...... مجھے پہچانتی ہو نا؟"

جواباً زویا نے سر کو ہلکی سی جنبش دی تو شیراز کی جان میں جان آئی۔

"کچھ سوچنے کی ضرورت نہیں اور کسی چیز کیلئے پریشان ہونے کی بھی ضرورت نہیں، بس تم جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ پھر ہم گھر جائیں گے۔" زویا نے اسے چونک کر دیکھا۔ آپ ہی آپ آنکھوں میں نمی اتر آئی۔

"گھر......؟" زویا کے لبوں سے جیسے کوئی سسکی نکلی تھی۔ وہ ایک ناقابل بیان اذیت

سے گزر رہی تھی۔ شیراز کو اس کے کرب کا اندازہ تھا۔ اس لئے وہ مزید کچھ کہے بنا کمرے سے باہر چلا گیا اور زویا کی آنکھیں برسنے لگیں۔

❋❋❋

شاہ دل گھر لوٹا تو زوبیہ سمیت باقی تمام گھر کے افراد اس کے منتظر تھے۔ اس نے سب کو یہی بتایا تھا کہ اس کے کسی دوست کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے جس کی وجہ سے وہ اور شیراز تمام رات ہاسپٹل میں رہے، البتہ زوبیہ کو اس نے سچ بتا دیا تھا۔

جب بیڈ روم میں آ کر اس نے زوبیہ کو تمام حقیقت سے آگاہ کیا تو اس کے پاؤں تلے سے زمین ہی نکل گئی تھی۔ وہ خواب میں بھی نہیں سوچ سکتی تھی کہ عباد اسے یوں سرراہ چھوڑ دے گا۔ وہ عباد جس نے زویا کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے چاہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں یکدم سمندر آن ٹھہرا اسے چکر سا آ گیا۔ اگر شاہ دل سنبھال نہ لیتا تو شاید وہ نیچے گر پڑتی۔

شاہ دل نے اسے تھام کر بیڈ پر بٹھا دیا اور خود اس کے قریب بیٹھ گیا۔ ''میں جانتا تھا کہ تمہیں اس حقیقت کا علم ہو گا تو تمہیں بے حد تکلیف ہو گی لیکن سچ بتانا ضروری تھا۔''

''اب زویا کا کیا ہو گا؟ وہ کہاں جائے گی؟'' زوبیہ بہت فکرمند تھی۔

''میں تو چاہتا تھا کہ بابا صاحب سے اس معاملے میں بات کی جائے مگر شیراز کا خیال ہے کہ پہلے زویا کی رائے جان لی جائے۔''

''شاہ دل! مجھے زویا سے ملنا ہے۔ پلیز آپ مجھے اس سے ملوا دیں گے نا......؟'' وہ ملتجی تھی۔

''ہاں مگر گھر میں کیا کہیں گے، بی جی اور مدحت آنٹی نے تو تمہیں کہیں بھی باہر آنے جانے سے منع کیا ہے۔ انہیں کیا بتاؤ گی؟'' شاہ دل اس کی حالت کے پیش نظر پریشان تھا۔

''کہہ دوں گی روٹین چیک اپ کیلئے جا رہی ہوں تب کسی کے پاس انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہو گی۔'' زوبیہ نے لمحوں میں مسئلے کا حل ڈھونڈ لیا تھا۔

''ٹھیک ہے تو پھر ہم شام کو چلیں گے۔'' وہ نرمی سے بولا۔

''ابھی نہیں جا سکتے؟'' وہ بے تابی سے بولی۔

''نہیں، اس وقت ایک تو جانا مشکوک ہو گا اور پھر مجھے آفس میں بھی ضروری کام ہے، اسے ختم کرنا ضروری ہے، تم چاہو تو فون پر شیراز سے بات کر لو، تمہاری کچھ تسلی ہو جائے گی۔'' شاہ دل نے اس کے اطمینان کی خاطر کہا۔

''نہیں میں شام ہونے تک کا انتظار کروں گی۔''

''ٹھیک ہے۔'' شاہ دل اٹھ کھڑا ہوا۔ ''ایک بات کا دھیان رکھنا کسی صورت بھی یہ بات اپنے والدین کے سامنے مت کہنا، انہیں دکھ ہو گا۔'' وہ اتنا کہہ کر واش روم میں چلا گیا اور زوبیہ، زویا کے آنے والی زندگی کے متعلق سوچنے لگی۔

❋❋❋

سب کے سب صحن میں بیٹھے ساکت نگاہوں سے عباد کو دیکھے جا رہے تھے۔ ایک رات میں اس نے زندگی کا کتنا بڑا فیصلہ کر لیا۔ کمال احمد، کرن، صادقہ تینوں کو یقین نہیں آ رہا تھا، صادقہ کو بھی اس سے شکایتیں تھیں مگر انہوں نے کبھی یہ نہیں سوچا تھا کہ زویا کا بسا بسایا ہوا گھر اجڑ جائے۔

''اس معصوم بچی پر اتنا بڑا الزام لگا کر، اسے دربدر کرنے سے پہلے ایک پل کیلئے بھی تمہارے دل میں رحم نہیں آیا تھا؟'' کمال احمد کی آواز غصے سے کانپ رہی تھی۔

''جو ہوا، اس کا ذمہ دار میں نہیں زویا ہے، میرا قصور صرف اتنا ہے کہ میں نے اس عورت سے رشتہ جوڑا جس کیلئے رشتوں کے کوئی معنی نہ تھے، ایسی عورت پر اعتبار کیا جو کبھی اعتبار کے قابل نہ تھی۔'' اس کے لہجے میں پچھتاوے بول رہے تھے۔

''جتنی غیرت طلاق دینے میں دکھائی، اتنی غیرت سے یہ بھی سوچ لیتے کہ اس وقت وہ کہاں جائے گی۔'' کمال احمد سخت غصے میں تھے۔

''شاہ دل ہی شاید اسے لے گیا ہو گا، وہ اس وقت وہیں تھا۔'' عباد نے جلدی سے کہا۔

''شاید کا مطلب......؟'' انہوں نے شاکی نگاہوں سے کہا۔

''وہ میں نے دروازہ بند کر دیا تھا۔'' وہ نادم سا بولا۔ اب اندر ہی اندر اسے بھی فکر ہونے لگی تھی کہ زویا آخر گئی کہاں......؟ کمال احمد نے جواباً ایسی نگاہوں سے دیکھا کہ ایک پل کیلئے عباد کا جی چاہا کہ زمین میں گڑھ جائے۔ ندامت سے اس کی نگاہیں جھک گئیں۔

''کاش تم پیدا ہوتے ہی مر جاتے یا آج کا دن دیکھنے سے قبل میں مر جاتا کیونکہ اب جب لوگ یہ کہیں گے کہ تم میرے بیٹے ہو تو یہ رشتہ مجھے گالی کی طرح لگے گا، آج کے بعد سے سمجھو کہ تمہارا باپ مر گیا ہے۔'' کمال اتنا کہہ کر اپنے کمرے میں چلے گئے۔ عباد سناٹے میں آ گیا تھا۔

''عباد! جو ہوا، وہ نہیں ہونا چاہئے تھا تم نے زویا کے ساتھ اچھا نہیں کیا۔'' صادقہ کو بھی دکھ تھا۔

اینہ اور عبیرہ کو یہ حمایت ناگوار گزری مگر انہوں نے ظاہر نہیں ہونے دی۔

کرن خاموشی سے اس کی جانب تک رہی تھی۔ عباد کو اس کی خاموشی چبھنے سی لگی تو وہ بیزار ہو کر بولا۔ ''اگر تمہیں بھی کچھ کہنا ہے تو کہہ ڈالو، کسی کو کوئی حسرت نہیں رہنی چاہئے۔''

''نہیں بھیا! مجھے آپ سے کچھ نہیں کہنا یوں بھی اب اس مقام پر کچھ کہنا فقط الفاظ کا زیاں ہے لیکن میں اتنی دعا ضرور کرتی ہوں، خدا کرے کل رات کے حادثے کے بعد زویا زندہ نہ بچی ہو تا کہ کم ازکم لوگوں کا محبت پہ اعتبار تو باقی رہے، کم ازکم لوگوں کی نگاہوں میں تماشا بننے سے تو بچ جائے۔ آپ نے جو کیا، ٹھیک کیا، آپ مرد ہیں، زندگی میں آپ کو بہت سی عورتیں مل جائیں گی لیکن زویا دوبارہ نہیں ملے گی کیونکہ اس جیسا اس دھرتی پر کوئی دوسرا نہیں ہے، تب آپ کو اس کا احساس ہوگا لیکن تب شاید آپ کو پچھتانے کا موقع بھی نہ ملے۔'' وہ اتنا کہہ کر کچن میں چلی گئی۔

عباد خاموشی سے سب کچھ سن رہا تھا۔ وہ کرن کو جھٹلانا چاہتا تھا مگر چاہ کر بھی نہیں جھٹلا پایا۔

منحوس جا کر بھی اس گھر کے مکینوں کے دل سے نہیں گئی۔ عبیرہ نے دل ہی دل میں اسے کوسا۔

❋❋❋

زوبیہ جب زویا کو ملنے آئی تو وہ اس کے گلے لگ کر خوب روئی تھی، شاید بہت وقت کے بعد وہ کسی اپنے کو آنکھوں کے سامنے دیکھ کر اپنے دل کا درد چھپا نہیں پائی اور ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے۔ اگلے دو تین دنوں میں جب زویا کی طبیعت بہتر ہوئی تو زوبیہ اور نیناں نے ڈرتے ڈرتے اسے اعوان پیلس لے جانے کی بات کی۔ یہ سن کر جو اس نے کہا وہ حیران کن تھا۔

''اس گھر سے اب میرا کوئی رشتہ نہیں، اس لئے وہاں جانے کا اب میرے پاس کوئی جواز نہیں۔'' وہ سنجیدگی سے بولی۔

''زویا! کہہ دینے سے رشتے ختم تو نہیں ہو جاتے؟'' زوبیہ نے نرمی سے کہا۔

''ہو جاتے ہیں، کہہ دینے سے بھی رشتے ختم ہو جاتے ہیں، میں نے رشتوں کو ٹوٹتے بکھرتے اور کرچی کرچی ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔'' اس کی انکھوں میں نمی تھی۔

''لیکن زویا! وہ تمہارا گھر ہے اور.....''

اس سے پہلے کہ وہ اپنی بات مکمل کرتی، زویا نے بیزاری سے اس کی بات کاٹ دی۔

''نہیں آپی! اس روئے زمین پر زویا کا کوئی گھر نہیں ہے، کوئی رشتہ نہیں ہے، صرف آزمائشیں ہیں۔'' اس کی آنکھوں میں سمندر آن ٹھہرا۔

''فضول کی باتیں مت کرو، اگر مان بھی لو کہ تم لوٹ کر اعوان پیلس نہیں آؤ گی تو پھر

کہاں جاؤ گی، کیا کرو گی؟'' زوبیہ جلدی سے بولی۔

''مجھے ہاسٹل میں ایک کمرہ لے دیجئے، میں اپنی پڑھائی مکمل کرنا چاہتی ہوں، نوکری میں خود تلاش کرلوں گی، وہ سنجیدگی سے بولی۔

''نہیں زویا! ہم تمہیں اکیلا نہیں چھوڑ سکتے۔'' زوبیہ پریشان ہوگئی۔

''آپ بھول رہی ہیں کہ اعوان پیلس میں رہنے والوں کیلئے میں پہلے سے ہی مر چکی ہوں اور مردوں کو قبر میں نہ چاہتے ہوئے اکیلا چھوڑنا پڑتا ہے، یہ ریت ہے۔'' اس کے اندر جیسے بے تحاشا ٹوٹ پھوٹ ہو رہی تھی۔ اس کے لہجے میں سمٹے کرب سے اس کے خسارے کا اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔

''زویا! اپنے فیصلے پر پھر غور کرلو، مجھے یہ سب ٹھیک نہیں لگ رہا۔'' اس مرتبہ نیناں نے کہا۔

''اگر سامنے فقط ایک ہی راستہ ہو تو اس پر چلنے سے قبل نہیں سوچا جاتا بس اس پر قدم رکھ دیئے جاتے ہیں پھر وہ راستہ خواہ کہیں لے جائے۔'' وہ کھوئے سے انداز میں بولی۔

''ٹھیک ہے ایک دو دن میں تمہارا ایڈمیشن بھی ہو جائے گا اور تمہیں کمرہ بھی مل جائے گا، میں آج ہی شاہ دل سے کہہ دوں گی۔'' زوبیہ کھڑی ہوتے ہوئے بولی۔

''تھینکس، آپ کا یہ احسان میں کبھی نہیں بھولوں گی۔'' زویا کے لہجے میں ممنونیت تھی۔

''زویا! میں تمہاری بڑی بہن ہوں، تمہارا خیال رکھنا میرا فرض ہے اور جب ایک انسان اپنا فرض نبھاتا ہے تو دوسرے پر وہ احسان نہیں ہوتا اور پھر میرے اور تمہارے درمیان کب سے ایسے الفاظ آنے لگے؟'' زوبیہ نے خفگی سے کہا۔

''سب کچھ بدل گیا ہے آپی! اس لئے سوچا کہ میں اپنے آپ کو بدلوں ورنہ زمین پہ پاؤں رکھنے کی جگہ نہیں مل پائے گی۔'' اس کے لہجے کا خالی پن زوبیہ کو تڑپا رہا تھا۔ مگر وہ کیا کرتی، وہ بے بس تھی، اسے ڈر تھا کہ اگر زویا کے رستے ہوئے زخموں پر مرہم لگانے کی کوشش کی تو درد اس کیلئے اتنا ناقابل برداشت نہ ہو جائے کہ وہ جی ہی نہ سکے، تب وہ مزید کچھ کہے کمرے سے باہر نکل گئی، البتہ نیناں اس کے پاس موجود رہی۔

❋❋❋

شیراز اور نیناں گھر لوٹے تو رضیہ لاؤنج میں ان کی منتظر تھی۔ دونوں نے لاؤنج میں داخل ہوتے ہی ہمیشہ کی طرح بڑے مودبانہ انداز میں رضیہ کو سلام کیا، جس کا جواب انہوں نے بڑی رکھائی سے دیا اور سر تا پا عجیب سے انداز میں ان کا جائزہ لیا۔ شیراز سے برداشت نہیں ہوا تو

وہ پوچھ بیٹھا۔

''کیا بات ہے امی! آپ ہمیں ایسے کیوں دیکھ رہی ہیں؟''

''تم لوگ تو الگ الگ مختلف جگہوں پر گئے تھے پھر ایک ساتھ کیسے؟'' ان کا لہجہ شاکی تھا۔

نیناں کو ان کے سوال سے بے حد تکلیف ہوئی۔ آج سے پہلے انہوں نے کبھی نیناں کو ایسی نظروں سے نہیں دیکھا تھا۔ وہ جیسے شرم سے زمین میں گڑھی جا رہی تھی، یوں لگ رہا تھا کہ جیسے اس نے کوئی گناہ کر دیا ہو۔

شیراز کو سمجھنے میں دیر نہیں لگی کی نیلماں، رضیہ کو بھڑکا چکی ہے کیونکہ نیلماں کی عادت سے وہ بخوبی واقف تھا کہ وہ ہر عمل کا فوری ردعمل ظاہر کرتی تھی، اس لمحے کی نزاکت کا اندازہ تھا۔ اس کی خاموشی دونوں کی ذات کے وقار کی دھجیاں اڑا سکتی تھی، اس لئے اس نے آگے کی پروا کئے بنا زویا کے متعلق انہیں سچ بتا دیا تاکہ جو گمان کا بیج نیلماں نے ان کے دل میں بو دیا تھا، وہ فوراً نکل جائے، ورنہ آنے والے وقت میں وہ تناور درخت بن سکتا تھا۔

سب کچھ سن کر رضیہ سناٹے میں آ گئیں۔ زویا پر ایک ساتھ اتنی قیامتیں ٹوٹ گئیں۔ اس بات کا انہیں بہت رنج ہوا، جی چاہا کہ اڑ کر اس کے پاس پہنچ جائیں لیکن وہ بابا صاحب کے حکم کی پابند تھی اس لئے خود کو روکنا پڑا۔

''نیلماں نے جس انداز میں بات کی، مجھے لگا کہ تم دونوں......؟'' وہ نادم تھی سی دکھائی دے رہی تھی۔ نیناں کی نگاہیں جھک گئیں۔ رضیہ نے آگے بڑھ کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

''معاف کرنا نیناں! میں انسان ہوں اس لئے ایک پل کو مجھے بھی یہ گمان گزرا کہ کہیں تم دونوں کی وجہ سے خاندانی وقار کو ٹھیس تو نہیں پہنچی مگر شکر ہے کہ یہ میرا گمان ہی تھا۔''

رضیہ اب مطمئن دکھائی دے رہی تھیں۔

❋❋❋

رات کو نیناں اعوان پلیس میں ذاکرہ سے ملنے گئی۔ شیراز ہی اسے لے گیا تھا۔ نیلماں کو یہ بات سخت ناگوار گزری اس لئے جب نیناں لان میں تنہا تھی تو وہ اس کے پاس چلی آئی اور اسے بڑی عجیب نظروں سے دیکھا، ان نظروں میں نفرت اور حقارت تھی۔ جس کی چبھن وہ اپنے جسم پر محسوس کر رہی تھی۔

''ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟'' نیناں نے کوفت زدہ لہجے میں کہا۔

''آخر تم چاہتی کیا ہو؟'' نیلماں اس سے قدرے بدتمیزی سے مخاطب ہوئی۔

''میں سمجھی نہیں؟'' نیناں نے الجھی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

''ایک طرف تو تم کہتی ہو کہ سعد بھائی تمہاری زندگی تھے اور دوسری طرف شیراز کے ساتھ......! تمہیں شرم نہیں آتی؟'' نیلماں نے حقارت بھری نگاہوں سے اسے دیکھا۔

''تمہیں نہیں لگتا کہ تم ضرورت سے زیادہ میری ذاتیات میں دخل اندازی کر رہی ہو؟'' نیناں نے خفگی سے اسے دیکھا۔

''تمہیں تو منافقت سے بڑی نفرت تھی تو پھر آج تم اتنی منافقت کیوں کر رہی ہو، صاف صاف کیوں نہیں کہتی کہ شیراز سے محبت کرتی ہو، اسے دل میں بسا رکھا ہے اور اس کے ساتھ زندگی کے آگے تک کے سفر کی پلاننگ کر رہی ہو؟'' نیلماں طنزیہ انداز میں بولی۔

''شیراز سے مجھے محبت ہے یا نہیں...... یہ میں نہیں جانتی لیکن ہاں شیراز کا میری زندگی میں جو مقام ہے وہ کسی اور کا نہیں ہے، میرے نہ چاہتے ہوئے بھی وہ کب میری زندگی میں اہمیت اختیار کر گیا یہ میں خود نہیں جانتی، اس کے اور میرے درمیان کوئی کمٹمنٹ نہیں لیکن اس کے باوجود ہم دونوں نے زندگی کے ہر موڑ پر ایک دوسرے کا ساتھ دیا ہے، سنو تمہارا اور شیراز کا رشتہ فقط ایک انگوٹھی کا محتاج ہے لیکن میرا اور شیراز کا رشتہ نہ تو اجسام کا قیدی ہے اور نہ ہی رسموں، رواجوں کا پابند ہے، اگر یہ محبت ہے تو محبت ہی سہی، آج مجھے اس حقیقت کو تسلیم کرنے میں کوئی عار نہیں کہ اب اگر کسی انسان کا ساتھ میرے لئے اہمیت کا حامل ہے تو وہ صرف شیراز ہے، اتنا کافی ہے یا میری زبان سے کچھ اور بھی سننا چاہتی ہو؟''

نیناں کو اس کے الزام پر غصہ آ گیا۔ شاید اسی لے وہ بے ارادہ ہی وہ تمام اعتراف کرتی چلی گئی، جو کبھی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ دروازے کے باہر کھڑا شیراز سب سن رہا تھا۔ نیلماں کتنی دیر تک سناٹے میں رہی اور کافی دیر بعد بولی تو اتنا۔ ''شیراز کی زندگی میں میرے علاوہ کسی کی جگہ نہیں ہے، اس کے دل میں صرف میں ہوں اور کوئی نہیں ہو سکتا۔'' نیلماں پر یقین لہجے میں بولی، لیکن اس کی آواز لرز رہی تھی۔ جبکہ نیناں اسے اطمینان سے دیکھ رہی تھی۔

''یقین اگر دل میں جگہ پا لے تو وہ انسان کو خدا سے ملا سکتا ہے لیکن یقین اگر خوابوں سے جنم لے کر لفظوں میں محدود ہو جائے تو وہ فریب بن جاتا ہے اور ہاں ایک بات میں تم پر واضح کر دوں نیلماں کہ جو کچھ میں نے کہا، اس کا حرف حرف سچ ہونے کے باوجود میری یہ ہرگز خواہش نہیں کہ میں تم سے تمہاری خوشی چھین لوں، آج بھی شاید تم مجھے اتنا مجبور نہ کرتیں تو یہ الفاظ میرے ہونٹوں پر نہ آتے، یہ اعتراف ہمیشہ میرے دل میں دفن رہتا، اس پل شاید جو بھی ہوا ہے، وہ اچھا نہیں ہوا، وہ نہیں ہونا چاہئے تھا اس لئے بہتر ہے کہ اس لمحے کو ایک برے خواب کی طرح

بھول جاؤ، اسی میں سب کی بھلائی ہے۔'' نیناں اتنا کہہ کر آگے بڑھنے لگی۔

تبھی نیلماں نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔ ''کیا اس پل میں کئے گئے اعتراف کو تم بھول پاؤ گی؟'' نیلماں نے نم آنکھوں اور لرزتے ہونٹوں میں سوال لئے اسے دیکھا۔

نیناں نے ایک پل کیلئے اسے دیکھا اور پھر نگاہوں کا زاویہ بدل لیا۔ ''کیا فرق پڑتا ہے۔'' وہ لاپرواہی سے بولی اور کمرے سے باہر نکل گئی۔

❋ ❋ ❋

زویا نے کالج جوائن کرلیا تھا۔ ہاسٹل میں رہتے ہوئے بھی اسے کافی دن ہوگئے تھے۔ آج کل وہ ایک اچھی جاب کی تلاش میں تھی۔ شیراز اور شاہ دل نے چاہا تھا کہ وہ اس معاملے میں اس کی مدد کریں مگر زویا نے منع کردیا سو انہیں بھی خاموش ہونا پڑا۔

شدید گرمی پڑ رہی تھی۔ زویا کب سے بس اسٹاپ پر کھڑی تھی۔ لیکن بس کا دور دور تک پتہ نہ تھا۔ اردگرد اور بھی کئی لوگ تھے جو گرمی سے بے حال ہو رہے تھے ان کی نگاہیں بھی بس کی راہ پر لگی تھیں۔ تبھی ایک گاڑی اس کے قریب آ کر رکی۔ وہ دو قدم پیچھے ہٹ گئی، گاڑی پر نگاہ ڈالی تو ساکت ہوگئی، یہ تو وہی گاڑی تھی جو عباد کو ترقی پر بینک کی جانب سے ملی تھی اور دوسری نگاہ اپنی سمت آتے عباد پر پڑی تھی۔ یقیناً اس نے زویا کو ہی دیکھ کر گاڑی روکی تھی۔

زویا نے سرعت سے نگاہوں کا زاویہ بدل لیا اور بے وجہ ہی سڑک پر دوڑتی بھاگتی گاڑیوں کو دیکھنے لگی۔

''تم یہاں اس طرح......؟'' اس نے قدرے حیرت سے زویا کو دیکھا۔ وہ تو سوچ رہا تھا کہ زویا اس وقت اعوان پیلس میں عیش کر رہی ہوگی۔ لیکن اسے یوں بدحال دیکھ کر اسے عجیب لگا۔ زویا نے اس کی سمت دیکھا اور نہ اس کے سوال کا جواب دیا۔

''کیسی ہو تم؟'' دوسرا سوال کیا لیکن زویا نے اس کا بھی کوئی جواب نہیں دیا۔

''زویا! تم اس طرح کیوں ظاہر کر رہی ہو جیسے میں کوئی اجنبی ہوں اور تم مجھے پہچانتی تک نہیں۔'' عباد اردگرد کے لوگوں کے گھورنے پر برہم ہوگیا۔

''معاف کیجئے گا میں نے آپ کو واقعی نہیں پہچانا۔'' وہ انجان بن کر بولی۔

''زویا!'' اس نے صدمے کی سی کیفیت میں کہا۔ ''حیرت ہے میں آپ کو پہچانتی تک نہیں اور آپ میرے نام سے بھی واقف ہیں۔'' زویا نے قدرے حیرت سے اسے دیکھا۔ لوگ پلٹ پلٹ کر دونوں کو دیکھ رہے تھے۔ عباد کو بہت برا لگا۔

''زویا! تم سب کے سامنے میری انسلٹ کر رہی ہو۔'' عباد کو بڑا غصہ آیا۔

''جن لوگوں کی عزت قدموں تلے روندی جا چکی ہو، جو لوگ دنیا کی نظروں میں تماشا بن چکے ہوں، وہ نہ تو دوسروں کی بے عزتی کر سکتے ہیں اور نہ ہی انہیں تماشا بنا سکتے ہیں۔'' زویا کے لہجے میں کرب تھا۔

''دھوپ بہت تیز ہو رہی ہے، چلو میں تمہیں گھر چھوڑ دوں۔'' وہ ہمدردانہ لہجے میں بولا۔

''گھر......! یہ لفظ میری ذات سے منسوب نہیں، یوں بھی مجھ جیسی عورتوں کا گھر نہیں ہوتا'' وہ اپنے طنزیہ انداز میں بولی۔

''پھر جہاں تم کہو، میں تمہیں چھوڑ دوں گا۔'' ایک اور آفر......

''آپ کسی کو کہیں بھی چھوڑ سکتے ہیں، اس کا اندازہ مجھے بخوبی ہے۔ بہرحال اب میں آپ کو یہ موقع نہیں دوں گی۔'' ضبط کے باوجود اس کی آنکھوں کے کنارے بھیگ گئے۔

''میری بات مان لو زویا! دیکھو لوگ ہمیں کتنی عجیب نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔'' عباد نے دھیمے لہجے میں کہا۔

''وہ یہ قیاس کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ آپ جیسا پارسا مرد مجھ جیسی عورت کے پاس کھڑا کیا کر رہا ہے۔'' وہ زہر بھرے انداز میں بولی۔

عباد کے پاس ضد کرنے کا حق تھا نہ ہی اصرار کرنے کی وجہ...... اس لئے وہ خاموش ہوگیا۔ زویا کی مطلوبہ بس آ گئی، وہ اس پر سوار ہوگئی اور عباد اسے دیکھتا رہ گیا۔

❋ ❋ ❋

عباد کب سے آفس میں بیٹھا تھا۔ شیشے کی میز پر کھلی ہوئی فائل آنکھوں کے سامنے تھی، مگر سوچوں کا محور فقط زویا کی ذات تھی۔ وہ کیوں اعوان پیلس لوٹ کر نہیں گئی تھی، کیوں اتنی آسائشوں کو چھوڑ کر تکلیف دہ حالات کا سامنا کر رہی تھی، حالانکہ اس کے تو اعوان پیلس کے لوگوں سے تمام روابط قائم تھے پھر کیوں......؟ وہ بے حد پریشان تھا۔ اسے رہ رہ کر احساس ہو رہا تھا کہ کہیں اس سے زویا کو سمجھنے میں غلطی تو نہیں ہوگئی، اس کی آنکھوں نے جو منظر دیکھا، اس کا پس منظر کچھ اور تو نہیں تھا اندر ہی اندر اسے کوئی جھنجھوڑ رہا تھا۔ اس سے پوچھ رہا تھا کہ اس نے کب اور کہاں زویا کی وفا میں کمی یا کردار میں کھوٹ پایا ہے؟ اور درحقیقت اسے یہ سوالات بے مصرف اور بے بنیاد لگ رہے تھے۔

پتہ نہیں کیوں آج زویا کو اس حال میں دیکھ کر اسے شدت سے احساس ہو رہا تھا کہ

اس سے بہت بڑا گناہ سرزد ہوا ہے، زندگی میں پہلی بار شاید اس نے غلط فیصلہ کیا ہے۔ وہ اپنے آپ کو ملامت کرنے لگا، تبھی امینہ کے زہر خند الفاظ اس کے کانوں میں گونجے تو ایک دم سے وہ خود سے ہی بولا۔

"میں نے ٹھیک کیا، وہ یہی ڈیزرو کرتی تھی۔" عباد گویا خود کو کٹہرے میں کھڑا محسوس کر رہا تھا اور رہائی کی چاہ میں توڑ مروڑ کر تمام دلیلیں اپنے حق میں پیش کر رہا تھا مگر احساس جرم سے رہائی ممکن نہیں ہوتی جب آپ کو یہ معلوم ہو کہ آپ نے کیا جرم کیا ہے۔

❋❋❋

سدرہ نے جو کچھ کرن کی زبانی سنا، اسے یہ سب سن کر بہت دکھ ہوا تھا۔ "سچ مانوں تو مجھے یقین نہیں ہو رہا کہ عباد بھائی، زویا بھابی کے بارے میں ایسی گھناؤنی بات سوچ سکتے ہیں، جتنی محبت کے دعویدار عباد بھائی تھے۔ اگر اسے سامنے رکھ کر سوچا جائے تو موجودہ حالات پر یقین کرنے کو جی نہیں چاہتا۔" سدرہ نے گراؤنڈ میں موجود بینچ پر بیٹھتے ہوئے بڑے تاسف سے کہا۔

"سچ پوچھو تو عباد بھائی نے زبان سے فیصلہ تو سنا دیا لیکن ان کا دل ابھی تک اس فیصلے اس حقیقت کو قبول نہیں کر پایا کہ زویا اب اس کی زندگی میں نہیں رہی، وہ اب بھی راتوں کو اٹھ کر اس کمرے میں چلے جاتے ہیں، عجیب سی حالت ہوگئی ہے، مجھے کبھی ان پر بہت غصہ آتا ہے اور کبھی بہت ترس...... کبھی جی چاہتا ہے کہ نفرت سے منہ پھیر لوں اور کبھی لگتا ہے کہ مجھے ان کا دکھ بانٹنا چاہئے لیکن میں چاہ کر بھی ایسا نہیں کر پاتی کیونکہ میں جانتی ہوں کہ بہرحال گناہ میرے بھائی نے ہی کیا ہے اس سے بہرحال زیادتی ہوئی ہے ایسی زیادتی جس کی کوئی تلافی بھی نہیں۔" وہ بے حد دکھ سے گویا تھی۔ "میں اور ابو تو اکثر یہ سوچتے ہیں کہ اگر زندگی کے کسی موڑ پر ہمارا سامنا زویا سے ہوگیا تو ہم کیسے اس سے نگاہیں ملا پائیں گے۔" کرن کی آنکھیں نم تھیں۔

"کرن! صبر کرو، جو ہوا اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں اور نہ ہی انکل کا بلکہ میں تو یہ کہوں گی کہ گنہگار کوئی نہیں، تمام فیصلے تو تقدیر کے ہاتھ ہوتے ہیں، پھر بھلا ہم کسی بھی چیز کیلئے اس انسان کو مورد الزام کیسے ٹھہرا سکتے ہیں جو خود قسمت کے ہاتھوں میں کھلونا ہے۔" سدرہ نے نرمی سے کہا۔

❋❋❋

آج گھر میں کوئی نہیں تھا سوائے عمیرہ اور امینہ کے اس لئے دونوں ماں بیٹیاں بڑے اطمینان سے بیٹھ کر باتیں کر رہی تھیں۔

"چلو تمہاری زندگی سے زویا نام کی چڑیل کا سایہ تو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے دور ہوا۔" امینہ نے سکھ کا سانس لیا۔

❋❋❋

"لیکن اماں! وہ منحوس اس گھر سے جا کر بھی نہیں گئی، آج بھی جانے انجانے کمال خالو اسے پکارتے ہیں۔ کرن تو ہے ہی اس کی چمچی اور صادقہ خالہ اس کے جانے کے بعد چپ سی ہو گئی ہیں، پہلے ہر وقت میرے آگے پیچھے پھرتی تھیں اور اب کمرے سے باہر ہی نہیں نکلتیں اور عباد نے اس کے جانے کے بعد مجھ سے ڈھنگ سے بات بھی نہیں کی۔" عمیرہ منہ بنا کر بولی۔

امینہ اسے سیب کے ٹکڑے کاٹ کاٹ کر دے رہی تھیں۔ "ارے تم فکر نہ کرو سب ٹھیک ہو جائے گا، یہ مرد ذات بڑی بے وفا شے ہوتی ہے، ساری عمر ایک عورت کے نام پر نہیں گزار سکتے۔ تھوڑے دن گزرنے دو، جب اس کی اولاد تمہاری گود میں آ جائے گی تو سب بھول جائے گا، بس اس وقت تک ذرا صبر سے کام لینا اور ایک بات اور اسے آہستہ آہستہ یہ احساس دلاؤ کہ جو اس نے کیا وہ بالکل ٹھیک کیا، اسے پچھتاوؤں سے باہر نکالو، وہ تمام عمر تمہارا ممنون رہے گا کہ تم نے دکھ کی گھڑی میں اس کا ساتھ دیا۔" امینہ نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"ہاں اب تو کچھ کرنا ہی پڑے گا۔" عمیرہ نے مضبوط لہجے میں کہا۔

"شاباش۔" امینہ نے اس کی پیٹھ ٹھونکی۔

❋❋❋

زویا ہاسٹل کے کمرے میں بیٹھی اپنی گزری زندگی پر غور کر رہی تھی۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی پیچھے مڑ کر دیکھ رہی تھی، جہاں ٹوٹ جانے والے رشتوں کی کرچیاں پڑی تھیں اور چھوٹ جانے والے رشتوں کا دکھ بھی کھڑا تھا۔

وہ کہاں سے چلی تھی اور کہاں آ گئی تھی اور اب آگے کہاں جانا تھا۔ اس سوال کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا، یہ اس کی زندگی کا وہ موڑ تھا جہاں کسی راستے کی شناخت تھی اور نہ ہی منزل کی تمنا...... پیچھے فقط خسارہ تھا اور آگے ایک نامعلوم سی دھند چھائی ہوئی تھی، جس میں اسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا، کچھ بھی نہیں......

اس نے سنا تھا کہ اس دنیا میں خدا نے سب کو کسی نہ کسی مقصد کیلئے بھیجا ہے مگر اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے دنیا میں کیوں بھیجا گیا ہے۔ وہ زندگی کے پچیس سال گزار چکی تھی مگر ان سالوں میں وہ اپنوں کی رسوائی کا سبب رہی تھی یا پھر فقط اپنی زندگی کے دکھوں کو روتی رہی تھی۔ کیا بس یہی اس کی زندگی کا مقصد تھا جو کچھ اب تک اس کی زندگی میں ہوا تھا۔

ہوا تھا اس میں اس کا کتنا ہاتھ تھا، کیا اس نے چاہا تھا کہ عباد اسے اس طرح رخصت کرا کر لے جائے کہ وہ لوگوں کیلئے موضوع گفتگو بن جائے کیا اس نے چاہا تھا کہ وہ اپنی مرضی سے سب رشتوں کو بالائے طاق رکھ کر فقط عباد سے رشتہ نبھائے...... کیا یہ بھی اس نے چاہا تھا کہ وہ ماں نہ بنے اور عبیرہ اس کی اور عباد کی زندگی میں آ کر سب کچھ نیست و نابود کر دے؟ اگر اس یہ سب نہیں چاہا تھا تو پھر اسے ان چاہتوں کی سزا کیوں مل رہی تھی۔

زویا نے اپنا گھومتا ہوا سر تھام لیا۔ اسے کسی سوال کا کوئی جواب نہیں مل رہا تھا، وہ خود کو بہت بے بس و کمزور محسوس کرنے لگی تھی۔

❋ ❋ ❋

عباد آج دوبارہ اپنا کمرہ چھوڑ کر گیسٹ روم میں آ گیا۔ اسے خود نہیں پتہ تھا کہ وہ روزانہ ایسا کیوں کر رہا تھا۔ یہ زویا سے اس کی محبت تھی یا کوئی احساس جرم...... اسے خود معلوم نہ تھا لیکن بہرحال اسے ایسا لگنے لگا تھا کہ جیسے دھیرے دھیرے وقت ریت کی طرح اس کے ہاتھوں سے نکل رہا ہے، سب کچھ آہستہ آہستہ بکھرتا جا رہا ہے اور اس میں کچھ بھی سمیٹنے یا سنبھالنے کی سکت باقی نہیں رہی ہے، وہ خاموش تماشائی کی طرح سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

اسے پتہ تھا کہ اس نے تمام حقائق جاننے اور اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے بعد وہی کیا جو اس کی جگہ اگر کوئی اور ہوتا تو وہ بھی یہی کرتا۔ وہ مطمئن تھا کہ اس نے کوئی زیادتی نہیں کی، پھر بھی اس کو سکون نصیب نہ تھا، دل پر ایک بوجھ سا تھا جو روز بروز بڑھتا جا رہا تھا، کبھی کبھی عباد کو لگتا تھا کہ وہ اس بوجھ تلے دب کر مر جائے گا لیکن ساتھ یہ یقین بھی پختہ ہوتا جاتا کہ وہ مر بھی جائے گا تو اسے سکون نہیں ملے گا۔

''انسان کو سکون تب نہیں ملتا جب انسان سے جانے انجانے میں کوئی گناہ عظیم ہو جاتا

ہے، ایسا گناہ جس کی تلافی ممکن نہ ہو اور اگر ہو تو کانٹوں کی راہ گزر پر چلنے یا آگ کا دریا پار کرنے کی آزمائش جیسی۔'' زویا کی کبھی کہی ہوئی بات اسے یاد آ گئی۔ تو گویا مجھ سے کوئی گناہ عظیم ہو گیا ہے مگر کیا......؟

میں نے زویا کو طلاق دے دی؟ اس نے خود سے سوال کیا لیکن نہیں اس نے گویا خود ہی اس بات کو جھٹلا دیا۔

تو پھر......؟ وہ سوچنے لگا۔ ہاں شاید میں نے اس کا حق مہر ادا نہیں کیا، اسے یوں خالی ہاتھ گھر سے نکال دیا۔ شاید اسی لئے میں بے سکون ہوں، ہاں یہی بات ہو سکتی ہے۔ اس نے گویا خود کو مطمئن کیا۔ وہ فیصلہ کر چکا تھا کہ اب وہ اسے اس کی تمام چیزیں جن پر صرف اس کا حق تھا، لوٹا دے گا اور پھر یقیناً اسے سکون مل جائے گا۔ اس نے فیصلہ کن انداز میں سوچا۔

❋ ❋ ❋

''آپ یہاں اتنی اتنی صبح صبح......؟'' زویا ویٹنگ روم میں شاہ دل کو دیکھ کر بے حد حیران ہوئی۔

''مجھے کچھ باتیں کرنی تھیں اس لئے چلا آیا، شاید تمہیں میرا اس طرح آنا اچھا نہیں لگا۔'' شاہ دل نے اس کی خاموشی سے یہی اخذ کیا۔ اس کے چہرے پر ندامت تھی۔

''نہیں برا نہیں لگا بس ذرا حیران ہو گئی تھی، بہرحال آپ بیٹھئے اور تسلی سے کہئے آپ کو جو کہنا ہے۔'' زویا کے لہجے میں نرمی تھی۔

شاہ دل صوفے پر ٹک گیا، زویا بھی اس کے سامنے بیٹھ گئی۔ چند لمحے یونہی بیت گئے پھر شاہ دل نے کہنا شروع کیا۔

''میں اب جو کہہ رہا ہوں، اس کا مقصد تمہارا دل دکھانا نہیں ہے، لیکن میں بھی کیا کروں، میں ایک ان دیکھی آگ میں جل رہا ہوں، احساس جرم مجھے کہیں چین سے نہیں لینے دے رہا۔'' اس کے لہجے میں پچھتاوا تھا۔

زویا نے اسے پہلی مرتبہ اس طرح گفتگو کرتے سنا تھا ورنہ تو ہمیشہ بس چہرے پر غصہ اور لہجے میں تلخی لئے رہتا۔ زوبیہ آپی کی محبت نے انہیں کتنا بدل دیا ہے۔ زویا نے دل ہی دل میں رشک کیا۔ اسے گمان تک نہیں گزرا کہ شاہ دل کی زندگی میں آنے والی بہت سی تبدیلیوں کی وجہ خود زویا کی ذات تھی، وہ اس راز کو بھی نہ پا سکی کہ شاہ دل نے زوبیہ سے جب نفرت کی، اس کی وجہ سفینہ اور جہانزیب کا ماضی تھا، لیکن جب جب زوبیہ کی زندگی میں، اس کی زندگی میں رنگ بھرنے کی کوشش کی، اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ اس کی محبت یعنی زویا پر کبھی یہ الزام نہ آئے کہ اس کی وجہ

سے زوبیہ کو اپنا حق نہیں ملا۔ شاہ دل نے اپنی قسمت سے زویا کو پانے سے پہلے کھو دیا تھا لیکن کم از کم اپنی زندگی کا واحد اور سب سے بڑا خسارہ زوبیہ کے حصے میں ڈال کر دانستہ یا نادانستہ طور پر اسے تکلیف پہنچانے کی کوشش نہیں کی تھی۔

"آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں؟" زویا نے بڑی الجھن سے شاہ دل کو دیکھا۔

"زویا! مجھے معاف کر دو پلیز۔" وہ بلاتمہید بولا۔

"مگر آپ نے کیا کیا ہے؟" زویا نے اسے حیرت سے دیکھا۔

"اگر اس دن میں تمہیں گھر تک چھوڑنے کے لئے فورس نہ کرتا تو آج تمہاری گرہستی سلامت ہوتی، جو ہوا اس کی وجہ میں تھا۔" وہ بول رہا تھا۔ زویا کے چہرے کے رنگ بدل رہے تھے۔ عباد کے دیئے زخموں کا درد اس کی آنکھوں سے بہنے لگا تھا مگر اب بھی وہ ضبط کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"زویا! پلیز مت روئیے ورنہ میں تمام عمر خود کو معاف نہیں کر پاؤں گا، میں تمہارے پاس اس لئے آیا تھا کہ تمہاری معافی مجھے احساس جرم سے رہائی دے سکے اور تم......" زویا! اس طرح تو میں کبھی سکون سے نہیں رہ پاؤں گا۔" وہ مزید نادم ہو گیا تھا۔

"جو ہوا، وہ میری قسمت تھی، اس میں آپ کا یا کسی دوسرے کا کوئی عمل دخل نہیں، اس لئے آپ کو معافی مانگنے کی ضرورت نہیں، اگر آپ کسی احساس جرم میں مبتلا ہیں تو میں آپ کو اس سے آزاد کرتی ہوں، پلیز آپ اپنے دل پر کوئی بوجھ مت رکھئے۔" بھلے آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے لیکن پھر بھی وہ بڑے مضبوط لہجے میں بول رہی تھی۔ شاہ دل حیران تھا۔

"مجھے تو شاید اس شخص سے بھی نفرت نہیں، جس کی وجہ سے آج میں ہر رشتے سے محروم ہو چکی ہوں اور......!" وہ بات ادھوری چھوڑ کر ایک دم سے ویٹنگ روم سے باہر نکل گئی۔ شاید اب اس کے ضبط کی انتہا ہو چکی تھی۔ شاہ دل دیر تک ہلتے پردے کو دیکھتا رہا۔ زویا کے آنسوؤں کی نمی اب بھی وہ اپنے دل پر محسوس کر رہا تھا۔

❋❋❋

زویا کو ملنے زوبیہ شام کو آئی تھی۔ باتوں باتوں میں اس کے منہ سے یہ سن کر کہ شاہ دل اس سے صبح صبح ملنے آیا تھا، وہ کافی حیران ہوئی تھی کیونکہ جب صبح زوبیہ نے شاہ دل سے آفس جلدی جانے کا سبب پوچھا تھا تو تب اس نے کہا تھا کہ آفس میں کام زیادہ ہونے کی وجہ سے اسے جلدی جانا پڑ رہا ہے۔ اس نے ایک مرتبہ بھی ہلکا سا بھی ذکر نہیں کیا کہ وہ زویا سے ملنے جا رہا ہے۔ یہ بات اس نے کیوں چھپائی...... زوبیہ کو بڑا عجیب سا لگ رہا تھا۔ زویا بہت دیر تک اس

سے باتیں کرتی رہی مگر زوبیہ کا دماغ کسی اور سوچ میں الجھا ہوا تھا۔ اسے دکھ ہو رہا تھا کہ شاہ دل نے اس سے جھوٹ بولا لیکن کیوں......؟

❋❋❋

جو ہو گیا تھا۔ اس کیلئے کرن اندر ہی اندر آفاق سے شرمندہ تھی۔ وہ آفاق سے کترانے لگی تھی۔ اب تک کے حالات اسے محبت کرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے، اس لئے کرن اب اپنے دل کو یہی سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی کہ وہ اور آفاق ایک دوسرے کیلئے بنے ہی نہیں تھے۔ آفاق اس کے اجنبی سے رویئے کو کب سے نوٹ کر رہا تھا مگر اس سے بات کرنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ آج وہ اسے لائبریری میں اکیلی کتاب تلاش کرتے ہوئے مل گئی۔ شیلف سے کتاب نکال کر وہ جونہی پلٹی، آفاق کو اپنے سامنے دیکھ کر ایک دم سے نروس ہو گئی، کتاب اس کے ہاتھ سے گرتے گرتے بچی۔

"کیا بات ہے، تم مجھے دیکھ کر یوں گھبرا گئیں جیسے میں کوئی بھوت ہوں؟" آفاق نے اسے حیرت سے دیکھا۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔" کرن نے نظریں ملائے بغیر کہا اور سائیڈ سے نکلنے کی کوشش کی، مگر وہ راہ میں حائل ہو گیا، کرن نے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"میں بھلا آپ سے کیوں بھاگوں گی؟" اس نے اس مرتبہ بھی آفاق سے نگاہیں چرا لیں۔

"یہی تو میری سمجھ میں نہیں آ رہا۔" آفاق بولا۔

"میری ذات میں پنہاں کوئی بھی راز پانے کی جستجو کم از کم آپ کو تو نہیں ہونی چاہئے کیونکہ آپ کا میری ذات اور میری زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہے، اس لئے میرے متعلق کوئی بھی بات سمجھنے کی ضرورت نہیں۔" اس کے لہجے میں تلخی در آئی۔

"میں مانتا ہوں کہ زویا کے حوالے سے میں اکثر تمہیں ہرٹ کر دیتا ہوں، لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ تم میرے ساتھ بیگانوں جیسا رویہ اختیار کرو، آفٹر آل ہم ایک دوسرے کے اچھے دوست ہیں۔" آفاق نے گویا جتایا۔

"ہم دونوں ایک دوسرے کے کچھ بھی نہیں، دوست بھی نہیں۔" کرن کا انداز بڑا فیصلہ کن تھا۔

ایک پل کیلئے وہ سناٹے میں آ گیا پھر سنبھل کر بولا۔

"ایک وقت مجھے لگتا تھا کہ جیسے میں تمہارے لئے بہت اہم ہوں، اکثر محسوس ہوتا تھا

کہ جیسے تم میرے لئے کچھ اسپیشل فیلنگز رکھتی ہو۔" شاید دھچکا اتنا ہی شدید تھا کہ اس کی زبان پر وہ صداقت آ گئی جسے اس نے کبھی الفاظ نہیں دینا چاہئے تھے کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ کرن کو کبھی یہ احساس ہو کہ خود آفاق بھی اس کی فیلنگز کو اہمیت دیتا ہے مگر آج......

بہرحال کرن پر اس کی بات کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ وہ بڑے مضبوط لہجے میں بولی۔

"آپ نے ٹھیک کہا تھا، میرے اور آپ کے درمیان کبھی کوئی رشتہ نہیں رہ سکتا اور میں اعتراف کرتی ہوں کہ ایسی خوش فہمی نے کبھی میرے دل میں جگہ پائی تھی کہ میرے اور آپ کے درمیان کوئی رشتہ ہو سکتا ہے لیکن وقت و حالات نے ثابت کر دیا کہ ہاں وہ میری خوش فہمی ہی تھی اور اب تو......!" وہ کہتے کہتے رک گئی۔ اس کی آنکھوں میں نمی اتر آئی تھی۔

"اب کیا ہوا؟" آفاق نے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"عباد بھائی نے زویا کو طلاق دے دی ہے۔" کرن نے بمشکل کہا اور ایک مرتبہ پھر آفاق سناٹے میں آ گیا۔ اس نے بے یقینی سے کرن کو دیکھا۔

"یہ کیا بکواس ہے، تم جانتی ہو کہ تم کیا کہہ رہی ہو؟" آفاق نے اسے گھورا۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں۔" وہ بولی تو بے اختیار ہی آفاق کا ہاتھ اٹھ گیا۔ کرن اپنے رخسار پر ہاتھ رکھے اسے تحیر سے دیکھ رہی تھی۔ شاید اس کیلئے یہ غیر متوقع تھا۔ وہ مزید کچھ کہے بنا لائبریری سے باہر نکل گئی۔ آفاق کا خون اس وقت بری طرح کھول رہا تھا۔

❋ ❋ ❋

رات شاہ دل لاؤنج میں صوفے پر بیٹھا ٹی وی دیکھ رہا تھا، تب زوبیہ بھی اس کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ وہ فوراً متوجہ ہو گیا۔ "کیا بات ہے، طبیعت ٹھیک ہے، کچھ چاہئے؟" اس کے لہجے میں زوبیہ کیلئے بہت محبت تھی۔ جواباً اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"ٹی وی پر کچھ دیکھنا چاہو گی؟" وہ پھر سے بولا۔

"نہیں ٹھیک ہے۔" وہ مختصراً بولی۔

دو پل کیلئے دونوں کے درمیان خاموشی حائل رہی پھر شاہ دل دوبارہ بولا۔ "کچھ کہنا چاہتی ہو؟"

"آپ صبح زویا سے ملنے گئے تھے؟" زوبیہ نے بنا تمہید باندھے وہی پوچھا جو وہ پوچھنا چاہتی تھی۔

شاہ دل ایک پل کیلئے چونکا پھر بڑے اطمینان سے بولا۔

"ہاں۔"

"لیکن جب میں نے صبح آپ سے جلدی جانے کی وجہ پوچھی تھی تو تب آپ کا جواب مختلف تھا۔" وہ قدرے شاکی لہجے میں بولی۔

"کیا بات ہے، مجھ پر شک ہو رہا ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے زوبیہ کی آنکھوں میں جھانکا۔

اس نے فوراً نفی میں سر ہلایا تھا۔ تب شاہ دل نے اسے واضح طور پر بتا دیا تھا کہ وہ زویا سے معافی کا خواستگار تھا۔ روبیہ اب اس کی جانب سے بالکل مطمئن ہو گئی تھی۔

❋ ❋ ❋

عباد صبح سویرے جب گھر سے نکلا تھا تو اس وقت اس کی بس یہی خواہش تھی کہ زویا اسے مل جائے تاکہ وہ اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر سکے اور اس کا قرض اتار سکے اور جب اس کی نگاہ بس اسٹاپ پر کھڑی زویا پر پڑی تو اسے لگا کہ جیسے اس کی خواہش کی تکمیل ہو گئی ہو۔ آف وائٹ کاٹن کے سوٹ میں ملبوس وہ بے حد دلکش لگ رہی تھی۔ اس کا دوپٹہ اوڑھنے کا انداز اب بھی ایسا ہی تھا کہ سر کے ساتھ ساتھ وہ اپنے پورے وجود کو بھی ڈھانپ لیتی تھی۔ ابھی بس سٹاپ پر رش زیادہ نہیں بڑھا تھا یعنی وہ اطمینان سے زویا سے بات کر سکتا تھا۔ وہ گاڑی سے اتر کر زویا کے قریب آ کھڑا ہوا مگر اسے عباد کی موجودگی کا احساس تک نہ ہوا۔

"کیسی ہو زویا......؟" اس نے آہستگی سے کہا۔

تب اس نے چونک کر مخاطب کرنے والے کو دیکھا اور اپنے سامنے عباد کو دیکھ کر اس کے چہرے پر ناپسندیدگی کے تاثرات آ گئے۔

"میں جانتا ہوں کہ میرا یوں سرِراہ تم سے بات کرنا تمہیں کبھی اچھا نہیں لگے گا مگر مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تم مجھ سے اپنی مرضی سے کسی بھی دوسری جگہ مل کر مجھ سے بات نہیں کرنا چاہو گی۔" عباد اس کی فطرت سے واقف تھا۔

زویا اب بھی جواباً خاموش تھی لیکن عباد کو دیکھ کر جس کرب سے وہ گزرتی تھی، اسے لفظوں میں بیان کرنا ممکن ہی نہیں تھا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ کوئی اسے ترحم بھری نگاہوں سے دیکھے، اس پر ترس کھائے یا اسے کمزور سمجھے۔ یہ اس کی برداشت سے باہر تھا۔

"تمہارا کچھ قرض مجھ پر باقی ہے جسے ادا کئے بنا مجھے سکون نہیں ملے گا اور وہ قرض تمہارا حق مہر ہے جو میں تمہیں دینا چاہتا ہوں۔" اس نے اتنا کہہ کر جیب سے ایک خاکی لفافہ نکالا۔ "یہ لو۔" عباد نے اس کی جانب لفافہ بڑھایا۔

زویا نے اسے عجیب سی نظروں سے دیکھا۔

"کیا ہے یہ......؟" اس مرتبہ زویا کے لبوں پر سوال تھا۔

"تمہارا حق مہر۔" اس نے آہستگی سے کہا۔

"مجھے اس کی ضرورت نہیں۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔

"میں تم پر کوئی احسان نہیں کر رہا۔ صرف تمہیں تمہارا حق دے کر اپنا فرض پورا کر رہا ہوں۔" وہ بھی سنجیدگی سے بولا۔

"حقوق و فرائض رشتوں کے ساتھ ہوتے ہیں اور ہمارے درمیان اب تمام رشتے ختم ہو چکے ہیں، اس لئے آپ میرے لئے اجنبی ہیں اور اجنبیوں سے کچھ بھی لینا میں اپنے وقار کی توہین سمجھتی ہوں۔"

"کاش اس عزت و وقار کا خیال تم نے اس وقت رکھا ہوتا جب آدھی رات کو تم شاہ دل کے ساتھ......؟" وہ کہتے کہتے رک گیا۔ پتہ نہیں کیوں اب بھی یہ بات اس کا خون کھولا دیتی تھی۔

"آپ کو جو سمجھنا ہے سمجھئے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" وہ لاپرواہی سے بولی۔

"زویا تم......!"

اس سے پہلے کہ وہ اپنی بات مکمل کرتا، زویا نے تیزی سے اس کی بات قطع کر دی۔

"پلیز آپ میرا نام مت لیا کریں کیونکہ جب آپ میرا نام لیتے ہیں تو مجھے اپنے نام سے ویسی ہی نفرت محسوس ہوتی ہے، جتنی اس رات آپ نے مجھ سے کی تھی۔"

اس کا انداز ایسا تھا کہ عباد ایک پل کیلئے سہی اندر ہی اندر لرز اٹھا تھا۔ اس نے کبھی بھی سوچا نہیں تھا کہ زویا اس سے اتنا کچھ کہہ سکتی ہے۔ "میں نے آپ کو ہر وہ چیز معاف کی جو آپ کے تصرف میں ہے، میں آپ کو ہر اس زیادتی کیلئے بھی معاف کرتی ہوں جو آپ نے میرے ساتھ کی ہے، لیکن میرے معاف کرنے کے باوجود آپ کو کبھی سکون نہیں ملے گا کیونکہ آپ نے گناہ کیا ہے اور اس گناہ کا احساس آپ کو کبھی بھی چین نہیں لینے دے گا، آپ کو زندگی میں ہر وہ چیز وہ ہر رشتہ مل جائے گا جو آپ کی زندگی کو مکمل کر سکے لیکن پھر بھی آپ کی ذات ادھوری رہے گی۔" اس کی آواز میں ہلکی سی لرزش تھی۔

"اگر مجھے بددعائیں دے رہی ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں کیونکہ جب انسان پر اپنی کمزوریوں کا ادراک ہو جاتا ہے تو وہ اپنی کمزوریوں پر پردہ ڈالنے کے لیے اس طرح کی ہی باتیں کرتا ہے۔ لیکن تم بھول رہی ہو کہ الفاظ کسی بھی نوعیت کے ہوں، ایک انسان کی پارسائی ثابت کرنے کیلئے ناکافی ہوتے ہیں اور وہ بھی اس صورت میں جب آنکھوں کے سامنے اور بہت سی سچائیاں ہوں۔" وہ قدرے استہزائیہ انداز میں بولا۔

"مجھے آپ سے بحث کرنے میں کوئی دلچسپی نہیں، بس آپ سے اتنا کہنا ہے کہ آئندہ میرا راستہ روکنے یا مجھ سے مخاطب ہونے کی کوشش مت کیجئے گا، یہ آپ کا مجھ پر احسان ہوگا۔"

زویا نے اتنا کہہ کہ منہ پھیر لیا، عباد کو وہاں کھڑے رہنا بے مصرف لگا، اس لئے وہ خاموشی سے اپنی گاڑی کی سمت بڑھ گیا۔ نجانے کیوں قدموں میں تھکن سی محسوس ہو رہی تھی۔

❋ ❋ ❋

شیراز جب آفس سے گھر آیا تو خلاف توقع آفندی ہاؤس میں کافی رونق تھی۔ شام کے سائے ڈھل رہے تھے، وہ ڈرائنگ روم میں آیا تو سبھی موجود تھے، زیادہ حیرت اسے بابا صاحب کی موجودگی سے ہوئی تھی، ثمن نے آگے بڑھ کر اس کا استقبال کیا۔

"آؤ آؤ بیٹے! آج آنے میں بڑی دیر کر دی۔" وہ بے تابی سے بولیں۔ سب ان کی بے تابی پر مسکرا کر رہ گئے۔ شیراز ہونقوں کی طرح انہیں دیکھ رہا تھا۔

"یقیناً تم اس وقت حیران ہو، تم ذرا فریش ہو لو پھر بتاتے ہیں۔" وہ مسکراتے ہوئے بولیں۔

شیراز نے کمرے میں موجود تمام لوگوں پر ایک سرسری سی نگاہ ڈالی۔ سب بے حد خوش دکھائی دے رہے تھے، البتہ رضیہ اور شاہ دل کے چہرے پر خوشی کا کوئی تاثر نہیں تھا، زوبیہ بھی کچھ چپ چپ سی تھی، اگر کوئی بہت بڑی خوشی کی بات تھی تو وہ لوگ اتنے اداس کیوں تھے جو اس کی خوشیوں اور غموں کو سب سے زیادہ شدت سے محسوس کرتے تھے اور نیناں اس نے اپنے اطراف میں نگاہیں دوڑائیں۔ نیناں کہاں ہے۔

"جاؤ شیراز جلدی سے فریش ہو کر آؤ، آج تمہارے لئے خاص دن ہے۔" بابا صاحب کی آواز نے اسے چونکا دیا۔

"جی۔" وہ اتنا کہہ کر ڈرائنگ روم سے باہر نکل گیا۔

شیراز اپنے کمرے میں آیا تو نیناں اس کی الماری کھولے کھڑی تھی۔ شیراز کی جانب اس کی پشت تھی، اس کی نگاہیں ایک پل کیلئے اس کے قدرے لمبے مگر اسٹائلش انداز میں سیٹ ہوئے بالوں پر ٹھہری۔ اس پل ہی وہ پلٹی، دونوں کی نگاہیں ملیں، نیناں نے نگاہوں کا زاویہ بدل لیا۔ شیراز کی نگاہیں اس کے چہرے سے ہوتی ہوئی اس کے ہاتھوں میں موجود اپنے کلف شدہ کپڑوں پر ٹھہر گئی۔

"یہ آج گھر میں کیا ہو رہا ہے، پورا اعوان پیلس غیر متوقع طور پر یہاں موجود ہے، امی، شاہ دل، زوبیہ چہرے پہ عجیب تاثرات لئے بیٹھے ہیں اور اب تم یہ کپڑے جبکہ تمہیں معلوم

ہے کہ میں عام طور پر یہ کپڑے نہیں پہنتا، پلیز تم مجھے بتاؤ گی کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟" وہ بے حد الجھا ہوا تھا۔

"یہ لیجئے، پہلے تیار ہو جائیے تھوڑی ہی دیر میں آپ کو سب کچھ پتہ چل جائے گا۔" نیناں نے ہینگر کئے کپڑے اس کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔

شیراز نے اس کے ہاتھ سے کپڑے لے کر بیڈ پر پھینک دیئے۔ نیناں ذرا سہم گئی۔

"نہیں پہنوں گا جب تک تم مجھے وجہ نہیں بتاؤ گی۔" وہ ضدی انداز میں بولا۔

"جس انسان کی شادی ہونے والی ہو، اسے یوں بچوں کی طرح ضد کرنا زیب نہیں دیتا۔" نیناں خفگی سے بولی۔

"شادی ......میری" وہ حیران سا تھا۔ نیناں بنا جواب دیئے جانا چاہتی تھی مگر شیراز اس کی راہ میں حائل ہو گیا۔ "میں کچھ پوچھ رہا ہوں، یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے؟" شیراز نے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"آپ کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں ہو رہا۔" نجانے کیوں اس کے لہجے میں تلخی سی تھی۔

"نیناں پلیز! صاف صاف بتاؤ کہ کہنا کیا چاہتی ہو؟" وہ چڑ سا گیا۔

"کچھ نہیں، بس آپ کو مبارکباد دینا چاہتی ہو کیونکہ آج آپ کی شادی کی ڈیٹ فکس ہو رہی ہے، وہ بھی آپ کی خواہش کے مطابق۔" اس کا لہجہ اب بھی ویسا ہی تھا۔

"شٹ اپ۔" وہ دھاڑا۔ نیناں کا دل سہم گیا۔

"اگر ایک بار پھر اس نے یہ الفاظ دہرائے تو اچھا نہیں ہوگا، کیا تم نہیں جانتیں کہ میری مرضی، میری خواہش کیا ہے؟" شیراز نے اسے گھورا۔

"مجھے کچھ جاننے یا یاد رکھنے کی ضرورت نہیں، اس لئے براہ مہربانی مجھے اپنی ذاتی معاملات سے دور رکھیں اور پلیز میرا راستہ چھوڑ دیں۔" اس نے سائیڈ سے نکلنے کی کوشش کی لیکن اس سے پہلے ہی شیراز نے اس کی نازک کلائی اپنے مضبوط ہاتھ کی گرفت میں لے لی۔ وہ بری طرح چونکی، شاید اس کیلئے یہ غیر متوقع تھا۔

"تم آخر کس احساس تفاخر میں مبتلا ہو، آخر شیراز آفندی کیا کرے، وہ تم سے محبت کی بھیک مانگ رہا ہے، تمہاری ذرا سی کوتاہی پر دربدر ہونے کو تیار ہے، تمہارے لئے اپنی جان تک گنوانے کا حوصلہ رکھتا ہے۔" اسے شدید غصہ آ رہا تھا۔ نیناں خاموش تھی۔ "لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم میری فیلنگز کو ہرٹ کرو۔ نیناں! یکطرفہ محبت ایک بوجھ کی طرح ہوتی ہے جو انسان کو

صرف تھکاتی نہیں بلکہ اندر سے توڑ پھوڑ دیتی ہے اور تم نے......!" شیراز سے برداشت کرنا مشکل ہو رہا تھا، اس نے آہستگی سے نیناں کی کلائی چھوڑ دی اور رخ پھیر لیا۔

"تمہارے سینے میں دل نہیں پتھر ہے اور میری غلطی یہ ہے کہ میں اس پتھر کو دل سمجھ بیٹھا۔" نجانے کیوں آج وہ نیناں کے اجنبی انداز پر کچھ زیادہ ہی دکھی ہو رہا تھا۔

"سوری میرا مقصد آپ کو ہرٹ کرنا نہیں تھا لیکن شاید آپ کو میری بات پر یقین نہیں آئے گا، ظاہر ہے مجھ پر یقین کرنے کی آپ کے پاس کوئی وجہ نہیں، اب تو مجھے لگتا ہے کہ میری ذات وہ نوکیلا پتھر ہے جو صرف زخم دے سکتی ہے اور کچھ نہیں۔" اس کی آنکھوں میں سمندر آن ٹھہرا۔

شیراز سرعت سے اس کی جانب پلٹا تھا۔ نیناں کا آنسوؤں سے بھیگا ہوا چہرہ اس کا غصہ فور کرنے کیلئے کافی تھا۔ اب اسے خود پر غصہ آ رہا تھا کہ وہ کتنا بے حس تھا، ایک بار بھی یہ نہیں سوچا کہ اس گھڑی وہ خود کو کتنا بے بس محسوس کر رہی ہو گی۔

شیراز نے بڑی نرمی سے اس کے شانوں پر ہاتھ رکھے اور عین اسی وقت رضیہ، ثمن اور ذاکرہ کمرے میں داخل ہوئی تھیں۔ ان کی آنکھوں نے جو منظر دیکھا، وہ شاید ان کیلئے انتہائی غیر متوقع تھا کہ وہ تینوں اپنی جگہ ساکت ہو گئیں۔ شیراز نیناں کے بے حد قریب کھڑا تھا، جس کا شاید اسے خود بھی احساس نہیں تھا اور اس کے دونوں ہاتھ نیناں کے شانوں پر جمے ہوئے تھے، البتہ نیناں کی نگاہیں جھکی ہوئیں تھیں۔"

"نیناں!" ذاکرہ نے صدمے کی سی کیفیت میں اسے پکارا۔ وہ دونوں چونک کر پلٹے۔

شیراز حیرت کا شکار تھا جبکہ نیناں کو اپنے پاؤں کے نیچے سے زمین کھسکتی ہوئی نظر آ رہی تھی اور لگ رہا تھا کہ آسمان پل کے پل میں اس کے سر پر آ گرے گا۔

❋ ❋ ❋

حالات بڑے اچانک تکلیف دہ ہو گئے تھے۔ ثمن نے تو طوفان اٹھا دیا تھا، انہوں نے شیراز اور نیناں کو جس طرح دیکھا، اس سے زیادہ بڑھا چڑھا کر بتایا۔ انداز ایسا تھا کہ ہر سننے والے کی نگاہ میں وہ گنہگار ٹھہرے تھے۔ ڈرائنگ روم میں ہر شخص انہیں حقارت کی نظر سے دیکھ رہا تھا جنہیں ثمن کی رائے سے ذرا سا بھی اختلاف تھا، وہ ان سے ہمدردی رکھنے کے باوجود بے بس دکھائی دے رہا تھا۔

نیناں اب تک کمرے میں تھی، شاید اس میں سب کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں تھی۔

ڈرائنگ روم میں موجود تمام لوگ کیا کہہ رہے تھے؟ کیا سوچ رہے تھے؟ اسے کچھ خبر نہیں تھی وہ تو

اب تک ذاکرہ کی ان نظروں کو ہی نہیں بھول پائی تھی جن میں اتنی ملامت تھی کہ اگر نیناں کا اختیار ہوتا تو وہ اپنی زندگی ختم کر لیتی۔

بہت وقت بیت گیا۔ تب اچانک ذاکرہ اس کے کمرے میں چلی آئیں۔ وہ گھبرا کر بیڈ سے اٹھ کھڑی ہوئی مگر اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی، ذاکرہ نے بہت سخت لہجے میں کہا۔ ''اپنا سامان پیک کر لو، تم گھر جا رہی ہو۔'' ان کے لہجے میں ذرا سی بھی نرمی نہ تھی۔

''لیکن میرا گھر یہ ہے۔''

اور اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتی، ذاکرہ نے تیزی سے اس کی بات قطع کر دی۔ ''اب تمہارے لئے کچھ بھی کہنے کی ضرورت ہے نہ گنجائش...... اس لئے جتنا کہا گیا ہے، کرو سب گاڑیوں میں بیٹھ چکے ہیں، تمہارا انتظار ہے۔'' وہ تحکمانہ انداز میں کہہ کر کمرے سے باہر نکل گئیں اور نیناں نہ چاہتے ہوئے بھی پیکنگ کرنے لگی۔

❋ ❋ ❋

زویا کو ہاسٹل میں رہتے کافی وقت ہو گیا تھا۔ اب اس کی کچھ لڑکیوں سے دوستی ہو گئی تھی اور خاص طور سے اس کی روم میٹ نادیہ جو باتونی تھی۔ وہ زویا کو زیادہ دیر اداس نہیں رہنے دیتی تھی۔ اسی نے اپنے آفس میں زویا کو پارٹ ٹائم جاب دلوائی تھی۔ نادیہ اس کے بارے میں سب کچھ جانتی تھی، اس لئے اکثر اسے تسلی دیتی یا اس کا حوصلہ بڑھاتی رہتی۔ آتے وقت دونوں بس میں ساتھ ساتھ بیٹھی تھیں۔

زویا! آج تم ضرورت سے زیادہ خاموش تھی، اسے یوں گم صم دیکھ کر آخر نادیہ نے پوچھ ہی لیا۔

''خیریت تو ہے، اتنی پریشان کیوں ہو؟''

''کچھ نہیں، بس ویسے ہی۔'' وہ اتنا کہہ کر کھڑکی کے شیشے سے پار دیکھنے لگی۔ سانولی سلونی سی شام میں دھیرے دھیرے رات کی سیاہی گھل رہی تھی۔

''مجھے ٹالو مت، میں جانتی ہوں کہ کوئی بات ضرور ہے، ہاں یہ الگ بات ہے کہ اجنبی سمجھ کر بتانا نہیں چاہتی۔'' وہ مصنوعی خفگی سے بولی۔

''اجنبیوں سے انسان اپنے دکھ کہتا ہے اور نہ ہی انہیں روح پہ لگے زخم دکھاتا ہے۔'' زویا کے لہجے میں یقین سا تھا اس کے اپنا ہونے کا......

''تو پھر بتاؤ نا کیا بات ہے؟'' نادیہ بے چین تھی جواباً زویا نے اسے اپنی اور عباد کی ملاقات کے بارے میں بتا دیا۔

''تم نے جو کیا اچھا کیا، اب تمہارا رویہ ان کے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہئے، دنیا میں رہنے کے لئے ایک اصول بہت ضروری ہے کہ جو آپ کے ساتھ جیسا کرے، آپ بھی اس کے ساتھ ویسا ہی کرو، اس نے تمہارے ساتھ جو کیا، اس کے بعد اگر تمہارے دل میں اس کیلئے کوئی نرم گوشہ ہے تو وہ نہیں ہونا چاہئے کیونکہ آگے چل کر یہ تمہارے لئے بہت سی مشکلات کھڑی کر سکتا ہے۔'' وہ سمجھانے والے انداز میں بولی۔

''تم آخر مجھے سمجھانا کیا چاہتی ہو؟'' زویا نے اسے قدرے الجھ کر دیکھا۔

''وقت آنے پر بتاؤں گی۔'' وہ سنجیدگی سے بولی۔

❋ ❋ ❋

آج بھی عباد اپنے کمرے سے اٹھ کر گیسٹ روم میں آ گیا۔ آج عبیرہ کی برداشت جواب دے گئی، اس لئے وہ بھی عباد کے پیچھے چلی آئی۔ گیسٹ روم میں مکمل اندھیرا تھا عبیرہ نے ہاتھ بڑھا کر سوئچ بورڈ کے تمام بٹنز آن کر دیئے، تیز روشنی سے عباد کی آنکھیں چندھیا گئیں۔

''پلیز عبیرہ اندھیرا رہنے دو۔'' وہ ملتجی ہوا۔

''کیوں اندھیرا رہنے دوں؟'' اس نے الٹا سوال کیا۔

''کیونکہ مجھے سکون چاہیے اور یہ تیز روشنیاں مجھے بے سکون کر دیتی ہیں۔'' وہ کرب سے بولا۔

''آپ کتنے خود غرض ہو گئے ہیں عباد......! آپ کو صرف اپنے سکون کی پروا ہے لیکن آپ کے ارد گرد کے لوگ ذہنی اذیت سے دوچار ہیں، اس کا آپ کو احساس تک نہیں۔'' عبیرہ کو بہت غصہ آ رہا تھا۔

''عبیرہ! پلیز تمہیں جو کچھ کہنا ہے، بعد میں کہہ لینا، میں صبح تمہاری ہر بات سن لوں گا لیکن پلیز مجھے اس وقت اکیلا چھوڑ دو۔'' وہ بڑی بے بسی سے بولا۔

''یہ کیوں نہیں کہتے کہ اس کریکٹرلیس عورت زویا کے جانے سے آپ کیلئے زندگی کا مطلب فقط سانس لینا رہ گیا ہے۔'' وہ آج جیسے اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کا ارادہ کر چکی تھی۔

عباد اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ غصے سے آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ ''شٹ اپ جسٹ شٹ اپ......! تمہیں اس بات کا حق کس نے دیا کہ تم زویا کے موضوع پر گفتگو کرو؟''

''میرے حقوق کی بات مت کریں، ایک بیوی ہونے کے ناتے آپ میرے حقوق کا شمار کر سکتے ہیں اور نہ ہی انہیں رد کرنے کا اختیار ہے، اگر آپ زویا کو میرے مدمقابل کھڑا کریں گے تو میری زبان سے اس کیلئے ایسے ہی الفاظ نکلیں گے، جس عورت نے آپ کو دکھ و رسوائی دی،

جس کا کردار غدار ہے، اب بھی آپ نے اسے اپنے دل میں جگہ دے رکھی ہے، آخر ایسی کیا بات ہے اس میں......؟'' عبیرہ شدید غصے کے ساتھ ساتھ اکتاہٹ کا بھی شکار تھی۔

''مجھے تم سمیت کسی سے بھی زویا کو ڈسکس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے ساتھ اچھا ہوا یا برا تعلق تو بہرحال میرا ہی تھا، اس لئے کسی اور کو بالکل حق نہیں کہ کوئی اس کے یا ہمارے گزشتہ تعلقات پر اپنی رائے کا اظہار کرے، زویا میری زندگی میں اب کہیں نہیں ہے، چاہو تو یقین کرلو ورنہ تمہاری مرضی......!'' وہ کھردرے لہجے میں بولا۔

''اسے یہاں سے گئے اتنا وقت ہوگیا ہے تب سے لے کر آج تک آپ ایک رات بھی اپنے کمرے میں نہیں سوئے، مجھ سے میری طبیعت تو جاننا دور کی بات، ہمارے درمیان روٹین کے گنے چنے جملوں کا تبادلہ بھی بمشکل ہوا ہے، اس کے باوجود آپ چاہتے ہیں کہ میں اس بات پر یقین کرلوں کہ زویا آپ کی زندگی میں نہیں ہے۔ کیوں مجھے بے وقوف سمجھ رکھا ہے؟'' عبیرہ نے اسے گھور کر دیکھا۔

''دیکھو عبیرہ! میری زندگی میں پہلے ہی پرابلمز کم نہیں ہیں، اگر انہیں کم نہیں کرسکتیں تو انہیں بڑھاؤ مت۔'' اس مرتبہ وہ نرمی سے گویا ہوا۔

عبیرہ غصے سے کمرے سے باہر نکل گئی۔ وہ دوبارہ صوفے پر بیٹھ گیا۔ ''زویا، زویا زویا! تم سچ ہی کہتی ہو، عبیرہ میں تم سے جھوٹ بول رہا ہوں کہ زویا کہیں نہیں ہے جبکہ وہ ہر جگہ ہے، میری زندگی کے ہر مقام پر وہ موجود ہے، میں نے اسے گھر سے تو نکال دیا لیکن اسے چاہ کر بھی دل سے نہیں نکال سکتا، اس کے بنا میری زندگی، میری ذات کا ہر پہلو نامکمل ہے، میرے دل پر اس کی بے وفائی سے زیادہ گہرے نقش اس کی محبت کے ہیں، میں اسے نہیں بھول سکتا۔'' وہ بیٹھے بیٹھے زور زور سے نفی میں سر ہلانے لگا۔

❋ ❋ ❋

وہ اعوان پیلس آتو گئی مگر یہ وہ جگہ نہیں تھی جہاں سے اس کا اٹوٹ رشتہ تھا۔ یہاں تو ہر نگاہ اجنبی، ہر رشتے میں بیگانگی تھی۔ ایک پورا دن اس نے کانٹوں پر گزارا تھا، اس سے بات کرنا تو دور ہر کوئی اسے یوں نظرانداز کررہا تھا کہ جیسے وہ کوئی غیر ضروری چیز ہو۔

یہ پہلا موقع تھا کہ جب آتے ہوئے رضیہ نے نیناں کو روکنے کی کوشش کی اور نہ واپس آنے کے متعلق کوئی سوال کیا۔ ان کی آنکھوں میں کچھ تھا جسے نیناں سمجھ نہیں پائی مگر اس کے باوجود نیناں کو لگ رہا تھا کہ وہ آنندی ہاؤس سے تہی داماں ہوکر لوٹی ہے، پیار و اعتبار اس نے جیسے ایک پل میں سب کچھ کھو دیا تھا۔

رات کو ذاکرہ تنہا بیٹھی دکھائی دیں تو وہ ان کے قریب چلی آئی۔ وہ صوفے پر چپ چاپ بیٹھی نجانے کس سوچ میں گم تھیں۔ نیناں ان کے پاس آکر بیٹھ گئی، اس کی موجودگی کا احساس ہوجانے کے باوجود ذاکرہ اس کی جانب متوجہ نہیں ہوئیں۔ نیناں کا دل دکھ کر رہ گیا مگر پھر بھی وہ بڑی ہمت سے بولی۔ ''امی! آپ لوگ میرے ساتھ اجنبیوں جیسا برتاؤ کیوں کررہے ہیں، آخر میں نے ایسا کیا کیا ہے جس کی مجھے سزا مل رہی ہے؟'' وہ بے حد دلگرفتہ تھی۔

''اب یہ بھی ہمیں تمہیں بتانا پڑے گا، حد ہے بے حیائی کی۔'' ذاکرہ کی نگاہوں میں ملامت تھی۔

''ہاں بتانا پڑے گا کیونکہ جرم سنائے بنا سزا نہیں دی جاتی۔'' وہ اڑ گئی۔

''اگر تم اپنی حدود بھول گئی ہو تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم بھی بے غیرت ہوجائیں، جو منظر ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں، اس کے بعد تمہارا کچھ کہنا اور ہمارا کچھ پوچھنا دونوں بے مصرف ہیں۔'' ان کے لہجے میں حقارت تھی۔

''امی! آپ لوگ غلط سوچ رہے ہیں کہ میرے اور شیراز کے درمیان ایسا کچھ بھی نہیں ہے امی......! پلیز مجھ پر یقین کیجئے۔'' وہ ملتجی تھی۔

''اگر تمہارا اور شیراز کا تعلق اس نوعیت کا نہیں تو تم ہی بتاؤ کہ آخر ایسی کونسی بات ہے کہ وہ شیراز جو کل تک نیلماں کیلئے تمہیں ٹھکرا رہا تھا، آج تمہارے سوا کسی اور کا نام سننے کو تیار نہیں ہے۔ اس کی صرف ایک ہی ضد ہے کہ تمہارے علاوہ وہ کسی اور سے شادی نہیں کرے گا، تم ہی بتاؤ کہ کیا وجہ ہوسکتی ہے، بتاؤ کہاں کیا تبدیلی آئی ہے، ایسی کونسی جادو کی چھڑی گھومی ہے؟'' ذاکرہ نے اسے شاکی نگاہوں سے دیکھا۔

''وہ سب میں نہیں جانتی، مجھے صرف اتنا کہنا ہے کہ میرا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں۔'' وہ نگاہیں چرا کر بولی کیونکہ اگر یہ جھوٹ بھی تھا تو وہ اس پر صرف اس لئے بول رہی تھی کہ وہ سب کی نظروں میں گر کر جینا چاہتی تھی اور نہ ہی شیراز کو اس آزمائش سے گزرتے دیکھ سکتی تھی۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ شیراز کو سمجھائے گی اور اسے امید تھی کہ وہ مان بھی جائے گا۔ شاید اسی بھروسے پر وہ جھوٹ کہہ گئی تھی۔

''تمہیں کیا لگتا ہے کہ تم اتنا کہہ کر ہر الزام سے بری الذمہ ہوجاؤ گی، صرف تمہاری وجہ سے میں شمن سے نگاہیں ملانے کے قابل نہیں رہی اور نیلماں......تم نے تو اس کا گھر بسنے سے پہلے اجاڑنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، اگر تم لوگوں کے درمیان پہلے ایسا کچھ تھا تو اس وقت چلا چلا کر کیوں انکار کیا تھا، خاموشی سے شادی کیوں نہیں کرلی یا صرف تعلق کی اہمیت تھی، شادی کی

نہیں۔'' ان کے دل میں بے تحاشہ بدگمانی تھی۔

نیناں پوری جان سے لرز کر رہ گئی۔ ''امی! آپ اپنی بیٹی کے بارے میں ایسا بھی سوچ سکتی ہیں؟'' اسے لگ رہا تھا کہ وہ دکھ کی شدت سے مر جائے گی، اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس کے اپنے بھی اس کے متعلق ایسا سوچ سکتے ہیں، اس سے اب وہاں بیٹھنا بھی محال ہو رہا تھا۔ وہ اٹھ کر تیزی سے اندر کی جانب بڑھ گئی۔ ذاکرہ اسے روتا دیکھ چکی تھیں۔ اس لیے اس گھڑی انہیں بے حد تکلیف محسوس کر رہی تھیں۔ مگر وہ بھی اپنی جگہ بے بس تھیں۔ رشتوں میں دراڑ ڈالنے کا الزام ان کی بیٹی کے سر آ رہا تھا۔ جو ان سے برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ اس لئے وہ دانستہ طور پر اسے احساس دلا رہی تھیں کہ وہ غلط ہے تاکہ وہ اپنے قدم روک لے۔

وہ ماں ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عورت بھی تھیں۔ اس لئے نیناں کے دل میں شیراز کے حوالے سے جگہ پا جانے والے جذبات و احساسات کو محسوس کر رہی تھیں، لیکن اس کے باوجود نیناں کا ساتھ دے کر اسے سب کی نظروں میں نہیں گرانا چاہتی تھیں۔ وہ نہیں چاہتی تھیں کہ وہ ہمیشہ نیلماں کی مجرم کی حیثیت سے دیکھی جائے۔

❋❋❋

رات کو آفندی صاحب نے اسے اپنے کمرے میں بلایا تھا۔ وہ شیراز سے اکیلے میں بات کرنا چاہتے تھے۔ وہ لائبریری میں آیا تو آفندی صاحب کسی کتاب کے مطالعے میں مشغول تھے، وہ مودبانہ انداز میں کھڑا ہو گیا۔

انہوں نے کتاب سے نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا اور ہاتھ کے اشارے سے اسے بیٹھنے کیلئے کہا۔ وہ میز کے دوسری جانب رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔

''بابا صاحب کا خیال ہے کہ اس جمعے کو تمہارا اور نیلماں کا نکاح کر دیا جائے۔'' آفندی صاحب قدرے سنجیدگی سے بولے۔

شیراز نے بہت چونک کر ان کی شکل دیکھی، جیسے انہوں نے کوئی انوکھی بات کہہ دی ہو۔ چند لمحے خاموشی چھائی رہی پھر شیراز کی آواز نے خاموشی کا سینہ چیرا۔ ''سوری پاپا! مجھے آپ لوگوں کا یہ فیصلہ منظور نہیں ہے۔'' وہ مضبوط لہجے میں بولا۔

آفندی صاحب نے اس پر گرم نگاہ ڈالی۔

''وجہ جان سکتا ہوں؟'' انہوں نے عجیب انداز میں پوچھا۔

''پاپا! وجہ میں آپ لوگوں کو بتا چکا ہوں۔'' وہ صاف گوئی سے بولا۔

''اگر تمہیں یاد نہیں تو میں یاد دلا دوں کہ یہ وہی نیناں ہے جسے تم نیلماں کی خاطر رد کر

چکے ہو تو پھر آج اس میں ایسی کون سی خوبی دکھائی دے گئی کہ نیلماں تمہاری زندگی میں اہمیت کھو بیٹھی ہے یا پھر تم میں فیصلہ کرنے کی اہلیت نہیں، تمہاری زندگی میں کیا ضروری ہے؟ کیا نہیں، یہ تمہیں خود بھی معلوم نہیں لیکن تمہارا یہ کنفیوژن اس خاندان کے رشتوں پر کیا اثرات مرتب کر رہا ہے، اس کا تمہیں احساس نہیں، تمہیں کیا لگتا ہے کہ تم بار بار فیصلے بدلتے رہو گے اور ہم ہر بار بے وقوفوں کی طرح تمہاری ہاں میں ہاں ملاتے رہیں گے؟'' آفندی صاحب غصے سے ہانپ رہے تھے۔

''میری وجہ سے آپ لوگ اتنے ہرٹ ہوئے ہیں، اس کیلئے سوری مگر میں محض آپ لوگوں کا دل رکھنے کیلئے نیلماں سے نکاح نہیں کر سکتا، میرے دل اور میری زندگی میں صرف اور صرف نیناں کی جگہ ہے اور کسی کیلئے نہیں۔'' وہ صاف گوئی سے بولا۔

❋❋❋

آفندی صاحب اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ''شرم آنی چاہئے تمہیں، احساس ہے کہ اپنے باپ کے سامنے اس لڑکی کے متعلق بات کر رہے ہو جو تمہارے مرحوم بھائی کی بیوہ ہے۔'' آفندی صاحب کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو رہی تھیں۔

تب شیراز بڑی ہمت سے بولا۔ ''معاف کیجئے گا ڈیڈی! آپ شاید بھول رہے ہیں نیناں وہی لڑکی ہے جس سے کل تک آپ میرا رشتہ جوڑنا چاہتے تھے، تب بھی وہ سعد بھائی کی بیوہ تھی، تو کل جو صحیح تھا، وہ آج غلط ہے، کل جو جائز تھا وہ آج ناجائز ہو گیا تو گویا آپ بھی ان لوگوں میں شامل ہیں جو مفادات کی خاطر نظریات بدل سکتے ہیں، جو چیز قانوناً و شرعاً غلط نہیں، آپ لوگ اسے غلط ثابت کرنے پر کیوں تلے ہوئے ہیں؟'' شیراز کا صبر جواب دے گیا تھا، اس لئے آج وہ احتجاجاً چیخ اٹھا۔

اور تب آفندی صاحب کا ہاتھ اس پر اٹھ گیا۔

''کس کے سامنے کس طرح بات کرنی چاہئے لگتا ہے اب یہ بھی تمہیں سکھانا پڑے گا، اب تم نیلماں سے نکاح کرو گے یا پھر ہمیشہ کیلئے اس گھر سے جاؤ گے اور یاد رکھنا اس مرتبہ لوٹ آنے کا تمہارے پاس کوئی جواز نہیں ہوگا۔'' آفندی صاحب کا انداز جتانے والا تھا۔

''اب لوٹ کر آنے کی میری پاس بھی کوئی وجہ نہیں ہے۔'' وہ اتنا کہہ کر چلا گیا۔ آفندی صاحب نے اسے حیرت سے جاتے دیکھا تھا۔

❋❋❋

عبیرہ صبح ڈائننگ ٹیبل پر بڑے غصے کے عالم میں ناشتہ لگا رہی تھی، تبھی صادقہ اس کے پاس چلی آئیں۔ ''کیا بات ہے، صبح صبح اتنے غصے میں کیوں ہو؟'' انہوں نے سوالیہ نگاہوں سے عبیرہ کو دیکھا۔

''اس گھر میں مجھ سے تو ہر دوسرا بندہ سوال کرتا ہے کبھی ایسا کوئی سوال اپنے بیٹے سے بھی کر لیا کیجئے لیکن بھلا آپ ان سے کیوں کچھ پوچھیں گی وہ تو آپ کے بیٹے ہیں، تمام سوالات

کے جواب دینا تو صرف بہو کا فرض ہوتا ہے۔'' وہ بہت غصیلی ہو رہی تھی۔

''آخر مسئلہ کیا ہے؟ مجھے کچھ بتاؤ گی؟'' صادقہ کو الجھن سی ہونے لگی۔

''میرا مسئلہ زویا ہے جسے آپ کے بیٹے نے دکھاوے کیلئے تو گھر سے نکال دیا لیکن وہ اب بھی اس کے دل میں ہے۔'' وہ شکوہ کناں تھی۔

''تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ ایسی کوئی بات نہیں، تم خود ہی سوچو اگر زویا کیلئے اس کے دل میں کوئی نرم گوشہ ہوتا تو آج وہ اس گھر میں موجود ہوتی، وہ اپنی مرضی سے بنا کسی دباؤ کے اس سے الگ ہوا ہے، اس لئے زویا کے بارے میں سوچنا بھی اس کیلئے ناممکن ہے۔'' وہ پر یقین لہجے میں بولیں۔ ''آپ اس لئے یہ سب کچھ کہہ رہی ہیں کہ آپ ان کی ماں ہیں، لیکن شاید آپ یہ بات بھول رہی ہیں کہ شوہر کی زندگی یا اس کے دل میں کسی دوسری عورت کی موجودگی کا احساس سب سے پہلے بیوی کو ہوتا ہے اور مجھے یہ احساس روز اول سے ہے مگر آپ میری تکلیف کو اس لئے نہیں سمجھ سکتیں کیونکہ آپ کو کبھی اس کرب سے نہیں گزرنا پڑا۔'' اس کی آنکھوں میں نمی اتر آئی۔

''دیکھو عبیرہ! حقیقت پسندی سے سوچو، تم عباد کے متعلق سب جانتی تھیں، تمہیں معلوم تھا کہ اس نے اپنی پسند و مرضی سے زویا سے نکاح کیا تھا، تمہیں معلوم تھا کہ زویا کو اپنی زندگی میں شامل کرنے کیلئے اس نے سب سے ٹکر لی تھی، کیونکہ وہ زویا سے بہت محبت کرتا تھا اور یہ حقیقت ہے کہ جس عورت کیلئے مرد دنیا تیاگنے کا حوصلہ کر لیتا ہو اسے بھولنا اس کیلئے ناممکن ہوتا ہے، سب کچھ جاننے کے باوجود تمہارا شکوہ بے بنیاد ہے، اس کے باوجود میں عباد سے ضرور بات کروں گی۔'' صادقہ نے اسے تسلی دی اور کمال احمد کے کمرے کی جانب بڑھ گئیں۔ عبیرہ نے شکوہ کناں نگاہوں سے ان کی پشت کو گھورا۔

❋❋❋

شیراز نے گھر چھوڑنے سے پہلے صبح ہی صبح شاہ دل کو کافی شاپ میں بلایا تھا۔ اس وقت دونوں آمنے سامنے بیٹھے تھے، درمیان میں میز پر دو مگ رکھے تھے جن میں بھاپ اڑاتی کافی موجود تھی۔

''کیا بات ہے، مجھے اس طرح کیوں بلایا ہے؟'' شاہ دل نے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

''شاہ دل! مجھے گھر چھوڑنے کا حکم ملا ہے لیکن جانے سے پہلے میں نیناں سے ملنا چاہتا ہوں اور میں جانتا ہوں کہ اس معاملے میں تمہارے سوا میری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔'' وہ

پر یقین تھا۔

"لیکن حالات ایسے ہیں کہ میں چاہ کر بھی تمہاری مدد نہیں کرسکتا۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔

...ز نے اسے حیرت سے دیکھا۔

"مطلب......؟"

"تم نیناں سے ملنا چاہتے ہو جبکہ میں خود نہیں جانتا کہ نیناں کہاں ہے اور میں تو کیا کوئی بھی نہیں جانتا، سب نے رات سونے سے پہلے اسے دیکھا تھا' لیکن صبح سے وہ کسی کو دکھائی نہیں دی۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔

"مطلب......! وہ کہاں جاسکتی ہے، ایک رات میں وہ کہاں غائب ہوگئی؟ کہیں اعوان پیلس میں رہنے والوں کے کہنے پر تم مجھ سے جھوٹ تو نہیں بول رہے ہو؟" وہ شاکی نگاہوں سے شاہ دل کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"تم جس سچویشن میں ہو، اس میں تمہیں ہر انسان پر شک ہونا فطری سی بات ہے لیکن بلیومی میں، میں نیناں کے متعلق کچھ نہیں جانتا سوائے اس کے کہ وہ اعوان پیلس میں موجود نہیں ہے۔" وہ سچائی سے بولا۔

"مگر ایک رات میں وہ کہاں غائب ہوگئی اور فہد......؟"

"فہد کو وہ اپنے ساتھ لے کر گئی ہے، صبح جب زوبیہ اس کے کمرے میں گئی تھی تو اسے وہاں اس کے تکیے کے نیچے سے ایک خط ملا جو تمہارے نام ہے۔" شاہ دل نے اتنا کہہ کر ایک لفافہ اس کی جانب بڑھایا۔

شیراز نے بڑی بے تابی سے اس لفافے کو چاک کر کے خط نکالا۔ خط کی تحریر یوں تھی۔

"یہ خط اس شخص کیلئے جس کا نام میرے ہاتھوں کی لکیروں میں نہیں ہے۔"

پہلا جملہ پڑھتے ہی شیراز کے دل میں ٹیس سی اٹھی تھی، شاہ دل کی نگاہیں اسی کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ آگے لکھا تھا۔

"کچھ رشتے جو زندگی سے بڑھ کر ہوتے ہیں، جو جینے کی وجہ ہوتے ہیں' ہماری زندگی میں انہی کیلئے کوئی جگہ نہیں ہوتی، شاید اسی لئے وہ ہمارے وجود میں سانس لینے کے باوجود ہم پر اختیار نہیں رکھتے، میرا اور آپ کا رشتہ بھی ایسا ہی ہے، اب وقت آ گیا ہے کہ ہم اس حقیقت کو مان لیں کہ ہم نے جس رشتے کو محسوس کیا، اس کا کوئی وجود ہی نہیں تھا مان لیں کہ ہم دریا کے وہ دو کنارے ہیں جو عمر بھر ساتھ ساتھ چلنے کے باوجود کبھی ایک نہیں ہوتے، میں نے آپ سے کبھی

محبت نہیں کی، میں آپ سے کبھی محبت کر ہی نہیں سکتی کیونکہ میرے اور آپ کے درمیان آگ کا دریا ہے جسے عبور کرنا ہم دونوں کے اختیار میں نہیں ہے، میں اپنے دل پر ہاتھ رکھ کہ کہہ رہی ہوں کہ آپ سے دور جا کر ایک پل کیلئے بھی مجھے آپ کی یاد نہیں آئے گی، اس لئے آپ بھی مجھے بھول جائیے کیونکہ میں نہیں چاہتی کہ آپ ایسی عورت کیلئے اپنی زندگی برباد کریں، جس کی زندگی اور دل دونوں میں آپ کیلئے کوئی جگہ نہیں، نیلماں بہت اچھی ہے، وہ آپ کو بہت چاہتی ہے، مجھے یقین ہے کہ آپ اس کے ساتھ بہت خوش رہیں گے۔ مجھے نہیں لگتا کہ اب کبھی ہماری ملاقات ہوگی، اس لئے آپ کو شادی کی پیشگی مبارکباد......خدا حافظ۔

نیناں سعد آفندی"

خط پڑھتے ہوئے شاہ دل نے شیراز کے چہرے پر کئی رنگ بدلتے دیکھے تھے اور خط کے اختتام پر اس کی آنکھوں میں نمی دیکھی تھی۔ یوں لگ رہا تھا کہ جیسے منزل کے بے حد قریب آ کر وہ راستہ بھٹک گیا ہو، وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر دو قدم آگے بڑھا تو شاہ دل بھی سرعت سے اس کے قریب آ گیا۔

"کیا بات ہے ہے شیراز! سب ٹھیک ہے تو ہے؟" شاہ دل پریشان سا اس کی صورت دیکھ رہا تھا۔ جواباً وہ خاموش تھا۔ شاہ دل کو یوں لگا کہ جیسے وہ وہاں ہو کر بھی وہاں موجود نہیں اسے شاید کسی بات سے کوئی شدید دھچکا پہنچا تھا، شاید کچھ ایسا ہوا تھا جو غیر متوقع تھا۔ شاہ دل نے وہاں کھڑے کھڑے، ڈھیروں قیاس کر لیے۔

"شیراز! چلو گھر چلتے ہیں۔" شاہ دل نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے نرمی سے کہا۔

"تم جاؤ میں آتا ہوں۔" وہ عجیب سے لہجے میں بولا اور شاہ دل کے جواب کا انتظار کیے بنا ریستوران سے باہر نکل گیا۔

شاہ دل کو اس کا رویہ بڑا عجیب سا لگا۔ وہ اس کے پیچھے جانا چاہتا تھا مگر کچھ سوچ کر رک گیا۔ اسے لگا کہ شاید شیراز اپنا دکھ اس کے سامنے ظاہر نہیں کرنا چاہتا اس لئے شاہ دل نے اسے پریشان کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

❋❋❋

عباد ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھا اخبار پڑھ رہا تھا تب صادقہ اس کے پاس چلی آئیں۔ "اگر مصروف نہیں ہو تو کچھ بات کرسکتی ہوں تم سے......؟"

صادقہ نے عباد کو اجازت طلب نگاہوں سے دیکھا۔ عباد نے اپنے چہرے کے آگے

سے اخبار ہٹا دیا اور سرعت سے تہہ کر کے ایک طرف رکھ دیا۔ ’’کہئے امی!‘‘ وہ پوری طرح متوجہ ہو گیا۔ تب صادقہ نے دھیمے لہجے میں کہنا شروع کیا۔

’’دیکھو عباد! آج تک تم نے زندگی میں جو چاہا، وہ تمہیں ملا ہے یہاں تک کہ ہم نے تمہارے ہر فیصلے کو اس لئے قبول کیا کیونکہ ہمارے لئے تمہاری خوشی اہم تھی، تم سب کی مرضی کے خلاف زویا کو اس گھر میں لائے۔ اس کے ساتھ اپنی گرہستی بسائی اور پھر ایک پل میں اس سے رشتہ توڑ دیا۔‘‘ صادقہ کے الفاظ پر عباد نے بے حد کرب محسوس کیا جو اس کے چہرے پر عیاں تھا۔

صادقہ کو اسے کرب میں مبتلا دیکھ کر بہت تکلیف ہوئی وہ نرمی سے بولیں۔ ’’میرا مقصد تمہارا دل دکھانا ہرگز نہیں تھا، میں صرف اتنا ہی کہنا چاہتی ہوں کہ جو بیت گیا، اچھا یا برا اسے بھول جاؤ، ایک رشتہ ٹوٹنے سے زندگی ختم نہیں ہو جاتی، جی چاہے یا نہ چاہے انسان کو جتنی زندگی ملی ہے، اسے جینا تو پڑے ہی گا اور جب تک انسان سانس لیتا ہے، اسے ذمہ داریاں نبھانی پڑتی ہیں، اس گھر کو تمہاری بہت ضرورت ہے، انسان ہونے کے ناتے حقوق و فرائض کی ادائیگی بہت ضروری ہے اور ایسا کرتے ہوئے یہ بات معنی نہیں رکھتی کہ تمہارا دل ٹوٹا ہے یا تمہارے جذبات کو ٹھیس پہنچی ہے جو ہو گیا، اسے بھولنا ممکن نہیں لیکن جو تمہاری زندگی میں باقی بچا ہے اسے فراموش کرنا بھی مناسب نہیں، تم مانو یا نہ مانو عبیرہ اور تمہاری ہونے والی اولاد تمہاری زندگی کی سب سے بڑی حقیقت ہے اور اب تمہیں اسی حقیقت کے ساتھ جینا ہے۔‘‘

بے اختیار اس کا جی چاہا کہ وہ پوچھے کہ کیا زویا میری زندگی کا خواب تھی مگر اس نے صرف اتنا کہا۔

’’مجھے اپنی ہر ذمہ داری کا احساس ہے اور آئندہ میں کوشش کروں گا مجھ سے کسی کو کوئی شکایت نہ ہو۔‘‘ اور کرسی گھسیٹ کر کھڑا ہو گیا۔ اسے یوں زندگی سے ہارا دیکھ کر صادقہ کے دل میں ٹھیس سی اٹھی تھی، مگر زندگی انہیں ایسے مقام پر لے آئی تھی کہ جہاں وہ اس کا دکھ محسوس کرنے کے علاوہ اس کیلئے اور کچھ نہیں کر سکتی تھی۔

❋❋❋

شیراز صبح سے جو گیا تھا تو اب مغرب کا وقت ہونے کو آیا تھا، وہ ابھی تک نہیں لوٹا تھا۔ رضیہ تو اتنا گھبرائیں کہ انہوں نے شاہ دل کو فون کر کے بلا لیا، آفاق بھی اس کے ساتھ ہی چلا آیا، رضیہ اور آفندی صاحب انہیں لاؤنج میں بیٹھے مل گئے۔

’’خیریت تو ہے پھپھو! آپ لوگوں نے ہمیں اتنا جلدی میں کیوں بلایا؟‘‘ شاہ دل کچھ پریشان سا تھا۔

رضیہ تیزی سے اٹھ کر اس کے قریب چلی آئیں۔ ان کی آنکھوں میں پانی تیر رہا تھا۔

’’شاہ دل! پتہ نہیں شیراز کہاں چلا گیا ہے، ہر جگہ معلوم کر لیا ہے مگر اس کا کہیں پتہ نہیں، یہاں تک کہ اس کا موبائل بھی آف ہے۔‘‘ ان کی آواز میں لرزش تھی۔

آفاق چونکا جبکہ شاہ دل کا دل دھک سے رہ گیا، وہ کہاں چلا گیا تھا، صبح ہی تو ملا تھا پھر اچانک......؟ وہ بہت جذباتی لڑکا ہے، اگر اس نے اپنے ساتھ کچھ......! اس سے آگے وہ کچھ سوچ نہ سکا۔ اسے اپنی ریڑھ کی ہڈی میں ایک خوف کی لہر سرائیت کرتی محسوس ہوئی مگر اس نے سرعت سے خود کو سنبھالا پھر نرمی سے رضیہ کو تھام کر سنگل صوفے پر بٹھا دیا اور آواز دے کر سہانی کو ٹھنڈا پانی لانے کو کہا۔

وہ پلک جھپکتے میں پانی لے کر آ گئی، شاہ دل نے اس کے ہاتھ سے پکڑی چھوٹی سی ٹرے سے پانی کا گلاس اٹھا کر ان کی جانب بڑھایا، جسے انہوں نے بمشکل تھاما۔ شاہ دل نے واضح طور سے ان کے ہاتھوں میں لرزش محسوس کی، یوں لگ رہا تھا کہ وہ کسی خوف سے ہولے ہولے کانپ رہی ہیں۔

’’آپ فکر مند نہ ہوں پھپھو! وہ جہاں بھی ہوگا، ٹھیک ہوگا۔‘‘ اس نے گویا تسلی دی۔

جواباً رضیہ کچھ نہیں بولیں، البتہ آفندی صاحب بولے۔ ’’حد ہے غیر ذمہ داری کی، اب اس عمر میں ان کیلئے خوار ہوتے پھرو، معلوم ہوتا کہ اس عمر میں آ کر اولاد آزمائش بن جائے گی تو......!‘‘ آفندی صاحب بات ادھوری چھوڑ کر خاموش ہو گئے۔

شاہ دل اور آفاق نے واضح طور سے ان کے لہجے میں ناگواری محسوس کی تھی۔ رضیہ نے انہیں ایک پل کیلئے ناراضگی سے دیکھا اور اٹھ کر لاؤنج سے باہر نکل گئیں۔

وہ دونوں بھی مزید کچھ کہے بنا پورچ میں آ گئے۔ شاہ دل نے گاڑی میں بیٹھ کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی، آفاق اس کے برابر آ بیٹھا، شاہ دل نے اسٹیئرنگ پر ہاتھ رکھے اور اس کی جانب دیکھا۔ ’’آفاق! کیا تم نیناں کے متعلق کچھ جانتے ہو؟‘‘ اس نے تمہید باندھتے سوال کیا۔

’’شاہ دل! آپا کے اس طرح اچانک غائب ہو جانے پر میں بھی حیران ہوں، بلکہ جہاں تک میری معلومات ہیں، کوئی بھی ان کے متعلق کچھ نہیں جانتا اور تمہیں کیا لگتا ہے کہ اگر کوئی وہاں کچھ جانتا بھی ہوگا تو ہمیں بتا دے گا، وہ بھی بابا صاحب کی اجازت کے بغیر......؟‘‘ آفاق نے سادہ سے الفاظ میں بڑی اہم بات کی جانب اس کی توجہ دلائی۔

شاہ دل ایک دم چونکا تھا۔ ’’تم کہنا کیا چاہتے ہو؟‘‘

"شاہ دل! آنکھ کھولتے ہی یہی دیکھا ہے کہ اعوان پیلس کی چار دیواری میں بابا صاحب کی اجازت کے بنا کبھی نہیں ہوا تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ نیناں کی غیر موجودگی سے لاعلم ہوں...... اور تم ہی سوچو کہ اپنے فیصلے کو رد کرنے پر بھڑک جانے والے بابا صاحب یہ سن کر بھی کیسے خاموش رہے کہ شیراز، نیلماں سے نہیں نیناں سے شادی کرنا چاہتا ہے، مانو نہ مانو شاہ دل! ان کی خاموشی بالکل ویسی تھی کہ جیسے طوفان کے آنے سے پہلے کی ہوتی ہے۔"

شاہ دل کو بڑی خوشگوار حیرت ہوئی وہ اس کے اندازے سے کہیں زیادہ سمجھدار اور سنجیدہ ہو چکا تھا۔ اب شاہ دل کو الجھی ڈور کا سرا مل گیا تھا۔

❋❋❋

عباد عبیرہ کے پاس آیا تو وہ کمرے کی صفائی میں مصروف تھی۔ عباد چند لمحے الفاظ ترتیب دیتا رہا پھر اسے متوجہ کیا۔ وہ سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

"عبیرہ! اب تک تو میں اس احساس جرم میں گھرا تھا کہ میں نے زویا کے ساتھ زیادتی کی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ مجھ سے جانے انجانے میں تم دونوں کی حق تلفی ہوئی ہے، میں ان تکلیفوں کا ازالہ تو نہیں کر سکا جو میری وجہ سے زویا کا مقدر بن گئیں لیکن میں کوشش کروں گا کہ تمہیں تمہارے حصے کی تمام خوشیاں دے سکوں۔" وہ اتنا کہہ کر عبیرہ کے کچھ بھی کہنے کا انتظار کئے بغیر کمرے سے باہر نکل گیا۔

زینہ اترتے ہوئے کرن سے سامنا ہو گیا۔ وہ اس کے پاس سے خاموشی سے گزر جانا چاہتی تھی تبھی عباد نے اسے پکارا وہ رک گئی مگر دانستہ عباد کی جانب دیکھا نہیں، کیونکہ چاہ کر بھی وہ اس گھناؤنے الزام کو نہیں بھلا پائی تھی جو عباد نے زویا پر لگا کر اسے اپنی زندگی سے نکالا تھا۔ ایک عورت ہونے کے ناتے زویا پر کیا بیت رہی تھی، یہ کرن اچھی طرح محسوس کر سکتی تھی، عباد نے نسوانیت کی توہین کی تھی، اس بات کو وہ معاف نہیں کر پا رہی تھی۔

"کرن! میں جانتا ہوں کہ تم سینے میں ایک بہت حساس دل رکھتی ہو، مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ زویا کے ساتھ جو بھی ہوا، اس کا اثر تمہاری اور ابو کی صحت پر بہت گہرا پڑا ہے۔ شاید اسی لئے ابو کو میری صورت سے بھی نفرت ہے اور تم......!" عباد نے رک کر ہونٹوں سے گہری سانس خارج کی۔

اس دوران کرن نے ایک بار بھی نگاہ اٹھا کر اسے نہیں دیکھا۔ عباد کچھ توقف کے بعد بولا۔ "میں تم لوگوں کے دکھ کا مداوا نہیں کر سکتا لیکن ہاں اتنی سی التجا ہے کہ اگر معاف کر سکو تو مجھے معاف کر دو۔" وہ اس گھڑی ایک ہارا ہوا شخص لگ رہا تھا۔

اس لمحے کرن کو اپنے بھائی پر بہت ترس آیا۔ وہ نرمی سے بولی۔ "میں جانتی ہوں کہ اتنا کچھ کہنے کے باوجود زویا کی جانب سے آپ کے دل میں بدگمانی ہے لیکن اب بھی میرا دل گواہی دیتا ہے کہ زویا بے گناہ ہے۔"

"اس بات کو رہنے دو کرن!"۔ وہ نگاہوں کا زاویہ بدلتے ہوئے بولا۔

"کتنی عجیب بات ہے نا بھیا کہ جب دل کے رشتے جڑتے ہیں تو ہم وجوہات و اسباب کو اہمیت نہیں دیتے، رشتہ توڑنے کیلئے صرف ذرا سی بدگمانی یا آنکھوں دیکھا ادھورا سچ ہی کافی ہوتا ہے مگر رشتہ قائم رکھنے کیلئے ہمیں ثبوتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ ثبوت جنہیں بنیاد کوئی ایسا شخص فراہم کرے جو محبت کی گہرائی سے ناواقف ہو۔" وہ عجیب سے لہجے میں بولی۔

"جو کہنا چاہتی ہو، صاف صاف کہو۔" عباد لمحہ بھر کو بیزار ہو گیا۔

"صرف اتنا کہنا چاہتی ہوں کہ محبت کا دوسرا نام یقین ہے، اگر آپ اس سے محبت کے دعویدار ہیں تو اس سے زیادہ یقین آپ نے کسی اور پر کیسے کر لیا؟" کرن دکھی تھی۔

"تمہارا خیال ہے کہ مجھے امینہ خالد کی بات پر یقین نہیں کرنا چاہیے تھا۔" وہ ناراضگی سے بولا۔

"میرا خیال ہے کہ آپ کو زویا کے علاوہ کسی پر یقین نہیں ہونا چاہئے تھا۔" وہ اب بھی اپنی بات پر قائم تھی۔

"پلیز کرن! میں نے بڑی مشکل سے خود کو سنبھالا ہے، اب میں زویا کا ذکر بھی نہیں سننا چاہتا کیونکہ وہ میرا ماضی بن چکی ہے۔" وہ نگاہیں چرا کر بولا۔

"اب تو شاید یہی بہتر ہے آپ کیلئے بھی اور زویا کیلئے بھی۔" وہ اتنا کہہ کر چلی گئی۔ وہ گم صم سا وہیں کھڑا رہا۔

❋❋❋

رات گہری ہوتی جا رہی تھی۔ شاہ دل اور آفاق کے خدشات بڑھتے جا رہے تھے، سب جگہ تلاش کر چکنے کے بعد وہ مایوس ہو کر سمندر کے کنارے آئے تھے اور یہ اتفاق ہی تھا کہ انہیں شیراز بھی وہیں مل گیا۔ چپ چاپ سمندر کی لہروں کا ملنا اور بچھڑنا دیکھ رہا تھا۔ شاہ دل نے دھیرے سے اس کے مضبوط شانے پر ہاتھ رکھا۔ شیراز چونک کر پلٹا تھا اور اس لمحے اس کی آنکھوں میں جو تھا، اس نے شاہ دل کو اندر ہی اندر خوف زدہ کر دیا تھا۔ شیراز کی آنکھوں میں زندگی کا رنگ دکھائی دے رہا تھا اور نہ ہی وہ خوف جو ایک جیتے جاگتے انسان کو موت سے محسوس ہوتا ہے۔

"تم ٹھیک ہو شیراز......؟" اس نے نرمی سے پوچھا۔ جواباً اس نے اثبات میں سر

ہلایا۔ "چلو گھر چلیں، پھپھو تمہارے لئے بہت پریشان ہیں۔" وہ نرمی سے بولا۔ شیراز بنا کچھ کہے خاموشی سے ان کے ساتھ چل دیا تھا۔ جس پر دونوں بڑے حیران تھے۔

تمام راستہ خاموشی سے کٹا، یہاں تک کہ گھر آنے کے بعد بھی اس نے کسی سے کوئی بات نہیں کی، بس خاموشی سے اپنے کمرے میں چلا گیا۔ سبھی اس کے اس رویے پر حیران تھے مگر کسی کو اس سے سوال کرنے کی ہمت نہ تھی۔ رضیہ نے شاہ دل کی جانب دیکھا۔

"فکر مت کیجئے پھپھو! سب ٹھیک ہو جائے گا۔" اس نے تسلی دی، لیکن پتہ نہیں رضیہ کے پاس جیسے سب کچھ ٹھیک ہو جانے کا یقین نہیں تھا۔

❋ ❋ ❋

زویا پچھلے کچھ دنوں سے بڑی اداس تھی، نادیہ نے اس کی اداسی کو بڑی شدت سے محسوس کیا مگر جان بوجھ کر نظر انداز کر دیا، لیکن آج اس کی برداشت جواب دے گئی، اس لئے ہاسٹل کے روم میں قدم رکھتے ہی پوچھنے لگی۔ "کیا بات ہے زویا! اتنی چپ چپ کیوں ہو؟" اس نے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے کتابیں سمیٹتی ہوئی زویا کو دیکھا۔

"کچھ نہیں، بس ویسے ہی۔" وہ گھڑی کلائی سے اتار کر سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے بولی۔

"کوئی بات تو ہے، ہاں بتانا نہیں چاہتیں تو بات الگ ہے۔" وہ شاکی انداز میں بولی۔

"کچھ خاص نہیں۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔ اور دوپٹہ سر سے اتار کر پاؤں سمیٹ کر بیڈ پر بیٹھ گئی۔

"چلو عام سہی مگر بات تو ہے نا۔" نادیہ بولی۔

"بس ویسے ہی میں تھوڑی سی پریشان تھی، کافی دن ہو گئے گھر سے کوئی آیا نہیں، خدا کرے سب ٹھیک ہو، میرا دل پتہ نہیں کیوں گھبرا رہا ہے۔" زویا پریشان تھی۔

"تو تم فون کر لو، نمبر تو تمہارے پاس ہوں گے نا؟" نادیہ نے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔ "ہیں تو مگر فون کرنے کیلئے میں نے شاہ دل یا شیراز بھائی سے پوچھا نہیں، پتہ نہیں یوں بنا بتائے فون کر دیا تو ان کیلئے کوئی مصیبت کھڑی نہ ہو جائے، شاہ دل اور شیراز بھائی تو ویسے ہی مشکلات میں گھرے ہیں، میں نہیں چاہتی کہ میری وجہ سے ان لوگوں کی مشکلات میں مزید اضافہ ہو۔" زویا سنجیدگی سے بولی۔

"ہاں یہ تو ٹھیک کہہ رہی ہو بہرحال ڈونٹ وری میں اپنے طور سے ان لوگوں سے

رابطہ کرنے کی کوشش کروں گی اور دیکھنا سب ٹھیک ہوگا، جن لوگوں کے ساتھ تم جیسی پرخلوص لڑکی کی دعائیں ہوں، ان کے ساتھ کچھ برا ہو بھی نہیں سکتا۔" نادیہ اسے محبت سے دیکھتے ہوئے بولی۔

"جن لوگوں سے خدا اور تقدیر دونوں خفا ہوں، ان کی دعاؤں میں اثر نہیں ہوتا، اس لئے مجھے ایسی کوئی خوش فہمی نہیں ہے۔" اس کے لہجے میں اپنے بکھرنے کا درد تھا۔

نادیہ نے بے حد تڑپ کر اسے دیکھا۔ "زویا! زندگی میں ہر انسان پر اچھا برا وقت آتا ہے، کوئی بھی دکھ یہ ثابت نہیں کرتا کہ انسان بدقسمت ہے۔"

"کوئی دکھ...... ہونہہ......! میری اس زندگی میں دکھوں کے سوا رکھا ہی کیا ہے، کبھی کوئی ایسا لمحہ جسے میں نے اپنی خوشی یا خوش قسمتی سمجھا، وہ محض فریب ثابت ہوا، اب تو مجھے میری زندگی سے کوئی اچھی امید نہیں، خوشیوں کے نام سے مجھے ڈر لگنے لگا ہے، مجھے اپنی زندگی میں ایک خوشی کی قیمت سو دکھوں سے چکانی پڑی ہے لیکن اب مجھے یہ سب سہنے کی عادت ہو گئی ہے۔" وہ کرب سے مسکرائی۔

نادیہ کا دل دکھ سا گیا مگر وہ سنبھل کر بولی۔ "زویا! تم شاید اپنی جگہ ٹھیک ہو لیکن پتہ نہیں کیوں اب بھی مجھے لگتا ہے کہ کوئی اب بھی اس دنیا میں ایسا ہے جو تمہارے لئے پرخلوص ہی نہیں بلکہ گہرے جذبات بھی رکھتا ہے، جو تمہارے راستے کے تمام کانٹے اپنی پلکوں سے چن سکتا ہے، جو بنا غرض کے اپنا سب کچھ تم پر قربان کر سکتا ہے۔" نادیہ بہت پرامید تھی اور پتہ نہیں کیوں بات کرتے ہوئے اس کی نگاہوں میں شاہ دل کا سراپا تھا۔ زویا نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔

❋ ❋ ❋

شاہ دل، بابا صاحب کے کمرے میں داخل ہوا تو وہ ایزی چیئر پر بیٹھے کوئی کتاب پڑھ رہے تھے۔ شاہ دل نے دروازے میں کھڑے ہو کر اجازت طلب کی تو بابا صاحب نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے گویا اجازت دی۔ وہ اندر چلا آیا تو بابا صاحب نے کتاب ایک طرف رکھ کر اسے دیکھا۔

"تم نے کہا تھا کہ تم ہم سے کچھ بات کرنا چاہتے ہو، جو کہنا ہے جلدی کہو کیونکہ تم جانتے ہو ہمارا وقت بہت قیمتی ہے۔"

"افسوس تو اسی بات کا ہے کہ آپ کیلئے آپ کا وقت اور آپ کے فیصلے تو قیمتی ہیں، لیکن دوسروں کے جذبات نہیں، آپ کو اس بات کا بھی احساس نہیں کہ آپ نے جو کیا، اس کا شیراز کی زندگی اور اس کی شخصیت پر کیا اثر ہوگا؟" شاہ دل نے تاسف سے انہیں دیکھا۔

"تم جو کہنا چاہتے ہو، صاف صاف کہو، خواہ مخواہ ادھر ادھر کی باتوں میں ہمیں مت الجھاؤ۔" بابا صاحب بیزاری سے بولے۔

"نیناں کہاں ہے؟" شاہ دل نے بنا تمہید کے سوال کیا۔

"اس کی اچانک گمشدگی سے سب کی طرح ہم بھی پریشان ہیں۔" وہ قدرے پریشانی سے گویا ہوئے اور اس لمحے شاہ دل کو سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کسی راز کی پردہ پوشی کرتے ہوئے پریشان ہو رہے ہیں یا پھر حقیقتاً ان کی پریشانی باقی تمام لوگوں سے مشابہت رکھتی ہے۔

"اس گھر میں کسی کا آنا اور اس گھر سے کسی کا جانا دونوں آپ کی رضا کے بغیر ممکن نہیں، یہ جاننے کے باوجود باقی تمام لوگوں نے آپ سے سوال کیوں نہیں کیا، یہ میں نہیں جانتا لیکن بہرحال میرے لئے یہ جاننا بہت ضروری ہے کیونکہ یہ شیراز کی زندگی کا سوال ہے۔" وہ اس وقت کسی نفع نقصان کا خیال کئے بنا حقیقت جاننے کی کوشش کر رہا تھا۔

"اگر اپنے یقین پر حقیقتاً یقین ہے تو اپنے سوال کا جواب خود تلاش کرو، ہم سے کیوں جاننا چاہتے ہو؟" وہ ہٹ دھرمی سے بولے۔

"بابا صاحب! اگر شیراز سے کوئی غلطی ہوئی ہے تو اس کی طرف سے میں آپ سے معافی مانگتا ہوں لیکن نیناں کو اس کی زندگی سے نکال کر آپ نے جو اسے سزا دی ہے، وہ اس کیلئے ناقابل برداشت ہے، پلیز بابا صاحب! اسے معاف کر دیجئے اور نیناں کو اس کی زندگی میں پھر سے شامل کر دیجئے۔" اس کے لہجے میں التجا تھی۔

"دیکھو لڑکے! تم اس طرح بار بار نیناں کو شیراز سے منسوب کر کے بہت سے رشتوں کی توہین کر رہے ہو، شیراز کیلئے نیناں سے رشتہ قائم کرنا تو دور کی بات اس کے متعلق سوچنا بھی گناہ ہے کیونکہ وہ سعد کی بیوہ ہے۔" بابا صاحب نے قدرے تلخی سے کہا۔

"معاف کیجئے گا بابا صاحب......! لیکن یہ منافقت ہے، کل تک آپ لوگ ہی چاہتے تھے کہ شیراز نیناں کو اپنی زندگی میں ہی نہیں بلکہ اپنے دل میں بھی جگہ دے اور آج جب ایسا ہو گیا ہے تو آپ لوگوں کو یہ گناہ لگ رہا ہے، کل تک جو آپ لوگوں کی نظروں میں صحیح تھا، آج اچانک کیسے غلط ہو گیا؟" شاہ دل اندر ہی اندر سے غصے سے کھول اٹھا تھا۔

"ہم نے اس وقت جو فیصلہ کیا تھا، اس میں تبدیلی کی وجہ سے خود شیراز کی پسند تھی اور اب جب ہم اس کی پسند کا احترام کر رہے ہیں تو ایک بار پھر اس نے اعتراض کی وجہ تراش لی، شاہ دل! زندگی کے فیصلے کوئی کھیل نہیں ہوتے کہ اپنی مرضی کے مطابق تبدیلی کی جا سکے، وہ بھی ایک مرتبہ نہیں بلکہ بار بار...... !" بابا صاحب کی آنکھیں غصے سے سرخ تھیں۔ وہ اٹھ کر شاہ دل کے

سامنے آ کھڑے ہوئے۔ "شیراز نے دوسروں کی عزت و وقار اور دلوں کو کھلونا سمجھ لیا ہے، پہلے نیناں کو سب کے سامنے ٹھکرا کر تماشا بنا دیا، ہم نے برداشت کیا اور اب نیلماں کے ساتھ وہ یہ سب کرنا چاہتا ہے، ایسے انسان پر بھروسہ کرنا بے وقوفی ہے اور اب کم از کم ہم اس پر بھروسہ کر کے بے وقوفی نہیں کرنا چاہتے، اس نے جو کیا ہے، اس ناتے وہ اتنی سزا کا تو حقدار ہے ہی، ویسے تمہاری ایک غلط فہمی ہم دور کر دیں، نیناں جہاں گئی ہے، ہمارے حکم سے نہیں، اپنی مرضی سے گئی ہے اور اس سے زیادہ ہم اس کے متعلق نہیں جانتے، اب تم جا سکتے ہو۔" بابا صاحب کا لہجہ اس قدر قطعی تھا کہ شاہ دل کو مزید کچھ بھی کہنا فضول لگا لیکن وہ جونہی دروازے کی سمت بڑھا، بابا صاحب نے اسے پکارا۔ وہ چونک کر پلٹا تھا۔

"شاہ دل! ہم اتنے برے نہیں جتنا تم ہمیں سمجھتے ہو، اگر ہوتے تو تمہیں ان تمام افعال سے باز رکھتے جو تم سرانجام دے رہے ہو کیونکہ ہم تمہاری کسی سرگرمی سے بے خبر نہیں، ہماری خاموشی کسی مصلحت کا تقاضا ہے، ورنہ تمہارے تمام شب و روز ہماری نگاہ میں ہیں۔" بابا صاحب کا لہجہ بڑا پراسرار تھا۔

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟" شاہ دل نے وہیں دروازے کے پاس کھڑے کھڑے پوچھا۔

"وقت آنے پر بتائیں گے، ہم تمہاری طرح ہر بات جلد بازی میں قبل از وقت کہنے کے عادی نہیں، لفظوں سے کھیلنا الگ بات ہے، مصلحتوں کو سمجھنا الگ بات ہے، تعلق لفظوں اور مصلحتوں سے گزر کر اور ہر آزمائش پار کرنے کے بعد رشتہ بنتا ہے اور وہ رشتہ اٹوٹ ہوتا ہے، عمر بھر کیلئے......!"

شاہ دل نے چند لمحوں تک انہیں الجھی نگاہوں سے دیکھا اور پھر باہر نکل گیا کیونکہ اسے بخوبی علم تھا کہ وہ چاہے بھی تو بابا صاحب اپنے کسی ایک لفظ کیلئے بھی وضاحت نہیں کریں گے۔

بابا صاحب کے ہونٹوں پر اب بھی پراسرار مسکراہٹ تھی۔

❋❋❋

شیراز بہت خاموش سا رہنے لگا تھا۔ نیناں کے جانے سے اس کے دل پر کیا بیت رہی تھی، اس نے کسی سے شیئر نہیں کیا۔ شاید وہ اس معاملے میں کسی کی ہمدردی کا خواہشمند نہ تھا۔ اب ضرورتاً ہی چند گنے چنے جملے بولتا تھا، اسے اس طرح دیکھ کر رضیہ کا دل بہت دکھتا تھا، لیکن وہ تو کیا اس وقت کوئی بھی اس کیلئے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے رضیہ کے کہنے پر بابا صاحب نے فی الحال شیراز اور نیلماں کا نکاح ملتوی کر دیا تھا لیکن شیراز نے اس بات پر بھی

کسی قسم کا ردعمل ظاہر نہیں کیا۔ رضیہ کا دل دکھ سا گیا۔ آفندی صاحب کو بھی یہ سب کچھ بے حد تکلیف دہ لگ رہا تھا مگر وہی بے بسی، بے کسی......

✵✵✵

کافی دن بعد شاہ دل اس سے ہاسٹل میں ملنے آیا تھا، زویا ویٹنگ روم میں داخل ہوئی تو وہ صوفے پر بیٹھا کسی انگلش میگزین کی ورق گردانی میں مصروف تھا، وہ قریب آئی اور مودبانہ انداز میں سلام کیا۔ شاہ دل نے اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر سلام کا جواب دیا۔

''بیٹھیے۔'' وہ اتنا کہہ کر خود بھی اس کے سامنے بیٹھ گئی۔

''سوری میں کافی دن بعد تم سے ملنے آیا، دراصل حالات ہی کچھ ایسے تھے کہ تمہاری خیر خبر لینے کا بھی ہوش نہیں رہا تھا، میں جانتا ہوں کہ تمہیں برا لگا ہوگا، تمہارے پاس کرنے کیلئے بہت سے گلے شکوے ہوں گے اور......!''

اس سے قبل کہ وہ اپنی بات مکمل کرتا، زویا نے اس کی بات قطع کر دی۔ ''میری زندگی پچھلے ایک سال میں کچھ اس طرح سے گزری ہے کہ اب میرے اندر سے بہت ساری حیات ختم ہو چکی ہے، میں اب کسی کو ٹوٹ کر چاہ سکتی ہوں اور نہ ہی کسی سے بے پناہ نفرت کر سکتی ہوں، نہ اب مجھے کوئی بڑا دکھ لگتا ہے اور نہ خوشی......تو بھلا مجھے اس بات کا برا کیسے لگ سکتا ہے، یہ تو آپ لوگوں کا مجھ پر احسان ہے کہ آپ اس انسان کو اہمیت دیتے ہیں جس کی کسی کو ضرورت نہیں اور ایسا انسان اپنے محسنوں سے شکوہ نہیں کرتا۔'' اس کی آنکھیں ویران، لہجے میں خالی پن اور دل میں چبھن تھی۔

''پلیز زویا! ہم نے جو کیا اپنا فرض سمجھ کر کیا، اسے احسان کا نام دے کر گالی مت دو۔'' شاہ دل کو دکھ ہوا۔ زویا خاموش رہی تو وہ مزید بولا۔ ''شیراز اور نیلماں کا نکاح ہونے والا تھا لیکن شیراز نے انکار کر دیا کیونکہ وہ نیناں کو چاہتا ہے۔'' شاہ دل کے الفاظ پر زویا چونکی تھی۔

''مگر نیناں سے تو ان کا رشتہ سعد بھائی کے حوالے سے......!'' اس مرتبہ شاہ دل نے اس کی بات قطع کر دی۔ ''محبت کی خاصیت یہی ہے کہ وہ معاشرتی بندھنوں سے آزاد ہوتی ہے، وہ اپنا راستہ اور منزل خود ہی ہوتی ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ خواہ کتنے روپ بدل کر مختلف راستوں سے گزرے لیکن اپنی تمام تر شدتوں کے ساتھ محض کسی محبت بھرے دل میں ہوتی ہے، ہم محبت کے تابع ہوتے ہیں۔ محبت ہمارے تابع نہیں ہوتی۔ ہم محبت کا ہاتھ پکڑ کر اپنے من چاہے راستے پر نہیں چلا سکتے، جبکہ محبت ہماری راہیں بدل دینے تک کی قدرت رکھتی ہے۔'' وہ سنجیدگی سے بولا۔

زویا اس کی بات سن کر بے حد حیران ہوئی تھی۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ شاہ دل جسے اس نے آج تک بس غصہ کرتے دیکھا تھا، اس کی نفرت کو محسوس کیا تھا مگر اس کی ذات کا یہ پہلو اس کیلئے حیرتناک تھا۔ اس نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ شاہ دل جیسا انسان بھی کسی سے اتنی شدت سے محبت کر سکتا ہے کیونکہ اتنا تو وہ جانتی تھی کہ محبت کی اتھاہ گہرائیوں میں اترے بغیر محبت کو سمجھنا ممکن نہیں۔

''بابا صاحب ان کی شادی کیلئے مان گئے؟'' اس نے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

''اگر وہ مان جاتے تو آج نیناں اس کی زندگی میں ہوتی، بابا صاحب کی ہٹ دھرمی نیناں کی گمشدگی کی وجہ بنی ہے اور اس حادثے نے شیراز کو بہت بڑا دھچکا پہنچایا ہے، اس نے کوئی ردعمل ظاہر نہیں کیا لیکن میں جانتا ہوں کہ وہ کس تکلیف سے کس اذیت سے گزر رہا ہے اور اس وقت زوبیہ کو ہاسپٹل میں ایڈمٹ کرانے کے بعد ہی تمہیں لینے آیا ہوں کہ زوبیہ کے معاملے میں، میں صرف تم سے امید رکھ سکتا ہوں، بھروسہ کر سکتا ہوں اس کے باوجود تمہیں لگتا ہے کہ ہمیں تمہاری ضرورت نہیں، اپنے اور ہمارے درمیان اس اپنائیت کو تم احسان کا نام دے رہی ہو؟'' شاہ دل کو بہت دکھ ہوا۔

''زوبیہ آپی ہاسپٹل میں ہیں؟'' وہ پریشان ہو گئی۔

''دراصل ڈاکٹر نے ایک ہفتے بعد کی ڈیٹ دی تھی، لیکن آج صبح اس کی تھوڑی طبیعت خراب ہو رہی تھی، اس لئے میں نے اسے ایڈمٹ کروا دیا کیونکہ میں اپنے بچے کے معاملے میں کوئی رسک نہیں لینا چاہتا۔'' وہ بہت جذباتی انداز میں بولا۔

''وہاں باقی تمام لوگ بھی ہوں گے۔ مجھے اس طرح آپ کے ساتھ دیکھ کر وہ لوگ سوال کریں گے، ہو سکتا ہے آپ کیلئے مشکلات کھڑی ہو جائیں جو میں نہیں چاہتی۔'' زویا خوف زدہ تھی۔

''تم اس سلسلے میں پریشان مت ہو، یہ میرا مسئلہ ہے، زوبیہ چاہتی ہے کہ اس وقت تم اس کے پاس رہو اور اس وقت زوبیہ کی خواہش میرے لیے سب سے زیادہ اہم ہے، جس پر میں کوئی کمپرومائز نہیں کر سکتا، جو لوگ مجھے عزیز ترین ہوتے ہیں، ان کیلئے مجھے کوئی بھی قربانی دینے سے خوف نہیں آتا اور ایک بات اگر تمہیں مجھ پر بھروسہ ہے تو میرے ساتھ چلنا نہ کہ کسی احسان کا بدلہ چکانے کیلئے۔'' شاہ دل نے اتنا کہہ کر ذرا آگے بڑھ کر میز پر رکھا اپنا موبائل اور گاڑی کی چابی اٹھائی اور اٹھ کھڑا ہوا۔

''شاہ دل! بس پانچ منٹ میں کچھ ضروری سامان لے کر آتی ہوں، پلیز آپ میرا

انتظار کیجیئے گا۔"

وہ اتنا کہہ کر ویٹنگ روم سے باہر نکل گئی۔ شاہ دل بھی دھیرے دھیرے دروازے کی سمت بڑھنے لگا۔

❋❋❋

شاہ دل اور زویا جب ہاسپٹل پہنچے تو رضیہ کی فیملی کے علاوہ ایاز، ثمن، ذاکرہ، جہانزیب، مدحت اور خود بابا صاحب موجود تھے۔ ان دونوں کو ساتھ دیکھ کر سب کو زبردست دھچکا لگا تھا مگر بابا صاحب پر سکون تھے، البتہ چہرے پر ناگواری تھی۔

ہاسپٹل کی لابی میں اتنے سارے لوگوں کو موجود دیکھ کر زویا خوف زدہ سی ہوگئی۔ جہانزیب کو اپنی جانب غصے سے بڑھتا دیکھ کر زویا کی سانسیں رکنے سی لگیں، مگر اس سے قبل کہ وہ آگے بڑھ کر اسے ہاتھ سے پکڑ کر نکال دیتے، شاہ دل کسی دیوار کی مانند دونوں کے درمیان حائل ہوگیا۔ جہانزیب نے قدرے ناگواری سے شاہ دل کو دیکھا لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔

"آپ لوگ زویا سے اپنے تمام رشتے ختم کر چکے ہیں، لیکن زوبیہ کیلئے آج بھی اس رشتے کی اہمیت ہے اور جنہیں زوبیہ اہمیت دیتی ہے، وہ میرے لئے بھی اہم ہیں، اس ناتے میں کسی کو اجازت نہیں دوں گا کہ کوئی زویا کی انسلٹ کرے، اسے ہرٹ کرے یوں بھی یہ آپ لوگوں کا محل نہیں بلکہ ہاسپٹل ہے جہاں میری بیوی زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہے، ایسے میں، میں یہاں کوئی تماشا نہیں چاہتا۔" اس کے لہجے میں ترشی تھی۔

بابا صاحب نے ایک پل کیلئے عجیب سی نظروں سے شاہ دل کو دیکھا۔ وہ متوجہ نہیں تھا اور اگلی نگاہ ان کی جہانزیب کی جانب اٹھی، جس میں تنبیہ تھی۔

"زویا! تم جاؤ، زوبیہ تمہارا انتظار کر رہی ہوگی۔" شاہ دل نے کہا مگر زویا کا دل جیسے ڈوب رہا تھا، اس کو ایسا لگ رہا تھا کہ اس کے قدم زمین نے پکڑ لئے ہوں، شاید اس لئے وہ چاہ کر بھی نہیں ہل پا رہی تھی۔ تب شاہ دل نے اپنا رخ اس کی جانب کیا، وہ بہت خوف زدہ سی لگ رہی تھی۔

"میرے ہوتے ہوئے تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے، یوں بھی ڈرتے وہ لوگ ہیں جو غلط ہوتے ہیں اور میرا دل گواہی دیتا ہے کہ تم نے اپنی پوری زندگی میں ایسا کوئی غلط کام نہیں کیا جس کیلئے تمہیں کسی سے خوف زدہ ہونا پڑے یا شرمندہ ہونے کی نوبت آئے، اس لئے پلیز بی ریلیکس...... !" وہ بڑی نرمی سے گویا ہوا۔

اس پل زویا کو یوں محسوس ہوا کہ جیسے کسی نے اسے کڑی دھوپ سے چھاؤں میں کھینچ

لیا ہو یا جیسے اجنبیوں کی بھیڑ میں کوئی شناسا چہرہ دکھائی دے گیا ہو۔

وہ چند لمحے حیرت سے اسے دیکھتی رہی اور پھر بڑی ہمت سے مضبوط قدم اٹھاتی ہوئی لابی عبور کر گئی۔

سب نے شاہ دل کو غصیلی نگاہوں سے دیکھا لیکن رضیہ اور مدحت اندر ہی اندر خوش تھیں۔ مدحت کا تو دل چاہ رہا تھا کہ گزشتہ باتیں بھلا کر دوڑتی ہوئی زویا کے پاس جائیں اور اسے سینے سے لگا کر پوچھیں کہ پچھلے ایک سال تم پر جو قیامت ٹوٹی ہے، اس کے بعد بڑی ہمت سے تم اب تک کیسے جی رہی ہو مگر بابا صاحب کے فیصلے کی زنجیر سے ان کے پاؤں جکڑے ہوئے تھے۔ اس لئے انہوں نے اپنی ماتا کو روک رکھا تھا۔

❋❋❋

زویا کو اپنے سامنے دیکھ کر زوبیہ بہت خوش ہوئی۔ بھلے اس وقت اس کے اردگرد اس کے تمام اپنے تھے لیکن اس کو اس وقت اپنی بہن کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ زندگی میں ان دونوں نے آپس میں سب کچھ بانٹا تھا، دکھ سکھ، آنسو اور خوشی...... اور اس گھڑی زوبیہ اس سے اور بھی بہت کچھ بانٹنا چاہتی تھی۔

زویا اس کے قریب کرسی پر بیٹھی تو زوبیہ نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ اس کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی تھی۔ "تم اس وقت میرے سامنے ہو، میرے پاس ہو، یہ بات میرے لئے بہت معنی رکھتی ہے، پتہ ہے مجھے ایک عجیب سا ڈر لگ رہا تھا کہ پتہ نہیں اب میں تمہیں کبھی دیکھ پاؤں گی یا نہیں...... اس لئے میں نے شاہ دل سے کہا کہ وہ تمہیں یہاں لے آئیں کیونکہ کچھ باتیں ایسی ہیں جو میں صرف تم سے کر سکتی ہو اور تم سے ہی کرنا چاہتی ہوں۔" وہ بول رہی تھی۔ اور زویا توجہ سے سن رہی تھی۔ "زویا کہتے ہیں کہ عورت موت کے راستے سے گزرے بنا ماں نہیں بن سکتی اور شاید یہ سچ بھی ہے لیکن یہ اب اپنا مقدر ہے کہ کون موت کی دہلیز کو چھو کر واپس آتا ہے اور کون نہیں۔" زوبیہ کا لہجہ دھیما سا تھا۔

"آپی! آپ فکر مت کیجئے، ایسا کچھ نہیں ہوگا، آپ اور آپ کا بچہ دونوں سلامت رہیں گے۔" زویا نے تسلی دی۔

"پتہ ہے زویا! ہر عورت کی طرح میں نے بھی اپنے بچے کیلئے بہت سے سپنے دیکھے ہیں، بہت کچھ سوچا ہے، میرا دل چاہتا ہے کہ میں اسے چھو کر دیکھوں، اس کے ساتھ کھیلوں، اسے کہانیاں سناؤں اور جب وہ ذرا بڑا ہو جائے تو اس کی توتلی زبان سے ماں سنوں اور بھی میرے دل میں بہت چھوٹی چھوٹی خواہشیں ہیں، لیکن یہ بھی تو ضروری نہیں کہ انسان کی ہر خواہش کو منزل

مل جائے، کچھ خواہشیں ادھوری رہنے کیلئے بھی تو ہوتی ہے۔'' اس کے دل میں اداسی اتر آئی۔

زویا تڑپ گئی۔ ''آپی آپ ایسے کیوں کہہ رہی ہیں۔ سب ٹھیک ہو جائے گا، مجھے لگتا ہے کہ آپ گھبرا رہی ہیں لیکن میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ آپ کا خوف بے وجہ ہے۔''

''زویا! میں اپنے متعلق بہت کچھ ایسا جانتی ہوں جو کوئی اور نہیں جانتا۔'' وہ کھوئے سے انداز میں بولی

''جیسے؟'' زویا کا دل نادیدہ خوف سے لرز رہا تھا۔

''ڈاکٹر زارا مجھے پہلے یہ بتا چکی تھیں کہ اگر میں نے ماں بننے کی کوشش کی تو میری زندگی کی کوئی ضمانت نہیں ہوگی۔'' زوبیہ نے اسے اتنی بڑی بات بڑے نارمل سے انداز میں بتائی جبکہ زویا کے دل پر تو ایک قیامت گزر گئی۔ ''کیا مطلب آپ نے سب کچھ جانتے بوجھتے ہوئے یہ سب کیا؟'' زویا کی صدمے سے بری حالت تھی۔

''میری جگہ جو بھی ہوتا، وہ یہی کرتا۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

''کیا شاہ دل جانتے ہیں کہ آپ نے یہ سب......؟'' اس نے سوالیہ نگاہوں سے زوبیہ کو دیکھا۔

''اگر انہیں معلوم ہو جاتا تو وہ اس بات کیلئے کبھی بھی راضی نہ ہوتے لیکن میں جانتی ہوں کہ جتنی خواہش ایک عورت کو ماں بننے کی ہوتی ہے، اتنی خواہش ایک مرد کو باپ بننے کی ہوتی ہے کیونکہ اولاد عورت کی ممتا کا تقاضا اور مرد کی مردانگی کا غرور ہوتی ہے اور میں کبھی نہیں چاہتی تھی کہ ان کا غرور ٹوٹ جائے۔'' وہ بولتے بولتے ایک پل کے لئے رکی۔ زویا اسے وحشت زدہ سی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ زوبیہ کا سکون قابل دید تھا۔ زویا کے ہاتھ، پاؤں تھوڑے تھوڑے کانپ رہے تھے۔

''میں جانتی ہوں کہ میرے پاس وقت بہت کم ہے، اس لئے میری ایک بات پر عمل کرنا خواہ نصیحت سمجھ کر، خواہ التجا سمجھ کر...... میرے بعد میرے بچے کی زندگی میں میری کمی تم پوری کرو گی۔'' اس کا انداز ایسا تھا کہ کسی حرف تسلی کی گنجائش باقی نہیں بچی تھی، اس لئے وہ بے بسی کے احساس کے تحت رو پڑی۔ دروازے میں کھڑا شاہ دل آج پہلی بار زوبیہ کی شدید محبت سے واقف ہوا تھا۔

❋❋❋

زوبیہ کا کیس ضرورت سے زیادہ بگڑ گیا تھا۔ نوبت یہاں تک آ گئی کہ ڈاکٹروں نے صاف طور سے کہہ دیا تھا کہ وہ ماں اور بچے میں سے کسی ایک کو بچا سکتے ہیں اور اب ڈاکٹر زارا،

شاہ دل کے فیصلے کا انتظار کر رہی تھیں۔ سبھی سکتے کی سی کیفیت میں تھے۔

''آپ لوگ زوبیہ کو بچائیے۔'' شاہ دل نے کھوئے ہوئے انداز میں فیصلہ سنایا۔

''لیکن ایک بات اور ہے مسٹر شاہ دل کہ اگر ہم زوبیہ کو بچا لیتے ہیں تو بہت ممکن ہے کہ وہ دوبارہ کبھی ماں نہ بن سکیں۔'' ڈاکٹر زارا نے بتانا ضروری خیال کیا۔

''میں اب بھی یہی کہوں گا کہ آپ زوبیہ کو بچائیے۔'' شاہ دل کا لہجہ اس پل بہت مضبوط تھا۔

زویا بے اختیار اسے دیکھتی چلی گئی، یہاں تک کہ ڈاکٹر زارا وہاں سے ہٹ کر اپنے اسٹاف کو آپریشن کی تیاری کے متعلق ہدایات دینے لگیں۔ شاہ دل نگاہیں بے اختیار زویا سے ملیں تو وہ چونک گئی۔

''کیا بات ہے ایسے کیوں دیکھ رہی ہو؟'' شاہ دل نے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

''کیا آپ زوبیہ آپی کی اس کمی کے باوجود ان کے ساتھ ایک مطمئن زندگی گزار لیں گے جبکہ آپ اپنی زندگی کی ہر خوشی کی تکمیل باآسانی کر سکتے ہیں؟'' زویا نے بے ارادہ سوال کیا۔

''میں نے اکثر دنیا میں دیکھا ہے کہ عورت، مرد کی کوتاہیاں معاف کر دیتی ہے اور اسے اس کی تمام خوبیوں اور خامیوں سمیت قبول بھی کر لیتی ہے تو پھر ایک مرد اس کمی کو قبول کرنے کا حوصلہ کیوں نہیں کر سکتا جس میں اس عورت کی کوئی غلطی نہیں بلکہ قدرت خداوندی ہے۔ زویا! ایک مرد کیلئے باپ بن جانا محض مردانگی کی شان نہیں ہوتی بلکہ یہ بھی مرد کی شان ہے کہ ایک بار کسی عورت کا ہاتھ تھام لے تو بڑے سے بڑے طوفان بھی اس کا ہاتھ نہ چھوڑے، عورت مرد پر اپنا سب کچھ نچھاور کر دیتی ہے اور بدلے میں وہ اس سے صرف اتنی امید رکھتی ہے کہ وہ ہمیشہ ہر اچھے برے وقت میں اس کا ساتھ دے گا، زمانے کے سامنے کبھی اسے رسوا نہیں ہونے دے گا اور کبھی اسے نامساعد حالات کا سامنا کرنے کیلئے تنہا نہیں چھوڑے گا...... جو مرد عورت کی امید کو یقین کی منزل تک نہ لے جا سکے تو میری نظر میں وہ مرد نہیں ہے۔'' وہ کچھ جذباتی ہوتے ہوئے بولا۔

زویا کو اس وقت نہ چاہتے ہوئے بھی عباد کا دھیان آیا تھا جس نے اس کی کمی کیلئے اسے ہی ذمہ دار ٹھہرایا تھا اور اس کی سزا عبیرہ کی صورت دی تھی۔ زویا کے دل میں ٹھیس سی اٹھی تھی۔

❋❋❋

زوبیہ ایک بچی کو جنم دے کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس دنیا سے رخصت ہوگئی۔

سب کیلئے یہ سانحہ غیر متوقع تھا، اس لیے ہر دل پر قیامت سی گزر گئی مگر شاہ دل اور زویا جن کے لیے یہ سب ایک حد تک متوقع تھا۔ ان سے بھی یہ صدمہ برداشت نہیں ہو رہا تھا۔

جب زوبیہ کی میت ''اعوان پیلس'' میں لائی گئی تو ہر آنکھ میں اک سمندر آن ٹھہرا، کچھ لوگوں کو اس کی کم عمری کی موت کا دکھ تھا' تو کچھ لوگ اس بچی کے نصیب پر دکھی تھے، جس نے پیدا ہوتے ہی اپنی ماں کو کھو دیا تھا۔

شاہ دل کے ساتھ زویا کو اعوان پیلس میں دیکھ کر جہانزیب ایک بار پھر بھڑک اٹھے۔

''تم یہاں کس کی اجازت سے آئی ہو، تمہاری ہمت کیسے ہوئی یہاں آنے کی؟'' پتہ نہیں کیوں جہانزیب کیلئے اب وہ اتنی ناقابل برداشت ہوگئی تھی۔

''یہ اس گھر میں میری اجازت سے آئی ہے۔'' بابا صاحب کے انکشاف پر سب چونک پڑے۔

''آپ کی، اجازت سے؟'' جہانزیب کے لہجے میں بے یقینی تھی۔

''ہاں، زوبیہ نے اس گھر سے جانے سے قبل ہاتھ جوڑ کر ہم سے اتنا کہا تھا کہ وہ جانتی ہے کہ وہ اب نہیں لوٹے گی، اس لیے اس کی آخری خواہش سمجھ کر زویا کو اس گھر میں پناہ دے دی جائے اور ایک مرتے انسان کی آخری خواہش ہمارے اصولوں سے بڑھ کر ہے۔'' بابا صاحب نے سنجیدگی سے کہا۔

''زویا کو معاف کر کے آپ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ کوئی کتنی ہی سنگین غلطی کرے، اگر وہ نادم ہو کر لوٹ آئے تو اسے معاف کیا جا سکتا ہے۔'' ثمن کو نیناں کے لوٹ آنے اور پھر اس گھر میں بس جانے کا خوف تھا، اس لیے انہیں مجبوراً زویا کی مخالفت کرنا پڑ رہی تھی۔ حالانکہ ذاتی طور سے انہیں زویا سے کوئی بیر نہیں تھا، لیکن نیناں کبھی نہ لوٹے اس کے لیے انہیں ایسا کرنا پڑ رہا تھا۔ مدحت نے انہیں قدرے دکھ سے دیکھا' مگر وہ اس وقت کچھ نہیں کہنا چاہتی تھیں۔

''ثمن تم نے ہماری بات شاید غور سے نہیں سنی، ہم نے اس لڑکی کو زوبیہ کی آخری خواہش کے احترام میں اس گھر میں رہنے کی اجازت دی ہے، لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ہم اس لڑکی کو معاف کر دیں گے۔ یہ لڑکی اس گھر میں رہے گی، لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ گھر کے مکیں اس سے رشتہ بھی رکھیں اور اس سے زیادہ ہم اس معاملے میں کچھ کہنا چاہتے ہیں اور نہ ہی سننا، کیونکہ یہ معاملہ اتنا اہم نہیں کہ ہم اس کو موضوع گفتگو بنائیں۔'' بابا صاحب اتنا کہہ کر خاموش ہوگئے۔ اب کسی کے پاس کہنے کو کچھ نہیں رہا تھا، شاہ دل کو ان کا انداز ناگوار گزرا، مگر اس پل وہ کچھ کہہ کر زویا کا دکھ بڑھانا نہیں چاہتا تھا، اس لیے فی الوقت خاموش ہی رہنا بہتر سمجھا تھا۔

❋ ❋ ❋

زوبیہ کو اس دنیا سے گئے اور زویا کو اس گھر میں آئے بہت وقت ہو گیا تھا' مگر اب بھی سب کچھ ویسا ہی تھا۔ خاموش دیواروں اور اجنبی رشتوں کے درمیان وہ تنہا تھی۔ اس کے ہونے نہ ہونے سے جیسے کسی کو کوئی فرق ہی نہیں پڑتا تھا۔ بابا صاحب کے مطابق کوئی اس سے بات نہیں کرتا تھا۔ اس کو سب کے درمیان بیٹھ کر کھانا کھانے کی اجازت تھی اور نہ ہی گھر کے کسی اور حصے میں وہ اپنی مرضی سے جا سکتی تھی۔ اسے طوبیٰ (زوبیہ کی بیٹی) کے ساتھ بھی بمشکل ایک آدھ گھنٹہ ملتا تھا وہ بھی شاہ دل کی موجودگی میں، ورنہ اسے طوبیٰ کو چھونے کی بھی اجازت نہ تھی' لیکن زویا نے شاہ دل کو کبھی نہیں بتایا تھا۔

زندگی یوں بھی شاہ دل کے لیے سہل نہ تھی وہ اسے مزید مشکلات کی نذر نہیں کرنا چاہتی تھی، وہ صبح کا گیا رات کو لوٹتا تھا۔ ایک تو زویا ویسے ہی اسے پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اور دوسرا انجانے کیوں ایسے لگتا تھا کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ اس کی مستحق ہے۔

وہ اپنے کمرے میں بیڈ پر بیٹھی تھی کہ پورچ میں شاہ دل کی گاڑی رکنے کی آواز سنائی دی۔ وہ بیڈ سے اتر کر ننگے پاؤں ہی کھڑکی تک آ گئی، جہاں سے پورچ کا کافی حصہ دکھائی دیتا تھا۔ وہ شاہ دل کو گاڑی سے اترتے دیکھ رہی تھی۔ اسے پتہ تھا کہ اب شاہ دل سیدھا اس کے کمرے میں آئے گا کیونکہ وہ اس کی خیریت دریافت کیے بنا آگے نہیں بڑھتا تھا۔ وہ واپس بیڈ کے کنارے پر آ بیٹھ گئی تب شاہ دل نے ہولے سے دروازے پر دستک دی۔

''آیئے۔'' وہ بنا جھجک بولی تو شاہ دل اندر چلا آیا۔

''کیسی ہو تم؟'' اس نے نرمی سے پوچھا۔

''میں ٹھیک ہوں۔'' زویا نے دھیمے لہجے میں کہا۔

''آج کا دن کیسا گزرا؟'' وہ ایک کرسی ذرا آگے کی طرف کھسکاتے ہوئے بولا۔

"بہت بہت اچھا۔" وہ جلدی سے بولی۔

"ویسے زویا سب ٹھیک تو ہے نا، مطلب تمہیں یہاں کوئی پرابلم تو نہیں ہے؟" اس نے سوالیہ نگاہوں سے زویا کو دیکھا۔

"یہاں اپنوں کی موجودگی میں کسی قسم کی پرابلم ممکن ہی نہیں۔" وہ نگاہوں کا زاویہ بدلتے ہوئے بولی۔

"اگر تم کہہ رہی ہو تو میں مان لیتا ہوں ورنہ تو۔" وہ اپنی بات ادھوری چھوڑ کر ایک لمحے کے لیے خاموش ہوا...... پھر بولا۔ "اچھا تمہارے ایگزامز کی ڈیٹ قریب آنے والی ہے، میرا خیال ہے کہ تمہیں ہاسٹل جانا چاہیے تاکہ تم پرسکون ہو کر پیپرز کی تیاری کر سکو۔ یہ میری دلی خواہش ہے کہ تم اپنی ایجوکیشن کمپلیٹ کرو۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔

"بابا صاحب اجازت دے دیں گے؟" اس نے سہمی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"جسے جو کہنا سننا ہے اس کے لیے میں ہوں اور میرے ہوتے تم سے سوال کرنے کا حق کسی کو نہیں۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔

"میرے اور میری زندگی کی بدصورت حقیقتوں کے درمیان آپ کب تک، سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا، کا دلاسا اور ایک موہوم سی امید بن کر کھڑے رہیں گے؟" زویا نے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"کم از کم تب تک جب تک میں زندہ ہوں۔" شاہ دل نے سنجیدگی سے کہا۔ اس گھڑی زویا نے اسے بے حد چونک کر دیکھا۔

"شاہ دل آپ اچھے انسان ہیں۔ یہ میں جانتی ہوں۔ آپ نے میرے لیے اتنا کچھ کیا ہے۔ مجھے اس کا احساس ہے لیکن میں کبھی یہ نہیں چاہوں گی کہ میری وجہ سے آپ اپنوں کو کھو دیں۔ میں اس تکلیف سے واقف ہوں جو اپنوں کو کھو کر ہوتی ہے۔ اس لیے میں آپ کو اس کرب سے گزرنے نہیں دوں گی۔" اس کے لہجے میں درد کا احساس گہرا تھا۔

"جب رشتوں سے احساس رخصت ہو جائے اور صرف اصول بچ جائیں تو رشتوں کا ہونا نہ ہونا ایک ہی بات ہے اور ویسے بھی ان رشتوں کی قیمت تم سے منہ موڑ کر اجنبی بن جانا ہے تو آئی ایم سوری، مجھے یہ رشتے نہیں چاہئیں؟" وہ سنجیدگی سے بولا۔

"میرے لیے یہ سب کچھ کیوں؟" وہ نا سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھ رہی تھی۔

"اس سوال کا جواب میں نہیں دے سکتا، تمہیں خود ڈھونڈنا پڑے گا اور اس کے لیے تمہیں، خود سے وہ تعلق پھر سے جوڑنا ہو گا جو سمجھوتے کرتے کرتے تم خود سے توڑ بیٹھی ہو، تمہیں

خود کو زندہ کرنا ہو گا۔ زویا اور زندگی کو محسوس کرنا ہوا۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔

"ایک زندگی میں صرف ایک رشتے کا چور چور ہونا کافی ہوتا ہے اور میری زندگی میں تو کئی رشتے ٹوٹے ہیں، خون کے، مامتا اور محبت کے۔" اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ اٹھ کر کھلی کھڑکی میں جا کھڑی ہوئی۔ شاہ دل بھی اپنی جگہ چھوڑ کر چند قدم آگے بڑھا اور اس کی پشت پر آن ٹھہرا اور دھیرے سے اس کے داہنے شانے پر ہاتھ رکھا۔ زویا پلٹی تو اس کی آنکھوں میں نمی تھی۔

"زویا! اپنے دکھ کے اظہار کے لیے رونا ٹھیک ہے۔ ایک فطری سی بات ہے لیکن بے بسی کے احساس کے تحت رونا بزدلی کی علامت ہے جو لوگ اپنے دکھوں سے ہار جاتے ہیں وہ لوگ زندگی میں کبھی بھی کچھ جیت نہیں پاتے۔ شاید دنیا کو فتح کر لینا آسان ہے لیکن خود کو فتح کر لینا ایک حد تک ناممکن ہے اور جو اس ناممکن کو ممکن کر سکے وہی فاتح ہے۔" وہ بڑی نرمی سے سمجھاتے ہوئے بولا۔

"میرے اندر اب کچھ بھی جیتنے یا کسی ناممکن کو ممکن بنانے کی خواہش باقی نہیں رہی۔" وہ بے بسی سے بولی۔

شاہ دل نے موتیوں کی صورت اس کے رخساروں پر ٹھہرے آنسو اپنی انگلیوں کی پوروں سے چن لیے۔ ایک بے نام سا احساس دل سے ہو کر گزرا تھا، جسے زویا کوئی نام نہیں دے پائی لیکن شاہ دل کی تو زندگی سے یہ احساس جڑا تھا۔

❋ ❋ ❋

شاہ دل کچھ دنوں سے محسوس کر رہا تھا کہ وہ زویا سے جو کام کہتا وہ منع کر دیتی ہے۔ خواہ وہ ایک کپ چائے ہی بنانا کیوں نہ ہوتا۔ آج بھی جب وہ آفس سے لوٹا تو اسے یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی کہ طوبیٰ کی طبیعت خراب ہے۔ وہ بڑی شدت سے رو رہی ہے۔ سب اس کے اردگرد جمع ہیں مگر زویا نہیں ہے۔ اس نے ثمن سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ اپنے کمرے میں ہے۔ وہ سیدھا زویا کے کمرے میں چلا آیا۔ وہ کمرے میں ٹہل رہی تھی۔ شاہ دل کو دیکھتے ہی اس کا دل کھل اٹھا۔ اب اسے یقین تھا کہ شاہ دل اسے طوبیٰ کے پاس لے جائے گا مگر اس کے چہرے پر غصے کے تاثرات دیکھ کر اسے اپنا یقین ڈگمگاتا ہوا محسوس ہوا۔

"طوبیٰ کیسی ہے؟ اس نے دھیمی آواز میں سوال کیا۔

"کیا فرق پڑتا ہے کہ وہ کیسی ہے۔" شاہ دل قدرے خفگی سے بولا۔

"شاہ دل، آپ، آپ ایسا کیوں کہہ رہے ہیں؟" وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔

’’میں اور میرا کہنا، ہونہہ۔ میں نے تو بڑے یقین سے کہا تھا کہ میں اپنی بچی کے لیے دوسری شادی اس لیے نہیں کروں گا کیونکہ اس کی زندگی میں ماں کی کمی پوری کرنے کے لیے زویا ہے، لیکن آج احساس ہوا ہے کہ میرا یقین، میری غلط فہمی اور محض میرا دعویٰ تھا۔‘‘ اس کے لہجے میں تاسف تھا۔ زویا نے اسے دکھ سے دیکھا، تب وہ نرمی سے بولا۔

’’قصور شاید امیدیں جگانے والوں کا اتنا نہیں ہے ہوتا جتنا توقعات بڑھانے والوں کا ہوتا ہے۔ اس لیے قصور تمہارا نہیں میرا ہے۔ میں نے خواہ مخواہ تم سے اتنی ساری توقعات وابستہ کرلیں، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ طوبیٰ تمہاری ذمہ داری نہیں ہے۔ آخر کار تمہاری اپنی زندگی ہے۔ اپنی ترجیحات ہیں۔ یہ بات مجھے سمجھنی چاہیے تھی۔ مجھے دیر میں احساس ہوا اس کے لیے آئی ایم سوری۔‘‘ وہ اتنا کہہ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

کاش شاہ دل میں آپ کو بتا سکتی کہ میرے پاؤں ان دیکھی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں، جن سے آزاد ہونا میرے لیے ممکن نہیں۔ اس کی آنسو بھری آنکھیں۔ اسی ہی راستے پر جمی تھیں جہاں سے گزر کر شاہ دل گیا تھا۔

❋ ❋ ❋

صبح سویرے شاہ دل لان میں بیٹھا اخبار پڑھ رہا تھا۔ تبھی زویا بھی وہیں چلی آئی۔

سفید شلوار سوٹ میں اس کی آنکھوں میں گھلی سرخی اس بات کی غماز تھی کہ وہ تمام رات نہیں سویا۔ زویا کو بہت دکھ ہوا مگر وہ کر بھی کیا سکتی تھی۔ ’’آپ نے مجھے بلایا تھا؟‘‘ اس نے سوالیہ نگاہوں سے شاہ دل کو دیکھا۔

تب شاہ دل نے اسے نگاہیں اٹھا کر دیکھا اور قدرے سنجیدگی سے گویا ہوا۔

’’ہاں وہ ایگزامز میں چند دن رہ گئے ہیں تم پیکنگ کرلو میں تمہیں ہاسٹل چھوڑ آتا ہوں۔‘‘

’’ہاسٹل۔‘‘ اس نے حیرت سے شاہ دل کو دیکھا۔

’’ہاں کیوں تمہیں کوئی اعتراض ہے؟‘‘ شاہ دل نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

’’چیزوں کی تبدیلی جیتے جاگتے انسانوں کی خواہش کے تابع ہوتی ہے۔‘‘ اسے شاہ دل کا اس طرح بنا پوچھے فیصلہ کرلینا ناگوار گزرا تھا مگر اسے کوئی اعتراض کا حق نہیں تھا۔

’’پلیز زویا میری باتوں کو غلط مت سمجھو، مجھے صرف تمہارے مستقبل کی فکر ہے اور پھر تم کسی جاب کا بھی ذکر کررہی تھیں، میں چاہتا ہوں کہ تم وہ جاب ضرور کرو تاکہ تمہارا اعتماد بحال ہو سکے۔ تم میں سیلف کانفیڈنس آئے، جس کی میں تم میں شدید کمی محسوس کرتا ہوں۔‘‘ وہ سنجیدگی سے

بولا۔

’’یہ کمی رہے یا نہ رہے کیا فرق پڑتا ہے۔‘‘ وہ کرب سے مسکرائی۔

’’فرق پڑتا ہے بہت فرق پڑتا ہے۔ اگر تم میں یونہی خود اعتمادی کی کمی رہی تو تم کبھی خودمختار نہیں ہو پاؤ گی اور نہ ہی کبھی اپنی مرضی سے کوئی فیصلہ کر پاؤ گی۔‘‘ شاہ دل کا انداز سمجھانے والا تھا۔

’’طوبیٰ کے معاملے میں جو میں نے رویہ اختیار کیا اس کے بعد آپ کو اپنے بارے میں اتنے مثبت انداز سے سوچتے دیکھ کر میں بہت حیران ہوں۔‘‘ اس مرتبہ وہ حقیقتاً حیران تھی۔

’’زویا ایک وقت میں نے ہر رشتے، ہر چیز کو منفی نقطہ نظر سے دیکھا ہے۔ نتیجتاً نقصان صرف میرا ہوا ہے۔ اس کی آنکھوں کے سامنے پل بھر کے لیے زوبیہ کی شبیہ لہرا گئی، اندر کہیں دل کی اتھاہ گہرائیوں میں یہ دکھ پنہاں تھا کہ اس نے زوبیہ کو اپنے رویوں سے بے حد تکلیف پہنچائی تھی۔ اسے اذیت دینے کا شاہ دل نے آج تک کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا تھا اور اس بات کا اسے آج تک ملال تھا۔

’’کیا آپ نے مجھے معاف کردیا۔‘‘ اس نے معصومیت سے پوچھا۔

’’میں نے کہا نا کہ تمہاری، کہیں کوئی غلطی نہیں تھی۔‘‘ وہ نرمی سے بولا۔

’’شاہ دل میرے ایگزامز میں ابھی کافی وقت ہے، اس لیے میں کچھ دن یہیں رہنا چاہتی ہوں۔ اگر آپ کو کوئی اعتراض نہ ہو تو۔‘‘ وہ جھجکتے ہوئے بولی۔

’’تمہیں اس گھر میں رہنے یا یہاں سے جانے کے لیے میری اجازت کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔ البتہ میرے لیے اس بات کی بہت اہمیت ہے کہ تمہاری خوشیاں اور خواہشات کا رشتہ کس چیز سے ہے۔‘‘ وہ نرمی سے بولا۔

’’میرے دل کی زمین بنجر ہو چکی ہے۔ اب اس سے کسی خواہش کا جنم نہیں ہوسکتا اور اس پوری دنیا میں میرے لئے خوشی اب کہیں نہیں ہے۔‘‘ وہ کھوئے کھوئے سے انداز مین بولی۔

’’میں اس بات کو نہیں مانتا کیونکہ میں پر یقین ہوں کہ زندگی میں کوئی نہ کوئی ایسا موڑ ضرور آئے گا جب تم بے اختیار ہو کر اپنے دل میں جھانکو گی اور تمہیں احساس ہو گا کہ زندگی میں کچھ رشتے اور کچھ پل ایسے ہوتے ہیں جو خود بخود انسان میں جینے کی خواہش پیدا کردیتے ہیں اور جہاں تک خوشیوں کا سوال ہے تو خوشیاں ہمارے اردگرد ہوتی ہیں۔ بس ہم ہی اپنی حقیقی خوشی کو نہیں پہچان پاتے۔‘‘

’’اگر، خوشی ہمارے اندر ہو تو ہم شاید کبھی بھی بے سکون نہ ہوں۔‘‘ زویا کو اس سے

اختلاف تھا۔

''خوشی اور حقیقی خوشی میں فرق ہوتا ہے۔ خوشی کبھی کبھی سمجھوتوں کے بعد بھی ملتی ہے جو وقتی طور پر ذہن کو پرسکون کرتی ہے اور تن آسودگی کا باعث بھی بن جاتی ہے، لیکن حقیقی خوشی کا رشتہ روح کی اتھاہ گہرائیوں سے ہوتا ہے۔ کسی کو سامنے دیکھ کر اچھا لگنا، ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر جانا خوشی کی علامت ہے، لیکن حقیقی خوشی کی نوعیت کچھ اور ہے، ہماری حقیقی خوشی صرف اس انسان سے وابستہ ہو سکتی ہے، جس کے سامنے ہماری انا کا بت ٹوٹ کر چور چور ہو جاتا ہے اور ہم بے اختیار ہو کر اسے اپنے دل کا ہر زخم دکھا دیتے ہیں۔ وہ سب کچھ کہہ دیتے ہیں جو شاید کہنے کے لیے ہم نے کبھی تنہائی میں بھی الفاظ ترتیب نہیں دیئے ہوتے اور جب وہ انسان تمام آنسو اپنے دامن میں سمیٹ لیتا ہے اور ہم اپنے دل میں، روح میں جو سکون اترتا محسوس کرتے ہیں وہی حقیقی خوشی ہے۔ زندگی میں انسان کو خوشیاں شاید اپنی کوشش سے بھی مل جاتی ہیں، لیکن حقیقی خوشی قسمت سے ملتی ہے۔'' اس نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔ پتہ نہیں کیوں زویا کو وہ اس پل بہت مضطرب سا لگا۔ وہ اس مرتبہ پھر اسے جھٹلانا چاہتی تھی، مگر چاہ کر بھی جھٹلا نہ پائی۔ شاید وہ وقت کا انتظار کرنا چاہتی تھی جو شاہ دل کی بات کو صحیح یا غلط ثابت کر سکے۔

❋❋❋

سدرہ کی زبانی اسے آفاق پہ گزرنے والی قیامتوں کی خبر ہو گئی تھی، اس لئے جب وہ درخت کے سائے میں لگے بینچ پر تنہا بیٹھا تھا تو کرن اس کے پاس چلی آئی، آفاق اسے دیکھ کر حیران ہوا تھا۔ شاید اس کی وجہ خود آفاق کی گزشتہ حرکت تھی۔

''میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں۔'' وہ دھیمے لہجے میں بولی۔

آفاق نے اس سوال پر چونک کر اسے دیکھا، پھر ایک کونے پر ہوتے ہوئے باقی جگہ اس کے لیے چھوڑ دی۔ وہ درمیان میں کتابیں اور فائل رکھ کر دوسرے کونے پر بیٹھ گئی۔

اتنا سب کچھ ہونے کے بعد یہ انا پرست لڑکی اس کے پاس کیوں آئی تھی، یہ بات آفاق کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

وہ بولا۔ ''زوبیہ کے ساتھ۔ جو ہوا مجھے سدرہ نے بتایا۔ اصولاً تو مجھے افسوس کے لیے تو آپ کے گھر آنا چاہیے تھا، لیکن حالات اس کی اجازت نہیں دیتے۔ یوں بھی دیکھا جائے تو زوبیہ اور زویا کے ساتھ جو بھی ہوا ان کے دکھ کے ذمہ دار ہم ہی ہیں۔'' فرہاد اور عباد کے بارے میں سوچ سوچ کر ہی اسے غصہ آنے لگا تھا۔

''میں جانتی ہوں۔ میرے بھائیوں سے آپ کو شدید نفرت ہے، چاہیں تو اس کا اظہار

آپ پھر سے مجھ پر ہاتھ اٹھا کر سکتے ہیں۔'' وہ نا چاہتے ہوئے بھی طنز کر گئی۔

آفاق اس پل نادم ہوا تھا۔ ''آئی ایم سوری کرن۔ اس دن نجانے مجھے کیا ہو گیا تھا۔ بہرحال جو بھی ہوا مجھے تم پر ہاتھ اٹھانے کا کوئی حق نہیں تھا۔ پلیز مجھے معاف کر دو۔'' وہ بہت شرمندہ تھا۔

''زویا اب کیسی ہے؟'' وہ اس کی بات کو نظرانداز کر گئی۔ جسے آفاق نے محسوس کیا۔

''مطلب تم اب تک خفا ہو؟'' اس نے کرن کو بغور دیکھا۔

''میں خفا صرف ان لوگوں سے ہوتی ہوں جو میرے دل کے بہت قریب ہوتے ہیں یا پھر میرے دل کے دھڑکنے کی وجہ ہوتے ہیں اور آپ ان دونوں میں سے نہیں ہیں۔'' اس نے بڑی سفاکی سے جھوٹ بولا تھا اور اس جھوٹ کی وجہ اس کی انا تھی۔ کرن ان لڑکیوں میں سے تھی جو جان اور محبت دونوں قربان کرنے کا حوصلہ رکھتی ہیں، لیکن اپنی انا نہیں۔ وہ لڑکیاں جو محبت کے بدلے محبت چاہتی ہیں، لیکن اپنی محبت کو کشکول نہیں بنا سکتیں۔ یوں بھی اس کے والدین اپنے دونوں بیٹوں کی سرکشی اور جذباتیت کی وجہ سے بہت تکلیف اٹھا چکے تھے۔ وہ انہیں اور زیادہ تکلیف نہیں دینا چاہتی تھی۔ اس لیے اس راز کو اپنی روح کی اتھاہ گہرائیوں میں چھپا کر رکھنا چاہتی تھی، کیونکہ وہ جانتی تھی کہ یہ بات سب کو معلوم ہو گئی تو وہ دن یوم قیامت ہو گا۔

آفاق اس کے رویے سے اکثر الجھ جاتا تھا، اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ جو اس نے محسوس کیا وہ سچ ہے یا جو کرن کی زبان کہتی ہے وہ حقیقت ہے۔

''پوچھ سکتا ہوں کہ اگر میں کچھ بھی نہیں تو آپ وقت ضائع کرنے میرے پاس کیوں بیٹھی ہیں؟'' اس کے لہجے میں کڑواہٹ گھل گئی۔

''آخر انسانیت کے بھی کچھ تقاضے ہوتے ہیں۔'' وہ پرسکون لہجے میں بولی۔

''آپ کا بہت شکریہ۔ اب آپ جا سکتی ہیں۔ میرا خیال ہے میں نے آپ کا کافی وقت لے لیا۔'' وہ خفگی سے بولا۔

''او کے میں چلتی ہوں۔ آپ اپنا خیال رکھیے گا۔'' وہ نرمی سے بولی اور اپنی کتابیں اور فائل اٹھا کر اٹھ کھڑی ہوئی اور دھیرے دھیرے قدم اٹھاتی اس سے دور ہوتی چلی گئی۔ آفاق اسے دور تک جاتے دیکھتا رہا۔ کیوں؟ یہ وہ خود نہیں جانتا تھا۔

❋❋❋

زویا جب سے اعوان پیلس میں لوٹی تھی، وہ کہیں جاتی تھی اور نہ ہی کوئی اس سے ملنے آتا تھا۔ بس ایک نادیہ تھی جو اسے فون کر کے ادھر ادھر کی خبریں سناتی رہتی تھے۔ آج شام سے

ہی موسم بہت اچھا ہوگیا تھا۔ زویا کھڑکی میں کھڑی سانولی شام میں ہونے والی ہلکی ہلکی پھوار کو دیکھ رہی تھی۔ آسمان پر بادلوں کے ٹھہرے ہوئے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بڑا دلکش نظارہ پیش کر رہے تھے۔ وہ اس منظر میں اس قدر کھوئی ہوئی تھی کہ شاہ دل کب اس کی پشت پر آ کھڑا ہوا، اسے احساس تک نہیں ہوا۔

"یہ موسم تمہیں بہت اچھا لگتا ہے نا؟" اس نے نرمی سے پوچھا تو وہ چونک کر پلٹی۔

"ہوں۔" زویا نے اثبات میں سر ہلایا۔

"تو چلو میرے ساتھ۔" شاہ دل نے نرمی سے کہا۔

"کہاں......؟" زویا نے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"میرا خیال ہے تمہیں، مجھ پر اتنا تو اعتماد ہونا چاہیے کہ تم بنا کوئی سوال کیے میرے ساتھ جا سکو۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔

"ایسی بات نہیں۔" وہ جھجک گئی، شاہ دل خاموش رہا۔

"چلیے چلتے ہیں اور اب میں آپ سے کوئی سوال نہیں کروں گی۔" زویا مسکراتے ہوئے بولی۔

شاہ دل کے لبوں پر بھی ہلکی سی مسکان آ ٹھہری۔ تھوڑی دیر بعد دونوں سمندر کے کنارے موجود تھے۔ وہ دونوں بہت خاموشی سے کھڑے لہروں کو بنتے اور بگڑتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ تبھی خود بخود زویا کے لب ہلے تھے۔ "یہ لہریں انہیں دیکھیے...... ایک پل میں اپنے ہونے کے مکمل یقین کے ساتھ ابھرتی ہیں اور اگلے پل ہی اپنے سے زیادہ طاقتور کسی دوسری لہر سے ٹکرا کر وہ یقین کھو بیٹھتی ہیں جو ان کی وجود کی بنیاد ہوتا ہے۔ میری زندگی بھی بالکل ان لہروں کی طرح ہے۔ میرے اپنوں کا اعتبار اور عباد کی محبت میرے ہونے کا یقین تھا، لیکن بدگمانی کی دیواروں سے ٹکرا کر وہ یقین پاش پاش ہوگیا۔" زویا کی آواز میں لرزش پیدا ہوگئی اور آنکھوں سے اک سمندر رواں ہوگیا۔

شاہ دل نے اسے روکنے یا چپ کرانے کی کوشش نہیں کی، وہ چاہتا تھا کہ زویا رو کر جی ہلکا کر لے۔ آج وہ سب کہہ دے جو اپنے دل میں رکھ کر وہ دن رات اذیت سے گزرا کرتی ہے۔

زویا کچھ توقف کے بعد پھر گویا ہوئی۔ "دنیا میں بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہیں اپنی صفائی کا موقع ملتا ہے، جن سے کوئی وضاحت مانگتا ہے اور میں ان لوگوں میں شامل نہیں ہوں۔" اس کے لہجے میں کرب تھا جو شاہ دل محسوس کر رہا تھا، مگر کچھ کہنے کی بجائے وہ خاموشی سے سینے پر ہاتھ باندھے اسے دیکھتا رہا۔

"میرے اپنوں نے مجھ سے تعلق توڑتے ہوئے یہ تک پوچھنا ضروری نہیں سمجھا کہ جو اس میں میری مرضی شامل تھی یا نہیں، بس سزا سنا دی اور عباد نے بھی۔" وہ بولتے بولتے نجانے تھک گئی تھی یا پھر اس کا ضبط جواب دے رہا تھا۔ شاہ دل کو اس کی یوں بات ادھوری چھوڑنے کی وجہ سمجھ میں نہ آئی، لیکن اس کے باوجود اس نے سوال نہیں کیا بلکہ اس کے مزید بولنے کا منتظر رہا۔

"ایک بار عباد نے مجھ سے کہا تھا کہ اگر میں ان کی زندگی میں نہ رہی تو وہ مر جائیں گے اور میں نے یقین کر لیا' لیکن انہوں نے تو تب ہی مجھے اپنی زندگی سے نکال دیا تھا جب عبیرہ کو اپنی زندگی میں شامل کیا تھا۔ وہ خوش بھی رہے اور زندہ بھی اور آج جب ہم دونوں کے راستے الگ ہوگئے تب بھی وہ زندہ ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ جو زبان سے نکلا وہ سچ تھا یا جو ہم دونوں جی رہے ہیں وہ سچ ہیں۔" اس کی آواز میں لرزش کچھ اور بڑھ گئی۔ "میری کیا قسمت ہے؟ جاتے ہوئے بھی اپنے سر ایک الزام لے کر گئی تھی اور آج لوٹی ہوں تو تب بھی میرے سر نہ صرف ایک نیا الزام ہے بلکہ میرے دل پر لگے ان گنت زخم ہیں۔ جن کی تکلیف اب ناقابل برداشت ہونے لگی ہے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ میں مر جاؤں تاکہ اس اذیت سے نجات مل سکے۔" وہ یکدم دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

شاہ دل نے بے اختیار اس کی پشت پر اپنا بازو پھیلا دیا۔ زویا کا سر اس کے سینے پر ٹک گیا۔ وہ اس وقت بکھر رہی تھی۔ شاید اسی لئے اسے کوئی سہارا درکار تھا۔ زویا کا ایک ایک آنسو شاہ دل کو اپنے سینے پر گرتا محسوس ہو رہا تھا۔

کتنے لمحے بیت گئے مگر وہ اسی کیفیت میں رہے۔ ان قربتوں، ان آنسوؤں کی گواہ سمندر کی ہر لہر تھی۔ ہوا کا ہر وہ جھونکا تھا جو انہیں چھو کر گزرا تھا۔ معنی خیز نگاہوں سے تکتی تنہائی تھی، آسمان سے برستی بارش کی ایک ایک بوند تھی اور وہ دو دل تھے جو ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہو کر دھڑک رہے تھے۔

دونوں مکمل طور پر بھیگ چکے تھے مگر سردی کا احساس تک نہیں تھا۔ زویا اس سے الگ ہوگئی' مگر وہ اب بھی اس لمحے کی گرفت میں تھی۔ شاہ دل کتنے پل ایک ٹک اسے تکتا رہا اور پھر غیر ارادی طور پر اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں لے لیا۔ شاید وہ خود پر سے اختیار کھو رہا تھا۔ زویا چاہ کر بھی مزاحمت نہیں کر پائی۔ "حقیقی خوشی صرف انسان سے وابستہ ہو سکتی ہے۔ جس کے سامنے ہماری انا کا بت ٹوٹ کر چور چور ہو جاتا ہے اور ہم بے اختیار ہو کر اسے اپنے دل کا ہر زخم دکھا دیتے ہیں، وہ سب کہہ دیتے ہیں جو کہنے کے لیے شاید ہم نے تنہائی میں الفاظ بھی ترتیب نہیں دیئے ہوتے ہیں اور جب وہی انسان ہمارے تمام آنسو اپنے دامن میں سمیٹ لیتا ہے اور ہم

اپنے دل میں، روح میں جو سکون اترتا محسوس کرتے ہیں وہی حقیقی خوشی ہے۔'' یہ وہ الفاظ تھے جو شاہ دل نے کہے تھے۔ اس وقت زویا کو بھلے یہ الفاظ یاد نہ رہے ہوں لیکن وہ اپنے دل و روح میں ایک عجیب سا سکون اترتا محسوس کر رہی تھی۔ شاید دونوں کی زندگی کا لازوال لمحہ بن جاتا۔ اگر شاہ دل کے موبائل کی بیپ نے دونوں کو چونکا نہ دیا ہوتا۔ وہ دونوں اس لمحے کی گرفت سے باہر آ نکل آئے۔ زویا نے سرعت سے نگاہوں کا زاویہ بدل لیا۔ شاہ دل کو بھی اس گھڑی اپنی بے اختیاری کا احساس ہوا تھا۔

❋❋❋

شاہ دل اور زویا کو گئے بہت وقت ہو چکا تھا۔ اب سب پریشان ہونے لگے تھے۔ سب لوگ لیونگ روم میں موجود تھے لیکن اس قدر خاموشی چھائی تھی کہ کسی کی موجودگی کا گمان تک نہیں ہو رہا تھا۔ ایک ملازم بڑے مؤدبانہ انداز میں بابا صاحب کے سامنے سر جھکائے کھڑا تھا۔

''تو تم نے ان دونوں کو ایک ساتھ اپنی آنکھوں سے جاتے ہوئے دیکھا ہے؟'' بابا صاحب نے سوالیہ نگاہوں سے ملازم کو دیکھا۔ باقی تمام لوگوں کی نگاہیں بھی اسی پر مرکوز تھیں۔

''جی بابا صاحب!'' وہ سہمے ہوئے لہجے میں بولا۔

''کچھ بتایا کہ وہ کہاں جا رہے ہیں؟'' ایک اور سوال ملازم کے لیے تیار تھا۔

''اس سے پہلے کہ میں کچھ پوچھتا وہ زویا کا ہاتھ تھام کر گاڑی کی جانب بڑھ گئے۔'' وہ نگاہیں جھکا کر بولا۔

''ہاتھ تھام کر۔'' ان تینوں لفظوں پر سب کو زبردست دھچکا لگا تھا، شاید اسی وجہ سے سب بری طرح چونک اٹھے تھے۔ جہانزیب کا تو خون ہی کھول اٹھا تھا۔

''شٹ اپ، کیا بکواس کر رہے ہو؟'' جہانزیب نے اس ملازم کا گریبان پکڑ لیا، زویا کے متعلق یہ تین لفظ انہیں بہت برے لگے تھے۔

''جہانزیب اسے چھوڑ دو یہ بے قصور ہے اس نے تو وہی کہا ہے جو اس نے دیکھا ہے۔'' بابا صاحب نے قدرے سخت لہجے میں کہا تو جہانزیب نے اسے چھوڑ دیا۔

تبھی شاہ دل اور زویا لیونگ روم میں داخل ہوئے تھے۔ سب کی نگاہیں سر تا پاؤں ان کا جائزہ لینے لگیں، دونوں بری طرح بھیگے ہوئے تھے اور شاہ دل کی شرٹ کا ایک بٹن ٹوٹا ہوا تھا۔ زویا کے شانوں پر شاہ دل کا بلیک جیکٹ تھا اور چہرے پر ایسے تاثرات تھے کہ جیسے وہ کسی احساس جرم کا شکار ہو۔ دونوں کی حالت دیکھ کر کوئی یقین سے کہہ سکتا تھا کہ وہ کسی قیامت سے گزر کر آئے

ہیں۔

جن نگاہوں سے سب انہیں دیکھ رہے تھے زویا کا جی چاہا کہ وہ مر جائے، وہ بڑی شدت سے خواہش کر رہی تھی کہ کاش زمین پھٹ جائے اور وہ اس میں سما جائے۔

''کہاں سے آ رہے ہو تم دونوں؟'' بابا صاحب نے انہیں بغور دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

زویا نے خوفزدہ ہو کر نگاہیں جھکا لیں۔ دل اتنی زور سے دھڑک رہا تھا کہ محسوس ہوتا تھا کہ ابھی سینے کی دیوار توڑ کر باہر نکل آئے گا۔

''زویا بہت اداس تھی تو میں اسے باہر گھمانے لے گیا تھا۔'' شاہ دل نے سلیقے سے جواب دیا۔

''اس کا ہاتھ تھام کر؟'' بابا صاحب کے سوال میں گہرا طنز تھا، ایک پل کیلئے شاہ دل سناٹے میں آ گیا اور زویا کو لگا کہ بس ابھی کے ابھی اس کا دل بند ہو جائے گا۔

''زویا چلتے چلتے اپنا توازن برقرار نہیں رکھ سکی اور ان بیلنس ہو گئی اور اس سے پہلے کہ وہ گرتی میں نے اس کا ہاتھ تھام لیا اور بس۔'' اسے وضاحت دینا عجیب سا لگ رہا تھا، مگر کوئی زویا کو غلط نہ سمجھے، صرف اس خاطر وہ وضاحت دے رہا تھا۔

جہانزیب قدرے غصے سے زویا کے سامنے آ ٹھہرے۔ ''زندگی میں، میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ مجھے تمہارا باپ ہونے پر ایک دن اتنا افسوس ہو گا۔'' وہ ملامتی نگاہوں سے زویا کو دیکھ رہے تھے وہ سر جھکائے کھڑی تھی۔ شاہ دل کو ان کی گفتگو ناگوار گزر رہی تھی۔ مگر وہ ضبط کر رہا تھا۔

''تمہیں کیا لگتا ہے کہ رشتے مذاق ہوتے ہیں جنہیں اپنی مرضی سے جب چاہا بنایا جب چاہا توڑا جا سکتا ہے۔ یقیناً تم ایسا ہی سوچتی ہو گی تب ہی اپنے ماں باپ کی وفادار رہیں اور نہ ہی اپنے شوہر کی یہاں ہمارے سر جھکا دیئے اور وہاں شوہر کی عزت سے کھیلتی رہیں اور اب نجانے اور کرنا کیا چاہتی ہو۔ دل تو چاہتا ہے کہ تمہارا گلا دبا دوں تا کہ قصہ تمام ہو جائے۔'' جہانزیب خونخوار نگاہوں سے اسے گھورتے ہوئے اس کی جانب بڑھے تو شاہ دل ان کے درمیان حائل ہو گیا۔

جہانزیب نے ناگواری سے اسے دیکھا۔ ''شاہ دل میرے راستے سے ہٹ جاؤ ورنہ میں بھول جاؤں گا کہ تم میرے داماد اور طوبیٰ کے باپ ہو۔'' غصے کی شدت سے ان کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"مجھے ذرا بھی افسوس نہیں ہوگا کیونکہ رشتوں کو بھول جانا آپ کی پرانی عادت ہے۔"

ایک لمحے کو سفینہ کا چہرہ اس کی آنکھوں کے سامنے ٹھہر گیا۔ جہانزیب چونکے تھے۔ بابا صاحب سمیت باقی تمام لوگوں کیلئے شاہ دل کا اتنے عرصے کے بعد اس طرح بات کرنا عجیب تھا، اس لیے سبھی حیران تھے۔

"کتنی عجیب بات ہے کہ ہم اگر خود کسی کی جان بھی لے لیں تو اس کیلئے ہمارے پاس جواز ہوتا ہے اور سامنے والے کو نصیب دکھوکہ دے جائے تب بھی ہماری نگاہ میں وہ گنہگار ہوتا ہے اور ہم اسے سزا دینے کو بے تاب رہتے ہیں، کتنے منافق ہیں ہم لوگ۔" وہ حقارت سے بول رہا تھا۔

"شاہ دل۔" وہ تڑپ کر چلائے۔

"دوسروں پر الزام لگانا آسان ہوتا ہے لیکن خود پر سہنا بے حد مشکل، بس ایک پل میں آپ نے عباد کو پارسائی کی سند دے دی۔ وہ عباد جس نے اپنی خواہش کی تکمیل کیلئے زویا کے حصے میں سارے جہاں کی رسوائیاں ڈال دیں، وہ عباد جس نے اس عورت کی جگہ عمیرہ کو دے دی، جسے وہ اپنی زندگی کہتا تھا یہ سوچے بنا کہ زویا کے دل پر کیا گزرے گی اور وہ عباد جس نے زویا کی تمام وفاؤں کے صلے میں طلاق کا طوق اس کے گلے میں لٹکا دیا، اس کے باوجود عباد ہی آپ لوگوں کو صحیح لگ رہا ہے؟" اس نے بہت دکھ سے جہانزیب کو دیکھا۔

"جو لڑکیاں اپنے والدین کو دھوکہ دے سکتی ہیں وہ دنیا میں کسی کے ساتھ بھی دغا کر سکتی ہیں، میں عباد کو اچھی طرح جانتا ہوں وہ اتنا بڑا فیصلہ کبھی نہ کرتا اگر اس جیسی ایمانداری اس میں بھی ہوتی۔" انہوں نے حقارت سے زویا کو گھورا اس گھڑی زویا اپنی نگاہوں میں گر گئی تھی۔

مدحت کو اس کی حالت دیکھ دیکھ کر دکھ ہو رہا تھا مگر وہ جہانزیب کی کسی بات کو جھٹلا بھی تو نہیں سکتی تھیں، ایک طرف شوہر کا وقار تھا جسے وہ چور چور ہوتے نہیں دیکھ سکتی تھیں اور دوسری طرف ماتا کی تڑپ جو انہیں مجبور کر رہی تھی کہ سب کچھ بھلا کر زویا کو گلے لگا لیں وہ عجیب کشمکش میں مبتلا تھیں۔

"جو انسان اپنی اولاد کو نہیں جان سکا اسے کسی اور کے متعلق یہ دعویٰ نہیں کرنا چاہیے۔" شاہ دل نے انہیں طنز سے دیکھا۔

"شاہ دل بہت ہو گیا، یہ تمہارا مسئلہ نہیں کہ تم اس سے بڑھ چڑھ کر بولو یہ پرابلم ہماری ہے اور اسے کیسے حل کرنا ہے۔ یہ ہم بہتر طور پر سمجھتے ہیں۔" جہانزیب نے تنبیہ کی۔

"نہیں بولوں گا اب کچھ نہیں بولوں گا، لیکن اگر کوئی زویا کے کردار پر انگلی اٹھائے گا تو

میں برداشت نہیں کروں گا۔ پھر خواہ وہ آپ ہی کیوں نہ ہوں۔" وہ صاف گوئی سے بولا زویا نے اسے چونک کر دیکھا۔

"کیوں......؟" جہانزیب نے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔ یہ سوال شاہ دل کیلئے غیر متوقع تھا اس لئے ایک لمحے کو وہ خاموش رہ گیا۔ اسے سب کے سامنے یہ کہنے میں کوئی عار نہیں تھی کہ اسے زویا سے محبت ہے' لیکن اگر وہ خاموش تھا تو صرف اس لیے کہ وہ زویا پر کسی الزام یا مزید کسی دکھ کا باعث نہیں بننا چاہتا تھا، اس لئے جب بولا تو اتنا "میں نے زوبیہ سے وعدہ کیا تھا کہ میرے ہوتے ہوئے زویا کو اس گھر میں کبھی کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔" وہ جان بوجھ کر اپنے دل کی بات چھپا گیا۔

"زوبیہ اب اس دنیا میں نہیں رہی۔" نجانے کیوں جہانزیب اتنے سفاک ہو گئے تھے۔

"ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ، لیکن اس کے باوجود میرے لیے زوبیہ اور اس کی کہی ہر بات اہمیت رکھتی ہے کیونکہ لوگ بھلے اس دنیا سے چلے جاتے ہیں، رشتوں کا احساس ہمیشہ باقی رہتا ہے۔" وہ صداقت سے بولا۔

"بس اب کسی کو اس معاملے میں بحث کی ضرورت نہیں۔ بہت رات ہو گئی ہے۔ سب اپنے اپنے کمرے میں جاؤ۔ ویسے بھی مجھے شاہ دل سے اکیلے میں کچھ بات کرنی ہے۔" بابا صاحب نے اس لہجے میں کہا کہ مزید کوئی کچھ نہیں بول سکا اور ایک ایک کر کے تمام لوگ رخصت ہو گئے۔ اب بابا صاحب اور شاہ دل کمرے میں تنہا تھے۔ ان دونوں کے درمیان کیا باتیں ہوئیں۔ یہ کوئی نہیں جانتا تھا' لیکن سب کو تجسس تھا کہ اب ان دونوں کے بیچ کیا باتیں ہوں گی۔ سبھی اپنے اپنے کمروں میں جاگ رہے تھے۔ زویا البتہ بہت پریشان تھی۔ وہ بار بار بس ایک ہی دعا مانگ رہی تھی کہ اس کی وجہ سے شاہ دل پر کوئی آنچ نہ آئے، کیونکہ وہ زوبیہ کے سامنے شرمندہ نہیں ہونا چاہتی تھی۔ سب کی رات آنکھوں ہی آنکھوں میں کٹ گئی۔

✵✵✵

بابا صاحب نے اچانک ہی شیراز کو اپنے گاؤں شاہ پور بھیجا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ کچھ لوگوں نے ان کی زمین پر ناجائز قبضہ کر لیا تھا اور بابا صاحب چاہتے تھے کہ وہ اس مسئلے کو حل کرے۔ اب ویسے بھی شہر میں کچھ نہیں رکھا تھا، سب کچھ اسے اپنے دل کی طرح ویران لگتا تھا۔ اس لیے وہ خاموشی سے شاہ پور چلا آیا تھا۔ اس جگہ پر اس کے بچپن کا بہت سا وقت گزرا تھا۔ یہاں کی خاص ملازمین فضا بوا اور رحیمو بابا کے لاڈ پیار اب بھی اسے یاد تھے۔

شیراز کی گاڑی حویلی کے گیٹ سے جونہی اندر داخل ہوئی فضا بوا اور رحیمو بابا تمام ملازمین سمیت اس کے استقبال کو موجود تھے، شیراز کی گاڑی سے اترتے ہی دوڑ کر رحیمو بابا سے لپٹ گیا۔ رحیمو بابا کو لگا کہ جیسے شیراز نہیں بلکہ اس کا بچپن ان کی یادوں سے نکل کر ان سے لپٹ گیا ہو، ان دونوں نے نجانے کتنی ڈھیر ساری دعائیں اسے دے ڈالیں۔

''چلو اب منہ ہاتھ دھو کر تھوڑا آرام کر لو تھک گئے ہو گے۔'' فضا بوا نے بڑی محبت سے شیراز کو دیکھا۔

''تھک تو گیا ہوں لیکن میری تھکن آپ کے ہاتھ کی بنی چائے پی کر اترے گی۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

''کیوں نہیں ضرور۔'' وہ خوش دلی سے بولیں اور شیراز کو اس کے کمرے تک لے آئیں۔

شیراز فریش ہو کر باتھ روم سے باہر آیا تو اسے لگا کہ جیسے ابھی ابھی کوئی یہاں سے باہر گیا ہو، بڑی مانوس سی خوشبو چاروں اطراف بکھری تھی۔ بہر حال وہ اسے نظر انداز کر کے الماری کی جانب بڑھا، تاکہ اپنے مطلوبہ کپڑے نکال سکے۔ مگر اپنے کپڑے بیڈ پر رکھے دیکھ کر اسے حیرت ہوئی۔ میں نے تو انہیں کپڑے نکالنے کیلئے نہیں کہا اور فضا بوا کو کیسے پتہ کہ میں یہی کپڑے پہنوں گا۔ میری چوائس سے وہ اس قدر واقف تو نہیں پھر یہ سب کیسے۔ شیراز الجھ سا گیا تھا۔

تبھی فضا بوا آ گئیں۔ ''بیٹا چائے لان میں پیو گے یا یہیں لے آؤں۔'' وہ دروازے میں ہی کھڑی پوچھ رہی تھیں۔

''جی میں باہر آتا ہوں۔'' وہ نرمی سے بولا تو فضا بوا آگے بڑھ گئیں اور وہ ان کے پیچھے چل دیا۔

***

شاہ دل صبح اس کے کمرے میں آیا تو وہ جاگ رہی تھی۔ اسے دیکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ آپ اس وقت؟''

''ہاں وہ نیچے ناشتہ لگ چکا ہے، اس لیے میں نے سوچا تمہیں کہتا چلوں۔'' وہ نرمی سے بولا۔

زویا نے قدرے حیرت سے اسے دیکھا، شاید وہ رات کے ناخوشگوار واقعات کا تاثر اس کے چہرے پر ڈھونڈنا چاہتی تھی۔ مگر وہاں تو سب کچھ نارمل تھا۔

''یوں سمجھ لو کہ کل رات تم آخری بار پریشان ہوئیں یا روئیں۔ اب تمہیں کبھی ایسے

حالات کا سامنا نہیں ہو گا جو ہو چکا۔ اسے برا خواب سمجھ کر بھول جاؤ۔'' شاہ دل نے نرمی سے سمجھایا۔

''کہنا بہت آسان ہوتا ہے اور کرنا بے حد مشکل۔'' وہ کرب سے مسکرائی۔

''تو پھر تم بتا دو کہ آسان کیا ہے؟'' شاہ دل نے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

''مر جانا۔'' وہ ہارے ہوئے لہجے میں بولی۔

شاہ دل کے دل کو کچھ ہوا تھا مگر اس نے ظاہر نہیں کیا۔ ''تمہیں لگتا ہے کہ تمہاری موت سے تمام مسائل حل ہو جائیں گے۔ سب کے دل میں جو بدگمانیاں ہیں وہ دور ہو جائیں گی، سب مان لیں گے کہ تم صحیح تھیں؟ اگر یہ سب تمہاری موت سے ممکن ہے تو تم بڑے شوق سے موت کو گلے لگا سکتی ہو۔'' شاہ دل نے کہا۔

''میرے زندہ رہنے سے یہ ممکن ہو جائے گا؟'' اس نے الٹا سوال کیا۔

''ہاں۔'' شاہ دل پر یقین تھا۔

''شاہ دل آپ میرے لیے کیوں اپنی زندگی کو مشکل بنا رہے ہیں؟'' زویا بے بسی سے بولی۔

''کاش میں تمہیں بتا پاتا کہ تمہارے کسی معاملے سے الگ رہنا میرے اختیار میں نہیں۔ شاہ دل نے سوچا ضرور مگر کہا صرف اتنا ''کسی اپنے کو مشکلات میں گھرا چھوڑ کر اپنے لیے آسانیاں تلاش کرنا کم از کم انسانیت کا تقاضا نہیں ہے۔'' وہ سنجیدہ تھا۔

''ایک بات پوچھوں؟'' اس نے اجازت طلب نگاہوں سے شاہ دل کو دیکھا۔

''ہوں۔'' وہ متوجہ تھا۔

''کل رات بابا صاحب نے آپ سے کیا کہا؟'' وہ سوالیہ نگاہوں سے شاہ دل کو دیکھ رہی تھی۔

''وقت آنے پر سب کو پتہ چل جائے گا، اس وقت میری ایک بات غور سے سنو، اب تمہیں اس گھر میں اسی استحقاق کے ساتھ رہنا ہے جیسے باقی تمام لوگ رہتے ہیں۔'' وہ تحکمانہ لہجے میں بولا۔

''لیکن شاہ دل آپ نہیں جانتے کہ......''

اس سے پہلے کہ وہ اپنی بات مکمل کر پاتی شاہ دل نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔ ''ابھی تک اس گھر میں جو تمہارے ساتھ ہوا میں سب جان چکا ہوں، لیکن ان حالات کیلئے میں ان لوگوں کو ذمہ دار نہیں مانتا بلکہ اس کی وجہ تمہاری کمزوریاں ہیں۔ یہ جاننے کے باوجود کہ تم نے کوئی

گناہ نہیں کیا، تم پھر بھی نجانے اپنی ذات کو کس خطا کی سزا کے طور پر دن رات اذیت میں مبتلا رکھتی ہو، حق مانگنے سے نہیں چھیننے سے ملتا ہے۔ اگر تم یہ بات سمجھ لوگی تو تمہاری زندگی آسان ہو جائے گی کیونکہ خدا بھی ان کی مدد نہیں کرتا جو اپنی مدد آپ نہیں کرتے۔ آگے فیصلہ تم پر ہے کہ تم کس کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتی ہو۔ الزامات کے بوجھ کے ساتھ یا ضمیر کے اطمینان کے ساتھ۔'' وہ اتنا کہہ کر کمرے سے باہر نکل گیا، زدیا گہری سوچ میں گم تھی، شاہ دل کی باتوں سے اسے لگ رہا تھا کہ اب اسے فیصلہ کرنا ہی پڑے گا۔

***

''ایمنہ کا خطرناک ایکسیڈنٹ ہوا تھا اور نتیجتاً وہ دونوں ٹانگوں سے محروم ہوگئی تھیں۔

عبیرہ کے یہاں کچھ دن پہلے ہی بیٹے کی ولادت ہوئی تھی جس کی وہ ابھی مکمل طور پر خوشی بھی نہیں منا پائی تھی کہ اتنا بڑا حادثہ رونما ہوگیا۔ کمال احمد کے گھر میں ایک کہرام مچ گیا۔

شروع شروع میں تو سب نے ان کی جی جان سے خدمت کی مگر آہستہ آہستہ سب اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہوگئے اور ایمنہ ایک کمرے تک محدود ہوگئیں، وہ کمرے میں تنہا بیٹھی در و دیوار کو تکتی رہتی تھیں۔ اس سناٹے، اس خاموشی سے وہ کبھی کبھی اکتا کر رونے لگتیں۔

انہیں اب احساس ہو رہا تھا کہ ان کیلئے یہ جسمانی تکلیف سہنا اتنا مشکل ہو رہا ہے تو زدیا پر کیا بیت رہی ہوگی، جس پر انہوں نے ایسا گھناؤنا الزام لگایا کہ اس کی نہ صرف زندگی بکھر گئی بلکہ روح پر ایسا گھاؤ لگا کہ جو کبھی نہیں بھر سکتا۔ انہیں زندہ رہنے سے کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی۔ وہ موت کی دعائیں کرنے لگی تھیں۔ مگر اپنے گناہ کا بوجھ لے کر وہ اس دنیا سے نہیں جانا چاہتی تھیں۔ اس لیے انہوں نے عباد کے سامنے اقرار جرم کرلیا۔ یہ سن کر وہ کتنے لمحے ساکت رہا۔

اسے یوں محسوس ہوا کہ جیسے اس کے پاؤں کے نیچے زمین ہے اور نہ سر پر آسمان۔ یہ اس سے کیا ہوگیا تھا، اس نے کتنا بڑا گناہ کر دیا تھا، اس کا احساس اسے اب ہو رہا تھا، اس گھڑی اسے زدیا کے آنسو، اس کی التجائیں اور بے بسی یاد آ رہی تھیں۔

عباد بے اختیار کمال احمد کے کمرے میں چلا آیا، وہ کرسی پر بیٹھے نجانے خلاؤں میں کیا تلاش کر رہے تھے۔ عباد ان کے قدموں میں بیٹھا۔ کمال احمد نے اسے دیکھا۔ وہ بہت شکست خوردہ سا لگ رہا تھا۔ کمال احمد نے کچھ پوچھنے کے بجائے اس کے بولنے کا انتظار کیا۔

کتنے ہی لمحے خاموشی سے سرک گئے۔ تب عباد نے انہیں سر اٹھا کر دیکھا، کمال احمد تڑپ گئے آج زندگی میں پہلی بار انہوں نے عباد کی آنکھوں میں نمی دیکھی تھی۔

''کیا بات ہے عباد میرے بچے تم ٹھیک ہو نا؟'' کمال احمد نے اس کا چہرہ دونوں

ہاتھوں میں تھام لیا۔

''ابو، مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوگئی۔ ایسا گناہ جس کی کوئی معافی نہیں۔'' اس کی آواز میں لرزش تھی۔

''مگر ہوا کیا؟'' انہوں نے نا سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھا۔

''آپ ٹھیک کہتے ہیں، ابو آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ بدترین دشمن قابل اعتماد ہو سکتا ہے، لیکن وہ اپنے نہیں جنہیں ہم اپنا مان کر اندھا اعتبار کرتے ہیں۔ وہ اکثر ناقابل اعتبار ہوتے ہیں۔'' اتنا کہہ کر اس نے کمال احمد کو وہ سب کچھ بتا دیا جو ایمنہ نے اس سے کہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس کا ضبط جواب دے گیا اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔ احساس جرم اس قدر بڑھ گیا تھا کہ عباد کا مرجانے کو جی چاہ رہا تھا، مگر اس کے اختیار میں تو یہ بھی نہیں تھا۔

***

سب ناشتے کی میز پر موجود تھے، نوکر ناشتہ لگا رہے تھے۔ تبھی ایک ملازم نے آ کر آہستگی سے کچھ کہا۔ ان کے چہرے کا رنگ ایک پل کیلئے بدل گیا۔ پھر وہ بڑی سرعت سے اپنی کرسی چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور پھر ڈائننگ ہال سے باہر نکل گئے۔

ملازم بھی ان کے پیچھے پیچھے تھا، سب ہی نے اس بات کو محسوس کیا تھا لیکن جو ہوا اتنا تیزی سے ہوا کہ کسی کو کچھ پوچھنے کی مہلت نہیں ملی۔

''یہ بابا صاحب اچانک کہاں چلے گئے؟'' ایاز نے حیرت کا اظہار کیا۔

شاہ دل بنا کچھ کہے اٹھ کر ڈائننگ ہال سے باہر نکل آیا۔ اس کی نگاہیں ملازم کی تلاش میں بھٹک رہی تھیں۔ تبھی ملازم اسے راستے میں مل گیا۔

''سنو غلام محمد!'' اس نے آواز لگائی۔

''جی صاحب!'' وہ پھرتی سے شاہ دل کے قریب چلا آیا۔

''یہ بابا صاحب کہاں گئے ہیں؟'' اس نے بنا تمہید کے سوال کر ڈالا۔

''وہ، وہ، وہ جی'' وہ جیسے کچھ کہنا بھی چاہتا تھا اور کہتے ہوئے ڈر بھی رہا تھا۔

''ہاں بولو نا۔'' شاہ دل سنجیدگی سے ذرا تیز آواز میں بولا۔

''وہ جی گیسٹ روم میں مہمان آئے ہیں بابا صاحب ان سے ملنے گئے ہیں۔'' وہ سہمے ہوئے انداز میں بولا۔

''ایسے کون سے مہمان آئے ہیں کہ بابا صاحب اتنے پراسرار سے انداز میں سب کے درمیان سے اٹھ کر چلے گئے۔ کھانے یا ناشتے کا وقت ہو تو بابا صاحب تو مہمانوں کو اپنے

ساتھ ہی بٹھا لیا کرتے ہیں تو پھر یہ کون سے مہمان ہیں جن کے بارے میں بابا صاحب نے بتانا ضروری نہیں سمجھا۔'' شاہ دل الجھ گیا۔

''وہ، وہ جی عباد اور کمال احمد آئے ہیں۔'' غلام محمد نے گویا دھماکا کیا۔

''تم ہوش میں تو ہو، جانتے بھی ہو کہ کیا کہہ رہے ہو؟'' شاہ دل کو اس کی دماغی حالت پر شبہ سا ہونے لگا۔

''لو جی اگر میری بات پر یقین نہیں تو خود تسلی کر لیں۔'' غلام محمد نے اپنی بات کو مستحکم ثابت کرنے کیلئے کہا اور تب شاہ دل کے قدم گیسٹ روم کی جانب اٹھ گئے۔

❋❋❋

شیراز جب سے اس حویلی میں آیا تھا، اس نے محسوس کیا تھا کہ حویلی کے پچھلے حصے میں واقع ایک کمرہ مستقل بند رہتا ہے۔ وہ جاننا چاہتا تھا کہ ایسا کیوں ہے؟

❋❋❋

شیراز نے کئی مرتبہ فضا بوا اور رحیمو بابا سے اس بارے میں پوچھا تھا' مگر وہ بڑی خوبصورتی سے ٹال گئے' لیکن پتہ نہیں کیوں شیراز عجیب سی بے چینی محسوس کر رہا تھا، کچھ تھا جو ضروری تھا، آس پاس تھا' لیکن اس کے باوجود اس کیلئے آزمائش تھا۔

موسم ایک دم تبدیل ہوا تو شیراز بری طرح بخار میں مبتلا ہو گیا۔ بخار کی شدت اتنی زیادہ تھی کہ شیراز پر بے ہوشی کی سی کیفیت طاری ہونے لگی' لیکن اس بے ہوشی میں اسے بڑی شدت سے کسی اپنے کی موجودگی کا احساس ہو رہا تھا۔ پہلے کوئی اس کی پیشانی پر ٹھنڈے پانی کی پٹیاں رکھتا رہا پھر دھیرے دھیرے اپنی نرم انگلیوں سے اس کے بالوں کو سہلاتا رہا، شیراز نے ایک پل کیلئے آنکھیں کھولیں اور اپنے بالوں میں گردش کرتا رہا وہ ہاتھ تھام کر سینے پر رکھ لیا۔

''نیناں، نیناں'' اور پھر اس پر دوبارہ بے ہوشی کی سی کیفیت طاری ہو گئی، پھر اس کی آنکھوں سے دو گرم گرم آنسو شیراز کے چہرے پر گرے تھے۔

❋❋❋

شاہ دل گیسٹ روم میں داخل ہوا تو کمال احمد اور عباد کو دیکھ کر جہاں اس کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات ابھرے، وہیں وہ دل ہی دل میں ان کی جرأت پر سخت حیران تھا کہ اتنا کچھ ہونے کے باوجود وہ کیسے یہاں موجود تھے اور اس سے زیادہ وہ بابا صاحب پر حیران تھا۔ جنہوں نے نہ صرف انہیں گھر میں داخل ہونے دیا تھا بلکہ بڑی توجہ سے عباد کی بات بھی سن رہے تھے۔ شاہ دل کو غصہ آنے لگا۔ وہ بابا صاحب کی موجودگی کا خیال کئے بنا تیزی سے عباد کے قریب آ گیا جو بابا صاحب سے قدرے فاصلے پر کھڑا تھا، جبکہ کمال احمد صوفے پر سر جھکائے بیٹھے تھے، شاہ دل کی نگاہ ان پر پڑی تو وہ اسے صدیوں کے بیمار لگے وہ انہیں نظر انداز کر کے عباد کے قریب

چلا آیا۔

''تم یہاں کیا کر رہے ہو، تمہاری ہمت کیسے ہوئی یہاں آنے کی؟'' شاہ دل نے اسے گھورا۔

''شاہ دل تم خاموش رہو۔'' بابا صاحب نے فوراً کہا۔

''بابا صاحب! آپ نہیں جانتے کہ اس نے زویا پر کیسے کیسے گھٹیا الزامات لگائے۔ اس شخص نے زویا کو بہت رلایا ہے۔ اتنی اذیتیں دی ہیں کہ اگر آپ سن لیں تو آپ کا دل پھٹ جائے۔ میں حیران ہوں کہ اتنا کچھ جاننے کے باوجود آپ اس کی بات کیسے سن رہے ہیں جو اس لائق ہی نہیں یا پھر ایسا تو نہیں کہ آپ زویا سے اتنی نفرت کرنے لگے ہیں کہ اس کے مقابلے میں اس شخص کی باتوں کو اہمیت دے رہے ہیں؟'' شاہ دل کا لہجہ شاکی ہو گیا۔

''اگر ہمیں زویا سے نفرت ہوتی تو عباد آج یہاں نہ ہوتا اور اگر یہ اس وقت یہاں ہے تو صرف اس لئے کہ زویا کے حوالے سے، جن لوگوں کے دلوں میں بدگمانیاں ہیں، وہ دور ہو جائیں، اس کے دل سے وہ تمام الزامات ہٹ سکیں جن کی وجہ سے اس کی زندگی اذیت ناک دور سے گزر رہی ہے۔'' بابا صاحب نے اسے یوں دیکھا گویا اس کی عقل پر ماتم کر رہے ہوں۔

''میں سمجھا نہیں۔'' شاہ دل الجھ گیا۔

''سب سمجھ میں آجائے گا فی الحال سب کو ہال میں آنے کا کہو اور خاص طور سے زویا کو۔'' انہوں نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ مقصد اس وقت شاہ دل کو وہاں سے ہٹانا تھا۔

شاہ دل نے سب کو جا کر بابا صاحب کا پیغام دے دیا اور خود سب کے سوالوں کو نظر انداز کرتے ہوئے زویا کو لینے اس کے کمرے میں چلا گیا۔

تھوڑی دیر میں تمام لوگ ہال میں موجود تھے۔ سب اپنے اپنے تئیں اندازہ لگانے کی کوشش کر رہے تھے کہ آخر آج بابا صاحب نے کس کے متعلق کیا فیصلہ کر ڈالا ہے، سبھی کچھ نہ کچھ کہہ رہے تھے لیکن شاہ دل گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ زویا کی نگاہیں اسی پر تھیں۔

چند لمحوں بعد جب بابا صاحب کے ہمراہ کمال احمد اور عباد کمرے میں داخل ہوئے تو سب حیران رہ گئے۔ مدحت نے بڑے خوفزدہ سے انداز میں جہانزیب کو دیکھا۔ جواباً انہوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں مدحت کو تسلی دی مگر نجانے کیوں کسی انہونی کے ہو جانے کا خوف ان کے دل میں ٹھہر گیا تھا۔

ایک طویل مدت کے بعد عباد کو یوں سامنے دیکھ کر زویا کے تمام زخم پھر سے ہرے ہونے لگے تھے۔ اس نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ عباد کو سامنے پا کر اسے کبھی اتنی اذیت کا احساس ہو

گا، زویا نے بہت نفرت آمیز نگاہوں سے اسے دیکھا۔ اس سے یہاں کھڑے ہو کر اسے برداشت کرنا دوبھر ہو رہا تھا۔ اس لئے وہ جانے کیلئے پلٹی لیکن بابا صاحب کی آواز نے اس کے پاؤں جکڑ لئے۔

''رک جاؤ زویا! عباد یہاں تم سے کچھ کہنے آیا ہے، اس کی بات سن لو شاید تمہارا درد کچھ کم ہو سکے اور یہاں موجود لوگوں کے دل بھی تمہاری طرف سے صاف ہو جائیں۔'' بابا صاحب کے لہجے میں نرمی تھی۔

اس نے پلٹ کر قدرے حیرت سے بابا صاحب کو دیکھا، ہال میں موجود ہر شخص الجھی نگاہوں سے سب کچھ دیکھ رہا تھا، سب ہی جاننے کو بے قرار تھے کہ آخر عباد اس سے کیا کہنا چاہتا ہے۔

عباد چند قدم آگے آ کر زویا کے سامنے ٹھہر گیا۔ ہال میں مکمل خاموشی تھی۔ ''میں آج یہاں تم سے معافی مانگنے آیا ہوں باوجود اس کے کہ میں نے جو تمہیں ذہنی اذیت دی، تمہارے کردار پر کیچڑ اچھالی، تمہیں جو دکھ دیئے ان کے مقابلے میں معافی کا لفظ بہت معمولی ہے۔'' عباد کی نگاہیں جھکی ہوئی تھیں اور آواز میں لرزش تھی۔ ''میں آج یہاں سب کی موجودگی میں اپنی ہر غلطی کا اعتراف کرتا ہوں۔'' اتنا کہہ کر وہ جہانزیب کی طرف پلٹا۔ ''میں زویا کو جس طرح یہاں سے لے کر گیا، اس میں زویا کی مرضی شامل نہیں تھی، بلکہ وہ صرف بابا صاحب کے فیصلے کو عزت دینے کی خاطر مجھ سے طلاق چاہتی تھی، لیکن میں نے جو کیا، وہ اس لئے کہ میں بابا صاحب کے فیصلے پر اپنی زندگی کی سب سے بڑی خوشی قربان نہیں کر سکتا تھا اور مجھے اس بات کا یقین تھا کہ زویا کو مجھ سے الگ کرنے کیلئے اسے مجبور کیا جا رہا ہے جبکہ وہ میرے علاوہ کسی کا تصور بھی نہیں کر سکتی، اس لئے میں نے زویا سے پوچھے بنا اتنا بڑا قدم اٹھایا، ہم دونوں کے بیچ کافی مسائل رہے، لیکن پھر زویا نے وقت و حالات کے تحت سمجھوتہ کیا کیونکہ ہر رشتے کو ایمانداری سے نبھانا، اس کی فطرت میں شامل ہے۔ اس نے میرے لئے جتنی قربانیاں دیں، اگر کوئی میری جگہ اچھا انسان ہوتا تو اس کی قدر کرتا، لیکن مجھے زویا کی ذات سے جو ملا، اسے میں نے اس کا احسان یا قدرت کا تحفہ نہیں بلکہ اپنا حق سمجھا۔'' وہ بول رہا تھا اور وہ تمام لوگ جو اب تک زویا کو غلط سمجھ رہے تھے، ان کی نظریں جھک گئی تھیں۔ ان میں جہانزیب اور مدحت بھی شامل تھے۔ ''میں نے زویا پر جو الزامات لگائیں اور اس کی بدولت انتہائی قدم اٹھایا، اس کی وجہ یہ تھی کہ میں خود سچائی سے بے خبر تھا۔'' وہ ندامت سے چور لہجے میں بولا اور ایک سرد آہ بھری۔

''کیسی سچائی......؟'' ایاز نے سوال کیا۔

"میرے گھر کی چاردیواری میں زویا کے خلاف سازش کی گئی تھی۔" اس نے انکشاف کیا تو سب چونک کر دیکھنے لگے۔ عباد نے امینہ کے متعلق سب کچھ صاف صاف بتا دیا، زویا کے ساتھ تمام لوگوں کو امینہ کے متعلق سن کر افسوس ہوا تھا' لیکن بہرحال جیسی کرنی ویسی بھرنی۔

عباد اب زویا کے سامنے آ ٹھہرا، اس نے منہ پھیر لیا۔ وہ حقیقتاً عباد کی صورت بھی نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ عباد کے ہونٹوں پر بڑی کربناک مسکراہٹ تھی۔ اس گھڑی یہ خواہش شدت سے اس کے دل میں ابھری تھی کہ کاش یہ لمحہ اس کی زندگی میں آنے سے پہلے اسے موت آ جاتی۔

"زویا! جو میں نے تمہارے ساتھ کیا، اس کے بعد میں اس سے بھی زیادہ بدترین سلوک کا روادار ہوں، اگر تم مجھے زندگی بھر نہ معاف کرو تو مجھے تم سے کوئی شکایت نہ ہوگی لیکن اگر معاف کر دو گی تو شاید میرے گناہوں کا بوجھ کم ہو سکے۔"

"میں آپ کی احسان مند ہوں کہ آپ نے یہاں آ کر سب کے سامنے وہ کہا جو سچ تھا اور افسوس اس بات کا ہے کہ میرے گھر والوں کو اس شخص پر یقین ہے جو کسی کے آنسوؤں اور ذلتوں کی وجہ رہا ہے، لیکن اس پر یقین نہیں جو ان کا حصہ ہے۔" زویا کی پرتاسف نگاہیں اپنے والدین پر تھیں جو اس وقت خود کو زویا سے نگاہیں ملانے کے لائق نہیں سمجھ رہے تھے۔

"مسٹر عباد، کمال احمد میں نے آپ کو اپنے تمام دکھ معاف کئے لیکن میں نے آپ کی وجہ سے جو ذلتیں جو رسوائیاں اٹھائی ہیں، اس کیلئے میں آپ کو کبھی معاف نہیں کر سکتی۔" اس کی آنکھوں اور اس کے لہجے میں بے پناہ نفرت تھی۔

"زویا......!" اس سے قبل کہ عباد مزید کچھ کہتا، زویا نے تیزی سے بات کاٹ دی۔

"آج کے بعد میرا نام اپنی زبان پر مت لائیے گا کیونکہ آپ جب میرا نام لیتے ہیں، مجھے یوں لگتا ہے کہ جیسے میرا نام ایک گالی بن گیا ہو اور پھر مجھے خود سے شدید نفرت ہونے لگتی ہے، اس لئے میں معاف نہیں کر سکتی، نہیں کر سکتی۔" اس کا ضبط جواب دے گیا۔ اس لئے وہ وہاں سے ہٹ کر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ سب حیرت کی تصویر بنے وہیں کھڑے رہے۔

❋❋❋

شیراز کی صبح آنکھ کھلی تو فضا بوا اس کے سامنے موجود تھیں۔ شیراز نے اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کی مگر اٹھ نہیں پایا، لیکن اس کی نگاہیں ادھر ادھر بھٹک رہی تھیں۔

"کیا بات ہے بیٹا کسے تلاش کر رہے ہو؟" فضا بوا نے نرمی سے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔

"نیناں...... نیناں! کہاں ہے وہ؟" اس نے سوالیہ نگاہوں سے فضا بوا کو دیکھا۔

"بیٹا! نیناں یہاں تو نہیں آئی، تم نجانے کس کی بات کر رہے ہو۔" وہ نگاہیں چراتے ہوئے بولیں اور کمرے کی چیزیں سمیٹنے لگیں۔

"میں جانتا ہوں کہ نیناں یہیں ہے، میں نے اسے رات کو اپنے کمرے میں دیکھا تھا۔" وہ اتنا کہہ کر بستر سے نیچے اتر آیا۔

فضا بوا گھبرا گئیں۔

انہوں نے شیراز کو روکنے کی کوشش کی مگر وہ نہیں رکا، اس کا رخ اس بند دروازے کی جانب تھا جسے آج تک اس نے کھلا نہیں دیکھا تھا، لیکن آج وہ دروازہ تھوڑا سا کھلا ہوا تھا۔

وہ دروازہ دھکیلتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ شیراز نے کئی مرتبہ اس کا نام لے کر پکارا مگر وہ جواباً کچھ نہیں بولی، حالانکہ شیراز ہلکے گلابی پردے کے پار اسے دیکھ چکا تھا۔

وہ تیزی سے پردے کی جانب بڑھا' لیکن لڑکھڑا گیا اور تب اچانک اس نے آ کر شیراز کو تھام لیا۔ شیراز کی آنکھوں میں چمک اتر آئی۔

"نیناں......!" اس کی آواز ایک پل کیلئے لرز گئی۔ نیناں نے جلدی سے اس کے بازوؤں سے اپنے ہاتھ ہٹا لیے۔

"تمہیں کیا لگا نیناں کہ تم میرے اتنے قریب رہو گی اور مجھے تمہاری موجودگی کا احساس تک نہیں ہوگا، تمہارے ہاتھ کے بنے کھانوں کا ذائقہ بدل جائے گا، ایسا شاید تم نے کھانا بناتے وقت سوچا ہوگا، مجھے کس وقت کونسا لباس پہننا پسند ہے، یہ صرف تم جان سکتی ہو۔" وہ اسے ایک ایک بات یاد دلا رہا تھا۔ جبکہ نیناں بالکل خاموش تھی۔ "کل رات میں شاید پوری طرح ہوش میں نہیں تھا، لیکن میرے دل کی ہر دھڑکن تمہاری موجودگی کی گواہی دے رہی تھی، لیکن میرے احساسات شاید تمہارے لئے صرف الفاظ ہیں، تب ہی تو تم اتنی آسانی سے مجھے چھوڑ کر چلی آئیں۔" وہ دکھی تھا۔

"اب ان باتوں کا کوئی فائدہ نہیں، اب تک تو آپ اور نیلماں ایک ہو چکے ہوں گے، چلو اچھا ہے اب کم از کم ثمن پھپھو کو تو یہ یقین ہو جائے گا کہ میں ان کی بیٹی کی خوشیوں کی دشمن نہیں ہوں اور باقی تمام لوگوں کی نگاہوں میں بھی سرخرو ہو جاؤں گی۔" وہ نگاہوں کا زاویہ بدلتے ہوئے بولی۔ دل اندر سے رو رہا تھا۔

"تو یہ تھی تمہارے گھر چھوڑنے کی وجہ، اس لئے بابا صاحب نے تمہیں یہاں چھپا کر رکھا تھا تاکہ میں نیلماں سے شادی کر لوں۔" شیراز کا لہجہ شاکی تھا۔

"نہیں بابا صاحب نے مجھے مجبور کیا اور نہ مجھ پر کسی قسم کا دباؤ ڈالا۔ انہوں نے تو تمام

تر فیصلوں کا حق مجھے دے دیا، لیکن میں خود غرض نہیں بن سکتی تھی، اس لئے میں وہاں سے چلی آئی تا کہ سب کچھ بھول سکوں۔'' وہ سنجیدگی سے بولی۔

'' تو گویا تم سب بھول گئیں؟'' اس نے چبھتی ہوئی نگاہوں سے نیناں کو دیکھا۔ وہ اندر ہی اندر تڑپ اٹھی تھی، اس کے چہرے پہ تکلیف کے تاثرات تھے۔

'' جو تمہارے لئے لکھنا اتنا آسان تھا، وہ سننا اتنا مشکل کیوں ہے؟'' شیراز نے کہا۔

نیناں کچھ کہے بنا اس کے پاس سے گزر جانا چاہتی تھی، مگر شیراز اس کی راہ میں حائل ہو گیا۔

'' تم نے لکھا تھا کہ تم مجھے بھول جاؤ گی اور تمہارے دل میں میرے لئے کوئی جگہ نہیں، میں اس بات پر یقین ضرور کرتا اگر اس خط پر جگہ جگہ آنسوؤں کے نشان نہ ہوتے، جملوں میں ادھورا پن نہ ہوتا۔''

نیناں نے اسے چونک کر دیکھا۔ وہ بول رہا تھا۔ '' تمہارے جانے کا سبب میں نے کسی سے نہیں پوچھا، البتہ ایک بھی دن ایسا نہیں گزرا جب میں نے خود کو کوسا نہ ہو، کیونکہ مجھے ہمیشہ یہی لگا کہ تمہاری ہر تکلیف کی وجہ میری ذات ہے۔ میری وجہ سے تمہیں اپنوں سے، گھر سے دور ہونا پڑا، لیکن میری تکلیف میرا انتظار بے معنی ہے، تمہارے لئے تو میرے علاوہ سب کچھ اہم ہے۔'' وہ دکھی سے بولا۔

نیناں کا دل دکھ سا گیا۔ ایک پل کیلئے دل چاہا کہ کہہ دے۔ '' شیراز! میری زندگی میں آپ کے سوا کچھ اہم نہیں، میری ذات بھی نہیں۔'' لیکن وہ کچھ نہیں کہہ پائی کیونکہ اس کے تصور میں اب بھی نیلماں تھی۔

'' تم نے جو کیا، وہ نیلماں کیلئے کیا نا، تو سنو نیناں! میں اس بتا چکا ہوں کہ میرے دل میں صرف تم ہو، ان چند لفظوں کے سوا مجھے اس سے کچھ نہیں کہنا پڑا کیونکہ تمہارے لئے میرے احساسات میں جو گہرائی اور جذبات میں جو شدت ہے، وہ اسے میری آنکھوں میں دکھائی دے گئی، اس لئے میرے ساتھ اپنی زندگی برباد کرنے سے بہتر ہے کہ بروقت ایک اچھا فیصلہ کر لیا، کچھ عرصے میں اس کی شادی بھی ہونے والی ہے۔'' اس کے انکشاف پر نیناں نے اسے چونک کر دیکھا۔

'' میں بھی کتنا بے وقوف ہوں، جانتا ہوں کہ نیلماں کے ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا، کیونکہ میں تو تمہاری زندگی میں کوئی اہمیت نہیں رکھتا، مجھے اس حقیقت کو تسلیم کر لینا چاہئے کہ تمہیں میری ضرورت نہیں ہے۔'' وہ بے حد دلبرداشتہ ہو رہا تھا۔

'' شیراز! مجھے آپ کی ضرورت ہمیشہ سے تھی ہے اور رہے گی۔'' اس مرتبہ اس نے شیراز کو چونکا دیا۔ '' مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ جو میں آپ کیلئے محسوس کرتی ہوں، وہ آج سے پہلے کبھی محسوس نہیں کیا، میں آپ کے دل کا تقاضا سہی لیکن آپ میری روح کا تقاضا ہیں۔'' وہ جیسے آج ہر اعتراف کر لینا چاہتی تھی، کیونکہ وہ اپنے دل میں جنم لینے والے جذبات کو جھٹلاتے جھٹلاتے تھک گئی تھی۔

نیناں کی زبان سے وہ الفاظ ادا ہوئے تھے جنہیں سننے کی شیراز نے ہمیشہ خواہش کی تھی۔

شیراز اس کے قریب چلا آیا اور اسے دونوں شانوں سے تھام لیا۔ '' جانتی ہو یہ الفاظ سننے کیلئے میں کب سے ترس رہا تھا، یہ لمحہ میری زندگی سے زیادہ قیمتی ہے، میں جی تو کب سے رہا تھا لیکن تمہارے ان لفظوں نے آج مجھے زندہ کر دیا ہے۔'' اسے یوں لگ رہا تھا جیسے تقدیر نے موت کے دہانے پر پہنچا کر اچانک زندگی سے ملا دیا ہو۔

❋❋❋

عباد چلا گیا تھا یا موجود تھا، زویا نے جاننے کی کوشش نہیں کی۔ بس خاموشی سے کھڑکی میں کھڑی آنسو بہاتی رہی۔ یہ آنسو عباد کی بے وفائی اور اس کے دیئے دکھوں سے زیادہ اپنوں کی بے اعتنائی اور بے اعتباری کے تھے۔

بڑی آہستگی سے اس کے کمرے کا دروازہ کھلا اور جہانزیب اور مدحت اندر داخل ہوئے۔ دونوں میں زویا سے کچھ کہنے کی ہمت نہ تھی مگر انہیں اپنی غلطیوں کی تلافی تو کرنی تھی۔ تب دونوں ہمت کر کے اس کی پشت پر آن ٹھہرے لیکن زویا کو ان کی موجودگی کا احساس نہ تھا۔

تب مدحت نے بڑی نرمی سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ زویا چونک کر پلٹی اور ان دونوں کو سامنے دیکھ کر حیران رہ گئی۔

'' آپ لوگ یہاں......؟'' اس نے سوالیہ نگاہوں سے اپنے والدین کو دیکھا۔

'' سچ تو یہ ہے کہ ہم نے جو کیا، وہ کسی لحاظ سے بھی مناسب نہ تھا، پتہ نہیں کیوں ماں کی مامتا اور باپ کی شفقت پر وقت اور حالات غالب آ گئے، ہم میں تو اتنی بھی ہمت نہیں کہ تم سے معافی ہی مانگ سکیں کیونکہ......!''

اور اس سے پہلے کہ مدحت اپنی بات مکمل کر پاتیں، زویا نے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔ '' مما! جو ہوا، میں اسے بھول جانا چاہتی ہوں۔ آپ بھی سب بھول جائیں کیونکہ تکلیف وہ لمحات کو یاد رکھنے سے صرف درد بڑھتا ہے۔'' وہ نرمی سے بولی۔

"مجھے تم سے یہی امید تھی۔" مدحت کی آنکھیں نم ہوگئیں۔ جہانزیب اب بھی سر جھکائے کھڑے تھے۔ شاید وہ بات کرنے کیلئے الفاظ ترتیب دے رہے تھے۔

زویا ان کے قریب چلی آئی۔ "پاپا! میری زندگی میں اب تک جو بھی اچھا یا برا ہوا، میری تقدیر میں درج تھا، اس لئے کسی سے شکوہ کرنے کی میرے پاس کوئی وجہ نہیں، میرے لئے یہی بہت ہے کہ مجھے میرے تمام اپنے مل گئے پاپا! میں سب کچھ برداشت کرسکتی ہوں لیکن آپ کا جھکا ہوا سر برداشت کرنا میرے لئے ممکن نہیں ہے۔" وہ بڑی نرمی سے بولی۔

جہانزیب نے اسے اپنے سینے سے لگا لیا۔ "مجھے معاف کردو میری بچی......! مجھے معاف کردو۔"

جہانزیب کا لہجہ ندامت سے چور تھا اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ زویا اور مدحت کی آنکھیں بھی نم تھیں۔

❋❋❋

شاہ دل، بابا صاحب کی لائبریری میں ایک بڑے شیلف کے سامنے کھڑا کوئی اچھی سی کتاب پڑھنے کیلئے منتخب کررہا تھا، تبھی زویا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔ شاہ دل نے پلٹ کر دیکھا تو نگاہ ٹھہر سی گئی۔ پنک سادہ کاٹن کے سوٹ میں وہ بہت فریش لگ رہی تھی۔ شاہ دل اسے دیکھ کر مسکرایا اور نرمی سے بولا۔ "وہاں کیوں کھڑی ہو۔ آؤ نا بیٹھو۔"

اس کے کہنے پر زویا اندر چلی آئی۔

"میں نے ڈسٹرب تو نہیں کیا؟" وہ کرسی کی پشت پر ہاتھ رکھتے ہوئے قدرے جھجک کر بولی۔

"بالکل نہیں۔" وہ کتاب میز پر رکھتے ہوئے کرسی پر بیٹھ گیا۔ وہ بھی شیشے کی لمبی چوڑی میز کے دوسری جانب رکھی کرسی پر بیٹھ گئی۔ چند لمحے دونوں کے درمیان خاموشی حائل رہی پھر زویا نے ہی گفتگو کا آغاز کیا۔ "شاہ دل! میں آپ کو تھینکس کہنا چاہتی تھی، اگرچہ یہ ان تمام احسانات کے سامنے ایک معمولی سا لفظ ہے جو آپ نے مجھ پر کیئے لیکن میرے پاس اس لفظ کے سوا کچھ ہے بھی نہیں۔" وہ بے بسی سے نگاہیں جھکا کر بولی۔

"دیکھو زویا! میں نے تمہارے لئے جو کیا، وہ کوئی احسان نہیں تھا، اس لئے مجھے تھینکس کہنے کی تمہیں بالکل ضرورت نہیں ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

زویا خاموش ہوگئی۔ شاہ دل چند لمحے اس کے بولنے کا انتظار کرتا رہا پھر خود ہی بولا۔

"اب آگے اپنی زندگی کے متعلق کیا سوچا ہے، اب کیا کرنے کے ارادے ہیں؟" اس نے سوالیہ

نگاہوں سے زویا کو دیکھا۔

"ابھی تو ایگزامز دے لوں۔ پھر سوچوں گی کہ آگے کیا کرنا ہے۔" وہ مسکرائی۔

"اگر آئندہ میں تمہارے کسی کام آسکوں تو مجھے خوشی ہوگی۔" وہ نرمی سے بولی۔

"ہر چیز میں آپ کو میری خوشی کی پروا رہتی ہے لیکن کبھی آپ نے یہ نہیں بتایا کہ آپ کی خوشی کیا ہے؟" اس نے شاید غیر متوقع سوال کیا تھا، اس لئے شاہ دل نے اسے بے حد چونک کر دیکھا۔ "آپ کو شاید میری بات اچھی نہیں لگی؟" زویا گھبرا گئی۔

شاہ دل نے اس گھڑی بے حد کرب سے محسوس کیا تھا۔ کتنی عجیب بات ہے کہ اس کی منزل ہی اس سے پوچھ رہی ہے

کہ اے مسافر! تیری منزل کہاں ہے؟ میری بات چھوڑو، ابھی میں تمہارے بارے میں بات کررہا ہوں، میرے بارے میں پھر کبھی بات کرنا۔" اتنا کہہ کر اس نے نگاہوں کا زاویہ بدل لیا، لیکن زویا نے اس کے چہرے پر پرتکلیف کے آثار اور آنکھوں میں ویرانی اترتی دیکھ لی تھی۔ نجانے کیوں اسے لگا کہ جیسے انجانے میں اس نے شاہ دل کا کوئی پرانا زخم کھرچ ڈالا ہو۔ اس وقت اس نے کچھ کہنا مناسب نہیں سمجھا تھا، اس لئے وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ شاہ دل نے اسے نہیں روکا۔ زویا چند لمحے ٹھہری پھر پلٹ کر تیز تیز قدم اٹھاتی کمرے سے باہر نکل گئی۔ شاہ دل کی نگاہیں اسی راستے پر جم گئیں۔ جس سے ہوکر زویا باہر گئی تھی۔ کاش میں تمہیں بتا سکتا کہ میری خوشی صرف تم ہو مگر میں نہیں کہہ سکتا۔ شاہ دل نے بے بسی سے سوچا۔

❋❋❋

شیراز اور نیناں لوٹ آئے تھے۔ اور اب ان کی شادی کی تیاریاں بڑے زور وشور سے اعوان پیلس اور آفندی ہاؤس میں جاری تھیں۔ تبھی بابا صاحب نے فیصلہ کیا تھا کہ ان کے ساتھ ساتھ شاہ دل اور زویا کا نکاح بھی کردیا جائے۔ یہ بات سن کر ہال میں موجود ہر شخص حیران رہ گیا۔

شاہ دل خاموش تھا، البتہ زویا سکتے کی سی کیفیت میں تھی۔ سب اس کے کچھ بولنے کے منتظر تھے لیکن وہ اچانک اٹھ کر کمرے سے باہر چلی گئی۔ شاہ دل نے بابا صاحب کی طرف یوں دیکھا جیسے کہہ رہا ہو کہ میں نے کہا تھا نا کہ اسے یہ بات ناگوار گزرے گی۔ یہ فیصلہ اس کیلئے ناقابل قبول ہوگا۔ سب اپنے اپنے طور پر کچھ نہ کچھ کہہ رہے تھے۔

شاہ دل اٹھ کر زویا کے پیچھے ہی اس کے کمرے میں چلا آیا۔ شاہ دل نے دروازے میں کھڑے کھڑے اندر کا جائزہ لیا، زویا بیڈ کے کونے پر ٹکی ہوئی تھی، چہرے پر ایک کشمکش سی تھی،

شاہ دل نے ہلکے سے دروازے پر دستک دی۔
زویا نے چونک کر دیکھا اور پھر اٹھ کھڑی ہوئی۔
"آپ! آیئے نا۔" وہ اس کی جانب دیکھے بنا بولی۔
وہ اندر چلا آیا۔ دو پل ٹھہر کر اس نے بغیر تمہید باندھے کہا۔ "زویا! ابھی ابھی بابا صاحب نے جو کہا، یہ ان کی خواہش ہے، یہ ضروری نہیں کہ ان کی خواہش کا رشتہ تمہارے دل کی خواہش سے بھی ہو، میں کبھی بھی نہیں چاہوں گا کہ اب تم زندگی میں کوئی سمجھوتہ کرو۔ میں تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں اور اس بات کا یقین رکھو کہ میں خود کبھی تمہاری خوشیوں کی راہ میں رکاوٹ بنوں گا اور نہ ہی کسی اور کو بننے دوں گا۔" وہ صداقت سے بولا۔ "چاہو تو ابھی فیصلہ سنا سکتی ہو اور چاہو تو کچھ وقت بعد...... بہرحال تم ہاں کہو یا نا، میں ہر صورت میں تمہارے ساتھ ہوں۔" وہ نرمی سے بولا۔
"میں ایک دو دن میں اپنے فیصلے سے آگاہ کر دوں گی۔" وہ سر جھکائے ہوئے بولی۔
شاہ دل خاموشی سے باہر چلا گیا اور زویا سوچ میں ڈوب گئی۔ اس نے شاہ دل کو ایک بہت ہی اچھا انسان پایا تھا، وہ انسان جو اس کے اور اس کے اپنوں کی نفرت کے درمیان ڈھال بنا رہا تھا، جسے مدد کیلئے کبھی پکارنے کی ضرورت نہیں پڑی تھی، کیونکہ وہ ہمیشہ اس کے ساتھ تھا۔ یہ اس کی ذات کے مثبت پہلو تھے لیکن بار بار ایک منفی سوچ بھی اس کے ذہن سے جنم لے رہی تھی کہ شاہ دل نے کیا صرف اس پر اس لئے اتنے احسان کئے کہ اس کے پاس انکار کی کوئی وجہ نہ رہے۔ وہ اپنی ہی سوچوں میں الجھ گئی تھی۔

❋❋❋

زویا، طوبیٰ کو سلا کر شاہ دل کی وارڈ روب درست کر رہی تھی۔ تبھی اس کے ہاتھ شاہ دل کی ڈائری لگ گئی، پہلے تو اس نے ڈائری واپس رکھنا چاہی مگر پھر تجسس پیدا ہوا کہ آخر ڈائری میں لکھا کیا ہے اور اس نے ڈائری پڑھنا شروع کر دی۔ اس کے حرف حرف سے واضح تھا کہ شاہ دل زوبیہ سے نہیں کسی اور سے محبت کرتا تھا اور وہ عورت اب بھی اس کے دل میں تھی۔ زویا کو یہ سوچ کر ہی تکلیف ہو رہی تھی کہ زوبیہ نے اس احساس کے تحت کتنی ادھوری اور خالی زندگی گزاری ہو گی کہ اس کے شوہر کی زندگی میں اس کے علاوہ کوئی اور بھی ہے۔
تو یہ ہے مسٹر شاہ دل آپ کی اصلیت...... اس نے قدرے حقارت سے سوچا۔ تبھی شاہ دل اور شیراز باتیں کرتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئے۔ شاہ دل اپنی ڈائری زویا کے ہاتھ میں دیکھ کر چونکا۔

"یہ ڈائری تمہارے پاس کیسے؟" اس نے قدرے گھور کر اسے دیکھا شیراز بھی حیران تھا۔
"میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ بظاہر پرخلوص دکھائی دینے والا انسان کسی کو اتنا بڑا فریب دے سکتا ہے، میں تو آپ کی ذات کو اچھائیوں کا مجموعہ سمجھتی تھی، لیکن آپ درحقیقت ایک منافق انسان ہیں، جس کے دل میں کچھ اور زبان پر کچھ ہے۔" وہ قدرے حقارت سے بولی۔
"زویا! یہ کونسا طریقہ ہے بات کرنے کا؟"
شیراز نے اسے ٹوکا۔ شاہ دل بڑے اطمینان سے اس کی باتیں سن رہا تھا لیکن اندر ہی اندر درد پھیلتا چلا جا رہا تھا۔
"میں تو سمجھتی تھی کہ زوبیہ آپی آپ کے ساتھ بے حد خوش رہیں لیکن اب معلوم ہوا کہ انہوں نے کتنی تکلیف دہ زندگی گزار دی ہے۔ ظاہر ہے ایک عورت کیلئے اس سے زیادہ اذیتناک بات کیا ہو سکتی ہے کہ اس کے شوہر کی زندگی میں یہاں تک کہ اس کے دل میں بھی کوئی اور عورت ہو وہ بھی اس حصے میں جہاں بیوی ہوتے ہوئے بھی رسائی حاصل نہ ہو۔" اسے اس پل اپنی اور زوبیہ کی کہانی ایک ہی لگ رہی تھی، اس لئے دکھ بھی بہت بڑھ گیا تھا۔
"خاموش ہو جاؤ زویا...... ! تم شاہ دل کے بارے میں کچھ نہیں جانتیں، یہ وہ انسان ہے جو...... !" اس سے قبل کہ شیراز اپنی بات مکمل کرتا، شاہ دل نے اسے اشارے سے مزید کچھ کہنے سے روک دیا۔ "نہیں شیراز! یہ جو کہنا چاہتی ہے، کہنے دو، انسان کی زندگی میں کوئی حسرت باقی نہیں رہنی چاہئے۔" شاہ دل نے سنجیدگی سے کہا۔
"آپ کو کیا لگتا ہے کہ میں آپ کی اس بات سے متاثر ہو جاؤں گی یا پھر شرمندہ ہو جاؤں گی تو مسٹر شاہ دل! اگر آپ ایسا سوچ رہے ہیں تو غلط سوچ رہے ہیں کیونکہ سچ کہتے ہیں شرمندگی وہ محسوس کرتے ہیں جن کے دل میں کھوٹ ہو یا انہیں خود پر یقین نہ ہو اور خدا کا شکر ہے کہ مجھے خود پر یقین بھی ہے اور آپ کی طرح میرے دل میں کھوٹ بھی نہیں ہے اور......"
اس مرتبہ پھر شیراز نے اس کی بات کاٹ کر دوبارہ زویا کو ٹوکا۔ "بس کرو زویا! اتنا مت بولو کہ بعد میں تمہیں اپنے کہے پر افسوس ہو۔" شیراز کو اس کی گفتگو بہت ناگوار گزر رہی تھی اس لئے وہ بار بار ٹوک رہا تھا۔
مگر زویا نے جیسے کچھ سنا ہی نہیں، وہ اپنی دھن میں بولتی جا رہی تھی۔ "اب معلوم ہوا کہ آپ مجھ سے شادی اس احساس جرم سے نجات پانے کیلئے کر رہے ہیں جو زوبیہ کو مسلسل اذیت میں رکھ کر آپ کے اندر اب جگہ پا چکا ہے، آپ مجھ سے شادی کر کے دراصل اپنے گناہ کا کفارہ

ادا کرنا چاہتے ہیں، لیکن میں ایسا نہیں ہونے دوں گی اور جس کی وجہ سے آپ نے میری بہن کو اپنی حقیقی محبت سے محروم رکھا، وہ آپ کو کبھی بھی نہیں ملے گی اور آپ کی طرح وہ بھی خوش نہیں رہے گی اور...... !'' اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتی، شاہ دل نے سرعت سے اس کا بازو اپنے مضبوط ہاتھ کی گرفت میں لے لیا۔ اس کی گرفت اتنی سخت تھی کہ وہ بلبلا اٹھی، الفاظ ہونٹوں تک آتے آتے دم توڑ گئے۔ شاہ دل کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو رہی تھیں، اس قدر کہ زویا سہم گئی۔

شیراز، شاہ دل کی حرکت پر حیران تھا مگر اس سے قبل کہ وہ شاہ دل کو ٹوکتا، وہ خود ہی بول پڑا۔ ''زویا! تم اپنی بہن سے بہت محبت کرتی ہو، اس بات کی مجھے بہت خوشی ہے لیکن اس کے باوجود مجھے میری ذات اور مجھ سے وابستہ کسی بھی انسان کو ڈسکس کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، نہ تمہیں اور نہ ہی کسی اور کو!'' اس نے اتنا کہہ کر جھٹکے سے اس کا بازو چھوڑ دیا۔ اگر وہ دیوار کا بروقت سہارا نہ لے لیتی تو یقیناً دیوار سے ٹکرا کر اس کا سر پھٹ جاتا۔ شاہ دل کمرے سے جا چکا تھا جبکہ زویا بڑے ہی خوف زدہ انداز میں شیراز کو تک رہی تھی۔ وہ چند لمحے ٹھہرا پھر تاسف سے سر ہلاتا ہوا باہر چلا گیا۔

❋❋❋

تمام رات اس کی جاگتے ہوئے گزری تھی۔ جو ہو رہا تھا، وہ جتنا غیر متوقع تھا، اتنا ہی تکلیف دہ بھی...... اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اگر شاہ دل کو اس لڑکی سے اتنی محبت تھی تو اس نے اس کے بجائے زوبیہ سے شادی کیوں کی، جبکہ اس کی طبیعت باغیانہ تھی، اس لئے یہ ممکن نہ تھا کہ اس پر کسی قسم کا دباؤ ڈالا جا سکے تو پھر...... !اس کا دماغ سوچ سوچ کر ماؤف ہوتا رہا، مگر ڈور کا سرا ہاتھ نہ آ رہا تھا۔ سو رات آنکھوں میں کٹ گئی۔

صبح اس نے جو سنا وہ قدرے غیر متوقع تھا۔ شاہ دل نے اس شادی سے انکار کر دیا تھا۔ سب حیران تھے، جاننا بھی چاہتے تھے لیکن چونکہ شاہ دل کا ذاتی معاملہ تھا اس لئے کسی نے پوچھنا مناسب نہیں سمجھا، البتہ خواتین کی گفتگو سے اسے یہ ضرور محسوس ہوا کہ وہ اس رشتے کے نہ ہونے کی وجہ زویا کو ہی قرار دے رہی ہیں اور اس میں ثمن پیش پیش تھیں۔ شاید ان کی عادت ہی ایسی تھی۔ زویا ان سب سے بیزار ہونے لگی تھی۔ اور اس لئے آج جب شاہ دل آفس کیلئے تیار ہو رہا تھا وہ بنا اجازت کمرے میں چلی آئی۔

''آپ نے اپنی زندگی کے لئے جو بھی فیصلہ کیا ہے، مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، لیکن لوگوں کو ضرور فرق پڑتا ہے۔ اس لئے اپنے فیصلے کی وضاحت ان کے سامنے ضرور کیجئے گا۔'' زویا کا انداز جتلانے والا تھا۔

''مجھے میرے کمرے میں لوگوں کا بغیر اجازت آنا بالکل پسند نہیں اور دوسری بات یہ کہ میں اپنے فیصلوں کی وضاحت دینا ضروری نہیں سمجھتا، اب اگر آپ کو اپنے سوال کا جواب مل گیا ہو تو پلیز لیومی الون۔'' وہ بے حد اجنبیت سے بولا۔ ایک پل کیلئے زویا کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا، لیکن اس کے یقین کرنے نہ کرنے سے فرق ہی کیا پڑتا تھا۔

❋❋❋

پھر ایسا ہونے لگا کہ شاہ دل اسے نظر انداز کرنے لگا، وہ اگر اتفاقاً راہ میں آ جاتی تو وہ راہ بدل لیتا۔ جیسے وہ اس کیلئے کوئی اجنبی ہو، جس پر نگاہ ڈالنا گناہ کے مترادف ہو۔ ایسے میں بات چیت تو دور کی بات ہے البتہ اتنا احسان ضرور کیا تھا کہ طوبیٰ کو اس سے الگ نہیں کیا کیونکہ بہرحال وہ اس کی مامتا کو ٹھیس نہیں پہنچانا چاہتا تھا۔ پتہ نہیں کیوں زویا اس کے رویئے سے بہت دلبرداشتہ ہو گئی تھی، اس لئے اس نے بابا صاحب سے ہاسٹل جانے کی اجازت لے لی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ یہاں رہ کر الجھتی جا رہی تھی، پھر نادیہ اسے یاد بھی بہت آ رہی تھی۔ وہی تو تھی جس سے وہ اپنے دل کی بات کہہ سکتی تھی۔ اس وقت اسے نادیہ کی بہت ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ مدحت کو اس کے جانے پر اعتراض تھا، اس لئے انہوں نے کہا تھا۔ ''اس وقت گھر میں شادی کی تیاریاں چل رہی ہیں اور تمہیں بیٹھے بٹھائے جانے کی سوجھی ہے۔''

''مما! میں ایگزامز کیلئے جا رہی ہوں، شادی تک آ جاؤں گی۔ آخر نیناں اور شیراز بھائی میرے لئے بھی اہمیت رکھتے ہیں۔'' وہ پیکنگ کرتے ہوئے بولی۔

''ٹھیک ہے۔'' وہ اتنا کہہ کر خاموش ہو گئی تھیں۔

بابا صاحب نے شاہ دل سے کہا تھا کہ وہ زویا کو ڈراپ کر دے لیکن اس نے میٹنگ کا بہانہ بنا دیا۔ زویا کو بہت برا لگا مگر کہہ کیا سکتی تھی، اس کا اور شاہ دل کا ایسا رشتہ ہی کہاں تھا کہ وہ شکوے کا حق رکھتی۔ آفاق اسے ہاسٹل چھوڑنے آیا تھا۔ نادیہ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔

''بھئی تم اتنے دنوں بعد آئی ہو اس لئے اسی خوشی میں ہم رات کا کھانا باہر کھائیں گے۔'' نادیہ نے جھٹ پٹ پروگرام بنا لیا۔

❋❋❋

نادیہ نے ایک بہت مشہور ریستوران کا انتخاب کیا تھا، وہ لوگ جس میز پر بیٹھی تھیں۔ عین اس کے سامنے والی میز پر زویا کی نگاہیں ٹھہر سی گئیں، جہاں شاہ دل ایک قدرے خوش شکل لڑکی کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ دونوں جیسے ایک دوسرے کی کمپنی میں بہت خوش تھے۔ شاہ دل کو اس نے بہت وقت کے بعد مسکراتے ہوئے دیکھا تھا۔ نجانے کیوں زویا کو بڑا عجیب سا لگا۔

تو یہ ہے وہ ضروری میٹنگ جس کی وجہ سے آپ میرے ساتھ نہیں آ سکتے تھے، اس نے دل ہی دل میں ایک جلن سی محسوس کی۔ تبھی نادیہ کی نگاہ اس پر پڑی۔ ''ارے زویا! دیکھو، وہ شاہ دل بھائی ہی ہیں نا؟'' اس نے گویا تصدیق چاہی۔

''ان کی موجودگی پر اتنا خوش یا حیران ہونے والی کوئی بات نہیں۔'' زویا نے اسے ٹوکا۔

''دکھی ہونے والی بھی کوئی بات نہیں ہے، چلو ان سے مل کر آتے ہیں۔'' نادیہ نے اٹھتے ہوئے اسے بھی ہاتھ سے پکڑ کر گھسیٹا۔ وہ ناں ناں کرتی رہ گئی لیکن نادیہ نے شاہ دل کی میز تک پہنچ کر دم لیا اور بڑے جوش سے سلام کیا۔ وہ زویا کو یہاں اچانک دیکھ کر حیران تو ہوا مگر ظاہر نہیں ہونے دیا۔ وہ نادیہ کی طرف متوجہ رہا۔

''میرا خیال ہے نادیہ! اب ہمیں چلنا چاہیے۔ یوں بے وجہ کسی کو ڈسٹرب کرنا مناسب نہیں ہے۔'' زویا نے اس لڑکی اور شاہ دل کو باری باری دیکھتے ہوئے قدرے طنزیہ لہجے میں کہا۔

شاہ دل نے ایک پل کیلئے چونک کر اسے دیکھا اور پھر نگاہوں کا زاویہ بدل لیا۔

''ارے اتنی دیر سے ہم دونوں باتیں کئے جا رہے ہیں اور آپ نے ان کا تعارف بھی نہیں کرایا۔'' نادیہ کو بات کرتے کرتے ایک دم اس لڑکی کا خیال آیا۔

''یہ نگین ہیں میری خاص دوست!'' شاہ دل نے مسکراتے ہوئے تعارف کرایا۔

''شاہ دل! تم نے بتایا نہیں یہ تمہاری کون ہیں؟'' نگین کا دھیان فوراً زویا کی جانب گیا تھا۔

''یہ زوبیہ کی بہن ہیں۔'' اس نے گویا سر سے اتارنے والے انداز میں تعارف کرایا۔

''ارے نگین! آیئے میں آپ کو اپنی باقی تمام سہیلیوں سے ملواتی ہوں، زویا! تم یہیں رکنا ہم ابھی آئے۔'' وہ اتنا کہہ کر نگین کو اپنے ساتھ لے گئی۔

زویا کھڑی رہی، شاہ دل نے چند لمحے انتظار کیا اور پھر بولا۔ ''اگر آپ کو یہاں بیٹھنا پسند نہیں تو آپ اپنی جگہ تشریف لے جا سکتی ہیں، کم از کم آپ کی ٹانگیں زحمت سے بچ جائیں گی۔'' اس کے لہجے میں بیزاری تھی۔

زویا اس کی بائیں جانب چیئر پر بیٹھ گئی۔ دو پل خاموشی کی نذر ہو گئے، پھر وہ بڑی ہمت سے بولی۔ ''آپ کو مجھے یہاں دیکھ کر یقیناً حیرت ہوئی ہو گی نا؟'' زویا نے یونہی بات شروع کرنے کی غرض سے کہا۔

''میری زندگی میں اتنا کچھ ناممکن، ممکن ہو چکا ہے کہ اب مجھے کسی بات سے حیرت

نہیں ہوتی۔'' وہ سگریٹ سلگاتے ہوئے بولا۔ ''جیسے نگین کی موجودگی تب تک ناممکن تھی جب تک زوبیہ آپی زندہ تھیں، لیکن آج جب وہ اس دنیا میں نہیں رہیں تو آپ کے دل کے ساتھ ساتھ زندگی میں بھی اس کیلئے جگہ پا لینا ممکن ہو گا۔'' اس کے لہجے میں تلخی در آئی۔

''ویسے تو تم میرے بارے میں جس طرح کے خیالات رکھتی ہو، اس حساب سے تمہیں مجھ سے بات تک نہیں کرنا چاہئے اور کہاں تم یہاں موجود ہو، بڑی عجیب بات ہے۔'' اس کا انداز بہت کچھ باور کرانے والا تھا۔

زویا کو لگا کہ وہ اسے بہت کچھ جتا رہا ہے۔ وہ ایک دم اٹھ کھڑی ہوئی اور پھر تیز تیز قدموں سے چلتی ہوئی اپنی میز کی جانب بڑھ گئی۔ شاہ دل دور تک اسے دیکھتا رہا پھر زیر لب بڑبڑایا۔ بدگمان لڑکی......!

✵✵✵

وہ دونوں رات کو کمرے میں آئیں تو زویا جلدی سے فریش ہو کر بستر پر آ گئی۔ نادیہ اس سے پہلے ہی لیٹ چکی تھی۔ تبھی اچانک نادیہ نے سوال کیا۔ ''زویا! کیا تمہیں شاہ دل بھائی پسند ہیں؟''

اور تب زویا بری طرح سے چونک پڑی مگر جلد سنبھل کر بولی۔ ''نادیہ! تم یہ کیا کہہ رہی ہو؟''

''دراصل نگین کے ساتھ انہیں دیکھ کر تم نے جس طرح کے ردعمل کا اظہار کیا، مجھے لگا ان کی زندگی میں کسی دوسری عورت کی موجودگی تمہیں ناگوار گزری ہے۔'' نادیہ کا قیاس اس قدر درست تھا، اسے رشک آنے لگا۔

''تم ٹھیک کہہ رہی ہو، مجھے واقعی، واقعی نگین سے نفرت سی محسوس ہوئی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ عورت ہمیشہ سے شاہ دل کی زندگی میں موجود تھی۔ اس کی وجہ سے زوبیہ آپی کو وہ خوشی نہیں ملی جو انہیں ملنی چاہیے تھی۔'' اس نے گویا وضاحت کی۔

''زویا! کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ لڑکی نگین ہی ہے؟'' اس نے سوالیہ نگاہوں سے زویا کو دیکھا اور تکیہ اٹھا کر گود میں رکھ لیا۔

''مطلب......'' زویا الجھ گئی۔

''دیکھو زویا! یہ ہرگز ضروری نہیں کہ ہم جو اور جیسا کسی کے متعلق سوچیں، وہ ویسا ہی ہو اور ویسے بھی اس دنیا میں انسان کو سمجھنے سے زیادہ مشکل اور کچھ نہیں ہے، اس لئے اندازے لگانا بے مصرف ہے۔'' اس نے سمجھایا اور تکیہ سر کے نیچے رکھ کر لیٹ گئی اور زویا آج بھی نہ ہو سکی۔

***

عباد یونہی کرن سے بات کرنے اس کے کمرے میں آیا تو اس کے تکیے کے نیچے آفاق کی تصویر دیکھ کر چونکا۔ ذرا دیر میں وہ بھی واش روم سے باہر آگئی اور عباد کے ہاتھوں میں تصویر دیکھ کر لرز گئی۔

''میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ جس تکلیف دہ راستے سے میں گزر رہا ہوں، وہ ایک دن میری بہن کا نصیب بھی بن جائے گی۔'' اسے بہت دکھ ہو رہا تھا۔ یہ سوچ کر کہ کرن کے نصیب میں منزل نہیں۔

''بھیا! زندگی پانے اور کھونے کا نام ہے، یہ اب قسمت کی بات ہے کہ انسان کھوتا کیا ہے اور پاتا کیا ہے۔ ویسے بھی میں اس بات پر یقین رکھتی ہوں کہ انسان کو جو نہ ملے، اس کا ملال نہ کرنا چاہئے البتہ جو مل جائے، اس کی قدر کرنی چاہئے بھیا! میں حقیقت پسند لڑکی ہوں اور جانتی ہوں کہ میری زندگی کی کسی حقیقت کا رشتہ آفاق سے نہیں، اس لئے میرے لئے پریشان مت ہوں۔'' کرن بڑے حوصلے سے بولی۔ اگرچہ اس کا دل رو رہا تھا لیکن وہ کسی صورت اپنے بھائی کا دکھ نہیں بڑھانا چاہتی تھی۔ وہ بھائی جس کا دل پہلے ہی زخم زخم تھا۔ عباد نے چند لمحے اسے خاموشی سے دیکھا۔ پھر اس کا سر تھپتھپا کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

***

شام کے سائے ڈھل رہے تھے۔ جب شاہ دل اچانک اسے لینے آیا تھا۔ زویا حیران تو ہوئی مگر شاہ دل نے اسے سوال کرنے کا موقع ہی نہیں دیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر گاڑی میں بٹھا لیا اور اتنی سپیڈ سے گاڑی چلائی کہ بار بار خوف زدہ ہو کر وہ شاہ دل کا بازو تھام لیتی، جب ذرا سنبھلتی تو ندامت سی محسوس کرتے ہوئے ہاتھ جلدی سے پیچھے ہٹا لیتی، لیکن شاہ دل نے کسی بات پر ری ایکٹ نہیں کیا۔ آخر کار گاڑی ہسپتال کے سامنے رک گئی۔

زویا اندر ہی اندر سے سہم گئی۔ یہاں کیوں آئے ہیں، یہاں کون ہے؟'' اس نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

''اندر چلو، سب پتہ چل جائے گا۔'' وہ نرمی سے بولا اور فرنٹ ڈور کھول کر نیچے اترا۔

وہ بھی گاڑی سے اتری۔

ہسپتال کے کمرے میں بیڈ پر وہ انسان پڑا تھا جو کبھی اس کی زندگی کا اہم ترین حصہ تھا۔ وہ دھیرے دھیرے قدم اٹھاتی ہوئی اس کے بیڈ کے نزدیک آگئی۔ نجانے کیوں آج بھی اسے اتنی تکلیف میں دیکھ کر زویا کی آنکھیں نم تھیں۔ کمال احمد، صادقہ، عبیرہ اور کرن وہیں کھڑے

تھے۔

''یہ...... یہ سب کیسے؟'' زویا کے آنسوؤں میں روانی آگئی۔ کوئی بھی اس کے سوال کا جواب دینے کے لائق نہیں تھا۔ اس لئے خاموش تھے۔

عباد اس کے چہرے پر نگاہیں جمائے ہوئے تھا۔ وہ اپنی آنکھوں میں اس کی صورت لے کر مر جانا چاہتا تھا۔ تب شاہ دل نے ہی ہمت کی۔ ''بینک سے واپس لوٹتے ہوئے عباد کا ایکسیڈنٹ ہو گیا اور......!'' وہ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکا کہ ڈاکٹر، عباد سے ناامید ہو چکے ہیں۔

''آج آخری مرتبہ میں نے تمہیں یہاں آنے کی زحمت دی ہے۔ آج کے بعد تمہیں کبھی مجھ سے تکلیف نہیں پہنچے گی اور اس یقین کی وجہ یہ ہے کہ مجھے معلوم ہے کہ اب میرے پاس وقت نہیں ہے، کہتے ہیں کہ مرنے والے کی آخری خواہش کو بہت اہمیت حاصل ہوتی ہے اور میری آخری خواہش یہ ہے کہ تم مجھے معاف کر دو۔'' وہ ملتجی تھا۔

''میں نے آپ کو معاف کیا۔'' زویا کا دل پسیج گیا۔

''اس احسان کو میں مرنے کے بعد بھی یاد رکھوں گا۔'' وہ ممنونیت سے بولا۔ زویا کو رونا آگیا۔

''اپنے قیمتی آنسو میرے لئے مت بہاؤ، زویا میں اس لائق نہیں۔'' وہ کرب سے بولا۔ زویا تڑپ گئی۔

''شاہ دل! اس نے پکارا تو وہ دو قدم آگے بڑھ آیا۔'' کرن کی تمام خوشیاں آفاق سے منسوب ہیں ہو سکے تو اس کی خوشیاں اسے لوٹا دینا، وہ میری بہن ہے۔ اس میں اس کا کوئی قصور نہیں، اس لئے اسے اس کی سزا نہیں ملنی چاہئے۔'' وہ التجا کر رہا تھا۔ کرن کا دل دکھ سا گیا۔

''عباد! کرن جس طرح تمہاری بہن ہے، اسی طرح میری بہن بھی ہے، اسے اپنے حصے کی وہ تمام خوشیاں ملیں گی جن پر اس کا حق ہے اور یقین رکھو میں کچھ نہ کچھ ضرور کروں گا، تم ٹھیک ہو جاؤ گے۔'' کہتے ہوئے شاہ دل کو اپنے الفاظ بڑے کھوکھلے لگے۔ وہ کرب سے مسکرا دیا اور پھر بس چند لمحوں بعد وہ اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

***

عباد کو اس دنیا سے رخصت ہوئے کئی دن بیت گئے، تب شیراز اس کے پاس آیا تھا وہ لان میں چپ چاپ بیٹھی تھی۔ اس نے پکارا تو چونک اٹھی۔

''کیا بات ہے، پریشان لگ رہی ہو۔'' شیراز نے پیار سے پوچھا۔

”نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔“ وہ جلدی سے بولی۔

”تو پھر عباد کی اچانک موت سے ڈیپریس ہو؟“ اس نے پھر سوال کیا۔

”شیراز بھائی میں سوچ رہی تھی کہ عباد کے جانے کے بعد ان کے گھر والوں کا کیا ہوگا کیونکہ فرجاد بھائی تو مکمل طور پر قطع تعلق کر چکے ہیں، ماموں اب گھر کی ذمہ داری اٹھانے کے لائق نہیں رہے اور کرن اس کی تو ابھی شادی کی عمر ہے۔“ وہ پریشانی سے بولی۔

”ان سب باتوں کی فکر مت کرو شاہ دل نے بنا کسی کے کہے ان لوگوں کی ذمہ داری اٹھالی ہے اور اس نے بابا صاحب کو کرن اور آفاق کی شادی کیلئے بھی منالیا ہے۔“ شیراز نے اسے حیران کر دیا شاہ دل نے......؟ اس نے بے یقینی سے شیراز کو دیکھا۔

”ہاں زویا وہ ایسا ہی ہے تم نے اسے سمجھنے میں غلطی کی ہے۔ آج میں تمہیں بتاتا ہوں کہ شاہ دل کیا ہے وہ اوپر سے ایک سنگلاخ چٹان ہے، لیکن اس کے اندر محبت کا اک سمندر ہے، جسے تم اس کا احساس جرم کہتی ہو وہ اس کا عشق ہے تم جاننا چاہتی تھیں کہ اس کی زندگی میں زوبیہ سے پہلے وہ کون لڑکی تھی جواب بھی اس کے دل میں موجود ہے، تو زویا وہ لڑکی تم ہو جس سے وہ ہمیشہ محبت کرتا رہا۔“

شیراز نے گویا دھماکہ کیا تھا۔

”تمہیں لگتا ہے کہ کسی کی وجہ سے اس نے زوبیہ کو اس کے جائز حقوق سے محروم رکھا ہوگا تو تم یہاں بھی غلط ہو زویا...... اس نے کبھی زوبیہ کو یہ احساس ہی نہیں ہونے دیا کہ وہ اس سے نہیں تم سے محبت کرتا ہے۔ اس نے اس بات کو آج تک زبان پر نہیں آنے دیا کہ کہیں تمہاری بہن تمہیں غلط نہ سمجھے کہیں تمہارے اور عباد کے رشتے پر فرق نہ پڑے اس کی محبت کی انتہا یہ ہے کہ وہ تمہارے بارے میں تمہارے ہی منہ سے کوئی غلط بات سن کر برداشت نہیں کر پایا اسے زندگی میں جتنے رشتے ملے اس نے ایمانداری سے نبھائے لیکن محبت صرف تم سے کی ہے۔ ایسی محبت جو بہت کم لوگ کرتے ہیں۔“ وہ بول رہا تھا زویا کی آنکھیں نم تھیں۔

”کیا اس کی اچھائی کا اندازہ تمہیں اس بات سے نہیں ہوتا کہ اس نے اپنی متاع کل طوبیٰ کو محض اس لئے تمہاری گود میں ڈال دیا کیونکہ وہ تمہاری ممتا کو تشنہ نہیں رہنے دینا چاہتا تھا۔ یاد ہے بابا صاحب نے اس دن اکیلے میں شاہ دل سے کچھ کہا تھا جو کوئی نہیں جانتا تو وہ بات یہ تھی کہ بابا صاحب چاہتے تھے کہ شاہ دل تم سے شادی کرلے مگر اس نے کہا کہ بے شک وہ تم سے محبت کرتا ہے، لیکن شادی تب کرے گا جب تم رضا مند ہوگی، جب یہ فیصلہ تمہارا ہوگا، کیونکہ وہ حالات سے مجبور ایک لڑکی کی مجبوری کا فائدہ اٹھا کر محبت کی توہین نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں نے

سب کہہ دیا اب یہ فیصلہ تمہیں کرنا ہے کہ شاہ دل کیا ہے۔“ وہ اتنا کہہ کر چلا گیا۔

اور اسے سوچنے کو بہت کچھ دے گیا۔ اب اسے نادیہ کی باتیں یاد آرہی تھیں۔ اس نے سچ ہی تو کہا تھا کہ انسان کو سمجھنا اس دنیا میں سب سے زیادہ مشکل ترین عمل ہے۔ اس نے شاہ دل کے متعلق جو سوچا تھا اس پر اسے اب شرمندگی ہو رہی تھی، لیکن ساتھ ساتھ وہ خوش بھی تھی۔

✵ ✵ ✵

شاہ دل ٹیرس پر اکیلا تھا۔ چاند عین شباب پر تھا، ستاروں میں کچھ زیادہ روشنی بڑھ گئی تھی، ہوائیں بڑی شوخ و چنچل سی ہو رہی تھیں۔ زویا اس کے پاس چلی آئی۔ وہ اسے دیکھ کر چونکا، مگر بولا کچھ نہیں، کہنے کی ہمت تو اس میں بھی نہیں تھی۔

”کیا بات ہے آج تمہارے پاس کہنے کو کچھ نہیں جو خاموشی کا دامن تھام لیا ہے۔“ اس نے مسکراتے ہوئے کہا

”آج شاید پہلی بار میرے پاس کہنے کو بہت کچھ ہے، مگر میرے پاس الفاظ نہیں ہیں اور اگر ہیں تو انجانے، کیوں ان کی ترتیب بار بار بگڑ جاتی ہے۔“ زویا بے بسی سے بولی۔

”جو کہنا چاہتی ہو کہہ ڈالو لفظوں میں الجھی رہو گی تو کبھی نہیں کہہ پاؤ گی۔“ وہ نرمی سے بولا۔

”شاہ دل! کیا آپ مجھے معاف کر سکتے ہیں؟“ اس نے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

”مگر کس بات کیلئے۔“ وہ حیران ہوا۔

”میں آپ کو اور آپ کی محبت کو سمجھ نہیں پائی، شاید میرا یہ یقین سلامت نہیں رہا تھا کہ اس دنیا میں مجھ سے بھی کوئی اتنی شدید محبت کر سکتا ہے، جن حالات سے گزری اس کے بعد میں سوچ بھی کیسے سکتی تھی کہ میں اتنی خوش قسمت بھی ہو سکتی ہوں کہ کوئی صرف میرے لئے ہے۔“ شاہ دل خاموشی سے سن رہا تھا وہ بول رہی تھی۔

”کبھی کبھی کچھ چیزیں ہم محسوس کرتے ہیں لیکن ان کی بنیاد نہیں سمجھ پاتے آپ کے ہونے نہ ہونے سے مجھے فرق پڑتا تھا۔ آپ کی ناراضگی مجھ سے برداشت نہیں ہوتی تھی۔ آپ کی اہمیت میری زندگی میں ایک دوست، ایک محسن سے کہیں زیادہ تھی۔ ان سب کے ہوتے ہوئے بھی میں سمجھ نہیں پائی کہ ان کے پس پردہ کوئی گہرا احساس ہو سکتا ہے اور اس دن سمندر کے کنارے جو میں نے محسوس کیا وہ وہ شاید آپ کی شدتوں کا اثر تھا۔ جس نے میرے دل میں پھر سے کسی کو ٹوٹ کر چاہنے کی خواہش کو جنم دیا۔ میرے دل میں آپ کے ساتھ کی آرزو پیدا کی۔“ وہ کہتے کہتے دو پل ٹھہری پھر اس کی جانب دیکھ کر بولی۔ ”کیا میں اس لائق ہوں کہ آپ کی زندگی کا حصہ

بن سکوں، طوبیٰ کی زندگی میں زوبیہ آپی کی جگہ لے سکوں۔ آپ کی محبت کے عوض عمر بھر کا ساتھ مانگ سکوں۔" زویا اسے دیکھ رہی تھی۔

شاہ دل کیلئے یہ گھڑیاں بڑی انمول تھیں۔ اس پل کیلئے اس نے کتنا انتظار کیا تھا، وہ دونوں زندگی کے الگ الگ راستوں سے گزر کر زندگی کے اس مقام تک آئے تھے۔ وہ مقام جو ان کی حقیقی منزل تھا منزل جہاں پہنچ کر انسان راستے کی تمام تکالیف بھول جاتا ہے اس کا ہر زخم مندمل ہو جاتا ہے۔

شاہ دل نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھام لیا۔

"زویا! تم میری زندگی کا حصہ نہیں بن سکتیں، کیونکہ تم میری روح کا حصہ ہو، میرے عشق کی انتہا ہو، تمہارے ہونے کا احساس میرے وجود میں بہتے لہو کے ساتھ ساتھ گردش کرتا ہے، اب مجھ سے کبھی الگ مت ہونا، کبھی نہیں۔" شاہ دل نے اسے اپنی بانہوں میں سمیٹ لیا اس وقت، سوائے محبت کے کسی چیز کا احساس نہ تھا وہی محبت جو اس کائنات کا سب سے بڑا سچ ہے۔

(ختم شد)